ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے

خوشبوئے حیات

باقر شریف قرشی

مترجم

سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شروع کرتا اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے"

قال رسول الله ﷺ : "اِنی تارک فیکم الثقلین، کتاب الله، وعترتي اهل بیتي ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا أبدا وانهما لن یفترقا حتیٰ یردا عليّ الحوض".

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، ۳۶۶/۴ و ۳۷۱، ۱۸۲/۵، اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳، وغیرہ۔)

اہل بیت علیہم السلام کی سیرت

سے

خوشبوئے حیات

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔کراچی
شمارہ دیوی: ۲۹۷/۹۵
شمارہ ثبت: ۱۰۷۰۵۰۱
تاریخ ثبت: ۱۳۸۷/۱۱/۲۲

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے

خوشبوئے حیات

باقر شریف قرشی

مترجم

سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

سرشناسه : قرشی، باقر شریف، ۱۹۳۶ .
عنوان قراردادی : نفحات من سیره ائمه اهل البیت علیهم السلام . اردو
عنوان و پدید آور : اهل بیت علیهم السلام کی سیرت سی خوشبوئی حیات/باقر شریف قرشی : مترجم ضرغام حیدر نقوی
مشخصات نشر : قم : مجمع جهانی اهل البیت (ع) ، ۱۳۸۶.
مشخصات ظاهری : ۴۵۲ ص.
شابک : 964 - 529 - 148 – 8
وضعیت فهرست نویسی : فیپا
یادداشت : عنوان اصلی : نفحات من سیره ائمه اهل البیت علیهم السلام
موضوع : ائمه اثنا عشر -- سرگذشتنامه.
شناسه افزوده : نقوی، ضرغام حیدر، مترجم
شناسه افزوده : مجمع جهانی اهل بیت (ع).
رده بندی کنگره : BP۳۶/۵/ق۴ن۷۰۴۶ ۱۳۸۶
رده بندی دیویی : ۲۹۷/۹۵
شماره کتابخانه ملی : ۱۰۲۹۱۵۷

نام کتاب: ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے
خوشبوئے حیات
تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین باقر شریف قرشی
ترجمہ: سید ضرغام حیدر نقوی
تصحیح: سید حمید الحسن زیدی
کنٹرول: اقبال حیدر حیدری
پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ
ناشر: مجمع جہانی اہل بیت (ع)
کمپوزنگ: سید حسن اصغر نقوی منہال ہندی
طبع اول : ۱۴۲۸ھ ۔ ۲۰۰۷ء
تعداد: ۳۰۰۰
مطبع: لیلیٰ

ISBN: 964-529-148-8
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگر چہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام

کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنانِ اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستدارانِ اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندانِ نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکرگزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، حجۃ الاسلام باقر شریف قرشی کی گرانقدر کتاب نفحات من سیرۃ ائمۃ اہل البیت علیہم السلام کو فاضل جلیل مولانا سید ضرغام حیدر نقوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکرگزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

آغاز سخن

پروردگار عالم نے اہل بیت علیہم السلام کو اپنے اسرار کا محافظ، اپنے علم کا مخزن، اپنی وحی کا مفسر اور صراط مستقیم کی روشن دلیل قرار دیا ہے، اسی بنا پر ان کو تمام لغزشوں سے محفوظ رکھا، ان سے ہر طرح کی پلیدگی اور رجس کو دور رکھا جیسا کہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۱)

''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے''

قرآن کریم میں اُن کی اطاعت، ولایت اور محبت کی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾(۲)

''اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمھیں میں سے ہیں''۔

نیز خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾۔(۱)

۱۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۵۹۔

۳۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳۔

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے اقرباء سے محبت کرو''۔

اسی طرح رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں تاکید فرمائی ہے جو محدثین کی نظر میں متواتر ہے:

''اِنِّی تارِکٌ فیکُمُ الثَّقلَیْنِ مَااِنْ تَمَسَّکتم بِهِما لَن تضلّوا ابعدی، اَحَدهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: کِتَابَ اللّٰهِ، حَبلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الارض، وَعِترَتِیْ اَهلَ بَیْتِیْ وَلَنْ یَفْتَرِقَا حَتّیٰ یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانظرُوا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا''۔

''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے، ان دونوں میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے اعظم ہے: اللہ کی کتاب جو آسمان سے لے کر زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے، اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں، وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں، پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا برتاؤ کرو گے'' یہ سب اس لئے ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں، خاتم الانبیاء کے خلفاء، پرچم اسلام کے علمبردار، آپ کے علم و نور کا خزانہ اور اسوۂ حسنہ ہیں نیز اللہ کی بندگی کیلئے اپنے قول و فعل کے اعتبار سے ہمارے لئے نمونۂ عمل ہیں۔

ان کی سیرت طیبہ بلند و بالا کردار، اعلیٰ نمونہ، اسلام کے علوم و معارف کے ناشر، ایثار و قربانی زہد، تواضع، فقیروں اور کمزوروں کی امداد جیسے مکارم اخلاق کا مجموعہ ہے اور اس کتاب میں اسی موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہم اس گفتگو کے آخر میں خداوند قدوس سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس کے منابع و ماخذ سے استدلال کرنے میں کامیاب و کامران فرمائے۔

آخر میں ہم مؤسسہ اسلامی کے نشر و اشاعت کرنے والے ادارہ اسلامی کے شکر گذار ہیں۔

والحمد لله ربّ العالمین، وصلی الله علیٰ محمد و آله الغرّ المیامین

مہدی باقر قرشی

۱۳ محرم ۱۴۲۴ھ

مقدمہ

(۱)

بیشک ہر انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایک ایسا عقیدہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہو اور وہ اس کے نامعلوم مستقبل کے بارے میں ایک پناہگاہ قرار پا سکے، خاص طور پر اپنی موت کے بعد وہ قابل اطمینان ٹھکانہ حاصل کر سکے اور عین اسی وقت اس کا ضمیر یہ چاہتا ہے کہ اس ذات کی معرفت حاصل کرے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس عرصۂ حیات میں اسے وجود عطا فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے خالق کے بارے میں موجود افکار کے درمیان زمین سے لیکر آسمان تک کا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا اچانک وجود میں نہیں آسکتی اور نہ ہی یہ عقل میں آنے والی بات ہے۔ کائنات میں بسنے والے انسانوں میں سے بعض سورج کو اپنا خدا مان بیٹھے کیونکہ یہ گرمی بخشتا ہے، بعض نے چاند کو اپنا خالق مان لیا کیونکہ اس کے نکلنے، نمو کرنے اور کامل ہونے کے متعدد فائدے اور عجائبات ہیں، پھر اس کے ڈوبنے (۱) اور نکلنے کے بھی فائدے ہیں اور بعض فرقے جہالت و نادانی کی بنا پر اپنے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرنے لگے جن کو انھوں نے اللہ کے بجائے اپنا خدا قرار دیا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت رکھ دئے گئے تھے جن میں سے ہبل معاویہ کے باپ اور یزید کے دادا ابوسفیان کا خدا تھا اور بقیہ

۱۔ عراق میں مقبروں کی دیواروں پر سورج، چاند اور بعض ستاروں کی تصویریں بنائی گئی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔

مکہ اور مکہ سے باہر رہنے والے قریش سے متعلق خاندانوں کے خدا تھے۔

(۲)

پروردگار عالم کے تمام انبیاء اللہ کی مخلوق، اس کے بندوں پر حجت تمام کرنے اور ان کی فکروں کو صاف وشفاف کرنے کے لئے مبعوث کیے گئے، انھوں نے ہی جہالت کے بتوں اور باطل عقائد سے لوگوں کے اذہان کو صاف کیا، اسی طرح انھوں نے انسان کے ارادہ، طرز عمل اور عقائد کو مکمل طور پر آزاد رہنے کی دعوت دی۔

انبیائؑ کے مبعوث کیے جانے کا عظیم مقصد، اللہ کے بندوں کو اس کی عبادت اور وحدانیت کی دعوت دینا تھا، وہ خدا جو خالق کائنات ہے، ایسی زندگی عطا کرنے والا ہے جو زمین پر خیر اور سلامتی کی شناخت پر مبنی ہے، اسی طرح ان کی دعوت کا اہم مقصد انسان کو اُن خرافات سے دور کرنا تھا جن کے ذریعہ انسان کا اپنے اصلی مقصد سے بہت دور چلے جاتا ہے۔

مشرقی عرب میں سب سے نمایاں مصلح حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جنھوں نے زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے کیلئے جہاد کیا، شرک کا قلع وقمع کرنے کیلئے سختی سے مقابلہ کیا، جیسا کہ آپؑ نے بتوں کو پامال اور ان کو نیست ونابود کرنے کیلئے قیام کیا، (۱) جبکہ اُن کی قوم نے اُن پر سختیاں کیں، آپؑ کے زمانہ کے سرکش بادشاہ نمرود نے آپؑ کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کردیں، اور آپؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں منجنیق کے ذریعہ ڈال دیا لیکن پروردگار عالم نے آگ کو جناب ابراہیم کیلئے ٹھنڈا کردیا۔ (۲)

اسی طرح انبیاء علیہم السلام نے زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے کیلئے جنگ وجہاد کیا، اور انسان کی فکر اور اس کے ارادہ کو غیر خدا کی عبادت سے آزادی عطا کی۔

۱۔ملاحظہ کیجئے سورۂ انبیاء، آیت ۵۱ سے ۶۷ تک، ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جہاد اور بتوں سے مقابلہ کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔پروردگار عالم نے آگ کی حرارت کو ٹھنڈک میں بدل دیا جو اس کی ضد ہے، یہ ایک ایسا حقیقی معجزہ ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تائید فرمائی ہے۔

(۳)

اللہ کی وحدانیت کے اقرار اور انسان کو آزاد فکر کی طرف دعوت دینے میں رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ممتاز و نمایاں ہے، آپؐ ہی نور کی مشعلوں کو اٹھانے والے ہیں، آپؐ نے ہی جہالت کے خوشنما دکھائی دینے والے ان عقائد کو پاش پاش کیا جو گناہ اور خرافات میں غرق تھے، مکہ میں نور کی شعاعیں پھیلیں جو اصنام اور بتوں کا مرکز تھا، کوئی بھی قبیلہ بتوں سے خالی نہیں تھا ہر گھر میں بت تھے، جن کی وہ اللہ کے بجائے پرستش کیا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محکم عزم و ارادہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا آپؐ کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی، آپؐ نے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ توحید کا پرچم بلند کیا، خدا کی عبادت کا تصور پیش کیا، تاریخ کا رخ بدل ڈالا اور انسان کو خرافات میں غرق ہونے سے نجات دیدی۔

یہ بات بھی شایان ذکر ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کی اکثر آیات مکہ میں نازل فرمائیں اور آنحضرتؐ نے پروردگار عالم کے وجود پر محکم اور قاطع دلیلیں پیش کیں جن کا انکار کمزور ذہن والے انسان کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ہے۔

(۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے یثرب ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے، اللہ نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی، آپؐ کے دشمن، سرکش قریش اور سرکردہ عربوں نے آپ کو زیر کرنا چاہا تو آپؐ نے ایک عظیم حکومت کی بنیاد ڈالی، اپنی امت کے لئے بہترین اور مفید قواعد و ضوابط معین فرمائے جن سے تہذیب و تمدن کو چلایا جاسکے، اس (حکومت) میں انصاف و حقوق کی ادائیگی کی ضمانت لی، اس میں زندگی کی مشکلات کا حل پیش کیا، انسان کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے لئے شرعی قانون نہ بنایا ہو یہاں تک کہ خراش تک کی دیت کے قوانین معین کئے، شریعت اسلامیہ کو نافذ کیا جس میں سب کے لئے احکام مقرر کئے، جس سے فطرت انسانی کا قافلہ رواں دواں ہوگیا، جو انسان کی زندگی کے طریقہ سے بالکل بھی الگ نہیں ہوسکتا تھا اور پھر آنحضرتؐ کے اوصیاء و خلفاء نے ان قوانین کو لوگوں تک پہنچایا جو ائمۂ ہدایت اور مصباح اسلام ہیں۔

(۵)

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو اپنی زندگی میں زیادہ اہمیت دی وہ اپنے بعد امت کی قیادت و رہبری کا مسئلہ تھا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ آپ اپنے بعد اس امت کی قیادت ورہبری کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے کسی کو معین فرمائیں جو لوگوں تک خیر و بھلائی کو پہنچا سکے، آپؐ نے اپنی سب سے پہلی دعوتِ دین کے موقع پر یہ اعلان کر دیا کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لائے گا اور آپؐ کی مدد کرے گا اور میری وفات کے بعد میرا خلیفہ ہوگا اس سلسلہ میں آپ نے بڑا اہتمام کیا راویوں کا اتفاق ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا حالانکہ آپ ابھی بہت کم سن تھے، پھر آنحضرتؐ نے آپ کو اپنے بعد کے لئے اپنا وصی اور خلیفہ معین فرمایا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت اور اصحاب پر نظر ڈالی تو ان میں اپنے چچا زاد بھائی اور سبطین (امام حسن وامام حسینؑ) کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی ایسا نظر نہ آیا جو آپؐ کے ہم پلہ ہو سکے، آپؐ اللہ پر خالص ایمان کی نعمت سے مالا مال تھے اور دین کی مشکلوں میں کام آنے والے تھے، مزید یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو علم کے خزانہ سے نوازا تھا جس کو آپ نے مستقبل میں ثابت کر دکھایا، آپؐ نے ان کو اپنے بعد امت کے لئے معین فرمایا تا کہ وہ ان کی ہدایت کا فریضہ ادا کریں اور اس امت کو گمراہی سے نجات دے سکیں۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا متعدد مقامات پر اعلان فرمایا، ایسی متعدد احادیث وروایات ہیں جن میں نبیؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا نفس قرار دیا ہے یا فرمایا: ان کا میرے نزدیک وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ کی نظر میں تھا، علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے نیز وہ میرے شہر علم کا دروازہ ہیں، غدیر خم میں مسلمانوں سے ان کی بیعت لے کر انھیں عزت بخشی، ان کو مسلمین کا علمبردار قرار دیا، ان کی ولایت ہر مسلمان عورت اور مرد پر واجب قرار دی، حج سے واپسی پر (تمام قافلے والوں سے جب وہ اپنے اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے تو ان سے) آپؐ کی خلافت وامارت کے لئے بیعت لی، اور اپنی ازواج کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا، دنیائے اسلام میں اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی یہاں تک کہ اس دن کو ایمان اور نعمت کبریٰ کا نام دیا گیا۔

(۶)

جب ہم نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کو پیش کیا تو اس میں ہم نے ایسے بلند و بالا خصوصیات اور مثُل اعلیٰ کا مشاہدہ کیا، جو منابع نبوت اور شجرۂ وحی ہیں۔

الحمدللہ میں نے چالیس سال سے ان کے بارے میں اُن کے شرف وعزت کی داستانیں تحریر کی ہیں جس میں ہم نے ان کے آثار وسیرت کو لوگوں کے درمیان شائع کیا، خدا کی قسم جب ہم نے ان میں سے کسی امام سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس کی تمام فصلوں اور سطور میں نور، ہدایت، شرف اور کرامت کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا، ان کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور سے اقتباس کیا گیا ہے جس سے گمراہوں کو ہدایت ملتی ہے اور حیرت زدہ کو رشادت ملتی ہے۔

سیرت ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم، دنیا کی ہر رنگینی اور اس کی زیب وزینت سے بالاتر ہے اس میں صرف اللہ کی طرف سے کامیابی کا رخ ہے، اس کے لئے مطلق عبودیت دکھائی دیتی ہے، وہ اپنی راتیں خدا کی عبادت، اس سے لو لگانے اور اس کی کتاب کی تلاوت کر کے بسر کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں ان کے دشمن اپنی راتیں رنگین کر کے، بدکاری، دیوانگی اور مست ہو کر بسر کرتے ہیں، خدا ابو فارس پر رحمت نازل فرمائے اس نے مندرجہ ذیل شعر بنی عباس اور آل نبیؐ کے متعلق کہا ہے:

تُمسی التلاوة فی ابیاتهم ابداً وفی بیوتکم الاوتارُ والنغمُ

"ان (آل نبیؐ) کے گھر سے ہمیشہ قرآن کی تلاوت کی آواز آتی ہے اور تمہارے گھروں سے ہمیشہ گانے بجانے کی آوازیں آتی ہیں"۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام تقویٰ کے ستون تھے، ایمان کے لئے آئیڈیل تھے، لیکن ان کے دشمن فساد اور تمام اخلاق اور انسانی قدر وقیمت کو برباد کرنے میں آئیڈیل ہیں۔

(۷)

جب سے تاریخ اسلام وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک لوگوں کا یہ یقین واعتقاد ہے کہ ائمہ علیہم السلام دین اسلام کی حمایت ومدد کرنے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں، قرآن

حکیم کے ہم پلہ ہیں، شیعوں کا یہ عقیدہ کسی سے تعصب یا تقلید کے طور پر نہیں ہے، اس مطلب پر کتاب خدا اور سنت نبویہ کی قاطع دلیلیں موجود ہیں، جن سے کسی مسلمان کے لئے اغماض نظر کرنا اور انھیں پس پشت ڈال دینا جائز نہیں ہے، یہ صاف وشفاف دلائل ہیں، ان کا فائدہ واضح وروشن ہے، مسلمانوں پر ان سے محبت کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لاَاَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبیٰ﴾.(۱)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے اقرباء سے محبت کرو''۔

آیۂ ولایت نے عترت اطہار کی محبت واجب قرار دی ہے۔

(۸)

اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا شریعت اسلام میں ان کے جد بزرگوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرا کوئی اور طریقہ نہیں ہے، بلکہ اہل بیتؑ کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے جو آنحضرتؐ کے طریقہ وروش سے ہی اخذ کیا گیا ہے، تمام عبادات ومعاملات، عقود اور ایقاعات ایک ہی چمکتے ہوئے نور وحکمت کے سرچشمہ سے اخذ کئے گئے ہیں، جن کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے، فقہ اسلامی کی عظیم الشان شخصیت حضرت امام صادق علیہ السلام نے اعلان فرمایا ہے کہ جو احکام شریعت، بلند وبرتر اخلاق اور آداب وغیرہ نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہمارے آباء واجداد کے اس خزانہ سے نقل کئے گئے ہیں جن کو انھوں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا، ان کی احادیث (کسی مغالطہ کے بغیر) جوہر اسلام کی حکایت کرتی ہیں، ان کی حقیقت رب العالمین کی طرف سے اسی طرح نازل ہوئی ہیں، اس میں اسلامی مذاہب پر کسی طرح کا کوئی طعن وطنز نہیں کیا گیا ہے، ان کے علمی چشمے ہیں جن کے ذریعے وہ سیراب کئے گئے ہیں۔

۱۔سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳۔

(۹)

ائمہ علیہم السلام سے نقل شدہ تمام ماثور احکام وتشریعات بالکل حق اور عدل خالص ہیں، ان میں کوئی پیچیدگی اور اغماض نہیں ہے، جن دلائل پر شیعوں کے بڑے بڑے فقہا نے اعتماد کیا ہے یا جن کو ستون قرار دیا ہے وہ عسر وحرج کو دور کرنے والی دلیلیں ہیں، جب مکلف پر عسر وحرج لازم آرہا ہو تو یہ ادلہ اولیہ پر حاکم ہوتی ہیں، اسی طرح ضرر کو دور کرنے والی احادیث جب مکلف پر کسی کی طرف سے کوئی ضرر عائد ہو رہا ہو تو یہ ادلہ اولیہ پر حاکم ہوتی ہیں۔

بہر حال ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا مذہب شریعت کے تمام اطوار میں فطری طور پر ہر زمانہ میں رواں دواں ہے۔

(۱۰)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے بڑے صحابی جیسے عمار بن یاسر، سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور اوس وخزرج کے قبیلوں کی وہ ہستیاں جنھوں نے اسلام کو اپنی کوششوں اور جہاد کے ذریعہ قائم کیا ان سب نے اہل بیت علیہم السلام کا مذہب کا اختیار کیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت کو کشتی نجات قرآن مجید کے ہم پلہ اور باب حطہ کے مانند قرار دیا ہے، اور اُن (اہل بیتؑ) کے قائد ورہبر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں جو حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے، ان کی نبی اکرمؐ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی موسیٰ سے تھی اور ان ہی کے مذہب کو مذہب حق کا نام دیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں شاعر اسلام کمیت کا کہنا ہے:

وَمَالِیَ اِلّا آلَ احمدَ شیعۃ   وَمَالِیَ اِلّا مَذْھَبَ الحقِ مَذْھَب

''میں آل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیعہ ہوں اور مذہب حق کے علاوہ میرا اور کوئی مذہب نہیں ہے''۔

(۱۱)

اگر اموی اور عباسی سیاست نہ ہوتی تو مذہب اہل بیت علیہم السلام اسلامی معاشرہ میں واحد

مذہب ہوتا، کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہے اور اُن ہی سے اخذ کیا گیا ہے، مگر کیا کیا جائے کہ بنی امیہ اور عباسیوں نے اہل بیتؑ کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور ان کو سزائیں دینا شروع کردیں کیونکہ یہ اہل بیتؑ ان کے ظلم و جبر اور ان کی حکومت کیلئے خطرہ تھے، اسی لئے وہ تمام سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کی ضد پر اڑ گئے، جس سے شیعوں کے ائمہ نے اُن (شیعوں) پر تقیہ لازم قرار دیدیا، اور ان کو دی جانے والی سخت سزاؤں کے ڈر کی وجہ سے اپنا مذہب مخفی کرنے کی تاکید فرمادی، وہ سزائیں یہ تھیں جیسے آنکھیں پھوڑ دینا، ان کے تمام فطری حقوق کو پامال کردینا اور عدالت و کچہری میں ان کی گواہی قبول نہ کیا جانا۔

(۱۲)

اموی اور عباسی حکمرانوں نے شیعوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ان کے سخت سے سخت امتحانات لئے، ان پر سخت ظلم و تشدد کئے، ان کے ہاتھ کاٹ دئے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور معمولی سے وہم و گمان کی بنا پر ہی ان کو قتل کردیا جاتا تھا۔

شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں: (مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں کوئی ایسا طائفہ و گروہ نہیں ہے جس پر اہلبیت علیہم السلام کے شیعوں کی طرح ظلم و ستم ڈھائے گئے ہوں، اس کا سبب ان کا عقیدۂ امامت ہے اور امام ان بلند و بالا خصوصیات و صفات کے مالک تھے جو ان حاکموں میں نہیں پائے جاتے تھے جو مسلمانوں پر عدالت نہیں بلکہ تلوار کے زور پر حکومت کرتے تھے، وہ (ناانصاف حکام) اُن کو چور ڈاکو سمجھتے تھے اسی لئے انھوں نے اُن کی حکومت کو گرانے کے لئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر قیام کیا)۔

شیعوں نے (بڑے ہی فخر و عزت کے ساتھ) عدل سیاسی اور معاشرتی زندگی کی بنیاد ڈالی، انھوں نے حکومت سے مسلمانوں کے درمیان عدل کے ذریعہ مال تقسیم کرنے مانگ کی، حاکموں کی شہوت پرستی کے ذریعہ نہیں، لہٰذا عباسی اور اموی تمام بادشاہوں نے ان کا کشت و کشتار کرکے سختی کے ساتھ انھیں کچل دیا۔

(۱۳)

انھوں نے ناانصافی کرتے ہوئے شیعوں پر ایسے ایسے پست الزام لگائے جن کی کوئی سند نہیں

ہے، جوالزام لگانے والوں کی فکری اور علمی پستی پر دلالت کرتے ہیں، اُن ہی میں سے انھوں نے شیعوں پر ایک یہ تہمت لگائی کہ شیعہ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی ہے جس کے شرف کو اللہ نے زیادہ کیا ہے، اور ہم نے یہ مطلب اپنی کتاب ''السجود علی التربة الحسينية'' میں بیان کیا ہے جو متعدد مرتبہ طبع ہوئی ہے، اس کا انگریزی اور دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، ہم نے اس میں یہ واضح طور پر بیان کیا ہے کہ شیعہ تربت حسینی کو مقدس سمجھتے ہیں لہذا اس پر سجدہ کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر بانی اسلام اور اس کو نجات دینے والے فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں، راویوں کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ جبرئیل نے نبی اکرم ﷺ کو اس بقعہ طاہرہ کی مٹی دیتے ہوئے یہ خبر دی کہ آپ کا فرزند حسینؑ اس سرزمین پر شہید کیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے اس مٹی کو سونگھا اور اس کو چوما، لہذا شیعہ اس مٹی پر اللہ واحد قہار کا سجدہ کرتے ہیں جس کو رسولؐ نے سونگھا اور چوما ہے، اس طرح کی متعدد تہمتیں شیعوں پر لگائی گئی ہیں، ان کے حق میں کچھ ایسے فیصلے کئے جن کی دین میں کوئی حقیقت ہی نہیں ہے اور جو دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

(۱۴)

ہم ایمان اور صدق دل سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سوانح حیات سے متعلق یہ مختصر مطالب حق کی دعوت، اخلاص، حقیقت، امت کے استقلال اور اس میں محبت واتحاد کی بقاو دوام کی خاطر رقم کئے ہیں، اس لئے کہ انسان کو متحد رہنا چاہئے متفرق نہیں، ایک ہونا چاہئے الگ الگ نہیں، ان میں کوئی دھوکہ اور گمراہی نہیں ہے، ہم نے بنیادی طور پر یہ مطالب قرآن کریم اور احادیث رسول سے حاصل کئے ہیں، جن میں خواہشات نفسانی کا کوئی دخل وتصرف نہیں ہے اور نہ ہی جذبات کو مدنظر رکھا گیا ہے جن سے حقائق چھپ جاتے ہیں اور تاریخی حقائق مخفی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(۱۵)

ہم صاف وشفاف اور مخلصانہ انداز میں یہ عرض کرتے ہیں: بیشک انسان تجربے کرتا ہے، اور اس نے حکومت کے متعلق متعدد تجربے کئے ہیں لیکن یہ حکومت اور سیاست کے میدان اس مقام ومنزل تک نہیں پہنچ سکا ہے جس تک شیعوں کی رسائی ہے، کیونکہ امت کے امام میں کمال اور بلندی ذات کی شرط ہے،

حکومت اور اسے چلانے پر مکمل طور پر مسلط ہونا چاہئے، اور امت چلانے کیلئے تمام اقتصادی تعلیمی، امن و امان وغیرہ کو عام ہونا چاہئے جس سے شہروں کو صحیح طریقہ سے ترقی کی راہ پر چلایا جاسکے۔

ہم پھر تاکید کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ان تمام امور سے ائمہ ہدایت علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں تھا کیونکہ یہ مادیات سے بالکل الگ تھے، انھوں نے اخلاص حق کے لئے کام کیا، جب امام امیر المومنین علی علیہ السلام نے امت کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالی تو ان ہی کو عملی شکل دیدی، آپؑ نے مسلمان اور غیر مسلمان سب میں مساوات کا اعلان فرمایا ان کو برابر برابر عطا کیا، قرابتداروں کو دوسروں پر مقدم نہیں کیا، آپؑ کا اپنے بھائی عقیل، بھتیجے اور اپنے داماد عبداللہ بن جعفر کے ساتھ پیش آنے والا قصہ مشہور و معروف ہے، آپؑ نے ان دونوں کے ساتھ عام لوگوں جیسا سلوک کیا، اور حکومت کے اموال میں ان دونوں کا کوئی اثر نہیں ہوا، آپؑ اس سلسلہ میں بہت ہی دقت سے کام لیتے تھے یہاں تک کہ اپنی ذات والا صفات کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

امامؑ نے حکومت کے تمام میدانوں میں اسلامی تعلیمات کو نشر کیا، آپؑ نے اپنے دور حکومت میں والیوں اور کارکنوں کیلئے خطوط تحریر فرمائے، آپؑ نے ان خطوط میں امت کیلئے تمام ضروریات دین، سیاست، اقتصاد اور تعلیمات وغیرہ کے سلسلہ میں ضروری نکات تحریر فرمائے۔ ان تمام دروس کا سیکھنا اور ان کو مذہب کی بنیاد پر قرار دینا واجب ہے، امام امت کی ذمہ داریاں ہیں اور ان کا مذہب شیعہ کے مطابق آگے بڑھنا ہے۔

(۱۶)

مقدمہ کے اختتام سے پہلے ہم قارئین کرام کو یہ بتادیں کہ ہم نے یہ مقدمہ مذہب اہل بیتؑ کی تعلیم و تدریس کیلئے تحریر کیا ہے، اس میں تربیتی اور اخلاقی مطالب تحریر کئے ہیں اور ابن خلدون (۱) اور احمد امین مصری وغیرہ کی باتوں سے گریز کیا ہے جنھوں نے ائمہ اور شیعوں کے متعلق کچھ مطالب تحریر کئے ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کے متعلق تحریر نہیں کئے بلکہ متعصب قسم کے مطالب ہیں اور ان پر ایسے ایسے الزامات لگائے ہیں جن کی کوئی واقعیت اور علمی حیثیت نہیں ہے۔

۱۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۹۶۔۲۰۳۔

ان مطالب کے بعد ہم نے اہل بیتؑ کی سیرت اور ان سے ماثورہ مطالب تحریر کئے ہیں، یہ اس کا خاص جزء ہے، ہم نے اس کتاب کو ایک مستقل موضوع قرار دیتے ہوئے اس کا نام ''نفحات من سیرۃ ائمۃ اہل البیت'' رکھا ہے، اس کا مطالعہ کرنے والے اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ ہم نے ان تعلیمات کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی ائمہ ہدیٰ نے تعلیم دی ہے۔

اس مقدمہ کے آخر میں ہم عالم جلیل سید عبد اللہ سید ہاشم موسوی کے لئے دعا کرتے ہیں خدا ان کے درجات کو بلند فرمائے انھوں نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کیا جسے میں نے ائمہ ہدیٰ کی شان مبارک میں تحریر کیا ہے، خدا ان کو اجر جزیل عطا فرمائے، اور اس فعل پر عظیم ثواب عطا کرے وہی پروردگار ہے جو بلند، ولی اور قادر ہے۔

مکتبۂ امام حسن عام

نجف اشرف

باقر شریف قرشی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

ائمہ اہل بیت علیہم السلام

ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے روبرو حاضر ہیں جنھوں نے معاشرہ کی اصلاح کی دعوت دی، وہ دنیائے عرب واسلام میں شعور وفکر کے چراغ ہیں، انھوں نے انسانی فکر، اس کے ارادے، سلوک وروش کی بنیاد ڈالی، خالق کائنات اور زندگی دینے والے کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے سے مخلوق خدا کو نجات دی

بیشک ائمہ اہل بیت علیہم السلام شجرۂ نبوت کے روشن چراغ ہیں، یہ اس شجرۂ طیبہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم پروردگار سے پھل دیتا رہتا ہے، یہ حضرات رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا ایسا جزء ہیں جن کو کبھی بھی ان سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے وہ رسول جنھوں نے انسان کو پستی نکال کر بلندی عطا کی اور اسے نور سے منور فرمایا۔۔۔ ہم اپنی گفتگو کا آغاز اس سلسلۂ جلیلہ سید وسردار یعنی امام علیؑ کی سوانح حیات سے کرتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام

آپ اپنی جود وسخا، عدالت، زہد، جہاد اور حیرت انگیز کارناموں میں اس امت کی سب سے عظیم شخصیت ہیں دنیائے اسلام میں رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے کوئی بھی آپ کے بعض صفات کا مثل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ وہ آپؑ کے بعض صفات تک کا مثل ہو۔ آپؑ کے فضائل وکمالات اور آپؑ کی شخصیت کے اثرات زمین پر بسنے والے پر تمام مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے زبان زد عام ہیں، تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عرب یا غیر عرب کی تاریخ میں آپؑ کے بھائی اور ابن عم کے علاوہ آپؑ کا کوئی ثانی نہیں ہے ہم ذیل میں آپؑ کے بعض صفات وخصوصیات کو قلمبند کر رہے ہیں:

کعبہ میں ولادت

تمام مورخین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ (۱) آپؑ کے علاوہ کوئی اور خانۂ کعبہ میں نہیں پیدا ہوا، اور یہ اللہ کے نزدیک آپؑ کے بلند مرتبہ اور عظیم شرف کی علامت ہے، اسی مطلب کی طرف عبد الباقی عمری نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

أنْتَ العليُّ الذی فوق العُلیٰ رُفِعا ببطن مکة عند البیت اِذْوُضِعَا

۱۔ مروج الذہب، جلد۲ صفحہ۳، فصول مہمہ مؤلف ابن صباغ، صفحہ۲۴۔ مطالب السؤول، صفحہ۲۲۔ تذکرۃ الخواص، صفحہ۷۔ کفایۃ الطالب، صفحہ۳۷۔ نور الابصار، صفحہ۷۶۔ نزہۃ المجالس، جلد۲، صفحہ۲۰۴۔ شرح الشفا، جلد۲، صفحہ۲۱۵۔ غایۃ الاختصار، صفحہ۹۷۔ عبقریۃ الامام (العقاد)، صفحہ۳۸۔ مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ۴۸۳۔ اور اس میں وارد ہوا ہے کہ: ''متواتر احادیث میں آیا ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے کعبہ میں پیدا ہوئے''۔

''آپ وہ بلند و بالا شخصیت ہیں جو تمام بلندیوں سے بلند و بالا ہیں اس لئے کہ آپ کی ولادت مکہ میں خانہ کعبہ میں ہوئی ہے''۔

بیشک نبی کے بھائی اور ان کے باب شہر علم کی ولادت اللہ کے مقدس گھر میں ہوئی تاکہ اس کی چوکھٹ کو جلا بخشے، اس پر پرچم توحید بلند کرے، اس کو بت پرستی اور بتوں کی پلیدی سے پاک وصاف کرے، اس بیت عظیم میں ابوالغرباء، اخوالفقراء، کمزوروں اور محروموں کے ملجأ و ماویٰ پیدا ہوئے تاکہ ان کی زندگی میں امن، فراخدلی اور سکون واطمینان کی روح کو فروغ دیں، ان کی زندگی سے فقر و فاقہ کا خاتمہ کریں، آپکے پدر بزرگوار شیخ بطحاء اور مومن قریش نے آپؑ کا اسم گرامی علیؑ رکھا جو تمام اسماء میں سب سے بہترین نام ہے۔

اسی لئے آپ اپنی عظیم جود و سخا اور حیرت انگیز کارناموں میں سب سے بلند تھے اور خداوند عالم نے جو آپؑ کو روشن و منور علم وفضیلت عطا فرمائی تھی اس کے لحاظ سے آپؑ اس عظیم بلند مرتبہ پر فائز تھے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

امیر بیان اور عدالت اسلامیہ کے قائد و رہبر نبی کی بعثت سے بارہ سال پہلے تیرہ رجب ۳۰ عام الفیل کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔(۱)

القاب

امیر حق نے آپ کو متعدد القاب سے نوازا جو آپؑ کے صفات حسنہ کی حکایت کرتے ہیں، آپؑ کے القاب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔صدیق (۲)

آپؑ کو اس لقب سے اس لئے نوازا گیا کہ آپؑ ہی نے سب سے پہلے رسول اللہ کی مدد کی اور اللہ کی طرف سے رسولؐ پر نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لائے، مولائے کائنات خود فرماتے ہیں:

''انا الصدیق الاکبر آمنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمتُ قبل ان یسلم''۔(۳)

۱۔حیاۃ الامام امیر المومنین، جلد ۱، صفحہ ۳۲۔منقول از مناقب آل ابوطالب، جلد ۳، صفحہ ۹۰۔

۲۔تاریخ خمیس، جلد ۲، صفحہ ۲۷۵۔ ۳۔معارف، صفحہ ۷۳۔ذخائر، صفحہ ۵۸۔ریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۲۵۷۔

''میں صدیق اکبر ہوں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا ہوں اور اس سے پہلے اسلام لایا ہوں''۔

۲۔وصی

آپؑ کو یہ لقب اس لئے عطا کیا گیا کہ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور رسول خدا نے اس لقب میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اِنَّ وَصِیِّي، وَمَوْضِعَ سِرِّی، وَخَیْرُ مَنْ اَتْرُکَ بَعْدِیْ، وَیُنْجِزُ عِدَتِیْ، وَیَقْضِیْ دَیْنِیْ، عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ''۔(۱)

''میرے وصی، میرے راز داں، میرے بعد سب سے افضل، میرا وعدہ پورا کرنے والے اور میرے دین کی تکمیل کرنے والے ہیں''۔

۳۔فاروق

امامؑ کو فاروق کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کہ آپؑ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔یہ لقب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اخذ کیا گیا ہے،ابوذر اور سلمان سے روایت کی گئی ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اِنَّ هٰذَا اَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِیْ، وهٰذَا اَوَّلُ مَنْ یُصَافِحُنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَهٰذَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ، وَهٰذَا فَارُوْقُ هٰذِهِ الاُمَّةِ یَفْرُقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ''۔(۲)

''یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائے، یہی قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے، یہی صدیق اکبر ہیں، یہ فاروق ہیں اور امت کے درمیان حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں''۔

۴۔یعسوب الدین

لغت میں یعسوب الدین شہد کی مکھیوں کے نر کو کہا جاتا ہے پھر یہ قوم کے صاحب شرف سردار کیلئے بولا جانے لگا، یہ نبی اکرمؐ کے القاب میں سے ہے، نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو یہ لقب دیتے ہوئے فرمایا: هٰذَا (واشارالی الامام) یَعْسُوْبُ الْمُؤمِنِیْنَ، وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الظَّالِمِیْنَ''۔(۳)

۱۔کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۴۔

۲۔مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۰۲، فیض القدیر، جلد ۴، صفحہ ۳۵۸۔کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۶۔فضائل الصحابۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶۔

۳۔مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۰۲۔

''یہ (امامؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) مومنین کے یعسوب ہیں اور مال ظالموں کا یعسوب ہے''۔

۵۔ امیر المومنین

آپؑ کا سب سے مشہور لقب امیر المومنین ہے یہ لقب آپؑ کو رسول اللہ نے عطا کیا ہے روایت ہے کہ ابونعیم نے انس سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے: ''یا انس، ''اسْکُبْ لِیْ وَضُوْءاً''''اے انس میرے وضو کرنے کے لئے پانی لاؤ'' پھر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: ''اے انس اس دروازے سے جو بھی تمہارے پاس سب سے پہلے آئے وہ امیر المو منین ہے، مسلمانوں کا سردار ہے، قیامت کے دن چمکتے ہوئے چہرے والوں کا قائد اور خاتم الوصیین ہے''، انس کا کہنا ہے: میں یہ فکر کر رہا تھا کہ وہ آنے والا شخص انصار میں سے ہو جس کو میں مخفی رکھوں، اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے تو رسول اللہؐ نے سوال کیا کہ اے انس کون آیا؟ میں (انس) نے عرض کیا: علیؑ۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے کھڑے ہو کر علیؑ سے معانقہ کیا، پھر ان کے چہرے کا پسینہ اپنے چہرے کے پسینہ سے ملایا اور علیؑ کے چہرے پر آئے ہوئے پسینہ کو اپنے چہرے پر ملا اس وقت علیؑ نے فرمایا: ''یا رسول اللہؐ میں نے آپ کو اس سے پہلے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''میں ایسا کیوں نہ کروں جب تم میرے امور کے ذمہ دار، میری آواز دوسروں تک پہنچانے والے اور میرے بعد پیش آنے والے اختلافات میں صحیح رہنمائی کرنے والے ہو''۔(۱)

۶ حجۃ اللہ

آپؑ کا ایک عظیم لقب حجۃ اللہ ہے، آپؑ خدا کے بندوں پر اللہ کی حجت تھے اور ان کو مضبوط و محکم راستہ کی ہدایت دیتے تھے، یہ لقب آپؑ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا، نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''میں اور علیؑ اللہ کے بندوں پر اس کی حجت ہیں''۔(۲)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، صفحہ ۶۳۔

۲۔ کنوز الحقائق ''المناوی''، صفحہ ۴۳۔

یہ آپؑ کے بعض القاب تھے ان کے علاوہ ہم نے آپؑ کے دوسرے چھ القاب امام امیر المومنین کی سوانح حیات کے پہلے حصہ میں بیان کئے ہیں جیسا کہ ہم نے آپؑ کی کنیت اور صفات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

آپؑ کی پرورش

حضرت امیر المومنینؑ نے بچپن میں اپنے والد بزرگوار شیخ البطحاء اور مومنِ قریش حضرت ابو طالب کے زیر سایہ پرورش پائی جو ہر فضیلت، شرف اور کرامت میں عدیم المثال تھے، اور آپ کی تربیت جناب فاطمہ بنت اسد نے کی جو عفت، طہارت اور اخلاق میں اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں انھوں نے آپؑ کو بلند و بالا اخلاق، اچھی عادتیں اور آداب کریمہ سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

پرورش امامؑ کے لئے نبیؐ کی آغوش

امامؑ کے عہد طفولیت میں نبیؐ نے آپؑ کی پرورش کرنے کی ذمہ داری اس وقت لے لی تھی جب آپؑ بالکل بچپن کے دور سے گذر رہے تھے، جس کا ماجرا یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؐ کے چچا ابو طالبؑ کے اقتصادی حالات کچھ بہتر نہیں تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا عباس اور حمزہ کے پاس گفتگو کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور ان سے اپنے چچا ابو طالبؑ کے اقتصادی حالات کے سلسلہ میں گفتگو کی اور ان کا ہاتھ بٹانے کا مشورہ دیا تو انھوں نے آپؐ کی اس فرمائش کو قبول کرلیا، چنانچہ جناب عباس نے طالب، حمزہ نے جعفر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی پرورش کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی، لہٰذا اس وقت سے آپؑ (علیؑ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش تربیت میں آگئے اور آنحضرتؐ ہی کے زیر سایہ اور انھیں کے دامن محبت و عطوفت میں پروان چڑھے، اسی لئے آپؑ کی رگ و پے اور آپؑ کی روح کی گہرائی میں پیغمبر اکرمؐ کے کردار اور اخلاق اور تمام صفات کریمہ اسی وقت سے سرایت کر چکے تھے اسی لئے آپؑ نے زندگی کے آغاز سے ہی ایمان کو سینہ سے لگائے رکھا، اسلام کو بخوبی سمجھا اور آپ ہی پیغمبر کے سب سے زیادہ نزدیک تھے، ان کے مزاج و اخلاق نیز آنحضرتؐ کی رسالت کو سب سے بہتر انداز میں سمجھتے تھے۔

مولائے کائناتؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی پرورش کے انداز اور آپ سے اپنی گہری قرابت داری کے

بارے میں ارشاد فرمایا: ''تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا؟ میں بچہ ہی تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گود میں لے لیا تھا، آنحضرت مجھے اپنے سینہ سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے تھے، پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منھ میں دیتے تھے، اُنھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی ... میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے رہتا ہے، آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے''۔

آپ نے نبی اور امامؑ کے مابین بھروسہ اور قابل اعتماد رابطہ کا مشاہدہ کیا اور ملاحظہ کیا کہ کس طرح نبی اکرمؐ حضرت علیؑ کی مہربانی اور محبت کے ساتھ تربیت فرماتے اور آپؑ کو بلند اخلاق سے آراستہ کرتے تھے؟ اور نبیؐ نے کیسے حضرت علیؑ کی لطف و مہربانی اور بلند اخلاق کے ذریعہ تربیت پائی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت

جب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عظیم انقلاب کا آغاز فرمایا جس سے جاہلیت کے افکار، اور رسم و رواج متزلزل ہوگئے، تو قریش آپؐ کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، انھوں نے جان بوجھ کر تحریک کو خاموش کرنے کیلئے بھرپور کوشش کی اور اس کیلئے ہر ممکنہ طریقہ کار اختیار کیا، اپنے بچوں کو نبی پر پتھروں کی بارش کرنے کے لئے بھڑکایا، اس وقت امامؑ ہی ایک ایسے بچے تھے جو نبی کی حمایت کر رہے تھے اور ان بچوں کو ڈانٹتے اور مارتے تھے جب وہ اپنی طرف اس بچہ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو ڈر کر اپنے گھروں کی طرف بھاگ جاتے تھے۔

اسلام کی راہ میں سبقت

تمام مورخین اور راوی اس بات پر متفق ہیں کہ امام ہی سب سے پہلے نبی پر ایمان لائے، آپؑ ہی نے نبی کی دعوت پر لبیک کہا، اور آپؑ ہی نے اپنے اس قول کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ اس امت میں سب

سے پہلے اللہ کی عبادت کرنے والا میں ہوں: ''لَقَدْ عَبَدْتُ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَبْلَ اَنْ یَعْبُدَهُ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ''۔''میں نے ہی اس امت میں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے''۔(۱)

اس بات پر تمام راوی متفق ہیں کہ امیر المومنینؑ دور جاہلیت کے بتوں کی گندگی سے پاک و پاکیزہ رہے ہیں، اور اس کی تاریکیوں کا لباس آپ کو ڈھانک نہیں سکا، آپؑ ہرگز دوسروں کی طرح بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوئے۔

مقریزی کا کہنا ہے: (علی بن ابی طالبؑ ہاشمی نے ہرگز شرک نہیں کیا، اللہ نے آپ سے خیر کا ارادہ کیا تو آپؑ کو اپنے چچازاد بھائی سید المرسلین کی کفالت میں قرار دیدیا)۔(۲)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ سیدہ ام المومنین خدیجہ آپؐ کے ساتھ ایمان لائیں، حضرت علیؑ اپنے اور خدیجہ کے اسلام پر ایمان لانے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''وَلَمْ یَجْمَعْ بَیْتٌ یَوْمَئِذٍ واحدٌ فی الاسلام غیرَ رسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَخَدِیْجَةَ وَاَنَا ثَالِثُهُمَا''۔(۳)''اس دن رسول اللہ خدیجہ اور میرے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا تھا''۔

ابن اسحاق کا کہنا ہے: اللہ اور محمد رسول اللہ پر سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے''۔(۴)

حضرت علیؑ کے اسلام لانے کے وقت آپؑ کی عمر سات سال یا دوسرے قول کے مطابق نو سال تھی۔(۵) مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ سب سے پہلے اسلام لائے، جو آپ کیلئے بڑے ہی شرف اور فخر کی بات ہے۔

آپؑ کی نبی سے محبت

آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ اخلاص سے پیش آتے تھے ایک شخص نے امام سے

۱۔صفوة الصفوه، جلد۱، صفحہ۱۶۲۔

۲۔امتاع الاسماء، جلد۱، صفحہ۱۶۔

۳۔حیاة الامام امیر المومنینؑ، جلد۱، صفحہ۵۴۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد۴، صفحہ۱۱۶۔

۵۔صحیح ترمذی، جلد۲، صفحہ۳۰۱۔طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۲۱۔کنز العمال، جلد۶، صفحہ۴۰۰۔تاریخ طبری، جلد۲، صفحہ۵۵۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: "كَانَ وَاللّٰهِ احبُّ الينامِن مالناو او لادِناوَ امهَاتِناومِن الماءِ البارِدِعلیَ الظَمَأ..."۔(۱)

"خدا کی قسم وہ مجھے میرے مال، اولاد، ماں اور پیاس کے وقت ٹھنڈے گوارا پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے"۔

حضرت علیؑ کی نبی سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک باغ آپ کے حوالہ کیا گیا، باغ کے مالک نے آپؑ سے کہا: کیا آپؑ میرے باغ کی سینچائی کردیں گے میں آپؑ کو ہر ڈول کے عوض ایک مٹھی خرما دوں گا؟ آپؑ نے جلدی سے اس باغ کی سینچائی کردی تو باغ کے مالک نے آپ کو خرمے دئے یہاں تک کہ آپؑ کی مٹھی بھر گئی آپؑ فوراً ان کو نبیؐ کے پاس لیکر آئے اور انھیں کھلادئے۔(۲)

نبی سے آپؑ کی محبت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ خود ان کی خدمت کرتے، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے اور ہم اس سلسلہ کے چند نمونے اپنی کتاب "حیاۃ الامام امیر المومنینؑ" میں ذکر کر چکے ہیں۔

یوم الدار

حضرت علیؑ کی بھر پور جوانی تھی جب سے آپ نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بہ قدم چلنا شروع کیا، یہ وہ دور تھا جب آنحضرتؐ نے اپنی اسلامی دعوت کا اعلان کیا تھا کیونکہ جب خداوند عالم نے آپ کو اپنے خاندان میں تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو رسول نے علی کو بلاکر ان کی دعوت کرنے کو کہا جس میں آپؐ کے چچا: ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب شامل تھے، جب وہ حاضر ہوئے تو امامؑ نے ان کے سامنے دسترخوان بچھایا، ان سب کے کھانا کھانے کے بعد بھی کھانا اسی طرح باقی رہا اور اس میں کوئی کمی نہ آئی۔

جب سب کھانا کھا چکے تو نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کو اسلام کی دعوت دی اور بتوں کی پوجا کرنے سے منع فرمایا، ابولہب نے آپؐ کا خطبہ منقطع کردیا اور قوم سے کہنے لگا: تم نے ان کا جادو دیکھا،

۱۔خزانۃ الادب، جلد ۳، صفحہ ۲۱۳۔

۲۔تاریخ طبری، جلد ۲، صفحہ ۶۳۔تاریخ ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۔مسند احمد بن حنبل، صفحہ ۲۶۳۔

اور یہ نشست کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہوگئی، دوسرے دن پھر رسول اللہ ﷺ نے سب کو بلایا، جب سب جمع ہو گئے سب کو کھانا کھلایا اور جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے یوں خطبہ دیا: ''اے بنی عبد المطلب! خدا کی قسم میں نے قوم عرب میں کسی ایسے جوان کا مشاہدہ نہیں کیا جو قوم میں مجھ سے بہتر چیزیں لیکر آیا ہو، میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں، خداوند عالم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی دعوت دوں، تو تم میں سے جو بھی میری اس کام میں مدد کرے گا وہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہوگا؟''۔

پوری قوم پر سناٹا چھا گیا گویا کہ ان کے سروں پر، پرندے بیٹھے ہوں، اس وقت امامؑ کی نوجوانی تھی لہٰذا آپؑ نے بڑے اطمینان اور جوش کے ساتھ کہا: ''اے نبی اللہ! میں اس کام میں، آپؐ کی مدد کروں گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے آپؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''بیشک یہ میرے بھائی، وصی اور تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو''۔

یہ سن کر مضحکہ خیز آوازیں بلند ہونے لگیں اور انھوں نے مذاق اڑاتے ہوئے ابوطالبؑ سے کہا: ''تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''۔(۱)

علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر امیر المومنینؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہے، آپؑ ہی نبی کے وصی، وزیر اور خلیفہ ہیں، اور ہم نے یہ حدیث اپنی کتاب ''حیاۃ الامام امیر المومنینؑ'' کے پہلے حصہ میں مفصل طور پر بیان کی ہے۔

شعب ابی طالب

قریش کے سرکردہ لیڈروں نے یہ طے کیا کہ نبی کو شعب ابوطالب میں قید کر دیا جائے، اور آپؐ کو وہاں رہنے پر مجبور کیا جائے تا کہ آپ کا لوگوں سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور ان کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکے، اور وہ آپ کے اذہان کو جاہلیت کے چنگل سے نہ چھڑا سکیں، لہٰذا انھوں نے بنی ہاشم کے خلاف مندرجہ ذیل معاہدے پر دستخط کئے:

۱۔ تاریخ طبری، جلد۲، صفحہ ۶۳۔ تاریخ ابن اثیر، جلد۲، صفحہ ۲۴۔ مسند احمد، صفحہ ۲۶۳۔

۱۔ وہ ہاشمیوں سے شادی بیاہ نہیں کریں گے۔

۲۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ہاشمی عورت سے شادی نہیں کرے گا۔

۳۔ وہ ہاشمیوں سے خرید وفروخت نہیں کریں گے۔ انھوں نے یہ سب لکھ کراور اس پر مہر لگا کر کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔

پیغمبر کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والے ہاشمی جن میں سرفہرست حضرت علیؑ تھے سب نے اس شعب میں قیام کیا، اور وہ مسلسل وہیں رہے اور اس سے باہر نہیں نکلے وہ بدترین حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے اورام المومنین خدیجہ نے ان کی تمام ضروریات کو پورا کیا یہاں تک کہ اسی راستہ میں ان کی عظیم دولت کام آ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب میں اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ دو یا دو سال سے زیادہ رہے، یہاں تک کہ خدا نے دیمک کو قریش کے معاہدہ پر مسلط کیا جس سے وہ اس کو کھا گئیں، اُدھر رسول اکرمؐ نے جناب ابوطالب کے ذریعہ یہ خبر پہنچائی کہ عہدنامہ کو دیمک نے کھالیا ہے وہ جلدی سے عہدنامہ کے پاس آئے توانھوں نے اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ نبی اکرمؐ نے اس کی خبر دی تھی توان کے ہوش اڑ گئے، قریش کی ایک جماعت نے ان کے خلاف آواز اٹھائی اور ان سے نبیؐ کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا جس سے انھوں نے نبیؐ کو چھوڑ دیا نبیؐ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ قید سے نکلے جبکہ ان پر قید کی سختیوں کے آثار نمایاں تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعب سے باہر نکل کر قریش کی دھمکیوں کی پروانہیں کی اور پھر سے دعوت توحید کا اعلان کیا، ان کا مقابلہ کرنے میں آپ کے چچا ابوطالب، حضرت علیؑ اور بقیہ دوسرے افراد نے بڑی مدد کی، یہی لوگ آپؐ کی مضبوط ومحکم قوت بن گئے، اور ابوطالب رسالت کا حق ادا کرنے کے متعلق یہ کہہ کر آپؐ کی ہمت افزائی کررہے تھے:

اذهب بنيّ فماعليك غضاضةٌ — اذهب وقرّ بذاك منك عيونا

واللّٰه لَنْ يَصِلُوا اليك بِجَمْعِهِمْ — حتى أُوسد في التراب دفينا

وَدعوتني وعلِمتُ انكَ نا صِحي — ولقد صدقتَ وكنتَ قَبْلُ اَمِينا

وَلقد علِمتُ بِاَنَّ دِينَ محمدٍ — مِنْ خيرِ اَديانِ البرية دِيْنا

فَاصدَعْ بِاَمْرِکَ مَاعَلَیْکَ غضاضَۃٌ وَابْشِرْ بِذَاکَ وَقِرَّ عُیُوْنَا (۱)

''بیٹے جاؤ تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہے، جاؤ اور اس طرح اپنی آنکھیں روشن کرو۔

خدا کی قسم وہ اپنی جماعت کے ساتھ اس وقت تک تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میں دنیا سے نہ اٹھ جاؤں۔

تم نے مجھے دعوت دی اور مجھے یقین ہوگیا کہ تم میرے خیر خواہ ہو، تم نے سچ کہا اور پہلے بھی تم امانتدار تھے۔

مجھے یقین ہوگیا ہے محمدؐ کا دین دنیا کا سب سے بہترین دین ہے۔

لہٰذا اپنی دعوت کا اعلان کرو اور تمھیں ذرہ برابر ملال نہ ہو، تم خوش رہو اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو''۔

یہ اشعار ابوطالب کے صاحب ایمان، اسلام کے حامی اور مسلمانوں میں پہلے مجاہد ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اور ان کے ہاتھ ٹوٹ جائیں جو ابوطالب کو صاحب ایمان نہیں سمجھتے، اس طرح کی فکر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے، حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ ابوطالب کا بیٹا جنت و جہنم کی تقسیم کرنے والا ہے۔

بیشک ابوطالب اسلامی عقائد کے ایک رکن ہیں، اگر آپ ابتدا میں پیغمبر کے موافق نہ ہوتے تو اسلام کا نام اور دستور و قواعد کچھ بھی باقی نہ رہتے اور قریش ابتدا ہی میں اس کا کام تمام کردیتے۔

امام کا نبی کے بستر پر آرام کرنا (شب ہجرت)

یہ امام کی ایسی خوبی ہے جس کا شمار آپ کے نمایاں فضائل میں ہوتا ہے یعنی آپؑ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر نبی کی حفاظت کی ہے اور نبی کی محبت میں موت کا بخوشی استقبال کیا ہے اسی لئے عالم اسلام میں آپ سب سے پہلے فدائی تھے۔

جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے اور ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے آپ کے

۱۔ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ، جلد۱، صفحہ۱۳۷۔

بیت الشرف کا اپنی ننگی تلواروں سے محاصرہ کیا تو آپ ؐ نے حضرت علیؑ کو بلا بھیجا اور ان کو قوم کے ارادہ سے آگاہ کیا، ان کو اپنے بستر پر سبز چادر اوڑھ کر سونے کا حکم دیا تا کہ کفار آپ کو نبی سمجھتے رہیں، امامؑ نے نبی کے حکم کا خنداں پیشانی کے ساتھ استقبال کیا گویا آپ کو ایسی قابل رشک چیز مل گئی جس کا کبھی خواب تک نہیں دیکھا تھا، نبیؐ اُن کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی اور آپ ؐ نے اُن کے منحوس چہروں کی طرف ایک مٹھی خاک یہ کہتے ہوئے پھینکی: ''شاهت الوجوه ذُلّاً''، ''رسوائی کی بنا پر چہرے بگڑ جائیں''، اس کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾۔(۱)

''اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنا دی ہے پھر انھیں عذاب سے ڈھانک دیا ہے کہ وہ کچھ دیکھنے کے قابل نہیں رہ گئے ہیں''۔

حضرت علیؑ کا نبیؐ کے بستر پر رات گذارنا آپؑ کے جہاد کی درخشاں تصویر اور ایسی بے مثال منقبت ہے جس کا جواب نہیں لایا جا سکتا اور خداوند عالم نے آپؑ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾۔(۲)

''لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفس کو بیچ کر مرضی الٰہی خرید لیتے ہیں''۔

اس عزت و شرف کی اسلامی پیغام میں بڑی اہمیت ہے جس تک کوئی بھی مسلمان نہیں پہنچ سکا، شاعر کبیر شیخ ہاشم کعبی امامؑ کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں:

وَمَوَاقِفُ لَكَ دُونَ أَحْمَدَ جَاوَزَتْ ... بِمَقَامِكَ التَّعْرِيفَ وَالتَّحْدِيدَا

فَعَلَى الْفِرَاشِ مَبِيتُ لَيْلِكَ وَالْعِدَى ... تُهْدِي إِلَيْكَ بَوَارِقاً وَرُعُوداً

فَرَقَدْتَ مَثْلُوجَ الْفُؤَادِ كَأَنَّمَا ... يُهْدِي الْقِرَاعُ لِسَمْعِكَ التَّغْرِيدَا

فَكَفَيْتَ لَيْلَتَهُ وَقُمْتَ مُعَارِضاً ... جَبَلاً أَشَمَّ وَفَارِساً صِنْدِيدَا

رَصَدُوا الصَّبَاحَ لِيُنْفِقُوا كَنْزَ الْهُدَى ... أَوَمَا دَرَوْا كَنْزَ الْهُدَى مَرْصُوداً؟

۱۔ سورۂ یٰس، آیت ۹۔ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۷۔

"(اے علیؑ) حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر آپ کے درجات اور مقامات تعریف وثنا کی حد سے بالا ہیں۔

چنانچہ آپ شب ہجرت اس عالم میں بستر رسول پر سوئے کہ دشمن شمشیروں کے ذریعہ آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے۔

پھر بھی آپؑ نہایت سکون کے ساتھ سوئے گویا، آپؑ کے گوش مبارک میں نغمہ معنویت گونج رہا تھا۔

آپؑ نے اس شب رسول کی حفاظت کی اور صبح کے وقت مضبوط پہاڑ اور بے مثال شہسوار کی مانند بیدار ہوئے۔

انھوں نے مخزن ہدایت کو خرچ کرنے کے لئے صبح کا انتظار کیا جبکہ انھیں نہیں معلوم تھا کہ خود خزانۂ ہدایت ان کے انتظار میں تھا"۔

امامؑ نے پوری رات خدا سے اس دعا میں گذار دی کہ خدا ان کی اس محنت ومشقت کے ذریعہ ان کے بھائی کو بچائے اور ان کو دشمنوں کے شر سے دور رکھے۔

جب صبح نمودار ہوئی تو سرکشوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ نبی کے بستر پر دھاوا بول دیا تو حضرت علیؑ ان کی طرف اپنی ننگی تلوار لئے ہوئے شیر کی مانند بڑھے جب انھوں نے علیؑ کو دیکھا تو ان کے ہوش اُڑ گئے وہ سب ڈر کر امامؑ سے کہنے لگے: محمد کہاں ہیں؟

امامؑ نے ان کے جواب میں فرمایا: "جَعَلْتُمُوْنِیْ حَارِساًعَلَیْہِ؟"

"کیا تم نے مجھے نبی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا؟"۔

وہ بہت ہی مایوسی اور ناراضگی کی حالت میں الٹے پیر پھر گئے، چونکہ رسولؐ ان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے وہ نبی جوان کو آزادی دلانے اور اُن کے لئے عزم وہمت کا محل تعمیر کرنے کیلئے آئے تھے، قریش جل بھُن گئے اور آپ کو بہت ہی تیز نگاہوں سے دیکھنے لگے لیکن امام نے کوئی پروانہیں کی اور صبح وشام ان کا مذاق اڑاتے ہوئے رفت وآمد کرنے لگے۔

امام کی مدینہ کی طرف ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو علیؑ نے نبی کے پاس موجودہ امانتوں کو صاحبان امانت کے حوالہ کیا، نبی جن کے مقروض تھے ان کا قرض ادا کیا، چونکہ آپؑ ان کے متعلق نبی سے

وعدہ کر چکے تھے، آپؑ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر اپنے چچازاد بھائی سے ملحق ہونے کیلئے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، آپؑ کے ساتھ عورتیں اور بچے تھے، راستہ میں سات سرکشوں نے آپؑ کا راستہ روکنا چاہا، لیکن آپؑ نے بڑے عزم و ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ایک کو قتل کیا اور اس کے باقی ساتھی بھاگ نکلے۔

امام بغیر کسی چیز کے مقام بیداء پر پہنچے، آپؑ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتے تھے لہٰذا آپ مدینہ پہنچ گئے، ایک قول یہ ہے: آپؑ نے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے مسجد قبا میں آنحضرتؐ سے ملاقات کی، نبی آپؑ کی آمد سے بہت خوش ہوئے کیونکہ آپؑ کی ہر مشکل میں کام آنے والے مددگار آپؑ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

امامؑ، قرآن کی نظر میں

حضرت علیؑ کے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں، قرآن نے رسول اسلامؐ کے بعد آپؑ کو اسلام کی سب سے بڑی شخصیت کے عنوان سے پیش کیا ہے، اللہ کی نگاہ میں آپؑ کی بڑی فضیلت اور بہت اہمیت ہے۔ متعدد منابع و مصادر کے مطابق آپؑ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں(۱) جو آپؑ کے فضل و ایمان کی محکم دلیل ہے۔

یہ بات شایان ذکر ہے کہ کسی بھی اسلامی شخصیت کے سلسلہ میں اتنی آیات نازل نہیں ہوئیں آپ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ وہ آیات جو خاص طور سے آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۲۔ وہ آیات جو آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۳۔ وہ آیات جو آپؑ اور نیک صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۴۔ وہ آیات جو آپؑ کی شان اور آپؑ کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔

ہم ذیل میں ان میں سے کچھ آیات نقل کر رہے ہیں:

۱۔ تاریخ بغداد، جلد ۶، صفحہ ۲۲۱۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۷۶۔ نور الابصار، صفحہ ۷۶، وغیرہ۔

آپؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات

آپؑ کی فضیلت اور عظیم الشان منزلت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ہم ان میں سے ذیل میں بعض آیات پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''انما انت منذر ولکل قوم ھاد''۔(۱)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف ڈرانے والا ہوں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور رہبر ہے''۔

طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ پر رکھ کر فرمایا: ''انا المنذر ولکل قوم ھاد''، اور آپؐ نے علیؑ کے کندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''انت الھادي بک یھتدي المھتدون بعدي''۔(۲)

''آپ ہادی ہیں اور میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے''۔

۲۔ خداوند عالم کا فرمان ہے: ''وتعیھا اذن واعیة''۔(۳)

''تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور محفوظ رکھنے والے کان سن لیں''۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اسلامؐ نے فرمایا:

''سَأَلْتُ رَبِّیْ اَنْ یَجْعَلَھَا اُذُنَکَ یاعلیُّ، فماسمعتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَیْئاً فَنَسِیْتُهُ''۔(۴)

''میں نے پروردگار عالم سے دعا کی کہ وہ کان تمہارا ہے لہٰذا میں نے رسولؐ سے جو کچھ سنا ہے اسے کبھی نہیں بھولا''۔

۳۔ خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً

۱۔ سورۂ رعد، آیت ۷۔

۲۔ تفسیر طبری، جلد ۱۳، صفحہ ۷۲۔ اور تفسیر رازی میں بھی تقریباً یہی مطلب درج ہے۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۷۔ تفسیر حقائق، صفحہ ۴۲۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۲۹۔

۳۔ سورۂ حاقہ، آیت ۱۲۔

۴۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۰۸۔ اسباب النزول واحدی، صفحہ ۳۲۹۔ تفسیر طبری، جلد ۲۹، صفحہ ۳۵۔ تفسیر کشاف، جلد ۴، صفحہ ۶۰۔ در منثور، جلد ۸، صفحہ ۲۶۷۔

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ﴾.(۱)

''جولوگ اپنے اموال کوراہ خدامیں رات میں، دن میں خاموشی سے اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں اُن کے لئے پیش پروردگار اجر بھی ہے اور انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن وملال''۔

امام کے پاس چار درہم تھے جن میں سے آپؑ نے ایک درہم رات میں خرچ کیا، ایک درہم دن میں، ایک درہم مخفی طور پر اور ایک درہم علی الاعلان خرچ کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ سے فرمایا: آپؑ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ مولائے کائنات نے جواب دیا: میں وعدۂ پروردگار کا مستحق بننا چاہتا ہوں اسی لئے میں نے ایسا کیا'' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

۴۔ خداوندعالم کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾.(۳)

''اور بیشک جولوگ ایمان لائے ہیں اور انھوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں''۔

ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ علیؑ وہاں پر تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ هٰذَا وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''۔ ''خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ اور ان کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں''۔

اسی موقع پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی، اس کے بعد سے جب بھی مولائے کائنات اصحاب کے پاس آتے تھے تو نبی کے یہ اصحاب کہا کرتے تھے: خیر البریہ آئے ہیں۔(۴)

۵۔ خداوندعالم کا فرمان ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُونَ﴾۔(۵)

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۴۔

۲۔ اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۲۵، صواعق المحرقہ، صفحہ ۷۸۔ اسباب النزول مؤلف واحدی، صفحہ ۶۴۔

۳۔ سورۂ بینہ، آیت ۷۔

۴۔ در المنثور ''اسی آیت کی تفسیر میں'' جلد ۸، صفحہ ۳۸۹۔ تفسیر طبری، جلد ۳۰، صفحہ ۱۷۔ صواعق المحرقہ، صفحہ ۹۶۔

۵۔ سورۂ نحل، آیت ۴۳۔

''اگر تم نہیں جانتے ہوتو جاننے والوں سے دریافت کرو''۔

طبری نے جابر جعفی سے نقل کیا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: ''ہم اہل ذکر ہیں''۔(۱)

۶۔خداوندعالم کا فرمان ہے: ﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَا یَهْدِي الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ﴾۔(۲)

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بیشک اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے''۔

جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو غدیر خم کے میدان میں یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ کو اپنے بعد حضرت علیؑ کو اپنا جانشین معین کرنے کا حکم دیا گیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد اس امت کا خلیفہ و جانشین معین فرمایا اور آپؐ نے اپنا مشہور قول ارشاد فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللّهم وال من والاہ، وعادِمَن عاداہ، وانصرمَن نصرہ، واخذُلْ مَنْ خَذَلَهُ''۔

''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں خدایا جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اسے دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر جو اسے چھوڑ دے اسے ذلیل ورسوا کر''۔

عمر نے کھڑے ہو کر کہا: مبارک ہو اے علی بن ابی طالب آپؑ آج میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے ہیں''۔(۳)

۷۔خداوندعالم کا ارشاد ہے: ﴿الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِي وَرَضِیتُ لَکُمُ الْإِسْلَامَ دِینًا﴾۔(۴)

۱۔تفسیر طبری، جلد ۸، صفحہ ۱۴۵۔ ۲۔سورۂ مائدہ، آیت ۶۷۔

۳۔اسباب النزول، صفحہ ۱۵۰۔ تاریخ بغداد، جلد ۸، صفحہ ۲۹۰۔ تفسیر رازی، جلد ۳، صفحہ ۴۰۱۔ درمنثور، جلد ۲، صفحہ ۱۱۷۔

۴۔سورۂ مائدہ، آیت ۳

''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے''۔

یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ھ کو اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کیلئے حضرت علیؑ کو خلیفہ معین فرمایا اور آنحضرت نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: ''اللّٰہ اکبر علیٰ اِکمالِ الدِّین، وَاِتمامِ النِّعْمَةِ، ورضیَ الرَّبِّ بِرِسَالتِي وَالْوِلایَةِ لِعَلِيٍّ بن اَبِیْ طَالِب''۔(۱)

''اللہ سب سے بڑا ہے دین کامل ہو گیا، نعمتیں تمام ہو گئیں، اور پروردگار میری رسالت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت سے راضی ہو گیا''۔

جلیل القدر صحابی جناب ابوذر سے روایت ہے: میں رسولؐ خدا کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر پڑھ رہا تھا تو ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال کیا لیکن کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا تو سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: خدایا گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسول میں آکر سوال کیا لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علیؑ نے رکوع کی حالت میں اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی سے انگوٹھی اتارنے کا اشارہ کیا سائل نے آگے بڑھ کر نبیؐ کے سامنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال لی، اس وقت رسولؐ اسلام نے فرمایا: خدایا! میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے یوں سوال کیا: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي .وَيَسِّرْلِي أَمْرِي. وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي. يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًامِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي. وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي﴾۔(۲)

''خدایا! میرے سینہ کو کشادہ کردے، میرے کام کو آسان کردے، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تا کہ یہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، اور میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دے، ہارون کو جو میرا بھائی بھی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط کردے اسے میرے کام میں شریک کردے'' تو نے قرآن ناطق میں نازل کیا: ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطَانًا﴾۔(۳)

''ہم تمہارے بازؤوں کو تمہارے بھائی سے مضبوط کردیں گے، اور تمہارے لئے ایسا غلبہ قرار

۱۔ دلائل الصدق، جلد ۲، صفحہ ۱۵۲۔

۲۔ سورۂ طہٰ، آیت ۲۵۔۳۲۔

۳۔ سورۂ قصص، آیت ۳۵۔

دیں گے کہ یہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے''۔

''خدایا میں تیرا نبی محمد اور تیرا منتخب کردہ ہوں میرے سینہ کو کشادہ کردے، میرے کام کو آسان کردے، میرے اہل میں سے علیؑ کو میرا وزیر قرار دے اور ان کے ذریعہ میری پشت کو مضبوط کردے''۔

جناب ابوذر کا کہنا ہے: خدا کی قسم یہ کلمات ابھی ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ جبرئیل خدا کا یہ پیغام لیکر نازل ہوئے، اے رسول پڑھئے: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ...﴾۔(۱)

اس روایت نے عام ولایت کو اللہ، رسول اسلام اور امیر المومنینؑ میں محصور کردیا ہے، آیت میں صیغہ جمع تعظیم وتکریم کے لئے آیا ہے، جو جملۂ اسمیہ کی طرف مضاف ہوا ہے اور اس کو لفظ اِنَّما کے ذریعہ محصور کردیا ہے، حالانکہ ان کے لئے عمومی ولایت کی تاکید کی گئی ہے اور حسان بن ثابت نے اس آیت کے امامؑ کی شان میں نازل ہونے کو یوں نظم کیا ہے:

مَن ذَا بِخَاتِمِهِ تَصَدَّقَ رَاكِعاً   وَأَسَرَّهَا فِي نَفْسِهِ اِسْرَارا. (۲)

''علیؑ اس ذات کا نام ہے جس نے حالت رکوع میں زکات دی اور یہ صدقہ آپؑ نے نہایت مخفیانہ انداز میں دیا''۔

اہل بیتؑ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات

قرآن کریم میں اہل بیتؑ کی شان میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں جن میں ان کے سید وآقا امیر المومنینؑ بھی شامل ہیں اُن میں سے بعض آیات یہ ہیں:

۱۔خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾۔(۳)

۱۔تفسیر رازی، جلد۱۲، صفحہ ۲۶، نور الابصار، صفحہ ۱۷۰۔ تفسیر طبری، جلد ۶، صفحہ ۱۸۶۔

۲۔در منثور، جلد۳، صفحہ ۱۰۶۔ کشاف، جلد۱، صفحہ ۶۹۲۔ ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۱۰۲۔ مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۱۷۔ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۳۰۵۔

۳۔سورۂ شوریٰ آیت ۲۳۔

''یہی وہ فضل عظیم ہے جس کی بشارت پروردگار اپنے بندوں کو دیتا ہے جنھوں نے ایمان اختیار کیا ہے اور نیک اعمال کیے ہیں، تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے کہ بیشک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدر دان ہے''۔

تمام مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں پر جن اہل بیتؑ کی محبت واجب کی ہے ان سے مراد علیؑ، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام ہیں، اور آیت میں اقتراف الحسنہ سے مراد ان ہی کی محبت اور ولایت ہے اور اس سلسلہ میں یہاں پر دوسری روایات بھی بیان کریں گے جنھوں نے اس محبت و مودت کی وجہ بیان کی ہے:

ابن عباس سے مروی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو سوال کیا گیا: یارسولؐ اللہ آپ کے وہ قرابتدار کون ہیں جن کی آپ نے محبت ہم پر واجب قرار دی ہے؟

آنحضرت نے فرمایا: ''علیؑ، فاطمہ علیہا السلام اور ان کے دونوں بیٹے''۔(۱)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے: ایک اعرابی نے نبی کی خدمت میں آکر عرض کیا: مجھے مسلمان بنا دیجئے تو آپ نے فرمایا: ''تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَـهُ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُـهُ'' ''تم خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دو میں قرابتداروں کی محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا''۔

اعرابی نے عرض کیا: مجھ سے اس کی اجرت طلب کر لیجئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی''۔

اعرابی نے کہا: میرے قرابتدار یا آپ کے قرابتدار؟ فرمایا: ''میرے قرابتدار''۔ اعرابی نے کہا: میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہوں پس جو آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس

۱۔ مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۱۰۳۔ ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۲۵۔ نور الابصار، صفحہ ۱۰۱۔ در المنثور، جلد ۷، صفحہ ۳۴۸۔

پر اللہ کی لعنت ہے... نبی نے فوراً فرمایا: ''آمین''۔(۱)

۲۔خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ حَاجَّکَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْکَاذِبِینَ﴾۔(۲)

''پیغمبر علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں''۔

مفسرین قرآن اور راویان حدیث کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ اہل بیتِ نبی کی شان میں نازل ہوئی ہے، آیت میں ابناء (بیٹوں) سے مراد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں جو سبط رحمت اور امام ہدایت ہیں، نساء ''عورتوں'' سے مراد فاطمہ زہرا دختر رسول سیدۂ نساء العالمین ہیں اور انفسنا سے مراد سید عترت امام امیر المومنینؑ ہیں۔(۳)

۳۔خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ ...﴾ کامل سورہ۔

مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورہ اہل بیتِ نبوت کی شان میں نازل ہوا ہے۔(۴)

۴۔خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَکُمْ تَطْهِيرًا﴾۔(۵)

۱۔حلیۃ الاولیاء، جلد۳، صفحہ ۱۰۲۔

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۶۱۔

۳۔تفسیر رازی، جلد۲، صفحہ ۶۹۹۔ تفسیر بیضاوی، صفحہ ۷۶۔ تفسیر کشاف، جلد۱، صفحہ ۴۹۔ تفسیر روح البیان، جلد۱، صفحہ ۴۵۷۔ تفسیر جلالین، جلد۱، صفحہ ۳۵۔ صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۴۷۔ صحیح ترمذی، جلد۲، صفحہ ۱۶۶۔ سنن بیہقی، جلد۷، صفحہ ۶۳۔ مسند احمد بن حنبل، جلد۱، صفحہ ۱۸۵۔ مصابیح السنۃ، بغوی، جلد۲، صفحہ ۲۰۱۔ سیر اعلام النبلاء، جلد۳، صفحہ ۱۹۳۔

۴۔تفسیر رازی، جلد۱۰، صفحہ ۳۴۳۔ اسباب النزول، واحدی صفحہ ۱۳۳۔ روح البیان، جلد۶، صفحہ ۵۴۶۔ ینابیع المودۃ، جلد۱، صفحہ ۹۳۔ ریاض النضرہ، جلد۲، صفحہ ۲۲۷۔ امتاع الاسماع، صفحہ ۵۰۲۔

۵۔سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے''۔

مفسرین اور راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت پانچوں اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے(۱) ان میں سرکار دو عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے جانشین امام امیر المومنینؑ، جگر گوشۂ رسول سیدۂ نساء العالمین جن کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے اور جن کے غضب کرنے سے خدا غضب کرتا ہے، ان کے دونوں پھول حسن و حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں، اور اس فضیلت میں نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان میں سے اور نہ ہی بڑے بڑے اصحاب کے خاندان میں سے ان کا کوئی شریک ہے۔ اس بات کی صحاح کی کچھ روایات بھی تائید کرتی ہیں جن میں سے کچھ روایات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں: یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ اس میں فاطمہ، حسن، حسین اور علی علیہم السلام موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کساء یمانی اڑھا کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّا هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا '''' خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک رکھ جو پاکیزہ رکھنے کا حق ہے'' آپ نے اس جملہ کی اپنی زبان مبارک سے کئی مرتبہ تکرار فرمائی ام سلمہ سنتی اور دیکھتی رہیں، ام سلمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں بھی آپ کے ساتھ چادر میں آسکتی ہوں؟ اور آپ نے چادر میں داخل ہونے کیلئے چادر اٹھائی تو رسول نے چادر کھینچ لی اور فرمایا: ''اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ '''' تم خیر پر ہو''۔(۲)

۲۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات مہینے تک ہر نماز کے وقت پانچ مرتبہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کے دروازے پر آکر یہ فرماتے سنا ہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ

۱۔ تفسیر رازی، جلد ۶، صفحہ ۷۸۳۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱۔ الخصائص الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۲۶۴۔ ریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۸۔ تفسیر ابن جریر، جلد ۲۲، صفحہ ۵۔ مسند احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۱۰۷۔ سنن بیہقی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۰۔ مشکل الآثار، جلد ۱، صفحہ ۳۳۴۔ خصائص النسائی صفحہ ۳۳۔ یہ بات شایان ذکر ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ۱۵، روایات میں مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ مستدرک حاکم، جلد ۲، صفحہ ۴۱۶۔ اسد الغابہ، جلد ۵، صفحہ ۵۲۱۔

بَرَکَاتُهُ اَهْلَ الْبَیْتِ: ﴿إِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا﴾، الصَّلَاةُ یَرْحَمُکُمُ اللّٰهُ"۔

''اے اہل بیتؑ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو! ''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے''، نماز کا وقت ہے اللہ تم پر رحم کرے'' آپؐ ہر روز پانچ مرتبہ یہی فرماتے۔(۱)

۳۔ابو برزہ سے روایت ہے: میں نے سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی ہے جب بھی آپؐ بیت الشرف سے باہر تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر جاتے اور فرماتے: ''السَّلَامُ عَلَیْکُمْ: ﴿إِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا﴾۔(۲)

''تم پر سلام ہو: ''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے''

بیشک رسول اللہ کے اس فرمان کا مطلب امت کی ہدایت اور اُن اہل بیتؑ کے اتباع کو واجب قرار دیتا ہے جو امت کو ان کی دنیوی اور اُخروی زندگی میں اُن کے راستہ میں نفع پہنچانے کیلئے ان کی ہدایت کرتے ہیں۔

امام اور نیک اصحاب کے بارے میں نازل ہونے والی آیات

قرآن کریم کی کچھ آیات امامؑ اور اسلام کے کچھ بزرگ افراد اور نیک و صالح اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، جن میں سے بعض آیات یہ ہیں:

۱۔خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿...وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ یَعْرِفُونَ کُلًّا بِسِیمَاهُمْ ..﴾۔(۳)

''اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے''۔

۱۔درمنثور، جلد ۵، صفحہ ۱۱۹۔

۲۔ذخائر عقبیٰ، صفحہ ۲۴۔

۳۔سورۂ اعراف، آیت ۴۶۔

ابن عباس سے روایت ہے: اعراف صراط کی وہ بلند جگہ ہے جس پر عباس، حمزہ، علی بن ابی طالبؑ اور جعفر طیار ذوالجناحین کھڑے ہوں گے جو اپنے محبوں کو ان کے چہروں کی نورانیت اور اپنے دشمنوں کو اُن کے چہروں کی تاریکی کی بنا پر پہچان لیں گے۔(۱)

۲۔خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾۔(۲)

''مومنین میں ایسے بھی مردمیدان ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے''۔

اس آیت کے متعلق امیر المومنینؑ سے اس وقت سوال کیا گیا جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے تو آپؑ نے فرمایا: ''خدایا! بخش دے یہ آیت میرے، میرے چچا حمزہ اور میرے چچازاد بھائی عبیدہ بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے، عبیدہ جنگ بدر کے دن شہید ہوئے، حمزہ احد کے معرکہ میں شہید کردیے گئے لیکن میں اس شقی کے انتظار میں ہوں جو میری اس ''ڈاڑھی اور سر مبارک کو خون سے رنگین کردے گا''۔(۳)

آپؑ کے حق اور مخالفین کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات

قرآن کریم کی کچھ آیات آپؑ کے حق اور اُن مخالفین کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں جنھوں نے آپؑ کے سلسلہ میں مروی روایات اور فضائل سے چشم پوشی کی ہے:

۱۔خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ... ﴾۔(۴)

''کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت

۱۔صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۱۔

۲۔سورۂ احزاب، آیت ۲۳۔

۳۔صواعق محرقہ، صفحہ ۸۰۔ نورالابصار، صفحہ ۸۰۔

۴۔سورۂ برائت، آیت ۱۹۔

پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے"۔

یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب عباس اور طلحہ بن شیبہ بڑے فخر کے ساتھ یہ بیان کر رہے تھے۔ طلحہ نے کہا: میں بیت اللہ الحرام کا مالک ہوں، میرے ہی پاس اس کی کنجی ہے اور میرے ہی پاس اس کے کپڑے ہیں۔ عباس نے کہا: میں اس کا سقہ اور اس کے امور کے سلسلہ میں قیام کرنے والا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: "مَا اَدری مَا تقولون؟ لَقَدْ صَلَّیْتُ اِلیٰ الْقِبْلَةِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَبْلَ النَّاسِ، وَاَنَا صَاحِبُ الْجِهَادِ"۔ "مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں" اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

۲۔ خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ﴾۔(۲)

"کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے ہرگز نہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے"۔

یہ آیت امیر المومنینؑ اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب وہ اس نے امامؑ پر فخر و مباہات کرتے ہوئے کہا: میں آپؑ سے زیادہ خوش بیان ہوں، بہترین جنگجو ہوں، اور آپ سے بہتر دشمنوں کو پسپا کرنے والا ہوں" اس وقت امامؑ نے اس سے فرمایا: "اسْكُتْ، فَإِنَّكَ فَاسِقٌ" "خاموش رہ بیشک تو فاسق ہے"، اس وقت دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(۳)

امامؑ روایات کی روشنی میں

صحاح اور سنن جیسے مصادر امام کے متعلق نبی سے مروی روایات سے پُر ہیں جو اسلامی عدالت کے قائد و رہبر امام کے فضائل کا قصیدہ پڑھتی ہیں اور اسلامی معاشرہ میں ان کے مقام کو بلند کرتی ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری، جلد ۱۰، صفحہ ۶۸، تفسیر رازی، جلد ۱۶، صفحہ ۱۱۔ در منثور، جلد ۳، صفحہ ۱۴۶۔ اسباب النزول، مؤلف واحدی، صفحہ ۱۸۲۔

۲۔ سورۂ سجدہ، آیت ۱۸۔

۳۔ تفسیر طبری، جلد ۲۱، صفحہ ۶۸۔ اسباب نزول واحدی، صفحہ ۲۶۳۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲۱۔ ریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۲۰۶۔

احادیث کی کثرت اور راویوں کے درمیان اُن کی شہرت میں غور کرنے والا پیغمبر اسلامؐ کے اس بلند مقصد سے آگاہ ہو سکتا ہے جو امامؑ کی مرکزیت اور ان کے خلیفہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ نبوت ہمیشہ کے لئے باقی رہے اور وہ امت کی مشکلات حل کر سکے، اُن کے امور کی اصلاح کر سکے اور اُن کو ایسے راستہ پر چلائے جس میں کسی طرح کی گمراہی کا امکان نہ ہو نیز امت مسلمہ پوری دنیا کے لئے نمونۂ عمل بن سکے۔

بہر حال جب ہم امام کی فضیلت کے سلسلہ میں روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روایات کا ایک گروہ آپ کی ذات سے مخصوص ہے، روایات کا دوسرا طائفہ اہل بیتؑ کے فضائل پر مشتمل ہے جس میں لازمی طور آپ بھی شامل ہیں چونکہ آپؑ عترت کے سید و آقا ہیں اور ان کے علم کے منارے ہیں ہم اس سلسلہ میں ذیل میں چند روایات پیش کرتے ہیں:

پہلا دستہ

یہ روایات تعظیم و تکریم کی متعدد صورتوں پر مشتمل ہیں اور امام فضائل کا قصیدہ پڑھتی ہوئی نظر آتی ہیں، ملاحظہ کیجئے:

نبی کے نزدیک آپؑ کا مقام و مرتبہ

امامؑ لوگوں میں سب سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تھے، ان میں سب سے زیادہ رسولؐ سے قربت رکھتے تھے، آپ ابو سبطین، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر علم کا دروازہ، آپ رسولؐ سے سب سے زیادہ اخلاص رکھتے تھے، احادیث کی ایک بڑی تعداد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی گئی ہے جو آپؑ کی محبت و مودت کی گہرائی پر دلالت کرتی ہے اس میں سے کچھ احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ امام نفس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیۂ مباہلہ میں صاف طور پر یہ بات واضح ہے کہ بیشک امام نفس نبی ہیں، ہم گذشتہ بحثوں میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ اعلان فرمادیا تھا کہ

امامؑ ان کے نفس ہیں منجملہ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ کیجئے:

عثمان کے سوتیلے بھائی ولید بن عقبہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ بنی ولیعہ اسلام سے مرتد ہوگیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہوکر فرمایا: ''لَیَنْتَهِیَنَّ بَنُوْوَلِیْعَةَ اَوْلَاَبْعَثَنَّ اِلَیْهِمْ رَجُلاً کَنَفْسِیْ، یَقْتُلُ مَقَاتِلَهُمْ وَیَسْبِیْ ذَرَارِیْهِمْ وَهُوَ هٰذَا''؛ ''بنو ولیعہ میرے پاس آتے یا میں ان کی طرف اپنے جیسا ایک شخص بھیجوں جوان کے جنگجوؤں کو قتل کرے اور ان کے اسراء کو لے کر آئے اور وہ یہ ہے'' اس کے بعد امامؑ کے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھا۔ (۱)

عمرو بن عاص سے روایت ہے: جب میں غزوۂ ذات سلاسل سے واپس آیا تو میں یہ گمان کرتا تھا کہ رسولؐ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے چند لوگوں کا تذکرہ کیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کہاں ہیں؟ تو رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''اِنَّ هٰذا یَسْأَلُنِی عن النفسِ''، (۲) ''بیشک یہ میرے نفس کے بارے میں سوال کررہے ہیں''۔

۲۔ امامؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے سامنے اعلان فرمایا کہ امام علیؑ آپ کے بھائی ہیں، اس سلسلہ میں متعدد روایات نقل ہوئی ہیں ہم ان میں سے ذیل میں چند روایات پیش کرتے ہیں:

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے: رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے مابین صیغۂ اخوت پڑھا، تو علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ آپؐ نے اصحاب کے درمیان صیغۂ اخوت پڑھا ہے لیکن میرے اور کسی اور شخص کے درمیان صیغۂ اخوت نہیں پڑھا ہے؟ تو رسول اللہؐ نے

۱۔ مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۱۱۰، ولید اپنی بات کے ذریعہ بنی ولیعہ کی تردید کررہا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ ... ﴾ سورۂ حجرات، آیت ۶۔ ''ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ ...''

۲۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۴۰۰۔

حضرت علیؑ سے فرمایا: "اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ"۔(۱)

"آپؑ میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہیں"۔

امامؑ کے لئے نبی کا صرف اس دنیا میں بھائی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کا تسلسل تو آخرت تک ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے: رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے کے بعد ارشاد فرمایا: "علی بن ابی طالبؑ کہاں ہیں؟"، تو فوراً علیؑ یوں گویا ہوئے: میں یہاں ہوں یا رسول اللہؐ، رسول اللہؐ نے علیؑ کو اپنے سینہ سے لگایا اور آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ کا بوسہ لیا اور بلند آواز میں فرمایا: "اے مسلمانو! یہ میرے بھائی، چچازاد بھائی اور میرے داماد ہیں، یہ میرا گوشت اور خون ہیں، یہ ابوسبطین حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں"۔(۲)

ابن عمر سے روایت ہے: میں نے حجۃ الوداع میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: جب آپ ناقہ پر سوار تھے، تو آپؐ نے علیؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا: "خدایا گواہ رہنا.. خدایا میں نے پہنچا دیا کہ یہ میرے بھائی، چچازاد بھائی، میرے داماد اور میرے دونوں فرزندوں کے باپ ہیں۔ خدایا! جو ان سے دشمنی کرے اس کو اوندھے منھ جہنم میں ڈال دے"۔(۳)

نبی اور علیؑ ایک شجرۂ طیبہ سے ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک شجرہ سے ہیں، اس سلسلہ میں متعدد احادیث بیان ہوئی ہیں، ہم ذیل میں بعض احادیث پیش کرتے ہیں:

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علیؑ سے یہ فرماتے سنا ہے: "اے علی لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور تم ایک ہی شجرہ سے ہیں اس کے بعد رسول اللہؐ نے اس آیت کی تلاوت

۱۔ صحیح ترمذی، جلد۲، صفحہ۲۹۹۔ مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ۱۴۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ، صفحہ۹۲۔

۳۔ کنز العمال، جلد۳، صفحہ۶۱۔

فرمائی: ﴿وَجَنّٰتٌ مِنْ اَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَغَیْرُ صِنْوَانٍ یُسْقٰی بِمَاءٍ وَاحِدٍ﴾۔(۱)

''اور انگور کے باغات ہیں اور زراعت ہے اور کھجوریں ہیں جن میں بعض دو شاخ کی ہیں اور بعض ایک شاخ کی ہیں اور سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں''۔

رسولؐ اللہ کا فرمان ہے: ''میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ سے ہیں اور لوگ مختلف شجروں سے ہیں''۔(۲)

یہ شجرہ کتنا بلند و بالا ہے اس درخت کا کیا کہنا جس سے سرور کائنات انسانی تہذیب کے قائد نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے شہر علم کا دروازہ امام امیر المومنینؑ وجود میں آئے یہ وہ مبارک شجرہ ہے، جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے یہ وہ درخت ہے، جس کی ہر نسل نے ہر دور میں لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔

۴۔ امام نبی ﷺ کے وزیر

نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ امام میرے وزیر ہیں۔

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے: خدایا! میں وہی کہہ رہا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کہا تھا: ''خدایا! میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دے، علیؑ کو جو میرا بھائی بھی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے اسے میرے کام میں شریک کر دے، تاکہ ہم تیری بہت زیادہ تسبیح کر سکیں، تیرا بہت زیادہ ذکر کر سکیں، یقیناً تو ہمارے حالات سے بہتر باخبر ہے''۔(۳)

۵۔ امامؑ نبی ﷺ کے خلیفہ

نبی اکرم ﷺ نے دعوت اسلام کے آغاز ہی میں یہ اعلان فرما دیا تھا کہ میرے بعد حضرت علیؑ میرے خلیفہ ہیں، یہ اعلان اس وقت کیا تھا جب قریش کے خاندان اسلام سے سختی سے پیش آ رہے تھے، اور آپؐ نے اپنی دعوت کے اختتام میں قریش سے فرمایا: ''اب یہ (یعنی علیؑ) تمہارے درمیان میرے بھائی،

۱۔ سورۂ رعد، آیت ۴۔

۲۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۴۔

۳۔ الریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۱۶۳۔

وصی اور خلیفہ ہیں، ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو"۔(۱)

رسولؐ اللہ نے اپنے بعد امامؑ کی خلافت کو اسلام کی دعوت سے متصل فرمایا، اس کے بعد بت پرستی اور شرک کے بارے میں پر روشنی ڈالی، مزید یہ کہ اس مطلب کے سلسلہ میں متعدد اخبار و روایات ہیں جن میں نبی اکرمؐ نے اپنے بعد امام کی خلافت کا اعلان فرمایا ان میں سے ہم کچھ احادیث ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "اے علیؑ! تم میرے بعد اس امت کے خلیفہ ہو"۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "علی بن ابی طالب تم میں سب سے پہلے اسلام لائے، تم میں سب سے زیادہ عالم ہیں اور میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں"۔(۳)

۶۔ امامؑ کی نبیؐ سے نسبت، ہارون کی موسیٰ سے نسبت کے مانند ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہی مضمون اور ایک ہی نتیجہ کی متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں کہ آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: "تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی ..." اس سلسلہ میں کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا ہے: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔(۴)

سعید بن مسیب نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے انھوں نے اپنے والد سعد سے نقل کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کیلئے فرمایا ہے: "تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے نسبت تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"، سعید کا کہنا ہے: میں نے بذات خود یہ حدیث بیان کرنا چاہی اور

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۲۷۔ تاریخ ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۔ تاریخ ابو الفدا، جلد ۱، صفحہ ۱۱۶۔ مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۳۳۱۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۳۹۹۔

۲۔ مراجعات، صفحہ ۲۰۸۔

۳۔ مراجعات، صفحہ ۲۰۹۔

۴۔ مسند ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۷، صفحہ ۱۹۵۔ مشکل الآثار، جلد ۲، صفحہ ۳۰۹۔ مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۴۳۲۔ خصائص النسائی، صفحہ ۱۶۔

میں نے ان سے ملاقات کی اور وہ حدیث بیان کی جو مجھ سے عامر نے بیان کی تھی اس نے کہا: میں نے سنا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا تم نے سنا ہے؟! اس نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دے کر کہا: ہاں، اگر میں نے یہ بات نہ سنی ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں"۔ (۱)

۷۔ امام شہر علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ

نبی اکرمؐ نے امام کی عظمت و منزلت کا قصیدہ پڑھتے ہوئے ان کو اپنے شہر علم کا دروازہ قرار دیا، یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے، قطعی السند ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد موقعوں پر نقل کی گئی ہے:

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حدیبیہ کے دن علی کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے: "یہ نیک و صالح افراد کے امیر، فاسق و فاجر کو قتل کرنے والے ہیں، جوان کی مدد کرے اس کی مدد کرنے والے، جوان کو رسوا کرے اس کو ذلیل کرنے والے ہیں" آپؐ نے آواز کھینچ کر فرمایا: "میں شہر علم ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں جو گھر میں آنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ دروازے سے آئے"۔ (۲)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "میں شہر علم ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں جو شہر میں آنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ دروازے سے آئے"۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "علی میرے علم کا دروازہ ہیں، میں جو کچھ امت کیلئے لیکر آیا ہوں اس کو میرے بعد امت تک پہنچانے والے ہیں، اُن کی محبت ایمان ہے، ان سے بغض رکھنا نفاق ہے اور اُن کے چہرے پر نظر کرنا رافت "مہربانی" ہے"۔ (۴)

بیشک امام شہر علم نبیؐ کا دروازہ ہیں، امام سے جو دینی باتیں، احکام شریعت، محاسن اخلاق اور

۱۔ اسد الغابہ، جلد۴، صفحہ ۲۶، خصائص النسائی، صفحہ ۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الاصحاب، جلد ۷ صفحہ ۱۲۰۔ سککٌ (دونوں کاف پر فتحہ) الصمم واستکت مسامعه: اذا صمّ۔

۲۔ تاریخ بغداد، جلد۲، صفحہ ۳۷۷۔

۳۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۴۰۱۔

۴۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۶۔ صواعق المحرقہ، صفحہ ۷۳۔

نقل ہوئے ہیں ان کو امام نے نبیؐ سے اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد علم کے ایسے سرچشمے چھوڑے ہیں جن کے ذریعہ زندگی حکمت اور رونق کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، پیغمبر نے ان کو امام کے سپرد فرمایا تا کہ آپ کی امت اُن سے سیراب ہوتی رہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ قریش کے امام سے بغض و کینہ رکھنے والوں نے اِن نور کے دروازوں کو بند کردیا، امت کو ان سے فیضیاب ہونے سے محروم کردیا اور زندگی کی گم گشتہ راہوں میں تنہا چھوڑ دیا۔

۸۔ امامؑ، انبیاء کے مشابہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے معاشرہ میں فرمایا: ''اگر تم آدم کو ان کے علم، نوح کو ان کے ہم و غم، ابراہیم کو اُن کے خلق، موسیٰ کو اُن کی مناجات، عیسیٰ کو ان کی سنت اور محمد کو ان کے اعتدال اور حلم میں دیکھنا چاہو تو ان کو دیکھو'' جب لوگوں نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا تو وہ امیر المومنینؑ تھے۔

شاعر کبیر ابو عبد اللہ مفجع نے اپنے قصیدہ میں امامؑ کے ماثورہ مناقب کو یوں نظم کیا ہے:

أیها اللائمی لِحُبّی علیّاً ... قُم ذمیماً الیٰ الجحیمِ خزیّاً

أ بِخیرِ الانام عرّضتَ لازلتَ ... مذوداً عنِ الهدیٰ وَ غویّا

أشبه الانبیاء طِفلاً وزولاً (۱) ... وفطیماً وراضعاً وَغذیّاً

کانَ فِی علمهِ کآدمَ اِذْ عُلِّمَ ... شرحَ الاسماءِ والمکنیّا

وَکنوحٍ نجامِنَ الهُلکِ یوماً ... فِی مَسیرٍ اِذِ اعتلا الجودیّاً (۲)

''حُبِّ علیؑ کی خاطر میری ملامت کرنے والے جا ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ میں جل جا۔

کیا تو نے اپنے عمل کے ذریعہ بہترین انسان یعنی علیؑ پر تشنیع کرنا چاہی ہے، خدا کرے کہ تو ہمیشہ ہدایت سے دور رہے۔

علیؑ بچپن، جوانی، شیر خوارگی غرض ہر حال میں انبیاء سے مشابہ تھے۔

علیؑ علم میں آدمؑ کے مانند تھے چنانچہ آپؑ نے اسماء نیز مخفی امور کی تعلیم دی۔

۱۔ الزول: یعنی جوان۔ ۲۔ معجم الادباء، جلد ۱۷، صفحہ ۲۰۰۔

آپؑ نوحؑ کی طرح تھے جو کوہ جودی پر پہنچنے سے غرق ہونے سے محفوظ رہے"۔

۹۔ علیؑ کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علیؑ کی محبت ایمان اور تقویٰ ہے اور اُن سے بغض رکھنا نفاق اور معصیت ہے، اس سلسلہ میں بعض ماثورہ اقوال درج ذیل ہیں:

حضرت علیؑ سے روایت ہے: "اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا میرے سلسلہ میں نبی امی نے یہ عہد لیا ہے کہ مجھ سے مومن کے علاوہ اور کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے علاوہ اور کوئی بغض نہیں رکھے گا"۔(۱)

مساور حمیری نے اپنی ماں سے روایت کی ہے: وہ ام سلمہ کے پاس گئی تو اُن کو یہ کہتے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: علیؑ سے منافق محبت نہیں کرے گا اور مومن بغض نہیں رکھے گا"۔(۲)

ابن عباس سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے چہرہ کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا: مومن کے علاوہ تجھ سے کوئی محبت نہیں کرے گا، اور منافق کے علاوہ اور کوئی بغض نہیں کرے گا، جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے تجھ سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض کیا، میرا دوست اللہ کا دوست ہے، میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور اس پروائے ہو جو تجھے میرے بعد غضبناک کرے"۔(۳)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: آپؑ کی محبت ایمان ہے، آپؑ سے بغض رکھنا نفاق ہے، جنت میں سب سے پہلے آپؑ سے محبت کرنے والا داخل ہوگا اور دوزخ میں سب سے پہلے آپ سے بغض رکھنے والا داخل ہوگا"۔(۴)

یہ حدیث اصحاب میں مشہور ہوگئی، اور وہ اسی حدیث کے معیار پر جو علیؑ سے محبت کرتا تھا اس کو مومن اور جو علیؑ سے بغض رکھتا تھا اسے منافق کہتے تھے، جلیل القدر صحابی ابوذر غفاری کہتے ہیں: ہم منافقین کو

۱۔ صحیح ترمذی، جلد۲، صفحہ۳۰۱۔ صحیح ابن ماجہ، صفحہ۱۲۔ تاریخ بغداد، جلد۲، صفحہ۲۵۵۔ حلیۃ الاولیاء، جلد۴، صفحہ۱۸۵۔

۲۔ صحیح ترمذی، جلد۲، صفحہ۲۹۹۔

۳۔ مجمع الزوائد، جلد۹، صفحہ۱۳۳۔

۴۔ نورالابصار شبلنجی، صفحہ۷۲۔

اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب، نماز سے روگردانی اور علی بن ابی طالبؑ سے بغض ونفاق رکھنے سے پہچان لیا کرتے تھے''۔(۱)

صحابی کبیر جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے: ہم منافقین کو علیؑ سے بغض رکھنے کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں پہچانتے تھے۔(۲)

دوسرے دستہ کی روایات

ہم بعض وہ روایات نقل کرتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علیؑ کی شان میں منقول ہوئی ہیں جن کو آپؑ کے لئے کرامت شمار کیا جاتا ہے۔

دار آخرت میں امامؑ کا مقام

نبی اکرمؐ سے کچھ وہ روایات نقل ہوئی ہیں جن کو اللہ نے دار آخرت میں علیؑ کیلئے کرامت شمار کیا ہے ان میں سے بعض روایات درج ذیل ہیں:

۱۔امامؑ لواء حمد کو اٹھانے والے

صحاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں کہ خداوند عالم قیامت کے دن علیؑ کو لوائے حمد اٹھانے کا شرف عطا کرے گا، یہ ایسا بلند مرتبہ ہے جو آپؑ کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کیا گیا۔ہم ان میں سے بعض روایات ذیل میں نقل کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا:''تم قیامت کے دن میرے امام ہو، مجھے پرچم دیا جائے گا، میں اسے تمہارے حوالہ کردوں گا، اور تم ہی لوگوں کو میرے حوض کے پاس سے دور کرو گے''۔

۲۔امامؑ صاحب حوض نبیؐ

نبی اکرمؐ سے متواتر احادیث نقل ہوئی ہیں کہ امام نبی کے اس حوض کے مالک ہوں گے جو اپنے

۱۔مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۲۹۔

۲۔استیعاب، جلد ۲، صفحہ ۴۶۴۔

گوارا، میٹھے اور خوبصورت نظاروں کی وجہ سے جنت کی تمام نہروں سے عظیم ہوگی، اس کا پانی صرف امامؑ کے غلاموں اور چاہنے والوں کو ہی نصیب ہوگا، ہم ذیل میں اس کے متعلق بعض روایات نقل کررہے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: علی بن ابی طالب قیامت کے دن میرے حوض کے مالک ہوں گے، اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے مانند ستارے ہیں اور وہ جابیہ اور صنعاء (پہاڑیوں) کے درمیان کی دوری کی طرح وسیع ہوگی''۔(۱)

امام جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والے

سب سے بڑی شرافت و بزرگی جس کا تاج رسول اسلام ﷺ نے باب مدینۃ العلم کے سر پر رکھا وہ یہ ہے کہ امام جنت وجہنم کی تقسیم کرنے والے ہیں۔ ابن حجر سے روایت ہے کہ آپ نے شوریٰ کے جن افراد کا انتخاب کیا تھا ان سے فرمایا: ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے رسول اسلام ﷺ نے فرمایا ہو: ''اے علیؑ قیامت کے دن آپ میرے علاوہ جنت وجہنم کے تقسیم کرنے والے ہو؟۔ انھوں نے کہا: خدا کی قسم، ایسا کوئی نہیں ہے''۔

ابن حجر نے اس حدیث پر جو حاشیہ لگایا اس کا مطلب امام رضا علیہ السلام سے مروی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ کے لئے فرمایا ہے: تم قیامت میں جنت وجہنم کی تقسیم کرنے والے ہو دوزخ خود کہے گی یہ میرے لئے اور یہ آپؑ کے لئے ہے''۔(۲)

یہ مطلب بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے اولیاء میں سے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہ مرتبہ علیؑ کے علاوہ کسی کو نہیں ملا، اس کرامت کی کوئی حد نہیں ہے، اللہ نے ان کو یہ کرامت اس لئے عطا کی ہے کہ علیؑ نے اسلام کی راہ میں بہت زیادہ جدوجہد کی اور خود کو حق کی خدمت کیلئے فنا کردیا ہے۔

عترت اطہار کی فضیلت کے بارے میں نبیؐ کی احادیث

عترت اطہار کی فضیلت، ان سے محبت اور متمسک ہونے کے سلسلہ میں نبیؐ سے متواتر احادیث

۱۔ مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۳۶۷۔

۲۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۷۵۔

نقل ہوئی ہیں جن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

حدیث ثقلین

حدیث ثقلین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلچسپ اور سند کے اعتبار سے سب سے زیادہ صحیح اور مشہور حدیث ہے، مسلمانوں کے درمیان سب سے زیادہ شائع و مشہور ہوئی ہے، اس کو صحاح اور سنن میں تحریر کیا گیا ہے، علماء نے قبول کیا ہے اور یہاں پر یہ ذکر کردینا بھی مناسب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے:

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اِنّي تَارِکٌ فِيْکُمُ الثَّقَلَيْن مَااِن تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَالَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي ،اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: کِتَابَ اللّٰهِ،حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الاَرْضِ،وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِي،وَلَنْ يَفْتَرِقَاحَتیّٰ يَرِدَاعَلَيَّ الْحَوْضَ، فَانْظُرُوْا کَيْفَ تُخْلِفُوْنِيْ فِيْهِمَا''۔(۱)

''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ان میں ایک دوسرے سے اعظم ہے: اللہ کی کتاب آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے، میری عترت میرے اہل بیت ہیں اور وہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں، پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا برتاؤ کروگے''؟۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث حج کے موقع پر عرفہ کے دن بیان فرمائی، جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے: میں نے حج کے موقع پر عرفہ کے دن رسول اللہ کو ان کے ناقہ قصواپر سوار دیکھا آپ یہ خطبہ دے رہے تھے: اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اور اپنے اہل بیت کو چھوڑ دیا ہے، اگر تم ان سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے''۔(۲)

نبی بستر مرگ پر تھے، لہٰذا آپؐ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اَيُّهَاالنَّاس

۱۔صحیح ترمذی، جلد۲،صفحہ۳۰۸۔

۲۔صحیح ترمذی، جلد۲،صفحہ۳۰۸۔کنز العمال، جلد۱،صفحہ۸۴۔

يُوْشِکُ اَنْ اُقْبِضَ قَبْضاًسَرِيعاًفَيُنْطَلَقَ بِيْ ،وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمُ الْقَوْلَ مَعْذِرَةً اِلَيْكُمْ آلَا اِنِّيْ مُخَلِّفٌ فِيْكُمْ كِتَابَ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ ،وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ''۔

''اے لوگو! مجھے عنقریب قبض روح کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں جانا ہے میں اس سے پہلے تمہارے لئے بیان کر چکا ہوں آگاہ ہو جاؤ کہ میں تمہارے درمیان اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت اپنے اہل بیتؑ کو چھوڑ کر جا رہا ہوں''۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے''۔(١)

حدیث سفینہ

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: بیشک۔تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے، جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہو گیا، بیشک تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطّہ کے مانند ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا''۔(٢)

اس حدیث شریف میں اس بات کی حکایت کی گئی ہے کہ عترتِ طاہرہ سے متمسک رہنا واجب ہے اسی میں امت کے لئے زندگی کے نشیب و فراز میں نجات اور غرق ہونے سے محفوظ رہنا ہے، پس اہل بیتؑ نجات کی کشتیاں اور بندوں کا ملجأ و ماویٰ ہیں۔

امام شرف الدین (خدا ان کے درجات بلند کرے،) کا کہنا ہے: ''اہل بیتؑ کے کشتی نوح کے مانند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا و آخرت میں ان کو اپنا ملجأ و ماویٰ قرار دیا، اور اپنے فروع و اصول ائمہ معصومینؑ سے حاصل کئے وہ دوزخ کے عذاب سے نجات پا گیا، اور جس نے اُن سے روگردانی کی وہ اس کے مانند ہے جس نے طوفان کے دن اللہ کے امر سے بچنے کیلئے پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لی اور غرق ہو گیا،

١۔صواعق محرقہ،صفحہ٧٥۔

٢۔مجمع الزوائد،جلد٩،صفحہ١٦٨۔مستدرک،جلد٢،صفحہ٤٣۔تاریخ بغداد،جلد٢،صفحہ١٢٠۔حلیہ،جلد٤،صفحہ٣٠٦۔ذخائر،صفحہ٢٠۔

اس کی منزل آب حمیم ہے جو بہت ہی گرم پانی ہے اور جس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ائمہؑ کو باب حطہ سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ باب حطہ خدا کے جلال کے سامنے تواضع کا مظہر تھا جو بخشش کا سبب ہے۔ یہ وجہ شبہ ہے، اور ابن حجر نے اس اور اس جیسی دوسری احادیث کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے:

ائمہؑ کے کشتی نوح سے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس نے ان سے محبت کی اور ان کے شرف کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کیلئے ان کی تعظیم کی اور ان کے علماء سے ہدایت حاصل کی، اُس نے تاریکیوں سے نجات پائی اور جس نے مخالفت کی وہ کفران نعمت کے سمندر میں غرق ہوگیا اور سرکشی کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ہلاک ہوگیا۔ یہاں تک کہ فرمایا: (باب حطہ) یعنی ائمہ کی باب حطہ سے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی اس باب ''دروازہ'' یعنی اریحا یا بیت المقدس میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخل ہوگا خدا اس کو بخش دے گا، اسی طرح اہل بیتؑ سے مودت ومحبت کو اس امت کی مغفرت کا سبب قرار دیا)۔(۱)

اہل بیتؑ امت کے لئے امان ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کیلئے اہل بیت کی محبت کو واجب قرار دیا اور ان سے متمسک رہنے کو امت کیلئے ہلاک ہونے سے امان قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''ستارے زمین والوں کیلئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت میں اختلاف نہ ہونے کیلئے امان ہیں جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرے تو اُن میں اختلاف ہو جائیگا اور وہ ابلیس کے گروہ میں ہو جائیں گے''۔(۲)

امامؑ، جہاد میں نبیؐ کے ساتھ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثبت انداز میں صلح کی دعوت اختیار کی اس دعوت میں آپ نے اعلان کیا کہ میرا پیغام دین تم کو جنگوں کے عذاب سے نجات دلائے گا، آپ کی یہ دعوت مکہ میں پھیل گئی وہ مکہ جو جاہلیت

۱۔ مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۱۴۹۔ کنز العمال، جلد۶، صفحہ ۱۱۶۔ فیض قدیر اور مجمع الزوائد، جلد۹، صفحہ ۱۷۴ میں آیا ہے: ستارے اہل زمین کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت کے لئے امان ہیں''۔

۲۔ ریاض النضرہ، جلد۲، صفحہ ۲۵۲۔ تقریباً یہی روایت صحیح ترمذی جلد۲، صفحہ ۳۱۹ میں آئی ہے۔ سنن ابن ماجہ، جلد۱، صفحہ ۵۲۔

کی طاقتوں کا مرکز تھا وہ طاقتیں جو قرشیوں کی شکل میں مجسم ہوئی تھیں ان قرشیوں کے نظریات جہالت، خود غرضی اور انانیت پر مشتمل تھے نبی کے پیغام کی بنا پر ان کے غرور کا بھرم ٹوٹ گیا اور ان کا جادو باطل ہو گیا، انھوں نے نبی سے مقابلہ کی ٹھان لی اور نبی پر ایمان لانے والے کو ستانے کا فیصلہ کیا ان کو اذیت دینے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے ماننے والے کو قرشیوں کی سختیوں اور ان کے قتل و غارت سے بچنے کیلئے مجبور ہو کر حبشہ ہجرت کرنا پڑی، لیکن رسول ﷺ اپنے چچا شیخ البطحاء اور ان کے فرزندار جمند امام امیر المومنینؑ کی حمایت میں تھے اپنے چچا ابو طالبؑ کی وفات کے بعد نبی کو کوئی پناہ دینے والا نہ رہا اسی لئے قریش نے جمع ہو کر آپؐ کو قتل کرنا چاہا (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) تو آپؐ یثرب ہجرت فرما گئے، آپؐ نے اہل یثرب کو اپنے دین کی حمایت کرنے والا اور اپنا مددگار پایا تو آپ نے قرشیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے قیام کیا اور ان کے سامنے بڑی سختی کے ساتھ ڈٹ گئے، تو کفار قریش نے آپؐ کے خلاف میدان جنگ گرم کرنے اور اقتصادی ناکہ بندی کرنے کا فیصلہ کیا۔

امام امیر امومنینؑ رسول اللہ کی جانب سے ایک محکم و مضبوط طاقت بن کر سامنے آئے آپؑ نے قریش کی طرف سے رسولؐ پر تھوپی جانے والی تمام جنگیں لڑیں اور رسول اسلام عام طور پر آپؑ ہی کو جنگ کی قیادت سونپتے تھے، ہم ذیل میں امامؑ کی طرف سے لڑی جانے والی بعض جنگوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

ا۔ جنگ بدر

واقعۂ بدر اسلام کی مدد، مسلمانوں کی کھلم کھلا کامیابی اور شرک کی شکست فاش کے طور پر تاریخ میں درج ہے، جس میں اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو عزت بخشی، آپؐ کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کیا، اس معرکہ کو بہادری کے ساتھ لڑ کر سر کرنے والے علیؑ ہی تھے، آپؑ کی تلوار موت کا پیغام تھی جس نے مشرکوں اور ملحدوں کے سروں کو کاٹ پھینکا، آپؑ نے اتنی ثبات قدمی اور استقامت کے ساتھ جنگیں لڑیں کہ جبرئیل کو بھی آواز دینا پڑی: ''لاسیف اِلّاذوالفقارِ، وَلافتیٰ اِلّاعلی''۔(۱)

ہم اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ ''حیاۃ الامام امیر المومنینؑ'' کے دوسرے حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔

۱۔ کنز العمال، جلد ۳، صفحہ ۱۵۴، وغیرہ

۲۔ جنگ احد

قریش جنگ بدر میں اپنی شکست فاش اور بہت زیادہ نقصان ہونے کی وجہ سے بڑے ہی رنج والم میں تپیدہ تھے، معاویہ کی ماں ہند بہت زیادہ آہ وفریاد کر رہی تھی، اس نے قریش کے مردوں اور عورتوں پر جنگ بدر میں قتل ہو جانے والوں پر رونا حرام قرار دیدیا تھا تاکہ حزن واندوہ اُن کے دلوں میں چھپا رہے اور اپنے مقتولین کا انتقام لئے بغیر ختم نہ ہو، جنگ احد میں قریش کا سردار ابوسفیان تھا، جس کو پہلی مرتبہ اس جنگ میں سرداری ملی تھی، وہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے ابھار رہا تھا، جنگ کے لئے مال و دولت جمع کر کے اس سے اسلحہ خرید رہا تھا قریش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے اس کی دعوت پر لبیک کہہ رہے تھے، قریش نے ابوسفیان کے بھڑکانے کی بنا پر نبی کے افراد سے مقابلہ کا فیصلہ کیا اور پوری تیاری کے ساتھ اپنی عورتوں کے ساتھ نکلے تاکہ جنگ میں کھرے اُتریں اُن کی قیادت ہند کر رہی تھی عورتیں دف بجا کر یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

وَیْهاً بَنِيْ عَبْدِ الدَّارْ وَیْهاً حُمَاةَ الْاَدْبَارْ ضَرْباً بِکُلِّ بَتَّارْ

''اے آل عبدالدار آگے بڑھو! اے وطن کے ساتھیوں آگے بڑھو پوری طاقت کے ساتھ حملہ کرو''۔

اس کے علاوہ ہندہ کا مخصوص ترانہ یہ تھا اور وہ کفار قریش سے بلند آواز سے خطاب کر کے کہہ رہی تھی:

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ وَنَفْرِشِ النَّمَارِقْ
اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَیْرِ وَامِقْ

''اگر تم آگے بڑھوگے تو ہم تم کو گلے لگالیں گے اور تمہارے لئے بہترین بستر بچھائیں گے اور اگر پیچھے ہٹو گے تو ہمیشہ کے لئے تم سے جدا ہو جائیں گے''۔

مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمانوں کے لشکر میں صرف سات سو آدمی تھے، مشرکین کے لشکر کی قیادت طلحہ بن ابی طلحہ کر رہا تھا جس کے ہاتھوں میں پرچم تھا اور وہ یہ نعرہ لگا رہا تھا: اے محمد کے اصحاب تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد جہنم میں بھیج دے گا، اور تمہیں ہماری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد جنت میں بھیج دے گا، اب تم میں مجھ سے کون لڑے گا؟

اسلام کے بہادر امامؑ نے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے پہل کی اور ایسی تلوار ماری کہ اس کے دونوں

پیر کٹ گئے جس سے وہ زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا...

امامؑ نے اُسے اسی کی حالت پر چھوڑ دیا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کئے یہاں تک کہ وہ کچھ دیر بعد خون نکل جانے کی وجہ سے ہلاک ہوگیا، مسلمان اُس کے مرنے سے اتنے ہی خوش ہوئے جتنے مشرکین اُس کے مرنے سے محزون ہوئے اور سست پڑ گئے، اس کے پرچم کو قریش کے دوسرے افراد نے سنبھالا، امامؑ نے ان کا مقابلہ کیا، اپنی تلوار سے اُن کے سروں کو کاٹ ڈالا، معاویہ کی ماں ہند قریش کے جذبات ابھار کر ان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی تھی اور جب ان میں سے کوئی پیچھے ہٹ جاتا تھا تو اس کو سرمہ اور سلائی دیکر کہتی تھی: تو عورت ہے اور سرمہ لگا لے۔(۱)

درحقیقت یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ مسلمان شرمناک شکست اور عظیم نقصانات سے روبرو ہوئے جن کی وجہ سے اسلام کا فاتحہ پڑھا جانا قریب تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ لشکر اسلام کی ایک جماعت نے نبی کی جنگی ہدایات پر عمل نہیں کیا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیراندازوں کی ایک جماعت کو عبداللہ بن جبیر(۲) کی قیادت میں ایک پہاڑ پر تعینات کر دیا تھا تاکہ وہ پیچھے سے مسلمانوں کی حمایت کرتے رہیں اور ان کو تاکید فرمادی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، ان کے تیراندازوں نے اپنے تیروں سے قریش کے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا جس سے قریش اپنا مال اور اسلحہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے جب تیراندازوں نے یہ حالت دیکھی کہ مسلمان مال غنیمت اٹھا رہے ہیں تو ان سے نہ رہا گیا اور اُن میں سے بعض افراد اپنی جگہ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت اٹھانے میں مصروف ہوگئے انھوں نے نبی کے مقرر کردہ قانون کی مخالفت کی اور اپنی جگہ چھوڑ بیٹھے، جب خالد بن ولید نے یہ دیکھا تو اُس نے پہاڑ پر باقی بیٹھے ہوئے تیراندازوں کو قتل کر کے پیچھے سے نبیؐ کے اصحاب پر حملہ کر دیا اور ان کے کچھ افراد کو قتل کر ڈالا اور مسلمانوں کے لشکر کے بڑے بڑے سرداروں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

۱۔ میزان، جلد۴، صفحہ۱۲۔

۲۔ سیرۂ نبویہ، جلد۲، صفحہ۶۸۔

امامؑ، کا نبی کی حمایت کرنا

مسلمانوں پر شکست کے بادل منڈلانے لگے وہ حیران و پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، ان پر خوف طاری ہو گیا، انھوں نے نبی کو اللہ کی دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ دیا، آپ کو کئی کاری زخم لگ گئے اور آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر کی سازش سے اسی مقصد کے لئے تیار کر کے مخفی کر دیا گیا تھا تاکہ مسلمان نادانستہ طور پر اس میں گر جائیں، امامؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف تھے، آپؑ نے رسول کا دست مبارک پکڑا اور طلحہ بن عبد اللہ نے آپ کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ کھڑے ہو گئے (۱) نبی اکرمؐ نے امامؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: یاعلیؑ مافعل الناس ؟" اے علیؑ لوگوں نے کیا کیا؟"۔

آپؑ نے بڑی رنجیدگی کے ساتھ جواب دیا:"انھوں نے عہد توڑ دیا اور پیٹھ پھرا کر بھاگ کھڑے ہوئے"۔

قریش کے کچھ افراد نے نبیؐ پر حملہ کیا جس کی بنا پر نبی کا دل تنگ ہو گیا آپؐ نے علی سے فرمایا: "اکفنی ھؤلاءِ"، امامؑ نے اُن پر حملہ کیا، سفیان بن عوف کے چار بیٹوں اور اس کے گروہ کے چھ آدمیوں کو قتل کیا، اور بہت جد و جہد کے ساتھ دشمن کی اس ٹولی کو نبی سے دور کیا، ہشام بن امیہ کے دستہ نے نبی پر حملہ کیا تو امامؑ نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کا گروہ بھاگ کھڑا ہوا، ایک اور گروہ نے بشر بن مالک کی قیادت میں نبی پر حملہ کیا امامؑ نے اس کو قتل کر ڈالا تو اس کا دستہ بھی بھاگ کھڑا ہوا، اس وقت جبرئیل نے امامؑ کے جہاد اور آپؑ کے محکم ہونے کے متعلق فرمایا:"علیؑ کے اس جذبہ ایثار و قربانی اور مواسات سے ملائکہ حیرت زدہ ہیں" نبیؐ نے جبرئیل سے فرمایا:"علیؑ کو کوئی چیز نہیں روک سکتی کیونکہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں"، اس وقت جبرئیل نے کہا: میں تم دونوں سے ہوں"۔(۲)

امامؑ بڑی طاقت و قدرت کے ساتھ نبیؐ کا دفاع کرتے رہے، آپ کو سولہ ضربیں لگیں اور ہر ضرب زمیں بوس کر دینے والی تھی، جبرئیل (۳) کے علاوہ آپؑ کو کوئی سہارا دینے والا نہیں تھا، مولائے کائنات نے راہ اسلام میں جن مصائب کا سامنا کیا ان کا علم صرف خدا کو ہے"۔

۱۔ سیرۂ نبویہ، جلد ۲، صفحہ ۷۔

۲۔ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۔

۳۔ اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۹۳۔

اس جنگ میں اسلام کے بہادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا جناب حمزہ شہید ہو گئے، جب ہند کو یہ خبر ملی تو وہ خوش ہو کر آپ کے لاشہ کی تلاش میں نکلی جب اس کی نظر لاش پر پڑی تو وہ کتے کی طرح لاش پر جھپٹ پڑی اور اس نے آپ کی لاش کو بری طرح مثلہ کر دیا، جناب حمزہ کا جگر نکالا اور دانتوں سے چبا کر پھینک دیا، آپ کا ناک اور کان کاٹ کر ان کا ہار بنا کر پہن لیا۔ یہ بات اس کے کینہ درندگی اور وحشی پن پر دلالت کرتی ہے، اس کا شوہر جلدی سے جناب حمزہ کی لاش پر آیا اور بغض و کینہ سے بھرے دل سے بلند آواز میں کہنے لگا:

''یااباعمارۃ دار الدھر وحال الامر، واشتفت منکم نفسي ...

پھر اس نے اپنا نیزہ بلند کیا اور جناب حمزہ کے لاشہ میں چبھو کر اس جملہ کو اپنی زبان پر دہرایا: ذق عنق، ذق عنق (۱) اس کے بعد وہ اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے پلٹ گیا، روایت میں آیا ہے کہ اس کا دل جناب حمزہ شہید سے بغض، کینہ، کفر و شرک اور رذائل سے مملو تھا۔

لیکن جب نبی کریم اپنے چچا کی لاش پر آئے جس کو ہند نے مثلہ کر دیا تھا تو آپؐ بہت زیادہ محزون و رنجیدہ ہوئے آپؐ نے اپنے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میرے اوپر آپؓ کے جیسی مصیبت کبھی نہیں پڑی اور میں ایسے حالات سے کبھی دو چار نہیں ہوا مجھے اس واقعہ سے غیظ آ گیا ہے اگر صفیہ کے حزن و ملال اور میرے بعد سنت بن جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو اسی طرح چھوڑ دیتا یہاں تک کہ وہ درندوں اور پرندوں کی غذا بن جاتا، اور اگر خدا مجھے کبھی قریش پر غلبہ دیتا تو میں اُن میں سے کم سے کم تیس آدمیوں کو مثلہ کر دیتا''۔

جب مسلمان اس مقدس اور مثلہ لاش پر آئے تو کہنے لگے: اگر خدا نے ہمیں کسی دن اُن پر فتح عنایت کی تو ہم ان کو اسی طرح مثلہ کریں گے کہ کسی عرب نے ایسا نہیں کیا ہوگا... اس وقت جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے: ﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ . وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴾۔ (۱)

۱۔ امام علی بن ابی طالب، جلد ۱، صفحہ ۸۲۔

۲۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۶۔۱۲۷۔

''اور اگر تم ان کے ساتھ سختی بھی کرو تو اسی قدر جتنی انھوں نے تمہارے ساتھ سختی کی ہے اور اگر صبر کرو تو صبر بہر حال صبر کرنے والوں کیلئے بہترین ہے اور آپ صبر ہی کریں کہ آپ کا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہوگا اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور ان کی مکاریوں کی وجہ سے تنگدلی کا بھی شکار نہ ہوں''۔

رسول اللہؐ نے بخش دیا، صبر کیا، اور ان کو مثلہ کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''اِنَّ الْمُثْلَةَ حَرَامٌ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ'' ''مثلہ کرنا حرام ہے اگر چہ وہ کاٹ کھانے والا کتا ہی کیوں نہ ہو''۔

صرف جنگ احد ہی ایسی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو شکست فاش ہوئی۔ ابن اسحاق کا کہنا ہے: یوم احد بلا و مصیبت کا دن تھا جس میں اللہ نے مومن اور منافق کا امتحان لیا اور منافق واضح طور پر سامنے آ گئے، منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اظہار کرے اور اس کے دل میں کفر ہو، وہ ایسا دن تھا جس دن اللہ نے ان افراد کو شہادت کی کرامت عطا کی جنھوں نے شہادت (۱) کی کرامت طلب کی ہے۔ اس معرکہ کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو خبردار کیا کہ مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو کبھی بھی اس طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا اور خداوند عالم مسلمانوں کو فتح و کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ (۲)

۳۔ جنگ خندق

جنگ خندق کو ''واقعہ احزاب'' کہا جاتا ہے اس کو احزاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کئی قبیلوں نے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تھی، جس سے مسلمان تنگ آ گئے تھے اور ان پر رُعب و خوف طاری ہو گیا تھا جو مشرکین کے لشکر کی طاقت کا سبب بنا اور ان سے یہودی آ کر مل گئے جن کی تعداد دس ہزار تھی، اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اس معرکہ میں مسلمانوں پر جو رعب طاری ہو گیا تھا اس کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے: ﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ﴾۔ (۳)

۱۔ سیرۃ النبویہ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۵۔

۲۔ تاریخ ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۷۔ اس طرح معرکہ احد تمام ہوا، ہم نے اس معرکہ سے متعلق بعض چیزوں کو (حیاۃ الامام امیر المومنین کے دوسرے حصہ میں بیان کیا ہے)۔ ۳۔ سورۂ احزاب، آیت ۱۰۔

''اس وقت جب کفار تمہارے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت سے آ گئے اور دہشت سے نگاہیں خیرہ کرنے لگیں اور کلیجے منھ کو آنے لگے ...''۔

اللہ نے اسلام کی فتح و کامیابی امام المتقین امیر المومنین حضرت علیؑ کے ہاتھوں لکھ دی تھی، علیؑ ہی وہ تھے جنھوں نے مشرکین پر فتح مبین پائی اور ان کے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

خندق کھودنا

جب نبی کو قریش اور غطفان کے قبیلوں کے جنگ کرنے کی غرض سے نکلنے کی خبر ملی تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے اس بات کی خبر دی اور اُن سے دشمن کو روکنے کے لئے مشورہ طلب کیا آپؐ کے جلیل القدر صحابی سلمان فارسی نے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ نبیؐ نے اس مشورہ کو درست ٹھہرایا اور آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کھودنے کیلئے کھڑے ہو گئے یہ مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے اچھی حکمت تھی، قریش وہاں پر آ کر ٹھہر گئے، اور اس سے آگے بڑھنے کیلئے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا اور وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے ان کے پاس نہیں پہنچ سکتے تھے، اس جنگ میں بڑے بڑے افراد نے خدمت کی، اور فریقین کے درمیان تیر اندازی کرنے کے علاوہ عام طریقہ سے جنگ کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

امامؑ کا عمرو سے مقابلہ

قریش کے قبیلوں کو ایک ساتھ مل کر حملہ کر کے کامیابی کا امکان نہیں تھا لہٰذا انھوں نے خندق کے پاس کی ایک تنگ جگہ تلاش کی اور اس میں گھوڑوں کو ڈال کر خندق پار کر گئے، ان میں عمرو بن عبدود بھی تھا جو جاہلیت میں قریش اور کنانہ کا شہسوار شمار ہوتا تھا، جو ہتھیاروں سے اس طرح لیس تھا گویا ایک قلعہ ہو وہ اپنی طاقت کی وجہ سے جھوم رہا تھا، جب مسلمانوں نے اس کو دیکھا تو اُن پر خوف طاری ہو گیا اور عمرو ان کے سامنے ٹہلنے لگا، اُس نے مسلمانوں کو تحقیر سے بلند آواز میں کہا: اے محمدؐ کے ساتھیو! کیا تم میں کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے؟

مسلمانوں کے دل دہل گئے، اُن پر خوف طاری ہو گیا، اس نے دوبارہ مبارز طلب کیا! کیا تم میں

کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے؟

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن اسلام کے بہادر امام امیر المومنینؑ نے عرض کیا:

''اَنَالَهُ يَارَسُوْ لَ اللّٰه''۔

''یارسول اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی کے سلسلہ میں کچھ خوف کھاتے ہوئے فرمایا:''اِنَّهُ عَمْرُو!''''یہ عمرو ہے''۔

امامؑ پیغمبر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹھ گئے، عمرو نے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے پھر اس طرح مبارز طلب کیا: اے محمدؐ کے اصحاب، تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے متعلق تم یہ گمان کرتے ہو کہ قتل ہونے کے بعد اس میں جاؤ گے؟ کیا تم میں سے کوئی اس میں جانا چاہتا ہے؟

مسلمانوں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، امامؑ نبی سے اجازت لینے پر مصر تھے، نبیؐ کے پاس بھی اذن دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا، آنحضرتؐ نے امام کو شرف وعظمت کا عظیم الشان تمغہ دیا اور فرمایا:

''بَرَزَ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ اِلَى الشِّرْكِ كُلِّهِ''کل ایمان،کل شرک کا مقابلہ کرنے کے لئے جارہا ہے''۔

یہ خورشید کی مانند روشن ومنور تمغہ ہے آنحضرتؐ نے حسینؑ کے پدر بزرگوار کو کل اسلام کی شکل میں مجسم کیا اور عمرو کو کل شرک میں مجسم فرمایا، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کر کے گڑگڑا کر یوں اپنے چچازاد بھائی کی حفاظت کے لئے دعا فرمائی:''خدایا تو نے مجھ سے حمزہ کو احد میں لے لیا، بدر میں عبیدہ کو، آج کے دن علیؑ کی حفاظت فرما ... پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے''۔

امامؑ عمرو بن عبدود سے بغیر کوئی خوف کھائے ہوئے اس سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے آپؑ نے بے نظیر عزم وثبات کا مظاہرہ کیا اور عمرو، اُس جوان سے بہت ہی متعجب ہوا جس کو اُس (عمرو) کی کوئی پرواہی نہیں تھی۔ عمرو نے کہا: تم کون ہو؟

امامؑ نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا:''میں علی بن ابی طالب ہوں''۔

عمرو نے امامؑ سے شفقت ومہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:''تمہارا باپ میرا دوست تھا۔

امام کو اس کی صداقت کا یقین نہ ہوا اور اس سے فرمایا: اے عمرو! تو نے اپنی قوم سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر قریش کا کوئی شخص تجھ سے تین شرطیں کرے گا تو، تو ان میں سے ایک شرط کو قبول کرے گا؟

عمرو بن عبدود: ہاں یہ میرا عہد ہے۔

امام: میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

عمرو ہنسا اور اس نے امام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: کیا میں اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ دوں؟ ان باتوں کو چھوڑئے۔

امامؑ: میں تجھ سے ہاتھ اٹھائے لیتا ہوں، تجھ کو قتل نہیں کرتا، تو پلٹ جا؟...

عمرو نے اس جوان کی اس جرأت و ہمت پر غضبناک ہو کر کہا: اب آپؑ مجھ سے بھاگ جانے کی بات کر رہے ہیں!

امامؑ نے اس کے اپنے نفس سے کئے ہوئے عہد کی تیسری بات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آ؟''۔(۱)

عمرو اس جوان کی اس ہمت و جرأت اور اپنی شخصیت کیلئے اس چیلنج اور اپنی اہانت پر، بہت زیادہ حیرت زدہ ہوا، وہ اپنی سواری سے نیچے اتر آیا اور اس نے اپنی تلوار سے امام کے سر پر وار کیا امامؑ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا تو وہ ڈھال کو کاٹ کر آپ کے سر تک پہنچی جس سے آپ کا سر شگافتہ ہو گیا، مسلمانوں کو امام کے اپنے رب حقیقی کی بارگاہ میں جانے کا یقین ہو گیا، لیکن اللہ نے امامؑ کی نصرت و مدد کی آپؑ نے عمرو کو ایسی ضرب لگائی کہ قریش کا یہ بہادر تلملا کے رہ گیا اور کفر و شرک کا یہ نمائندہ اپنے ہی خون میں ذبح کئے ہوئے حیوان کی طرح لوٹنے لگا۔

امام اور مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، شرک کی کمر ٹوٹ گئی، اس کی طاقتیں سست ہو گئیں، اسلام کو امام المتقین کے ہاتھوں یقینی کامیابی ملی، نبی نے تاریخ میں ہمیشہ کی خاطر امامؑ کیلئے یہ جملہ ارشاد فرمایا: ''خندق کے دن علی بن ابی طالب کی ضربت میری امت کے قیامت کے دن تک کے اعمال سے افضل ہے''۔(۲)

۱۔ مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۳۲۔

۲۔ تاریخ بغداد، جلد۱۳، صفحہ ۱۹۔ مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۳۲۔

جلیل القدر صحابی حذیفہ بن یمان کا کہنا ہے: جنگ خندق میں مولائے کائنات کے ہاتھوں عمرو کی ہلاکت اگر تمام مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردی جائے تو سب کے شامل حال ہوگی۔(۱)

اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ﴾۔(۲)

''اور اللہ نے مومنین کو جنگ کی دشواری سے محفوظ رکھا''۔

ابن عباس اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: ''اللہ نے مومنین کو جنگ سے علیؑ کے جہاد کے ذریعہ بچالیا''(۳)۔

امامؑ نے قریش کے دوسرے بہادر نوفل بن عبد اللہ کو قتل کیا جس سے قریش کو شکست فاش ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الآن نغزوهم ولا یغزوننا''۔

''اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور انھیں ہم سے جہاد کی اجازت نہ ہوگی''۔(۴)

قریش گھاٹا اٹھا کر پلٹ گئے، ان کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کا اس جنگ میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔

۴۔ فتح خیبر

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عزت بخشی اور قریش ذلیل و رسوا ہوئے تو نبیؐ نے یہ مشاہدہ فرمایا کہ مسلمانوں کے امور اس وقت تک درست نہیں ہوں گے اور نہ ہی حکومت برقرار ہوگی جب تک یہودیوں کا نظام موجود ہے جو ہمیشہ سے اسلام کے سخت دشمن تھے اور ان (یہودیوں) کی پوری طاقت و قوت خیبر کے قلعہ میں محصور تھی جو اس زمانہ کے رائج اسلحوں کا کارخانہ تھا، منجملہ وہاں ایسے ایسے ٹینک نما توپ خانے تھے جو گرم پانی اور آگ میں تپا ہوا سیسہ پھینکتے تھے اور یہودی اسلام دشمن طاقتوں کو ہر طرح کی مسلح فوجی مدد پہنچاتے تھے۔

۱۔ رسائل الجاحظ، صفحہ ۶۰۔

۲۔ سورہ احزاب، آیت ۲۵۔

۳۔ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ، جلد ۲، صفحہ ۲۷۔

۴۔ اعیان الشیعہ، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳۔

نبی نے قلعہ خیبر پر حملہ کرنے کیلئے لشکر بھیجا اور لشکر کا سردار ابوبکر کو بنایا، جب وہ قلعہ خیبر کے پاس پہنچے تو وہ شکست کھا کر اور مرعوب ہو کر واپس پلٹ آئے، دوسرے دن عمر کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ بھی پہلے سردار کی طرح واپس آ گئے اور کچھ نہ کر سکے اور قلعہ کا دروازہ یوں ہی بند رہا اور کوئی بھی اس تک نہ پہنچ سکا۔

جب لشکر قلعہ کا دروازہ نہ کھول سکا اور دونوں سرداروں کی سرداری کچھ کام نہ آ سکی تو نبی نے اعلان فرمایا کہ اب میں اس کو سردار بناؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت فرمائے گا چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں کل علم اس کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہوں گے اور وہ اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نہ دیدے...''۔(۱)

لشکر انتہائی بے چینی کے عالم میں ایسے سردار کو علم دئے جانے سے آگاہ ہوا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت کرے، اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عہدہ پر امام فائز ہوں گے، اس لئے کہ آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے، جب صبح نمودار ہوئی تو نبیؐ نے علیؑ کو بلایا جب آپ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی آنکھوں میں آشوب تھا آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں اور آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: ''خُذْ هٰذِهِ الرَّايَةَ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ...''۔ ''یہ علم لیجئے یہاں تک کہ خدا آپ کو فتح عنایت کرے گا...''۔

شاعر موہوب یزدی نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:

وَلَهُ يَوْمَ خَيْبَرٍ فَتَكَاتٌ — كَبُرَتْ مَنْظَراً عَلىٰ مَنْ رَآهَا
يَوْمَ قَالَ النَّبِيُّ اِنِّيْ لَاُعْطِي — رَايَتِيْ لَيْثَهَا وَحَامِي حِمَاهَا
فَاسْتَطَالَتْ اَعْنَاقُ كُلِّ فَرِيْقٍ — لِيَرَوْا اَيَّ مَاجِدٍ يُعْطَاهَا
فَدَعَا اَيْنَ وَارِثُ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ — مُجِيْرُ الْاَيَّامِ مِنْ بَأْسَاهَا؟
اَيْنَ ذُو النَّجْدَةِ الَّذِيْ لَوْ دَعَتْهُ — فِي الثُّرَيَّا مَرُوْعَةٌ لَبَّاهَا
فَاَتَاهُ الْوَصِيُّ اَرْمَدَ عَيْنٍ — فَسَقَاهُ مِنْ رِيْقِهِ فَشَفَاهَا

۱۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، صفحہ ۶۲۔ صفوۃ الصفوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۳۔ مسند احمد، حدیث نمبر ۷۷۸۔

وَمَضیٰ یَطْلُبُ الصُّفُوْفَ فَوَلَّتْ   عَنْہُ عِلْماً بِأَنَّہُ أَمْضَاھَا (۱)

''خیبر میں آپؑ نے ایسے حملے کیے جو ششدر کرنے والے تھے۔

جس دن نبیؐ نے فرمایا کہ میں پرچم بہادر اور محافظ شخص کو دوں گا۔

اسی لئے ہر فریق یہ دیکھنے کا منتظر تھا کہ پرچم کس کو ملے گا۔

اُن ہی لمحات میں نبیؐ نے آواز دی کہ علم وحلم کا وارث اور ایام کی قسمت پھیرنے والا کہاں ہے؟

وہ مددگار کہاں ہے جس کو اگر کوئی ثریا میں مدد کے لئے پکارے تو وہ لبیک کہہ دے گا۔

اس وقت علیؑ آپؐ کے پاس اس عالم میں آئے کہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپؐ نے اپنے لعاب دہن کے ذریعہ اُن کو شفا بخشی۔

اس وقت علیؑ نے کفار کی صفوں پر حملہ کیا یہ دیکھ کر کفار پیٹھ پھرا کر بھاگ گئے چونکہ وہ جانتے تھے کہ علیؑ انھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے''۔

اسلام کے بہادر نے بڑی طاقت عزم و ہمت و ثبات قدمی کے ساتھ علم لیا اور رسولؐ اللہ سے عرض کیا: ''اُقَاتِلُھُمْ حَتّیٰ یَکُوْنُوا مِثْلَنَا؟'' کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں' رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''انفُذْ عَلیٰ رَسْلِکَ حَتّیٰ تَنْزِلَ بِسَاحَتِھِمْ، ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلیٰ الاِسْلَامِ، وَاَخْبِرْھُمْ بِمَایَجِبُ اِلَیْھِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰہِ، فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یَھْدِيَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَیْرٌ لَکَ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ''۔(۲)

''اپنا پیغام لے کر جاؤ یہاں تک کہ ان کے علاقہ میں پہنچ جاؤ، ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو خدا کے اس حق سے آگاہ کرو جو اُن کے ذمہ واجب ہے، کیونکہ خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعہ خدا ایک انسان کی ہدایت کردے وہ تمہارے لئے سُرخ چوپایوں سے بہتر ہے''۔

آج لشکر کا سردار بڑے ہی اطمینان کے ساتھ بغیر کسی رعب وخوف کے تیزی سے چلا، جبکہ اس کے ہاتھوں میں فتح کا پرچم لہرا رہا تھا اُس نے باب خیبر فتح کیا اور اس کو اپنی ڈھال بنالیا جس کے ذریعہ اس نے

۱۔شرح الازریہ، صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲۔

۲۔صفوۃ الصفوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۴۔ صحیح البخاری، جلد ۷، صفحہ ۱۲۱۔

یہودیوں سے اپنا بچاؤ کیا۔(۱) خوف کی وجہ سے یہودیوں کے کلیجے منہ کو آ گئے وہ بہت زیادہ سہم گئے، کہ یہ کون بہادر ہے جس نے قلعہ کے اس دروازہ کو کھول کر اپنی ڈھال بنالیا ہے جسے چالیس آدمی کھولتے تھے(۲) یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

امام کا مرحب سے مقابلہ

یہودیوں کے بہادر مرحب نے اپنا مبارز طلب کیا جس کے سر پر یمنی خود تھا جس میں ایک پتھر نے سوراخ کر دیا تھا اور اُس نے یہ خود اپنے سر پر رکھ لیا تھا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبُ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّب

اِذَا اللُّيُوثُ اَقْبَلَتْ تَلْتَهِبُ

"خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے لیس ہوں بہادر ہوں تجربہ کار ہوں میرے سامنے اچھے اچھے بہادر کانپتے ہیں"۔

اسلام کے حامی علیؑ نے اس کا استقبال کیا، حالانکہ آپ سرخ جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور آپؑ نے یوں رجز پڑھا:

"انَا الَّذِي سَمَّتْنِ اُمِّي حَيْدَرَهْ   ضِرْغَامُ آجَامٍ وَلَيْثُ قَسْوَرَهْ (۳)

عَبْلُ الذِّرَاعَيْنِ شَدِيدُ قَسْوَرَهْ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَه

اَضْرِبُ بِالسَّيْفِ رِقَابَ الْكَفَرَه   اُكَيِّلُهُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَه" (۴)

۱۔ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۔

۲۔ تاریخ بغداد، جلد ۱، صفحہ ۳۲۴۔ میزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ ۲۱۸۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۳۶۸۔ اور ریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۸ میں آیا ہے کہ دروازہ کو ستر آدمیوں نے بڑی ہمت سے اس کی اصلی جگہ پر پہنچایا۔

۳۔ آجام اجمہ کی جمع ہے اور ان گھنی چھتوں اور شاخوں دار جھاڑیوں کو کہا جاتا ہے جن کے پیچھے شیر بیٹھ کر اپنے شکار کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں پر امامؑ کی طاقت و قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آپ نے اجمہ واحد کی ہی حمایت نہیں کی بلکہ آجام کی مدد کی ہے۔ قسورہ رات کے پہلے حصہ کو کہا جاتا ہے اور یہ شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، قسورہ قسر سے مشتق ہے کیونکہ شیر اپنا شکار بہت زبردست طریقہ سے حاصل کرتا ہے۔

۴۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایک پیمانہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ بہت وسیع طریقہ سے جنگ کرونگا اور اس کے علاوہ معنی بیان کئے گئے ہیں۔

''میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں شیر بیشہ ہوں اور اچانک حملہ کرنے والا ہوں۔
طاقتور ہوں، شیرِ جنگل کی مانند ہوں جو دیکھنے میں بُرے معلوم ہوتے ہیں۔
میں ذوالفقار کے ذریعہ کفار کو تہہ تیغ کرتا ہوں میں کفار میں سخت خونریزی پھیلاتا ہوں''

راویوں کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ شعر امامؑ (۱) کا ہے اور یہ شعر امامؑ کی کفار اور مارقین کے مقابلہ میں شجاعت اور ثبات قدمی کی ترجمانی کر رہا ہے۔

امامؑ نے آگے بڑھ کر شجاعت و بہادری کے ساتھ مرحب پر حملہ کیا اور ایسی تلوار لگائی جو اس کا خود کاٹ کر اس کے سر میں درآئی اور وہ زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا، پھر آپؑ نے اس کے جسم کو وحشی و جنگلی جانوروں اور پرندوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیا، اس طرح خداوند عالم نے اسلام کی قاطعانہ مدد کی، خیبر کا قلعہ فتح ہوگیا، اللہ نے یہودیوں کو ذلیل و رسوا کیا، اور امامؑ نے ان کو ایسا درس دیا جس کو وہ رہتی دنیا تک یاد رکھیں گے۔ (۲)

۵۔ فتح مکہ

اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو فتح مبین عطا کی، اور دشمن طاقتوں کو ذلیل کیا، اور رسول اسلامؐ کی مخالف طاقتوں کو گھاٹا اٹھانا پڑا، جزیرۃ العرب کے اکثر علاقوں میں اسلامی حکومت پھیل گئی، توحید کا پرچم بلند ہوا، نبی نے یہ مشاہدہ کیا کہ جب تک مکہ فتح نہ ہو آپ کو مکمل فتح نصیب نہ ہوگی، مکہ جو شرک والحاد کا گڑھ تھا اور جب نبی مکہ میں تھے تو مکہ والوں نے آپؐ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار یا اس سے زیادہ ہتھیاروں سے لیس سپاہیوں کے ساتھ راہی مکہ ہوئے جبکہ آپ کی روانگی کا علم کسی کو نہیں تھا، اس وقت آپ کے لشکر والوں کو اس بات کا خوف نہیں تھا کہ قریش آپؐ کے خلاف مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں محترم شہر میں خون بہے گا، آپؐ نے اپنی آمادگی کو چھپائے رکھا تا کہ مکہ والوں کو یکایک اپنی عسکری طاقت سے مرعوب کریں۔

۱۔ خزانۃ الادب، جلد ۶، صفحہ ۵۶۔
۲۔ حیاۃ الامام امیر المومنین، جلد ۲، صفحہ ۳۰۔

اسلام کا لشکر بہت تیزی کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ان کو شہر مکہ نظر آنے لگا اور مکہ والوں کو اس کی خبر بھی نہیں تھی، نبیؐ نے اپنے لشکر کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کیں، جب گھپ اندھیرا ہو گیا تو لکڑیوں میں آگ لگانے کا حکم دیا، آگ کے شعلے اتنے بلند تھے جو مکہ سے دکھائی دے رہے تھے ابوسفیان نالہ وفریاد کرنے لگا اور اس نے خوف کے مارے اپنے ایک طرف بیٹھے ہوئے بدیل بن ورقاء سے کہا: میں نے رات کے وقت کبھی ایسی آگ نہیں دیکھی۔

بدیل نے کہا: خدا کی قسم یہ قبیلہ خزاعہ ہے جو جنگ کی آگ بھڑ کا رہا ہے۔

ابوسفیان نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: قبیلہ خزاعہ میں اتنے لشکر اور نیزے نہ ہوتے

ابوسفیان پر خوف طاری ہو گیا، عباس اس کے پاس آئے گویا ان کو مکہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آنے والے اسلامی لشکروں کا علم تھا، عباس نے ابوسفیان سے رات کی تاریکی میں کہا: اے ابوحنظلہ۔

ابوسفیان نے ان کو پہچان لیا اور کہا: کیا یہ ابوالفضل ہے؟

ہاں۔

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔

اے ابوسفیان تجھ پر وائے ہو، یہ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درخشندہ ستارے ہیں۔

ابوسفیان کا خون جم گیا وہ اپنے اور اپنی قوم کے متعلق خوف کھانے لگا، اس نے حیران و پریشان ہوتے ہوئے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں اب کیا تدبیر کروں؟

جناب عباس نے یہ کہتے ہوئے اس کی ایسے راستہ کی طرف ہدایت کی جس سے اس کا خون محفوظ رہے: خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ تجھ پر فتح پا گئے تو وہ تیری گردن اڑا دیں گے، لہٰذا تم اس گدھے پر سوار ہو کر رسولؐ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی پناہ مانگو۔

وہ بہت ہی مضطرب و پریشان تھا اس نے پوری رات جاگ کر بسر کی، وہ نہیں جانتا تھا کہ عنقریب اس پر کیا گذرنے والی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت مظالم ڈھائے تھے۔ جب وہ نبی کے سامنے پہنچا تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: ''کیا ابھی اس بات کا وقت نہیں آیا کہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے؟''۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی طرف سے ڈھائی جانے والی طرح طرح کی مشکلات کی طرف توجہ نہیں کی اور اُن کی پردہ پوشی کی تا کہ اسلام کی اصلی روح کی نشر و اشاعت کر سکیں جس میں دشمنوں سے انتقام کی بات نہیں ہوتی ہے۔

ابوسفیان نبیؐ کے سامنے گڑگڑانے لگا اور آپؐ سے یوں معافی مانگنے لگا: ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپؐ کتنے بردبار، کریم اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں خدا کی قسم میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو میں اس سے بے نیاز ہوتا''۔

نبی اسلام ﷺ نے مہربانی سے یوں فرمایا: اے ابوسفیان تجھ پر وائے ہو، کیا میں نے تیرے لئے یہ بیان نہیں کیا کہ تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟''۔

ابوسفیان اپنے دل میں مخفی کفر و شرک والحاد کو نہ چھپا سکا اور اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، آپ کتنے حلیم، کریم اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں میرے دل میں اب بھی شرک کا شائبہ موجود ہے۔

جناب عباس نے ایمان نہ لانے کی صورت میں اس کو درپیش خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے: تجھ پر وائے ہو مسلمان ہو جا! اس سے پہلے کہ تیری گردن اڑائی جائے کہہ دے: اشھد ان لا الہ الا اللہ و انّ محمداً رسول اللہ۔

خبیث کبھی بھی پلیدگی و گندگی سے پاک نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس نے بڑی کراہت کے ساتھ زبان سے اسلام کا اعلان کیا لیکن اس کے دل میں کفر و نفاق اسی طرح موجیں مارتا رہا۔

نبیؐ نے اپنے چچا عباس سے ابوسفیان کو ایک تنگ وادی میں قید کرنے کے لئے کہا تا کہ اس کے پاس سے لشکر اسلام گذرے جس کو دیکھ کر قریش ڈر جائیں جناب عباس اس کو لیکر ایک تنگ وادی میں گئے اور اس کے پاس سے ہتھیاروں سے لیس لشکر اسلام گذرا تو جناب عباس نے اس سے سوال کیا: یہ کون ہے؟

سلیم۔

میرے اور سلیم کے مابین کیا ہے؟

اس کے پاس سے لشکر کی دوسری ٹکڑی گذری تو اس نے عباس سے کہا: یہ کون ہے؟

مزینہ۔

میرے اور مزینہ کے مابین کیا ہے؟

اس کے بعد اس کے پاس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہرے جھنڈوں والا گروہ گذرا جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے بڑے اصحاب اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے، ابوسفیان مبہوت ہوکر رہ گیا اور اس نے سوال کیا کہ: یہ کس کا گروہ ہے؟

یہ مہاجرین اور انصار کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپ کے بھتیجے کا ملک بڑا ہو گیا اور ان کی حکومت وسیع ہوگئی۔

جناب عباس نے کہا: اے ابوسفیان، یہ نبوت ہے۔

ابوسفیان نے اپنا سر اٹھاتے ہوئے مذاقیہ لہجہ میں کہا: ہاں تبھی تو۔

یہ جاہل شخص ایمان لانے والا نہیں تھا، وہ اس کو بادشاہت وسلطنت سمجھ رہا تھا، پھر عباس نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ جلدی سے مکہ واپس پلٹ گیا اور اس نے یہ کہا: اے معشر قریش یہ جو کچھ تمہارے پاس لیکر آئیں اس کو قبول نہ کرنا، اور جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں رہے گا ....

قریش نے اس سے کہا: ہمیں تمہارے دروازے کی ضرورت نہیں ہے۔

جو اس کا دروازہ بند کرے گا وہ امان میں ہے اور جو مسجد میں داخل ہوگا وہ بھی امان میں رہے گا۔

قریش کو کچھ سکون ہوا تو انھوں نے جلدی سے ابوسفیان کے گھر اور مسجد کا گھیرا ڈال دیا۔ ہند ابوسفیان کے پاس بڑے رنج وغم سے بھرے دل کے ساتھ گئی وہ چیخ چیخ کر ابوسفیان کے خلاف قوم کو ابھار رہی تھی کہ اس خبیث وپلید کو قتل کردو....

ابوسفیان اُن کو ایسی غلطی کرنے سے روک رہا تھا اور ان سے تسلیم ہونے کو کہہ رہا تھا، نبیؐ اپنے اسلامی لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے جس کے ذریعہ اللہ نے قریش کو ذلیل کیا، کمزور مسلمانوں کو خوشبخت کیا، نبی کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے، آپؐ نے ان بتوں کا صفایا کیا جن کی قریش پرستش کیا کرتے تھے، نبیؐ نے ھُبل کی آنکھ پر کمان مارتے ہوئے فرمایا: ''جَاءَ الحَقُ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا'' ''حق آیا باطل مٹ گیا بیشک باطل کو تو مٹنا ہی تھا'' اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے کندھوں پر چڑھ کر بتوں کو توڑ دیں، اور بیت اللہ الحرام کو پاک کریں آپؑ اُن بتوں کو اٹھا

اٹھا کر نیچے پھینکتے جا رہے تھے، یہاں تک کہ آپؑ نے سب کا صفایا کر دیا، یوں اسلام کے بہادر کے ہاتھوں بتوں کا صفایا ہوا، جس طرح آپؑ کے جد خلیل نے بتوں کو تہس نہس کیا تھا۔

حجۃ الوداع

جب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حظیرۃ القدس ''جنت'' میں منتقل ہونے کا یقین ہو گیا تو آپؐ نے بیت اللہ الحرام کا حج اور امت کے لئے ایک سیدھے راستہ کا معین کرنا لازم سمجھا، آپؐ ۱۰ھ میں آخری حج کرنے کی غرض سے نکلے اور آپؐ نے امت کے لئے اپنے اس دنیا سے آخرت کی طرف عنقریب کوچ کرنے کے سلسلہ میں یوں اعلان فرمایا: ''اِنِی لَا اَدرِي لَعَلِّي لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا بِهٰذَا الْمَوْقِفِ اَبَداً..''، ''مجھے نہیں معلوم کہ میں اس سال کے بعد اس جگہ تمھیں دیکھ سکوں گا''۔

حجاج خوف و گھبراہٹ کے ساتھ چل پڑے وہ بڑے ہی رنجیدہ تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں، نبیؐ نے ان کے لئے ہدایت کا ایسا راستہ معین فرما دیا تھا جس سے وہ فتنوں سے دور رہیں اور یہ فرما کر ان کی اچھی زندگی گذرنے کی ضمانت لے رہے تھے: ''ایها النَّاسُ، اِنِیْ تَرَکْتُ فِيکُمُ الثَّقَلَيْنِ، کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي اَهْلَ بَيْتِي ...''۔

''اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب خدا اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ہیں...''۔

کتاب اللہ سے متمسک رہنا، اس میں بیان شدہ احکام پر عمل کرنا اور اہل بیت نبوت سے محبت و دوستی کرنا کہ اسی میں امت کی گمراہی سے نجات ہے حج کے اعمال تمام کرنے کے بعد نبیؐ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپؐ نے اسلامی تعلیمات اور اس کے احکام بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا: ''لاترجعوا بعدی کفاراً مُضَلِّلِيْنَ يَمْلِکُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اِنِّي خَلَفْتُ فِيکُم مَاإنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا: کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِي، اَلَاهَلْ بَلَّغْتُ؟''۔

''میرے بعد کافر نہ ہو جانا، لوگوں کو گمراہ نہ کرنا، ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا، میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اُن سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیتؑ ہیں، آگاہ ہو جاؤ کیا میں نے (احکام الٰہی) پہنچا دیا؟''

سب نے ایک ساتھ مل کر بلند آواز میں کہا: ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ..اِنَّکُمْ مَسْئُوْلُوْنَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ''۔(۱)

''خدایا! گواہ رہنا.. تم حاضرین کی ذمہ داری ہے کہ اس پیغام کو غائبین تک پہنچا دیں''۔ ہم اس خطبہ کا کچھ حصہ حیاۃ الامام امیر المومنینؑ میں ذکر چکے ہیں۔

غدیر خم

حج کے ارکان بجالانے کے بعد نبیؐ اور آپؐ کے ساتھ حج کے قافلے مدینہ کی طرف واپس آرہے تھے، جب غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو جبرئیل اللہ کے حکم سے نازل ہوئے کہ آپؐ اپنے قافلہ کو اسی مقام پر روک کر حضرت علیؑ کو اپنے بعد اس امت کا خلیفہ اور امام بنا دیجئے اور اس کے انجام دینے میں بالکل تاخیر نہ فرمائیں چنانچہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿یَاأَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہُ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ..﴾۔(۲)

''اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کو بہت اہمیت دی اور پختہ ارادہ کے ساتھ اُس پر عمل کا فیصلہ کیا آنحضرتؐ نے اپنے قافلہ کو اسی گرمی کی شدت سے مرجھائے ہوئے درختوں کے نیچے روک دیا اور دوسرے قافلوں کو بھی وہاں ٹھہر کر اپنے خطبہ سننے کی تلقین فرمائی، آپؐ نے نماز ادا کرنے کے بعد اونٹوں کی کجاووں سے منبر بنانے کا حکم دیا جب منبر بن کر تیار ہو گیا تو آپؐ نے منبر پر جا کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اعلان فرمایا کہ جس نے اسلام کی راہ میں مشکلیں برداشت کیں اور اس راستہ میں ان کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا میں نے ان کو اس خطرے سے نجات دلائی، پھر اُن سے یہ فرمایا: میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیسا برتاؤ کروگے؟''۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ جلد ۱، صفحہ ۱۹۵۔ منقول از تاریخ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۹۰۔

۲۔ سورۂ مائدہ، آیت ۶۷۔

قوم میں سے ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقلین کیا ہے؟

”ثقل اکبر: اللہ کی کتاب ہے جس کا ایک سرا اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اس سے متمسک رہنا تو گمراہ نہیں ہوگے، اور دوسری چیز ثقل اصغر: میری عترت ہے، اور لطیف و خبیر خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں، میں نے اپنے پروردگار سے اس سلسلہ میں دعا کی ہے اور ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ہی اُن کے بارے میں کوتاہی کرنا کہ اس کا نتیجہ بھی ہلاکت ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے وصی اور اپنے شہر علم کے دروازے امام امیر المومنینؑ کی مسلمانوں پر ولایت واجب قرار دی، اُن کو اس امت کی ہدایت کے لئے معین کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! مومنین کے نفسوں پر تصرف کے سلسلہ میں خود اُن سے اولیٰ کون ہے؟

سب نے ایک ساتھ کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ میرا مولا ہے، میں مومنین کا مولا ہوں، میں اُن کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ و بہتر ہوں پس جس جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔

آپؐ نے اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی، پھر مزید فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ وَالِ من والاہ، وعادمن عاداہ، واحبَّ مَنْ احبَّہُ، وَابغض من ابغضہ، وَانصرمن نصرہ، واخذُلْ مَنْ خذلہ وادرِالحقَ مَعَہُ حیثُ دارَ، اَلا فلیبلغ الشاھدُ الغَائِبَ...“۔

”اے خدا! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ، جو اس سے دشمنی رکھے تو اسے دشمن رکھ، جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر، جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو اس کو رسوا کرے تو اس کو رسوا و ذلیل کر، پالنے والے! حق کو اس طرف موڑ دے جدھر یہ جائیں آگاہ ہو جاؤ حاضرین غائبین تک یہ پیغام پہنچا دیں“۔

خطبہ کا اختتام اس امت کے لئے عام مرجعیت اور اپنے بعد مسلمانوں کے امور انجام دینے کے لئے رہبر و رہنما معین فرمانے پر ہوا۔

تمام مسلمانوں نے قبول کیا، امامؑ کی بیعت کی اور تمام مسلمانوں نے مبارکباد پیش کی، نبیؐ نے امہات المومنین کو بھی بیعت کرنے کا حکم دیا۔(۱) عمر بن خطاب نے آگے بڑھ کر امامؑ کو مبارکباد دی، مصافحہ کیا اور اپنا یہ مشہور مقولہ کہا: مبارک ہوا ے علی بن ابی طالبؑ آج آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے ہیں۔(۲)

حسان بن ثابت نے یہ اشعار پڑھے:

''یُنادِیْهِمْ یَوْمَ الغَدِیْرِ نَبِیُّهُمْ — بِخُمٍّ وَاَسْمِعْ بِالرَّسُوْلِ مُنادِیاً

فقالَ فَمَنْ مَولاکُم و نبیُّکُمْ — فقالُوا وَلَمْ یُبْدُوا هُناکَ التعامِیَا

اِلٰهُکَ مَوْلانا وَاَنْتَ نَبِیُّنا — وَلَمْ تَلْقَ مِنّا فِی الْوِلایَةِ عاصِیا

فقالَ لَهُ قُمْ یا عَلِیُّ فَاِنَّنِی — رَضِیْتُکَ مِنْ بَعْدِی اِماماً وهادِیا

فَمَنْ کُنْتُ مَوْلاهُ فهٰذا ولِیُّهُ — فکونوا لَهُ اَتْباعَ صِدْقٍ مَوالِیا

هُناکَ دعا اللّٰهُمَّ والِ ولِیَّهُ — وکُنْ للذي عادَي علیاً مُعادِیا (۳)

''غدیر کے دن اُن کو اُن کا نبی میدان خم میں پکار رہا تھا۔

نبیؐ نے فرمایا اے لوگو! تمہارا مولا و نبی کون ہے؟ لوگوں نے بیساختہ کہا۔

آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے نبی ہیں، اور آپ ہم سے کسی مخالفت کا مشاہدہ نہیں کریں گے۔

اس وقت حضور نے مولائے کائنات سے فرمایا: اے علیؑ کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں نے تم کو اپنے بعد کے لئے امام اور ہادی منتخب کر لیا ہے۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں تو اُس کے سچے پیروکار اور دوست دار ہو جاؤ۔

۱۔ الغدیر، جلد ۲، صفحہ ۳۴۔

۲۔ مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۲۸۱۔

۳۔ الغدیر، جلد ۱، صفحہ ۲۷۱۔

اُس وقت آپؐ نے دعا فرمائی: خدایا علیؑ کے دوستدار کو دوست رکھ اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ'' علامہ علائلی کے بقول بیشک غدیر خم میں امام کی بیعت کرنا رسالتِ اسلام کا جزء ہے جس نے اس کا انکار کیا اس نے اسلام کا انکار کیا۔

ابدی غم

جب نبی اپنے پروردگار کی رسالت اور امیر المومنینؑ کو اس امت کا رہبر و مرجع معین فرما چکے تو روز بروز آپ کمزور ہوتے گئے، آپ کو شدید بخار ہو گیا، آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے جب آپؐ کی ازواج نے اپنے ہاتھ سے نبیؐ کے ہاتھ کو دیکھا اسوقت بخار کی حرارت کا احساس ہوا،(۱) جب مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی تو آپؐ نے ان کو اپنی موت کی خبر دی، اور ان کو یوں دائمی وصیت فرمائی:

''ایها الناس،یوشک أنْ اقبض قبضاً سریعاً فینطلق بي وقدمت الیکم القول مَعْذِرَةً اِلَیْکُمْ،اَلااِنِّي مُخَلِفُ فیکم کِتاب اللّٰه عزَّوجلَّ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَیْتِيْ ...''۔

''اے لوگو!عنقریب میں داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہوں ...آگاہ ہو جاؤ میں تمہارے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب اور اپنی عترت اپنے اہل بیت کو چھوڑے جا رہا ہوں''۔

موت آپ سے قریب ہوتی جا رہی تھی، آپ کو واضح طور پر یہ معلوم تھا کہ آپؐ کے اصحاب کا ایک گروہ آپؐ کے اہل بیتؑ سے خلافت چھیننے کے سلسلہ میں جد و جہد کر رہا ہے، آپؐ نے ان سے شہر مدینہ کو خالی کرانے میں بہتری سمجھی، ان کو غزوۂ روم کیلئے بھیجنا چاہا، لشکر تیار کیا گیا، جس کی ذمہ داری نوجوان اسامہ بن زید کو سونپی گئی، بڑے اصحاب اس میں شامل ہونے سے کترانے لگے، انھوں نے اپنے مشورہ کے تحت لشکر تیار کیا کیونکہ ان کا اُس لشکر سے ملحق ہونا دشوار تھا، اس وقت رسول اللہ منبر پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا: ''نَفِذُوا جَیْشَ اُسَامَةَ .. ''، ''لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَةَ .. ''۔

''اسامہ کے لشکر سے جا کر ملحق ہو جاؤ''، ''جس نے اسامہ کے لشکر سے تخلف کیا اس پر خدا کی لعنت ہے''۔

۱۔البدایہ والنہایہ، جلد ۵،صفحہ ۲۶۔

نبیؐ کی اس طرح سخت انداز میں کی گئی ان نصیحتوں کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور انھوں نے نبی کے فرمان پر کان نہیں دھرے، اس سلسلہ میں اہم بحثوں کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسن'' میں بیان کر دیا ہے۔

جمعرات، مصیبت کا دن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصی اور باب مدینۃ العلم کے لئے غدیر کے دن کی بیعت اور شوریٰ کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے یہ بہتر سمجھا اور آپؐ نے فرمایا: ''اِئتُونِی بِالْکَتِفِ وَالدَّوَاۃِ لَاَکْتُبَ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَہُ اَبَداً ...''۔

''مجھے کاغذ اور قلم لا کر دو تاکہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ تحریر کر دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو''۔

مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی نعمت تھی، سرورِ کائنات اس طرح اپنی امت کو گمراہی سے بچنے کی ضمانت دے رہے تھے تاکہ امت ایک ہی راستہ پر چلے جس میں کسی طرح کا کوئی بھی موڑ نہ ہو، امت اسلامیہ کی ہدایت اور اصلاح کے لئے اس نوشتہ سے بہتر کونسا نوشتہ ہو سکتا ہے؟ یہ نوشتہ علیؑ کے بارے میں آپ کی وصیت اور اپنے بعد امت کے لئے ان کے امام ہونے کے سلسلہ میں تھا۔

بعض اصحاب، نبیؐ کے مقصد سے باخبر تھے کہ نبی اس نوشتہ کے ذریعہ اپنے بعد علیؑ کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، لہٰذا اس بات کی یہ کہکر تردید کردی: ''حسبنا کتاب اللّٰہ ... ''ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ...''

اس قول کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے والے اس کے کہنے والے کی انتہا تک پہنچ جائیں گے کیونکہ اس کو مکمل یقین ہو گیا کہ نبی اس نوشتہ کے ذریعہ اپنے بعد علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں اور اگر اس کو یہ احتمال بھی ہوتا کہ نبی سرحدوں یا کسی دینی شعائر کی حفاظت کے بارے میں وصیت کرنا چاہتے ہیں تو اس میں یہ کہنے کی ہمت نہ ہوتی۔

بہر حال حاضرین میں بحث و جدال ہونے لگا ایک گروہ کہہ رہا تھا کہ نبیؐ کے حکم کی تعمیل کی جائے اور دوسرا گروہ نبی اکرمؐ اور نوشتہ کے درمیان حائل ہونا چاہتا تھا، کچھ امہات مومنین اور بعض عورتیں نبی کے آخری وقت میں آنحضرتؐ کے حکم کے سامنے اس طرح کی جرأت سے منع کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں: کیا تم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں سن رہے ہو؟ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو عملی جامہ نہیں پہناؤ گے؟

اس جنگ وجدل کے بانی عمر نے عورتوں پر چیختے ہوئے کہا: اِنَّکُنَّ صویحبات یوسف اذامرض عصرتن أعینکنّ، واذاصحّ رکبتن عنقه ۔ ''تم یوسف کی سہیلیاں ہو جب وہ بیمار ہو جاتے ہیں تو تم رونے لگتی ہو اور جب وہ صحت مند ہو جاتے ہیں تو ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو''

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''ان کو چھوڑ دو یہ تم سے بہتر ہیں...''۔

حاضرین کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا عنقریب تھا کہ نبی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو بعض حاضرین نبی کے اس فعل میں حائل ہوتے ہوئے کہنے لگے: ''نبی کو ہذیان ہو گیا ہے''۔(۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس سے بڑی اور کیا جرأت ہو سکتی ہے، مرکز نبوت پر اس سے زیادہ اور کیا ظلم وستم اور زیادتی ہو سکتی ہے کہ نبی پر ''ہذیان ہونے کی تہمت لگائی جائے، جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوَی .وَمَا یَنْطِقُ عَنْ الْهَوَی .إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ یُوحَی. عَلَّمَهُ شَدِیدُ الْقُوَی﴾۔(۲)

''تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا، اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے، اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے، اسے نہایت طاقت والے نے تعلیم دی ہے''۔

(معاذ اللہ) نبی کو ہذیان ہو گیا ہے جن کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ کَرِیمٍ . ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَکِینٍ﴾۔(۳)

''بیشک یہ ایک معزز فرشتے کا بیان ہے، وہ صاحب قوت ہے اور صاحب عرش کی بارگاہ کا مکین ہے''۔

۱۔ یہ واقعہ تمام مورخین نے دلیل کے ساتھ نقل کیا ہے، بخاری نے اس واقعہ کو متعدد مرتبہ جلد ۴، صفحہ ۶۸، ۶۹۔ جلد ۶، صفحہ ۸ میں نقل کیا ہے لیکن اس کے قائل نام نہیں بیان کیا۔ نہایہ ابن اثیر اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۳، صفحہ ۱۱۴ میں اور دوسرے راویوں نے اس واقعہ کو نقل کرنے والوں کے نام بیان کئے ہیں۔

۲۔ سورۂ نجم، آیت ۲۔۵۔ ۳۔ سورۂ تکویر، آیت ۱۹۔۲۰۔

قارئین کرام! ہمیں اس واقعہ کو غور کے ساتھ دیکھنا چاہئے جذبات سے نہیں، کیونکہ اس کا تعلق ہمارے دینی امور سے ہے، اس سے ہمارے لئے حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اسلام کا مقابلہ کرنے والوں کے مکر پر دلیل قائم ہوتی ہے۔

بہر حال ابن عباس امت کے نیکوکار افراد میں سے ہیں جب ان کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ ہوا تو ان کا دل حزن وغم اور حسرت و یاس سے پگھل کر رہ گیا وہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر موتیوں کی طرح آنسو کے قطرے بہنے لگے اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے: جمعرات کا دن، جمعرات کے دن کیا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''اِئتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ لأَكْتُبَ لَكُمْ كِتَاباً لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَداً...''۔

''مجھے کاغذ اور قلم لا کر دو تا کہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ تحریر کر دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو'' مجمع نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہذیان ہو گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) (۱)

سب سے زیادہ یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ اگر نبیؐ امامؑ کے حق میں کوئی نوشتہ تحریر فرما دیتے تو لکھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا، اس لئے انھوں نے نبیؐ کی کوئی پرواہ کرتے ہوئے ان پر ہذیان کی تہمت لگا دی اور واضح طور پر نبی کی قداست کو مجروح کر دیا۔

جنت کا سفر

اب رسول، لطف الٰہی سے آسمان کی طرف رحلت کرنے والے تھے، جس نور سے دنیا منور تھی وہ جنت کی طرف منتقل ہونے جا رہا تھا، ملک الموت آپؐ کی روح کو لینے کیلئے رسولؐ سے قریب ہو رہے تھے، لہٰذا آپؐ نے اپنے وصی اور اپنے شہر علم کے دروازے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ضَعْ رَاسِيْ فِيْ حِجْرِكَ، فَقَدْ جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ، فَاِذَا فَاضَتْ نَفْسِيْ فَتَنَاوَلْهَا، وَامْسَحْ بِهَا وَجْهَكَ، ثُمَّ وَجِّهْنِيْ اِلَى الْقِبْلَةِ، وَتَوَلَّ اَمْرِيْ، وَصَلِّ عَلَىٰ اَوَّلَ النَّاسِ، وَلَاتُفَارِقْنِيْ حَتّٰى

۱۔ مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۳۵۵۔

تَوَارِيْنِي فِيْ رَمْسِيْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَل "۔

"میرا سر اپنی آغوش میں رکھ لو، اللہ کا امر آچکا ہے جب میری روح پرواز کر جائے تو مجھے رکھ دینا، اس سے اپنا چہرہ مس کرنا، پھر مجھے روبقبلہ کر دینا، تم میرے ولی امر ہو، تم مجھ پر سب سے پہلے صلوات بھیجنے والے ہو، اور مجھے دفن کرنے تک مجھے نہ چھوڑنا اور اللہ سے مدد مانگو"۔

امامؑ نے نبی کا سر مبارک اپنی گود میں رکھا، آنحضرت کا داہنا ہاتھ تحت الحنک سے ہٹا کر سیدھا کیا، ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ آپ کی عظیم روح پرواز کر گئی اور امامؑ نے آنحضرتؐ کے چہرۂ اقدس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔(۱)

زمین کانپ گئی، نور عدالت خاموش ہو گیا... غم واندوہ کی دنیا میں یہ کیسا یادگار دن تھا ایسا دن کبھی نہ آیا تھا۔

مسلمانوں کی عقلیں زائل ہو گئیں، مدینہ کی بزرگ عورتوں نے اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رونا شروع کیا وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھیں، امہات المومنین نے اپنے سروں سے چادریں اُتار دیں، وہ اپنا سینہ پیٹ رہی تھیں اور انصار کی عورتیں چیخ چیخ کر اپنے حلق پھاڑے ڈال رہی تھیں۔(۲)

سب سے زیادہ رنجیدہ وغمگین اہل بیتؑ اور آپ کی جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں، آپؑ اپنے پدر بزرگوار کے لاشہ پر رو رو کر یوں بین کر رہی تھیں:

"واابتاہ "!"اے پدر بزرگوار"۔

"وانبیّ رحمتاہ "۔"اے نبی رحمت"۔

"الآن لاياتي الوحي"۔

"اب جبرئیل وحی لے کر نہیں آئیں گے"۔

۱۔مناقب، جلد۱، صفحہ۲۹۔اس مطلب پر متعدد متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر اقدس علیؑ کی آغوش میں تھا ملاحظہ کیجئے طبقات ابن سعد جلد۲ صفحہ۵۱۔مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۲۹۳۔کنز العمال، جلد۴، صفحہ۲۵۵۔ذخائر العقبیٰ، صفحہ۹۴۔ریاض النضرہ، جلد۲، صفحہ۲۱۹۔

۲۔انساب الاشراف، جلد۱، صفحہ۵۷۴۔

''الآن ینقطع عنّا جبرئیلُ ''۔

''اب ہم سے جبرئیل کا رابطہ ختم ہوجائیگا''۔

''اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْ روحي بروحه،وَاشفعني بالنظر الیٰ وجهه،ولاتحرِمْنِي اَجْرَهُ وَشفاعتهُ یَوْمَ القِیامةِ''(۱)۔

''پروردگار میری روح کو میرے پدر بزرگوار سے ملحق کردے،اور میری میرے پدر بزرگوار کے چہرے پر نظر ڈالنے سے شفاعت کرنا،اور مجھے قیامت کے دن اس کے اجر اور ان کی شفاعت سے محروم نہ کرنا''۔

آپ آنحضرتؐ کے جنازہ کے گرد گھوم رہی تھیں اور یوں خطاب کررہی تھیں:

''وَاَبَتَاهُ ! الیٰ جِبْرِئیلَ اَنْعَاهُ ''۔اے پدر بزرگوار! جبرئیل نے آپ کی موت کی خبر دی۔

''وَاَبَتَاهُ ! جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ''۔اے پدر بزرگوار آپ کا ملجا و ماوا جنت الفردوس ہے۔

''وَاَبَتَاهُ! اَجَابَ رَبّاً دَعَاهُ ''۔(۲) اے پدر بزرگوار آپؐ نے اپنے پرورگار کی آواز پر لبیک کہی۔

اور حیرانی اور اس عالم میں کہ آپ مصیبت کی بنا پر حواس باختہ ہوگئی تھیں آپ کی ایسی حالت ہوگئی تھی لگتا تھا کہ آپ کے جسم سے روح مفارقت کرگئی ہو۔

آنحضرتؐ کے جنازہ کی تجہیز

امامؑ اپنے چچازاد بھائی کے جنازے کی تجہیز کررہے تھے،حالانکہ آپؑ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا،آپؑ آنحضرتؐ کے جسم اقدس کو غسل دیتے وقت کہتے جارہے تھے:''بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ،لَقَدْ اِنْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَالَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَّصْتَ حَتّیٰ صِرْتَ مُسَلِّیاًعَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّیٰ صَارَالنَّاسُ فِیْکَ سِوَاءً.وَلَوْلَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ،وَنَهَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَا نْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّئُوْنِ وَلَکَانَ الدَّاء

۱۔تاریخ خمیس،جلد۲،صفحہ۱۹۲۔

۲۔سیر اعلام النبلاء،جلد۲،صفحہ۸۸۔سنن ابن ماجہ،جلد۲،صفحہ۲۸۷۔۲۸۸۔اس میں حماد بن زید سے روایت ہے کہ:میں نے راوی حدیث کی اس حدیث کو بیان کرتے وقت روتے اور اس کی حالت متغیر ہوتی دیکھی۔

مُماطِلاً، وَالْکَمَدُ مُخَالِفاً''۔(۱)

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں یا رسول اللہ آپ کی موت سے وہ تمام چیزیں منقطع ہو گئیں جو آپ کے علاوہ کسی نبی کی موت سے منقطع نہ ہوئیں، جیسے آسمانی خبریں، آپ اس طرح سمٹے کہ تمام لوگوں سے گوشہ نشین ہو گئے اور اس طرح پھیلے کہ لوگ آپ کی نظر میں یکساں ہو گئے، اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور نالہ وفریاد کرنے سے نہ روکا ہوتا تو روتے روتے ہماری آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ہوتے اور ہم بیمار ہو جاتے''

غسل دینے کے بعد آپؑ نے آنحضرتؐ کے جسم اطہر کو کفن پہنایا اور تابوت میں رکھا۔

جسم اطہر پر نماز جنازہ

سب سے پہلے اللہ نے عرش پر آنحضرتؐ کی نماز جنازہ پڑھی، اس کے بعد جبرئیل، پھر اسرافیل اور اس کے بعد ملائکہ نے گروہ گروہ (۲) کرکے نماز جنازہ ادا کی، جب مسلمان نبیؐ کے جنازہ پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے بڑھے تو امامؑ نے اُن سے فرمایا: ''لایَقُوْمُ عَلَیْهِ اِمامٌ مِنْکُمْ،هُوَ اِمامُکُمْ حَیّاًوَمَیِّتاً''، ''تم میں سے کوئی امامت کے لئے آگے نہ بڑھے اس لئے کہ آپ حیات اور ممات دونوں میں امام ہیں'' لہٰذا وہ لوگ ایک ایک گروہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے، اور ان کا کوئی پیش امام نہیں تھا، مخصوص طور پر مولائے کائنات حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہ لوگ صف بہ صف نماز پڑھ رہے تھے اور امام کے قول کو دُہراتے جا رہے تھے جس کی نص یہ ہے: ''اَلسَّلامُ عَلَیکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ..اَللّٰهُمَّ اِنّا نَشْهَدُ اَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَااُنْزِلَ اِلَیْهِ،وَنَصَحَ لِاُمَّتِهِ،وَجَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّیٰ اَعَزَّاللّٰهُ دِیْنَهُ وَتَمَّتْ کَلِمَتُهُ.اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْنَامِمَّنْ یَتَّبِعُ مَااُنْزِلَ اِلَیْهِ،وَثَبِّتْنَا بَعْدَهُ،وَاجْمَعْ بَیْنَنَابَیْنَهُ''

''سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبیؐ اور اس کی رحمت اور برکت ہو آپؐ پر۔۔۔ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا وہ آپؐ نے پہنچا دیا، امت کی خیر خواہی کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ نے آپؐ کے دین کو قوی اور مضبوط بنا دیا، اور اس کی بات مکمل ہو گئی، اے خدا ہم کو ان لوگوں میں سے قرار دیا جن پر تو نے نازل

۱۔نہج البلاغہ، جلد ۲، صفحہ ۲۵۵۔

۲۔حلیۃ الاولیاء، جلد ۴، صفحہ ۷۷۔

کیا اور انھوں نے اس کی اتباع کی، ہم کو بعد میں اس پر ثابت قدم رکھ، اور ہم کو ان کو آخرت میں ایک جگہ جمع کرنا''

نماز گذار کہہ رہے تھے: آمین ۔ (۱)

مسلمان نبی اکرمؐ کے جنازے کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کو وداع کرتے جا رہے تھے، جو آنحضرتؐ سے قریب تھے اُن پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے کیونکہ ان کو نجات دلانے والا اور ان کا معلم دنیا سے اٹھ چکا تھا، جس نے ان کیلئے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ منظم شہری نظام کی بنیاد رکھی، اب وہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا۔

جسم مطہر کی آخری پناہ گاہ

جب مسلمان اپنے نبی کے جسم اقدس پر نماز پڑھ چکے تو امامؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قبر کھودی، اور قبر کھودنے کے بعد جسم اطہر کو قبر میں رکھا تو اُن کی طاقت جواب دے گئی، آپؑ قبر کے اندر کھڑے ہوئے قبر کی مٹی کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہوئے فرمایا: ''اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّا عَنْکَ، وَاِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّا عَلَیْکَ، وَاِنَّ الْمُصَابَ بِکَ لَجَلِیْلٌ، وَاِنَّہٗ قَبْلَکَ وَبَعْدَکَ لَجَلَلٌ'' ۔ (۲)

''آپؐ کے علاوہ سب پر صبر کرنا جمیل ہے، آپؐ کے علاوہ پر آہ و نالہ کرنا درست نہیں ہے، آپؐ پر مصاب ہونا جلالت و بزرگی ہے اور بیشک اس میں آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد بزرگی ہے''۔

اس یادگار دن میں عدالت کے پرچم لپیٹ دیے گئے، ارکان حق کانپ گئے، اور کائنات کو نورانی کرنے والا نور ختم ہو گیا، وہ نور ختم ہو گیا جس نے انسانی حیات کی روش کو اس تاریک واقعیت سے جس میں نور کی کوئی کرن نہیں تھی ایسی با امن حیات میں بدل دیا جو تمدن اور انصاف سے لہلہا رہی تھی اس میں مظلوموں کی آہیں اور محروموں کی کراہیں مٹ رہی تھیں، خدا کی نیکیاں بندوں پر تقسیم ہو رہی تھیں جن نیکیوں کا کوئی شخص اپنے لئے ذخیرہ نہیں کر سکتا۔

۱۔ کنز العمال، جلد ۴، صفحہ ۵۴۔

۲۔ نہج البلاغہ، صفحہ ۳۰۹۔

سقیفہ کا اجلاس

دنیائے اسلام میں مسلمانوں کا کبھی اتنا سخت امتحان نہیں لیا گیا جتنا سخت امتحان سقیفہ کے ذریعہ لیا گیا، وہ سقیفہ جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنوں کی آگ بھڑک اٹھی، اوران کے درمیان قتل وغارت کا دروازہ کھل گیا۔

انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن سقیفہ بنی ساعدہ میں میٹنگ کی جس میں انھوں نے اوس اور خزرج کے قبیلوں کو شریک کر کے یہ طے کیا کہ خلافت ان کے درمیان سے نہیں جانی چاہئے، مدینہ والوں کو مہاجرین کا اتباع کرتے ہوئے علیؑ کی بیعت نہیں کرنا چاہئے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ بنایا تھا اور غدیر خم کے میدان میں علی الاعلان ان کو خلیفہ معین فرمایا تھا، انھوں نے ایک ہی گھر میں نبوت وخلافت کے جمع ہونے کا انکار کیا، جیسا کہ بعض بزرگان نبیؐ کے علیؑ کے حق میں نوشتہ لکھنے کے درمیان حائل ہوئے، اورانھوں نے نبیؐ کے فرمان کو نافذ کرنے کے بجائے اس کو ترک کر دیا۔

بہرحال رسولؐ کے لشکر میں انصار طاقت وقوت کے اعتبار سے اصل ستون سمجھے جاتے تھے لیکن رسولؐ کی رحلت کی وجہ سے قریش کے گھروں میں رنج وغم اور ماتمی لباس عام ہو چکا تھا لہٰذا جو افراد انصار سے بیحد بغض و کینہ رکھتے تھے، انھوں نے انصار کے ڈر کی وجہ سے اجلاس منعقد کرنے میں بہت ہی عجلت سے کام لیا۔

حباب بن منذر کا کہنا ہے: ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ تمہارے بعد وہ لوگ ہم سے ملحق ہو جائیں جن کی اولاد آباء واجداد اور اُن کے بھائیوں کو ہم نے قتل کیا ہے''۔(۱)

حباب کی دی ہوئی خبر محقق ہوئی چونکہ کم مدت والے خلفاء کی حکومت ختم نہیں ہوئی تھی کہ امویوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی، امویوں نے اُن کو بہت زیادہ ذلیل ورسوا کیا، معاویہ نے تو ظلم وستم کرنے میں انتہاء کر دی، جب اس کا بیٹا یزید تخت حکومت پر بیٹھا تو اُس نے اُن پر ظلم وستم کئے اُن کی آبرو ریزی کی، ان کو سخت ایذا و تکلیف پہنچائی، اُس نے واقعہ حرہ میں جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اُن کے

۱۔حیاۃ الامام الحسینؑ، جلد ۱، صفحہ ۲۳۵۔

اموال، خون اور آبروریزی کو مباح کر دیا تھا۔

بہر حال کچھ انصار نے سعد کو خلافت کا حقدار قرار دیا اور کچھ نے قبیلہ اوس کے سردار حُضیر بن اُسید کو خلافت کے لئے بہتر سمجھا، انھوں نے اور قبیلہ سعد یعنی خزرج سے سخت بغض و کینہ کی وجہ سے اس کیلئے بیعت سے انکار کیا، ان دونوں کے مابین بہت گہرے اور پرانے تعلقات تھے، عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی انصار کے ہم پیمان کو بہت جلد سقیفہ میں رونما ہونے والے واقعہ سے اور ابوبکر و عمر کو آگاہ کیا تو یہ دونوں جزع و فزع کرتے ہوئے جلدی سے سقیفہ پہنچے، وہ دونوں انصار پر اس طرح دھاڑے کہ جو کچھ ان کے ہاتھوں میں تھا وہ زمیں بوس ہو گیا، سعد کا رنگ اڑ گیا، ابوبکر و انصار کے مابین گفتگو ہونے کے بعد ابوبکر کے گروہ نے اٹھ کر ان (ابوبکر) کی بیعت کر لی، اس بیعت کے اصل ہیرو عمر تھے، انھوں نے یہ کھیل کھیلا، لوگوں کو اپنے ہم نشین کی بیعت کے لئے ابھارا، ابوبکر اپنے گروہ کے ساتھ سقیفہ سے نکل کر مسجدِ رسول تک تکبیر و تہلیل کے سایہ میں پہنچے، اس بیعت میں خاندانِ رسالت، اسی طرح بڑے بڑے صحابہ جیسے عمار بن یاسر، ابوذر اور مقداد کے ووٹ باطل قرار دئے گئے۔

ابوبکر کی بیعت کے متعلق امام کا ردّ عمل

تمام مورخین اور راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امامؑ، ابوبکر کی بیعت سے سخت ناراض تھے، کیونکہ آپؑ اس کے اس سے زیادہ سزاوار اور حقدار تھے، آپؑ کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت تھی جو موسیٰؑ کی ہارون سے تھی، آپؑ کی جد و جہد اور جہاد سے اسلام مستحکم ہوا، آپ اسلام کے سلسلہ میں بڑے بڑے امتحانات سے گذرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو اپنا بھائی کہہ کر پکارا اور مسلمانوں سے فرمایا: ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' لیکن انھوں نے بیعت کرنے سے منع کیا، ابوبکر اور عمر نے آپؑ سے زبردستی بیعت لی، عمر بن خطاب نے اپنے دوستوں کے ساتھ آپؑ کے گھر کا گھیراڈال دیا، وہ آپؑ کو دھمکیاں دے رہے تھے اپنے ہاتھ میں آگ لئے ہوئے تھے، بیت وحی کو جلانا چاہتے تھے، جگر گوشۂ رسول سیدۃ نساء

کر فرمایا: اے عمر بن خطاب تم کس لئے آئے ہو؟" انھوں نے لاپرواہی سے جواب میں کہا: میں جو کچھ لیکر آیا ہوں وہ آپؑ کے والد بزرگوار کی لائی ہوئی چیز سے بہتر ہے"۔(۱)

بڑے افسوس کی بات ہے کہ امت مسلمہ جناب فاطمہ زہراؑ کے سامنے ایسا سلوک کرے، وہ زہراء مرضیہ جن کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے اور جن کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ہمارے پاس ان حالات کو دیکھتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

بہر حال امامؑ کو زبردستی گھر سے نکال کر ان کے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کے ساتھ ابوبکر کے پاس لایا گیا، اس کے گروہ نے چیخ کر کہا: ابوبکر کی بیعت کرو... ابوبکر کی بیعت کرو۔

امامؑ نے اپنی مضبوط و محکم حجت اور ان کی سرکشی کی پرواہ کرتے ہوئے یوں فرمایا: میں اس امر میں تم سے زیادہ حق دار ہوں، میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا بلکہ تمھیں میری بیعت کرنا چاہئے، تم نے یہ بات انصار سے لی ہے، اور تم نے اُن پر نبی سے قرابت کے ذریعہ احتجاج پیش کیا، اور تم نے بیعت کو ہم اہل بیت سے غصب کرلیا، کیا تمہارا یہ گمان نہیں ہے کہ تم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے اس امیر کے سلسلہ میں انصار سے اولیٰ ہو، لہٰذا وہ تمہاری قیادت قبول کریں اور تمھیں اپنا امیر تسلیم کریں لہٰذا میں بھی اس چیز کے

۱۔ ملاحظہ کیجئے انساب الاشراف بلاذری، اور مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمر نے امامؑ کے بیت الشرف کو جلانے کی دھمکی دی تھی۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ کیجئے: تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲۔ تاریخ ابو الفداء، جلد ۱، صفحہ ۱۵۶۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۔ مروج الذہب، جلد ۱، صفحہ ۴۱۴۔ الامامت و السیاسۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱، صفحہ ۳۴۔ الاموال لابی عبیدہ صفحہ ۱۳۱۔ اعلام النساء، جلد ۳، صفحہ ۲۰۵۔ امام علی لعبد الفتاح مقصود، جلد ۱، صفحہ ۲۱۳۔ حافظ ابراہیم نے اس مطلب کو اشعار میں یوں نظم کیا ہے:

وَقَولَۃٍ لِعَلِیٍّ قَالَھَا عُمَرُ ... اَکْرِمْ بِسَامِعِھَا اَعْظِمْ بِمُلْقِیْھَا
حَرَّقْتُ دَارَکَ لَا اُبْقِیْ عَلَیْکَ بِھَا ... اِنْ لَمْ تُبَایِعْ وَبِنْتُ الْمُصْطَفٰی فِیْھَا
مَا کَانَ غَیْرُ اَبِیْ حَفْصٍ بِقَائِلِھَا ... اَمَامَ فَارِسِ عَدْنَانٍ وَ حَامِیْھَا

"عمر نے مولائے کائنات سے کہا اے علیؑ میں تمہارے گھر میں آگ لگادوں گا چاہے گھر میں دختر نبیؐ ہی کیوں نہ ہو مگر یہ کہ بیعت کرو" عمر کے علاوہ شہسوار عرب کے سامنے کسی میں ایسی بات کہنے کی جرأت نہیں تھی"

ذریعہ سے تم پر احتجاج کرتا ہوں جس سے تم نے انصار پر احتجاج کیا کہ ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات اور ان کی وفات کے بعد ان سے زیادہ نزدیک ہیں لہٰذا اگر تم صاحب ایمان ہو تو انصاف کرو، ورنہ ظلم وستم کے ذریعہ بیعت لے لو جبکہ تم حقیقت سے واقف ہو۔

اے حجت ودلیل والو! اس دلیل کے ذریعہ قریش کے مہاجرین، انصار پر غالب آ گئے، کیونکہ وہ نبی سے زیادہ قریب تھے، اس لئے کہ کلمہ قریش کے متعدد معنی ہیں وہ نبی کی بزم میں جمع ہوا کرتے تھے، حالانکہ وہ ان کے نہ چچازاد بھائی تھے اور نہ ماموں، لیکن نبی اور علی کے مابین متعدد طریقوں سے متعدد رشتے تھے، آپؑ نبی کے چچازاد بھائی، ابوسبطین اور آپ کی بیٹی کے شوہر تھے جس کے علاوہ آپ کی کسی اور سے آپ کی نسل نہیں چلی۔

بہر حال عمر امامؑ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا: بیعت کرو ...

امامؑ نے فرمایا: ''اگر میں بیعت نہ کروں تو؟''۔

اس خدائے وحدہ لاشریک کی قسم جس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے آپؑ کو قتل کردیا جائے گا۔

امامؑ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس قوم کی طرف دیکھا جس کو خواہش نفسانی نے گمراہ کردیا تھا، ملک وبادشاہت کی چاہت نے اندھا کردیا تھا، آپؑ کو ان میں اُن کے شر سے بچانے والا کوئی نظر نہیں آرہا تھا، آپؑ نے بڑی ہی غمگین آواز میں فرمایا: اب تم اللہ کے بندے اور رسولؐ اللہ کے بھائی کو قتل کردو گے؟

ابن خطاب نے کہا: اللہ کے بندے تو صحیح ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے بھائی نہیں ...

عمر نے نبی اکرم ﷺ کے ان فرامین کو بھلا دیا جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علیؑ آنحضرتؐ کے بھائی ہیں، اُن کے شہر علم کا دروازہ ہیں، نبی سے ہارون اور موسیٰ کی منزل میں ہیں اور اسلام کے پہلے مجاہد ہیں، عمر نے اُن سب کو بھلا کر ابوبکر سے مخاطب ہوکر کہا: ''الا تامر فیہ امرک ؟'' کیا تم علیؑ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرو گے؟

ابوبکر نے فتنہ وفساد ہونے سے ڈرتے ہوئے کہا: میں آپؑ پر کوئی زبردستی نہیں کرتا حالانکہ فاطمہؑ آپ کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔

قوم نے امامؑ کو چھوڑ دیا، آپؑ ہرولہ کرتے ہوئے اپنے بھائی رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر پہنچے اور آپؐ سے تمام ظلم وستم کی شکایت کی، آپ گریہ کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ سے یہ کہتے جارہے

تھے: ''یابن اُمَّ، اِنَّ القَومَ استَضعَفُونِي وَ كَادُوا يَقتُلُونَنِي ... ''۔(۱)

اے بھائی، قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے ...''

قوم نے آپ کو کمزور سمجھ لیا اور آپؑ کے سلسلہ میں نبی کی وصیتوں کا انکار کردیا، امام بڑے ہی رنج والم کے ساتھ اپنے بیت الشرف پر پہنچے اور آپؑ پر وہ تمام چیزیں واضح و روشن ہوگئیں جن کے سلسلہ میں اللہ نے نبی کے بعد آپ کو امت کی طرف سے پہنچنے والے عذاب اور انقلاب کی خبر دی تھی ۔خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئًا ...﴾ (۲)

''اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے تو جو بھی ایسا کریگا خدا کا نقصان نہیں کرے گا''۔

یہ تباہ کن تبدیلی اور شدید زلزلہ ہے جس نے قوم کے ایمان اور خوابوں کو جھنجھوڑ دیا ہے بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔

بہر حال ہم ان افسوسناک واقعات سے قطع نظر کرتے ہیں کہ ابوبکر کی حکومت نے اہل بیتؑ سے سخت دشمنی کی وجہ سے سخت قوانین نافذ کرتے ہوئے فدک چھین لیا، خمس کو لغو قرار دیا اور اس کے علاوہ متعدد واقعات رونما ہوئے جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ حیات الامام امیر المومنینؑ میں تحریر کردیا ہے۔

زہرا سلام اللہ علیہا راہ آخرت میں

امام امیر المومنینؑ اس المناک مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ حضرت زہرا سلام اللہ نے شہادت پائی، آپؑ مریض ہوگئیں اور سخت مصیبتوں میں گھر گئیں، آپؑ عین عالم شباب میں تھیں کہ موت نے آپؑ کا پیچھا کیا جگر گوشۂ رسول نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کیا کیونکہ امت نبیؐ کی نگاہ میں آپ کی منزلت کو فراموش کرچکی تھی، اس نے آپ کے ترکہ کو غصب کرلیا، گھر پر قبضہ کرلیا

۱۔امامت والسیاست، صفحہ ۲۸۔۳۱۔

۲۔سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴۔

آپؑ نے ابن عم کو وصیت کی منجملہ یہ کہ آپؑ کے حق کو چھیننے والے آپ کے جنازہ میں نہ آئیں، اُن کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے، قبر کا نشان مٹا دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ امت پر کس قدر غضبناک تھیں۔

بہر حال امامؑ نے صدیقہ طاہرہ کی آخری رسومات میں آپؑ کی وصیت کو نافذ فرمایا، آپ آنکھوں سے جاری ہونے کی حالت میں قبر میں اُترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، اُن کو تعزیت پیش کی، اور یوں شکوہ شکایت کیا:

''السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِّي، وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جَوَارِكَ، السَّرِيْعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ! قَلَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ، إِلَّا أَنَّ فِي التَّأَسِّيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ، وَفَادِحِ مُصِيْبَتِكَ، مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَصَدْرِيْ نَفْسُكَ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾.

فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيْعَةُ، وَأُخِذَتِ الرَّهِيْنَةُ! أَمَّا حُزْنِيْ فَسَرْمَدٌ، وَأَمَّا لَيْلِيْ فَمُسَهَّدٌ، إِلٰى أَنْ يَخْتَارَ اللّٰهُ لِيْ دَارَكَ الَّتِيْ أَنْتَ بِهَا مُقِيْمٌ. وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ أُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا، فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ، وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ، هٰذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ، وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ.

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ، لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ، فَإِنْ أَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ، وَإِنْ أُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ''(۱)

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو میری جانب سے اور آپؐ کے جوار میں آنے والی اور آپؐ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر وشکیب جاتا رہا۔ میری ہمت وتوانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر وشکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو لحد میں اُتارا اور اس عالم میں آپؐ کی روح نے پرواز کی کہ آپ کا سر میری گردن اور سینہ کے درمیان رکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اب یہ امانت پلٹالی گئی، گروی رکھی ہوئی چیز چھڑالی گئی لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے

۱۔ نہج البلاغہ، جلد۲، صفحہ۱۸۲۔

خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپ رونق افروز ہیں وہ وقت آ گیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس طرح آپ کی امت نے اُن پر ظلم ڈھانے کے لئے اتحاد کرلیا آپ اُن سے پورے حالات دریافت کرلیں یہ ساری مصیبتیں اُن پر بیت گئیں۔حالانکہ آپ کو گذرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔

آپ دونوں پر میرا الوداعی سلام ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدے سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے"۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت کے مفقود ہونے پر امام کے یہ حزن و غم سے بھرے کلمات تھے جیسا کہ آپ کے کلمات دنیا کی طرف سے پہنچنے والے درد والم کی حکایت کرتے ہیں،اور امام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنے پارۂ تن سے امت کی طرف سے پہنچنے والے درد والم کے متعلق ضرور سوال کریں تا کہ وہ بتا سکیں کہ امت نے آپ کو کس طرح ستایا ہے۔

بہرحال امام جگر گوشۂ رسول کو دفن کر کے آئے جبکہ آپ بہت زیادہ رنجیدہ تھا،اس لئے کہ قوم نے اُن کو معزول کردیا، آپ نے اُمت سے منھ موڑ لیا اور آپ تمام سیاسی امور سے الگ تھلگ ہو گئے۔

عمر کی حکومت

ابوبکر کی حکومت کو کچھ ہی دن گذرے تھے اور وہ اپنی حکومت کے دو سال گذرنے کے بعد بیمار پڑ گئے اور جب ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے حکومت اپنے ساتھی عمر کے حوالہ کر دی، بزرگ صحابہ کے مابین عمر کو ولی بنائے جانے پر بہت زیادہ لڑائی جھگڑا ہوا مگر یہ کہ ابوبکر نے ان کی ایک نہ مانی اور اپنی اسی رائے پر مصر رہے(۲) اس نے عمر کے لئے ایک عہد نامہ لکھا جس کو عثمان کے حوالہ کیا گیا اس نے اس کو لوگوں کے درمیان شائع کیا اور انھیں عمر کی بیعت کرنے کی دعوت دی۔

۱۔نہج البلاغہ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۲۔

۲۔ابوبکر پر عمر کے ولی بنائے جانے پر طلحہ وغیرہ نے انتقاد کیا، ملاحظہ کیجئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۹، صفحہ ۳۴۳۔

بہر حال عمر کو بہت ہی آسانی اور کسی مشکل کے بغیر حکومت مل گئی، وہ لوہے سے زیادہ سختی کے ساتھ حکومت پر قابض ہوگئے، سختی کا نام دی جانے والی سیاست کے قائد بن گئے، یہاں تک کہ بڑے بڑے اصحاب کے ساتھ بھی سختی سے پیش آنے لگے، مورخین کے بقول وہ حجاج کی تلوار سے بھی زیادہ سخت تھے، عمر کی سخت گیری تمام افراد سے زیادہ تھی، وہ شہروں پر مکمل طور پر مسلط ہوگئے حکومتی امور کو چلانے میں وہ اپنی مخصوص سیاست میں منفرد تھے، ہم اپنی کتاب حیاۃ الامام امیر المومنین کے دوسرے حصہ میں اُن کی داخلی، خارجی اور اقتصادی سیاست کو مفصل طور پر بیان کر چکے ہیں۔

عمر پر حملہ

ایرانیوں کے مقابلہ میں عمر کی مخصوص سیاست تھی، اسی لئے عمر ایرانیوں سے نفرت کرتا تھا اور ایرانی عمر سے نفرت کرتے تھے، ابولولؤ نے عمر کی عداوت کو چھپا رکھا تھا، ایک دن ان کا عمر کے پاس گذر ہوا تو عمر نے ان سے مذاق کرتے ہوئے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو: لو شئت ان اصنع رحی تطحن بالریح لفعلت؟

''اگر میں ہوا سے چلنے والی چکی بنانا چاہوں تو بنا سکتا ہوں''۔

یہ جملہ ان کو بُرا لگا اور انھوں نے غضبناک ہو کر اپنا دفاع کرتے ہوئے یوں کہا: لاصنعنّ لک رحی یتحدّث بھا الناس... ''میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگوں میں چرچا رہے گا''

دوسرے دن انھوں نے عمر پر حملہ کر دیا (۱) اور اس کو تین نیزے مارے: ایک نیزہ اس کی ناف کے نیچے لگا جس سے اس کی نیچے والی کھال پھٹ گئی، اس کے بعد ابولولؤ نے اہل مسجد پر حملہ کیا اور گیارہ آدمیوں کو نیزہ مارا، عمر کو اٹھا کر اس کے گھر پر لیجایا گیا حالانکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا، اس نے اپنے اطراف والوں سے کہا: مجھے کس نے تیر مارا ہے؟ مغیرہ کے غلام نے..

کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا: لا تجلبوا لنا من العلوج احداً فغلبتمونی. (۲)

۱۔ مروج الذہب، جلد ۲، صفحہ ۲۱۲۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۳، صفحہ ۱۸۵۔

"کسی ایرانی کافر کو میرے پاس نہ لانا لیکن تم نے میری بات نہ مانی"

عمر کے اہل وعیال طبیب کو بلا کر لائے تو طبیب نے عمر سے کہا: تم کونسی شراب زیادہ پسند کرتے ہو؟

عمر نے کہا: نبیذ۔

عمر کو وہ شراب پلائی گئی وہ اس کی بعض آنتوں سے نکل کر باہر آ گئی، لوگوں نے کہا: پیپ نکل رہا ہے۔اس کے بعد دودھ پلایا گیا جو اس کی کچھ آنتوں سے باہر نکل گیا، یہ دیکھ کر طبیب نے مایوس ہو کر کہا: اب تمہارا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔(۱)

شوریٰ کا نظام

عمر کے مرض میں شدت آ گئی تو وہ امت قیادت کو سوچنے کی فکر میں پڑ گئے تو اس کی پارٹی کے وہ افراد جنھوں نے خاندان نبوت سے امت کی رہبری کو باہر نکالنے میں مدد کی تھی اس نے اُن سے کف افسوس ملتے ہوئے کہا: اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ بناتا چونکہ وہ امت کا امین تھا اور اگر سالم مولا ابو حذیفہ زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا کیونکہ وہ اللہ سے بہت زیادہ لو لگاتا تھا۔

جب ہم تاریخ اسلام کے اوراق الٹتے ہیں تو نہ تو ہمیں ابو عبیدہ کا تاریخ میں کوئی کارنامہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس کی عالم اسلام میں کوئی خدمت دکھائی دی۔

لیکن ہاں سالم مولا ابو حذیفہ کی کمینہ پن کرنے کی عادت تھی، ہاں، اسی نے تو مولائے کائنات کے بیت الشرف پر حملہ کرنے کا کردار ادا کیا تھا... ان حوادث کا گروہی اور تقلیدی تعصّبات سے ہٹ کر جائزہ لینا چاہئے تاکہ مسلمانوں کو صحیح حالات کا علم ہو جائے۔

بہر حال عمر نے شوریٰ کے نظام کی بنیاد رکھی، جس نظام کا مہمل ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے، الغرض انھیں امامؑ کو خلافت سے دور رکھنا تھا لہٰذا انھوں نے قرشیوں کو خوش رکھنے کیلئے امام امیر المومنینؑ سے بغض و کینہ وعناد رکھنے والے اموی خاندان کے سردار عثمان بن عفان کو خلافت دیدی۔

۱۔اصابہ، جلد۲، صفحہ ۴۶۲۔امامت اور السیاسۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۱۔

بہر حال شوریٰ کے نظام کے تقاضے کے مطابق عثمان نے امت کی قیادت قبول کرلی، وہ نظام جس سے مسلمان ہمیشہ کے لئے فتنہ وفساد اور عظیم شر میں مبتلا ہو گئے، ہم نے اس نظام کے متعلق اپنی کتاب ''حیاۃ الامام امیر المومنین'' میں موضوع کے اعتبار سے تذکرہ کیا ہے اور اب ہم سرسری طور پر ان واقعات کو پیش کرتے ہیں۔

عثمان کی حکومت

جمہور مسلمین نے بڑے ہی اضطراب اور ناپسندی کے ساتھ عثمان کی حکومت تسلیم کرلی، مسلمانوں کو یہ یقین تھا کہ عثمان حکومت پاکر اپنے خاندان کو ہی کامیاب و کامران کرسکتا ہے چونکہ عثمان کا خاندان مسلسل اسلام کے خلاف برسر پیکار رہا تھا اور طرح طرح کی سازشیں رچتا رہا تھا، اور دوزی نے یہ مشاہدہ کرہی لیا ہے کہ اموی لوگ صرف اسی جماعت یا گروہ کی مدد کرتے ہیں جن کے دل اسلام کے بغض سے لبریز ہوں۔(۱)

بہر حال عثمان نے جان بوجھ کر حکومت کے تمام کام کاج امویوں کے سپُرد کردئے، عام طور پر اقتصاد کو اپنی مصلحتوں کے مدنظر قرار دیا، بنی امیہ نے عام اقتصاد کو اپنے اس نظام کی تعمیر کیلئے استعمال کیا جس کو اسلام نے فنا کردیا تھا۔ جس سے عثمان کی شخصیت وحکومت کمزور ہوگئی، وہ اس کو ناپسند کرنے لگے، امام کی تعبیر کے مطابق وہ لوگ چیخنے چلانے لگے: ''یَخصِمُونَ مَالَ اللّٰهِ خِضمَةَ الابِلِ نِبتَةَ الرَّبِیعِ'' ''وہ بیت المال کو اس طرح چرنے لگے جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس کو چرتا ہے''، اس سے قبیلوں میں فقر وغربت پھیل گئی جو اس کی حکومت کے خاتمہ کا سبب بنی۔

اس کی حکومت کے سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اس نے اسلامی ممالک کو بنی امیہ اور ابومعیط کی اولاد سے منسوب کردیا تھا جن کو حکومت چلانے کی کوئی خبرنہیں تھی ان میں سے بعض بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے، اس نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنادیا جو اپنی پوری رات یہاں تک کہ صبح تک گویّوں کے ساتھ نشہ کی حالت میں گذارتا تھا، اس نے لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی اور اس نے نماز رکوع وسجود کی حالت میں کہا: میں نے شراب پی ہے اور مجھے شراب پلائی گئی ہے، اس کے بعد محراب میں ہی شراب کی قے کردی، اس کے بعد سلام پھیر کر نمازیوں کی طرف رُخ کرکے کہا: کیا اور پڑھاؤں؟ ابن مسعود نے اس کو جواب

۱۔ تاریخ شعر عربی، صفحہ ۲۶۔

دیتے ہوئے کہا: نہیں، خدا تمہاری نیکی میں اضافہ نہ کرے اور نہ اس شخص کی نیکی میں اضافہ کرے جس نے تمہیں ہمارے پاس بھیجا ہے، اس نے اپنی جوتی اٹھا کر اس کے منھ پر ماری، لوگوں نے اس پر کنکریاں برسائیں وہ قصر میں داخل ہو گیا جبکہ اس پر کنکریاں پڑ رہی تھیں وہ اپنی رسوائیوں اور دین سے دوری میں مدہوش تھا۔(۱)

حطیہ جرول عبسی کا کہنا ہے:

شَهِدَ الحَطِيئَةُ يَومَ يَلْقىٰ رَبَّهُ ... أَنَّ الوَلِيدَ أَحَقُّ بِالغَدرِ

نَادىٰ وَقَدْ تَمَّتْ صَلاتُهُمُ ... أَأَزِيدُكُمْ؟ ثَمِلاً وَلا يَدرِي!

لِيَزِيدَهُمْ خَيراً وَلَوْ قَبِلُوا ... مِنهُ لَزَادَهُمْ علىٰ عَشْرِ!

فَأَبَوْا أَبَا وَهَبٍ وَلَوْ فَعَلُوا ... لَقَرَنْتَ بَيْنَ الشَّفْعِ وَالوَتْرِ

حَبَسُوا عَنَانَكَ إِذْ جَرَيْتَ وَلَوْ ... خَلُّوا عَنَانَكَ لَمْ تَزَلْ تَجْرِي

''حطیہ روز محشر یہ گواہی دے گا کہ ولید غداری کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

حالانکہ نماز تمام ہو چکی تھی پھر بھی اس نے کہا مزید کچھ رکعتیں پڑھاؤں؟

تا کہ اُن کے ثواب میں اضافہ کرے، اگر لوگ اس کی بات مان لیتے تو وہ دس سے بھی زیادہ رکعت نماز پڑھا دیتا۔

تو اے ابو وہب لوگوں نے انکار کر دیا اگر وہ ولید کی بات مان لیتے تو آج تم نماز شفع اور وتر کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔

جب تم دوڑ رہے تھے تو انھوں نے تمہاری مہار کھینچ لی اگر وہ تمہاری مہار ڈھیلی چھوڑ دیتے تو تم چلتے ہی رہتے''۔

۱۔ سیرہ حلبیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۱۴۔

کیا آپ نے ولید کے سلسلہ میں یہ توہین ملاحظہ کی؟ حطیہ پھر اسی کے متعلق کہتے ہیں:

تَكَلَّمَ فِي الصَّلاةِ وَزَادَ فِيهَا عَلانِيَةً وَجَاهَرَ بِالنِّفَاقِ

وَمَجَّ الْخَمْرَ عَنْ سَنَنِ الْمُصَلِي وَنَادىٰ وَالْجَمِيعُ الىٰ افْتِرَاقِ

أَزِيْدُكُمْ عَلىٰ أَنْ تَحْمَدُوْنِي فَمَا لَكُمْ وَمَالِيَ مِنْ خَلاقِ (۱)

''ولید نے نماز میں کلام کیا، علی الاعلان رکعات کا اضافہ کیا اور نفاق کا اظہار کیا۔

شراب کی وجہ سے وہ نمازی کے آداب سے خارج ہو گیا جب سب نماز کامل کر چکے تھے۔

اس نے بلند آواز میں کہا کیا میں مزید رکعتیں پڑھاؤں، اس شرط پر کہ تم میری تعریف کرو کیونکہ تم میں اور مجھ میں کوئی اخلاق پسندیدہ نہیں ہے''۔

کوفہ کے نیک لوگوں کے ایک گروہ نے یثرب پہنچ کر جلدی سے عثمان کے پاس اس کی شکایت پہنچائی اور اس کے سامنے وہ انگوٹھی بھی پیش کی جس کو اس نے مستی کی حالت میں اُتار کر پھینک دیا تھا، ولید نے شراب پی کر جو کچھ انجام دیا تھا اس کے سلسلہ میں گفتگو کی تو عثمان نے کوئی معقول جواب نہیں دیا، زبردستی ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگا: کیا تمھیں علم ہے کہ اس نے شراب پی تھی؟

ان لوگوں نے کہا یہ وہی شراب تو ہے جس کو ہم زمانۂ جاہلیت میں پیا کرتے تھے۔

عثمان نے غضبناک ہو کر اُن کو اپنے پاس سے دور کر دیا، وہ سب غیظ و غضب کی حالت میں اس کے پاس سے نکل کر تیزی کے ساتھ امامؑ کے پاس پہنچے اور آپؑ کو اپنے اور عثمان کے درمیان ہونے والی گفتگو کی خبر دی۔ امامؑ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا: '' دَفَعْتَ الشُّهُوْدَ وَبَطَلْتَ الْحُدُوْدَ ''۔

عثمان ان امور کے نتائج سے گھبرا گیا اور اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ: آپؑ کی کیا رائے ہے؟

''اریٰ أَنْ تَبْعَثَ الیٰ صَاحِبِکَ، فَاِنْ أَقَامَا الشَّهَادَةَ فِيْ وَجْهِهِ وَلَمْ يُدْلِ بِحُجَّةٍ أَقَمْتَ عَلَيْهِ الْحَدَّ..''۔

۱۔ اغانی، جلد ۴، صفحہ ۱۷۸۔

''میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دوست کے پاس بھیجیں اگر وہ شہادت قائم کر سکے جس کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ ہو تو اس پر حد جاری کر دیجئے''۔

عثمان نے امامؑ کا مشورہ قبول کر لیا اور ولید کو بلا بھیجا، جب وہ آ گیا تو گواہوں کو بلایا، جب انھوں نے گواہی دی تو ولید چپ ہو گیا، اور اس کے پاس اپنے دفاع کے لئے کوئی دلیل نہیں تھی، وہ خود حد شرعی جاری ہونے کیلئے خاضع ہو گیا، وہ عثمان کے خوف سے حد جاری ہونے کی جگہ پر حاضر ہونے سے منع نہ کر سکا امامؑ اس پر حد جاری کرنے کے قصد سے بڑھے تو ولید نے آپ پر یوں سب وشتم کیا: اے ظلم کرنے والے، تو عقیل نے اس کے سب وشتم کا جواب دیا، امام نے کوڑا مارنے کیلئے ہاتھ بلند کیا تو عثمان غیظ وغضب کی حالت میں چیخ کر امام سے کہنے لگا: آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

امامؑ نے شریعت کی روشنی میں اس کو یوں جواب دیا'' :بَلىٰ وَ شَرٌّ مِنْ هٰذَا اِذَافَسِقَ وَمَنَعَ حَقَّ اللّٰهِ اَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ''۔

''لیکن اس سے بھی برا یہ ہے کہ فسق اختیار کیا جائے اور اللہ کا حق ادا کرنے سے انکار کیا جائے''۔

یہ تمام مطالب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عثمان اللہ کی حدود جاری کرنے میں سستی سے کام لیتا تھا اور خاندان والوں کے ساتھ بہت ہی لطف ومہربانی کے ساتھ پیش آتا تھا وہ خاندان والے جو اللہ کے لئے کسی احترام کے قائل نہیں تھے۔

عثمان کے لئے محاذ

نیک اور صالح مسلمانوں نے عثمان کے خلاف قیام کیا، اس کے والیوں نے عثمان پر دھاوا بول دیا، اُس پر علی الاعلان تنقید کی، یہ بات بھی شایان ذکر ہے کہ مخالفین کا یہ محاذ دائیں، بائیں ہر طرف سے تھا، طلحہ، زبیر، عائشہ اور عمرو بن عاص اپنی خاص رغبت اور مصلحتوں کی بنا پر اس کا دفاع کر رہے تھے، بعض دوسری اہم اسلامی شخصیات جیسے عمار بن یاسر (طیب بن طیب)، مجاہد کبیر ابوذر غفاری، صحابی قاری قرآن عبد اللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ دوسرے افراد جنھوں نے اللہ کی راہ میں مصیبتیں اٹھائی ہیں جب انھوں نے سنت رسول کو محو اور بدعت کو زندہ ہوتے، سچوں کو جھٹلائے جانے اور بغیر حق کے اثر دیکھا تو انھوں نے عثمان کے منھ

پر گرد و غبار پھینک دیا، اس کو اس کی سیاست کی سزا دینے کی غرض سے اس سے راستہ بدلنے، اور امویوں کو حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے سے دور کرنے کا مطالبہ کیا اور اُن کا اس تنقید میں اسلام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا لیکن اس کا مثبت جواب نہیں ملا۔

عثمان پر حملہ

جب عثمان کے سامنے پیش کیے گئے تمام مسائل واضح ہو گئے اور ان کا کوئی حل نہ نکل سکا تو انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھے، انقلابیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا اور اس سے حکومت واپس کرنے کا مطالبہ کیا تو اُس نے اُن کو کوئی جواب نہیں دیا، انھوں نے اس سے مروان اور بنی امیہ کو دور کرنے کا مطالبہ کیا تو اُس نے اُن سے منھ موڑ لیا، اموی اس سے شکست کھا گئے اور اس کو تنہا چھوڑ دیا تو مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا جن میں آگے آگے محمد بن ابی بکر تھے، انھوں نے آگے بڑھ کر عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: اے نعثل! (احمق) خدا تجھے رسوا و ذلیل کرے۔

عثمان نے جواب دیا: میں نعثل نہیں ہوں، لیکن اللہ کا بندہ اور امیر المومنین ہوں...

محمد بن ابی بکر نے اُن سے کہا: کیا معاویہ کو اپنے سے دور نہیں کرو گے...اور اس کا محاصرہ کرنے والے بنی امیہ کو گننا شروع کر دیا۔

عثمان نے محمد سے گریہ و زاری کرتے ہوئے یوں کہا: اے بھتیجے تم میری ڈاڑھی چھوڑ دو کیا جس ڈاڑھی کو تم پکڑے ہوئے ہو تمہارا باپ اس ڈاڑھی کو پکڑتا تھا؟

محمد نے ان کو یوں جواب دیا: میں تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنا چاہتا ہوں وہ ڈاڑھی پکڑنے سے زیادہ سخت ہے۔

محمد نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا نیزہ اس کے پیٹ میں گھونپ دیا، پھر اس کے جسم پر انقلابیوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں، اس کا جسم زمین پر گر پڑا، بنی امیہ اور آل ابی معیط سے لیکر نجد تک کسی نے بھی آہ و بکا نہیں کیا، انقلابیوں نے اس کی بہت زیادہ توہین کی، اس کا جسم رسوا کن مقام پر لا کر ڈال دیا، انھوں نے اس کو دفن تک نہیں کیا، یہاں تک کہ جب امام امیر المومنینؑ نے اس کے دفن کے سلسلہ میں فرمایا تو انقلابیوں

نے اس کو دفن کیا اس طرح خوفناک حالات میں عثمان کی زندگی کا خاتمہ ہوا، اس کے قتل سے مسلمانوں کا بہت سخت امتحان ہوا کہ ان کیلئے ہمیشہ کی خاطر فتنے اور مصیبتیں ان کے گلے کا ہار بن گئے، امویوں جیسے طلحہ زبیر اور عائشہ نے اس کے قتل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے خون کا مطالبہ کیا۔ اُن کو اپنے فائدہ کے لئے ایک بہانہ مل گیا ان ہی لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی تھی۔

امامؑ کی خلافت

امامؑ نے بڑے ہی قلق و اضطراب کے ساتھ عثمان کے قتل کا سامنا، آپؑ ان تمام باتوں سے باخبر تھے کہ امویوں اور طامعین جس حکومت کا قلادہ ان کی گردن میں ڈال رہے ہیں وہ عنقریب اس حکومت کے خلاف ہو کر اُس (عثمان) کے خون کا مطالبہ کریں گے۔

امامؑ اس بات سے بھی مضطرب تھے کہ آپ امت کے قائد تھے، جب حکومت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں آجائے گی تو یہ حکومت امت کیلئے صرف حق اور عدالت کی سیاست پر مبنی ہوگی، طمع کاروں اور چوروں کو حکومت سے الگ کر دیا جائے گا، اور یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ حکمراں نظام آپ کے سیاسی خطوط کا مقابلہ کرے گا اور آپ کے خلاف مسلح جدوجہد کا اعلان کر دے گا۔

بہر حال امامؑ نے خلافت قبول کرنے سے منع فرمادیا، لیکن جم غفیر تھا جو آپ کی گردن میں حکومت کا قلادہ ڈالنے پر اصرار کر رہا تھا۔ امامؑ نے اُن سے فرمایا:

''لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ أَمْرِكُمْ، فَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِيْتُ بِهِ''۔(۱)

''مجھے اس حکومت کی کوئی ضرورت نہیں تم جسے منتخب کر لوگے میں راضی ہو جاؤں گا''۔

مجمع آپ کے اس قول پر راضی نہ ہوا اور بار بار آپ سے یہ کہہ رہا تھا: لاامام لنا غیرک ... ''آپ کے علاوہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے''۔

انھوں نے پھر تکرار کی: ہم آپ کے علاوہ کسی اور کا انتخاب نہیں کریں گے۔

۱۔ حیاۃ الامام امیر المومنین، جلد ۲، صفحہ ۲۱۵۔

امامؑ ان کے بالمقابل خلافت قبول نہ کرنے پر مصر تھے، چونکہ آپؑ کو علم تھا کہ خلافت قبول کرنے کے بعد مشکلات کھڑی ہو جائیں گی، ہتھیاروں سے لیس افراد نے امامؑ کے خلافت قبول نہ کرنے کے اصرار پر ایک میٹنگ بلائی جس میں شہریوں اور بااثر افراد کو بلا کر اُن کے سامنے یہ طے کیا کہ اگر مسلمانوں (۱) کا حاکم معین نہ ہوا تو وہ طلحہ اور زبیر کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے، مدنی یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے: بیعت. بیعت۔ماتریٰ مانزل بالاسلام ، ومابتلینابه من ابناء القریٰ ... ''جب ہم مختلف مصیبتوں والے امتحان میں مبتلا ہو گئے''

امامؑ ان کو یہ جواب دے کر انکار پر مصر رہے: ''دَعُوْنِيْ وَالْتَمِسُوا غَيْرِي''۔

''مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کے لئے) میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کر لو''

آپؑ کی نظر میں وہ تمام واقعات تھے جن کا آپؑ کو عنقریب سامنا کرنا تھا:

''ایھاالناس،اِنّا مستقبلون امراً له وجوهٌ ولَهُ الوانٌ ،لا تقومُ بِهِ القلوبُ ،ولا تثبتُ عَلَيهِ العقولُ''۔''لوگو! ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں، جس کی نہ دلوں میں تاب ہے اور نہ عقلیں اسے برداشت کر سکتی ہیں''۔

انھوں نے امامؑ کی بات قبول نہیں کی اور آپؑ کا نام لے کر کہنے لگے: امیر المومنین انت امیر المومنین انت۔''آپ امیر المومنین ہیں، آپ امیر المومنین ہیں''۔

امامؑ نے ان کے سامنے اس طریقہ کی وضاحت فرمائی جس پر حکومت چلنا تھی: ''وَاعْلَمُوْا اَنِّیْ اِنْ اَجَبْتُکُمْ رَکِبْتُ بِکُمْ مَاأَعْلَم،وَلَمْ أُصْغِ اِلیٰ قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ،وَاِنْ تَرَکْتُمُوْنِیْ فَاَنَا کَاَحَدِکُمْ،وَلَعَلِّي أَسْمَعُکُمْ وَأَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْهُ أَمْرَکُمْ،وَأَنَالَکُمْ وَزِیْراً،خَیْرٌ لَکُمْ مِنِّي أَمِیْراً!''۔

''یاد رکھو کہ اگر میں نے بیعت کی دعوت کو قبول کر لیا تو تمہیں اپنے علم ہی کے راستے پر چلاؤں گا

۱۔تاریخ ابن اثیر، جلد ۳، صفحہ ۸۰۔

اور کسی کی کوئی بات اور سرزنش نہیں سنوں گا۔لیکن اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمہاری ایک فرد کی طرح زندگی گذاروں گا بلکہ شائد تم سب سے زیادہ تمہارے حاکم کے احکام کا خیال رکھوں میں تمہارے لئے وزیر کی حیثیت سے امیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر رہوں گا''۔

امامؑ نے اس طریقہ وراستہ کی وضاحت فرمائی جس پر انہیں گامزن رہنا ہے ...وہ راستہ حق اور عدالت کا راستہ ہے تمام لوگوں نے آپؑ کے اس فرمان پر راضی ہوتے ہوئے نعرہ بلند کیا: ہم آپؑ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک آپؑ کی بیعت نہیں کرلیں گے۔

لوگ ہر طرف سے آپؑ پر زور ڈال رہے تھے اور آپؑ سے خلافت قبول کرنے کا مطالبہ کررہے تھے،امامؑ نے اُن کے اصرار پر اپنی بیعت کی یوں وضاحت فرمائی:فَمَا رَاعَنِي اِلَّا وَالنَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ (۱) يَنْثَالُوْنَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ،وَشُقَّ عِطْفَايَ مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ''۔

''اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کردیا تھا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہوگئے اور ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسن وحسینؑ کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے''۔

امامؑ کا خلافت قبول کرنا

امام کے پاس خلافت قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا چونکہ آپؑ کو یہ خوف تھا کہ کہیں بنی امیہ کا کوئی فاسق حاکم نہ بن جائے لہٰذا آپؑ نے فرمایا:''وَاللّٰهِ مَا تَقَدَّمْتُ عَلَيْهَا(ای علی الخلافة)اِلَّا خَوْفًا مِنْ اَنْ يَنْزُوَ عَلَى الْاُمَّةِ تَيْسٌ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ،فَيَلْعَبَ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ...''(۲)۔

''خدا کی قسم میں نے خلافت اس خوف سے قبول کی ہے کہ کہیں بنی امیہ کا کوئی بکرا امت کی خلافت

۱۔عرف الضبع یعنی بہت زیادہ بال جو بجو کی گردن پر ہوتے ہیں اور یہ ضرب المثل اس وقت استعمال ہوتی ہے جہاں پر لوگوں کا ازدحام ہو۔

۲۔عقد الفرید،جلد۲،صفحہ۹۲۔

کو اُچک لے اور پھر کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرے"۔

مجمع جامع اعظم کی طرف دوڑ کر آیا اور امام کا تکبیر اور تہلیل کے سایہ میں استقبال کیا، طلحہ نے اسی اپنے شل ہوئے ہاتھ سے بیعت کی جس کے ذریعہ اس نے عہد الٰہی کا نقض کیا تھا، امامؑ نے اس کو بدشگونی تصور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مَا أَخْلَقَهُ أَنْ يَنْكُثَ!" ۔ "بیعت توڑنا تو تمہاری پرانی عادت ہے"۔

تمام لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی بیعت تھی، عام بیعت تمام ہوگئی جس کے مانند کوئی ایک خلیفہ بھی بیعت لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، جس سے مسلمانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، امام امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: "وَبَلَغَ مِنْ سُرُوْرِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ اِيَّايَ اَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيْرُ، وَهَدَجَ اِلَيْهَا الْكَبِيْرُ، وَتَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيْلُ، وَحَسَرَتْ اِلَيْهَا الْكِعَابُ"۔

"تمہاری خوشی کا یہ عالم تھا کہ بچوں نے خوشیاں منائیں، بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھے بیمار اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور میری بیعت کیلئے نوجوان لڑکیاں بھی پردہ سے باہر نکل آئیں"

دنیائے اسلام میں ہمیشہ کے لئے عدالت اور حق کا پرچم لہرا دیا گیا اور اسلام کو اس کا اصلی اور حقیقی ملجأ و ماویٰ مل گیا۔

سخت فیصلے

امامؑ نے حاکم ہوتے ہی مندرجہ ذیل قوانین معین فرمائے:

۱۔ وہ تمام زمینیں واپس لی جائیں جو عثمان نے بنی امیہ کو دی تھیں۔

۲۔ ان اموال کو واپس کرایا جو عثمان نے بنی امیہ اور آل ابو معیط کو دیئے تھے۔

۳۔ عثمان کا تمام مال یہاں تک کہ اس کی تلوار اور زرہ کو بھی ضبط کر لیا جائے۔

۴۔ تمام والیوں کو معزول کیا چونکہ انھوں نے زمین پر ظلم و جور اور فساد پھیلا رکھا ہے۔

۵۔ مسلمانوں اور وطن میں رہنے والے غیر مسلمانوں کے ساتھ مساوات سے کام لیا اور یہ مساوات مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے:

۱۔ عطا و بخشش میں مساوات۔

۲۔ قانون کے سلسلہ میں مساوات۔

۳۔ حقوق اور واجبات کی ادائیگی میں مساوات۔

ان قوانین کے نافذ ہونے سے قریش کی ناک بھوں چڑھ گئی اور وہ گھوٹالا کیے ہوئے اپنے پاس موجودہ مال کے سلسلہ میں خوف کھا گئے، وہ مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اسی لئے انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور لوگوں کے مابین معاشرتی اور سیاسی عدالت نافذ کرنے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

بہر حال امامؑ کے خلاف اور ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے جنگوں کے شعلے بھڑکائے گئے، ہم ذیل میں بہت ہی اختصار کے ساتھ اُن جنگوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اسلام میں عدالت کا پرچم اٹھانے والے، امیر بیان اور محروموں کے صدیق کے خلاف بھڑکائی گئیں۔

۱۔ جنگ جمل

جنگ جمل کا واقعہ سیاست کی ہوس کا نتیجہ ہے، معاویہ نے زبیر اور طلحہ کو دھوکہ دیا اور ان کو یہ لالچ دیا کہ وہ امامؑ کی حکومت کا تختہ پلٹ کر ان دونوں کو خلیفہ بنائے گا، ان کے لئے بیعت لے گا، اُدھر عائشہ جس کا سینہ امامؑ کے کینہ سے لبریز تھا لہٰذا ان تینوں آدمیوں نے مکہ میں امامؑ کے خلاف محاذ قائم کیا، لوگوں میں سے طمع کاروں، دھوکہ کھا جانے والوں اور سادہ لوحوں نے ان کا ساتھ دیا، انھوں نے لشکر تیار کیا، امویوں نے لشکر کو جنگی ساز و سامان سے لیس کیا، انھوں نے اُن پر عثمان کی حکومت کے دور میں جو مال والیوں کے عنوان سے بیت المال سے چُرایا تھا وہ خرچ کیا۔

عائشہ، طلحہ اور زبیر کی قیادت میں لشکر بصرہ پہنچا، جب امامؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے فیصلہ کی خاطر اپنا لشکر روانہ کیا تو دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، طلحہ اور زبیر قتل کر دئے گئے تو لشکر کی قیادت عائشہ کے ہاتھوں میں آ گئی، لشکر نے اُن کے اونٹ کو گھیر لیا، اس کے پیروں کو کاٹ دیا، جس کے اطراف میں لاشے ہی لاشیں پڑی تھیں، عائشہ کا اونٹ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا، اس کا لشکر شکست کھا گیا، اس جنگ میں بہت زیادہ نقصان ہوا، مسلمانوں کی صفوف میں بھی نقصان ہوا، اُن کے درمیان تفرقہ اور دشمنی پھیل گئی اور بصرہ والوں کے گھر حزن والم اور ماتمی لباس میں ڈوب گئے۔

۲۔ جنگ صفین

امامؑ جنگ جمل کے بعد کچھ آرام نہیں کر پائے تھے کہ آپؑ کو ایسے دشمن نے آزمایا جس نے

پوری انسانیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ جو نفاق اور مکر و فریب کے ہتھیار سے لیس تھا اور ان صفات میں ماہر تھا، وہ معاویہ بن ابوسفیان جس کو "کسریٰ عرب" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جس کو لوگوں نے اس کے صحیفہ اعمال پر نگاہ ڈالے بغیر شام کی حکومت دے رکھی تھی، جس کا قرآن کریم نے شجرۂ ملعونہ کے نام سے تعارف کرایا ہے، کیا لوگوں کو وہ جنگیں یاد نہیں تھیں جو ابوسفیان اور بنی امیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑی تھیں اور اُن کو ابھی چند سال ہی گذرے تھے؟

مسلمانوں نے کس مصلحت کی بنا پر اس جاہل بھیڑیے کو شام کی حکومت کا مالک بنا دیا تھا جو اسلام کا اہم علاقہ ہے؟ اور اس اہم منصب کے لئے خاندان نبوت کی اولاد کو منتخب کیوں نہیں کیا، یا یہ منصب اوس اور خزرج کی اس خاص انتظامیہ کو کیوں نہیں دیا جس نے صاف طور پر اسلام کا ساتھ دیا؟

بہر حال معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور باب مدینۃ العلم سے جنگ کرنے کے لئے صفین میں اپنا لشکر اتارا، اس کے لشکر نے امامؑ کے لشکر کو فرات سے پانی پینے سے روک دیا، اس کو انھوں نے اپنی فتح میں مدد سے تعبیر کیا، امامؑ نے بھی فیصلہ کے لئے اس نافرمان اور جلدی فتنہ برپا کرنے والے مکار دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنا لشکر اُتارا، امامؑ کے لشکر کو اتنا اطمینان اور بصیرت تھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے جنگ کر رہے ہیں لہٰذا جب وہ صفین پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے دشمن معاویہ کی فوج نے فرات کے تمام گھاٹ اپنے قبضہ میں لے لئے ہیں اور امامؑ کے لشکر کو پانی پینے کے لئے کوئی گھاٹ نہ مل سکا اور معاویہ کا لشکر امام کے لشکر کو پانی سے محروم رکھنے پر مصر رہا تو امام کے لشکر کی ٹکڑیوں کے سرداروں نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کر کے ان کا حصار توڑنے کا پلان بنایا اور امامؑ کے لشکر نے بڑی ہمت کے ساتھ معاویہ کے لشکر پر حملہ کر کے ان کو فرات کے کنارے سے دور بھگا دیا جس سے ان کو بہت زیادہ نقصان پہنچا، امامؑ کے لشکر میں موجود کچھ فرقوں کے سرداروں نے معاویہ کی طرح اس کے لشکر کو پانی دینے سے منع کرنا چاہا تو امامؑ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا، چونکہ اللہ کی شریعت میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور پانی سب کیلئے یہاں تک کہ کتے اور سؤروں کے لئے بھی مباح ہے۔

امامؑ نے خونریزی نہ ہونے کی وجہ سے معاویہ کے پاس اُس کو صلح پر آمادہ کرنے کے لئے صلح کا پیغام دے کر ایک وفد روانہ کیا، لیکن معاویہ نے صلح قبول نہیں کی، اور وہ نافرمانی کرنے پر مصر رہا، لہٰذا دونوں

فریقوں کے مابین جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور دو سال تک اسی طرح بھڑکتے رہے، ان میں سب سے سخت اور ہولناک وقت لیلۃ الہریر تھا جس میں طرفین کے تقریباً ستر ہزار سپاہی اور قائد قتل ہوئے جس سے معاویہ کے لشکر کی شکست کے آثار نمایاں ہوگئے، اس کے تمام دستور و قوانین مفلوج ہو کر رہ گئے وہ فرار کرنے ہی والا تھا کہ اس کو ابن طنابہ نے کچھ سمجھایا جس سے وہ پھر سے جم گیا۔

قرآن کو بلند کرنے کی بیہودگی

امام کے لشکر نے مالک اشتر کی قیادت میں معاویہ کے لشکر پر حملہ کیا، لشکر فتح پانے ہی والا تھا اور مالک اشتر کے معاویہ پر مسلط ہونے میں ایک ہاتھ کا فاصلہ ہی رہ گیا تھا کہ دھوکہ باز عمرو عاص نے امامؑ کے لشکر میں کھل بلی مچانے اور ان کی حکومت کے نظام میں تغیر و تبدل کا مشورہ دیا وہ پوشیدہ طور پر اشعث بن قیس اور امام کے لشکر کے بعض سرداروں سے ملا اُن کو دھوکہ، لالچ اور رشوت دی، قرآن کریم کو نیزوں پر بلند کرنے اور اپنے درمیان اختلاف کو حل کرنے کے لئے اُس کو حَکَم قرار دینے کے سلسلہ میں اُن کے ساتھ متفق ہوگئے، انھوں نے قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا اور معاویہ کے لشکر سے یہ آواز آنے لگی کہ ہمارا حکم قرآن ہے، یہ دھوکہ امامؑ کے لشکر میں بجلی کی طرح کوند گیا، بیس ہزار فوجیوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے قرآن کے فیصلہ کو قبول کیجئے، امامؑ نے ان کو تحذیر کی اور ان کو نصیحت فرمائی کہ یہ دھوکہ ہے، لیکن قوم نے آپ کی ایک نہ سنی اور وہ اس بات پر اڑ گئے، امامؑ سے کہنے لگے کہ اگر آپؑ نے یہ تسلیم نہ کیا تو ہم آپؑ سے مقابلہ کریں گے، تو امام کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا، ان ہی خوفناک حالات میں امامؑ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اشعری کا انتخاب

امامؑ کے ساتھ ان واقعات کے پیش آنے کے بعد اشعری کو عراقیوں کی طرف سے منتخب کر لیا گیا، امامؑ نے اُن کو ایسا کرنے سے منع کیا مگر انھوں نے زبردستی اشعری کو منتخب کر لیا، اور اہل شام نے عمرو عاص کو منتخب کر لیا اس نے اشعری کو دھوکہ دیا اور اس کو امامؑ اور معاویہ کو معزول کر کے ان کے مقام پر مسلمانوں کا حاکم بنانے کیلئے عبد اللہ بن عمر کا انتخاب کیا، اشعری اس سے بہت خوش ہوا، اور جب دونوں حَکَم ایک مقام پر جمع ہوئے تو اشعری نے امام کو معزول کر دیا اور عمرو عاص نے معاویہ کو اسی عہدہ پر برقرار رکھا۔

۳۔ خوارج

امامؑ کے لشکر میں فتنہ واقع ہو گیا، لشکر میں سے ایک گروہ تحکیم کے بعد جنگ کرنے پر مصر رہا، امامؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا، کیونکہ امامؑ نے دعوت تحکیم قبول کر لی تھی، لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے ہی تو تحکیم پر مجبور کیا تھا اور یہ نعرہ بلند کیا تھا کہ: ''لا حکم اِلا اللّٰہ''۔

لیکن جلد ہی نعرہ تلوار کی مارکاٹ میں بدل گیا، امامؑ نے اُن کو سمجھایا اور ایسا کرنے سے منع فرمایا، ان میں سے کچھ لوگوں نے آپؑ کی بات تسلیم کر لی لیکن قوم کے کچھ افراد اپنی جہالت و گمراہی پر اسی طرح اصرار کرتے رہے، وہ زمین پر فساد برپا کرنے لگے، انھوں نے ابریاء کو قتل کر دیا جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا، امامؑ اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور ہو گئے، جس سے نہروان کا واقعہ پیش آیا، ابھی یہ جنگ ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ امامؑ کے لشکر نے نافرمانی کی ایک خوفناک صورت اختیار کر لی، جب آپؑ نے ان کو معاویہ سے جنگ کرنے کی دعوت دی تو کسی قبول نہیں کی، اور سیاسی طور پر معاویہ کی طاقت ایک عظیم طاقت کے عنوان سے اُبھری، اس نے اسلامی شہروں کو اپنے تحت لینا شروع کیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ امامؑ ان کی حمایت کرنے کی طاقت و قوت نہیں رکھتے ہیں۔ امامؑ کی مقبولیت کم ہوتی جا رہی تھی، یکے بعد دیگرے آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، معاویہ کی باطل حکومت مستحکم ہوتی جا رہی ہے، اس کی تمام آرزوئیں پوری ہوتی جا رہی ہیں اور آپؑ کے پاس حق کو ثابت کرنے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لئے ضروری قوت و طاقت موجود نہیں ہے۔

امامؑ کی شہادت

امامؑ نے پروردگار عالم سے دعا کرنا شروع کیا، آپؑ نے دعا کی کہ اے خدائے عظیم مجھے اس قوم کی گمراہی سے نجات دے، اور مجھے دار حق کی طرف منتقل کر دے جس سے میں اپنے چچازاد بھائی کو اس امت کی طرف سے پہنچنے والے مصائب کی شکایت کر سکوں، اللہ نے آپؑ کی دعا مستجاب فرمائی، آپؑ کو ناقہ صالح کو پے کرنے والے ایک بدبخت شخص نے شہید کر دیا، جس کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا، امامؑ اللہ کے گھر میں محراب عبادت میں مشغول تھے، اس بدبخت نے اپنی تلوار اٹھائی، جب آپؑ نے اس کی تلوار کی

ضرب کا احساس کیا تو فرمایا: "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا" امام متقین کامیاب ہو گئے، آپؑ کی پوری زندگی اللہ کی راہ میں جہاد، کلمہ حق کو بلند کرنے میں گذر گئی، سلام ہو اُن پر جس دن وہ کعبہ میں پیدا ہوئے، جس دن اللہ کے گھر میں شہادت پائی، آپؑ کی شہادت سے حق وعدالت کے پرچم لپیٹ دئے گئے، جن ہدایت کے چراغ اور نور کی مشعلوں سے دنیائے اسلام روشن ومنور ہورہی تھی وہ خاموش ہو گئے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپؑ رسول اسلام ﷺ کے فرزند اور اُن کے پھول ہیں، آپؑ حلم، صبر، جود اور سخاوت میں رسول ﷺ کے مشابہ تھے، نبی اکرم ﷺ آپ سے خالص محبت کرتے تھے، آپؑ کی محبت مسلمانوں کے درمیان مشہور تھی، آنحضرتؐ نے اپنے نزدیک امام حسن علیہ السلام کی عظیم شان و منزلت کے سلسلہ میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں سے کچھ احادیث یوں ہیں:

۱۔عائشہ سے روایت ہے: آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو آغوش میں لیا اور ان کو اپنے سینہ سے چمٹاتے ہوئے فرمایا: خدایا! یہ میرا فرزند ہے، میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کرتا ہوں''۔(۱)

۲۔براء بن عازب سے مروی ہے: میں نے رسول اسلام ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے کندھوں پر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو سوار کئے ہوئے فرما رہے ہیں: خدایا میں ان سے محبت کرتا ہوں اور تو بھی ان سے محبت کر''۔(۲)

۳۔ابن عباس سے روایت ہے: سرور کائنات امام حسنؑ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لے جا رہے تھے، ایک شخص نے کہا: اے صاحبزادے! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے؟ رسول اسلامؐ نے

۱۔کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۰۴۔مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۷۶۔

۲۔صحیح بخاری باب، مناقب حسنؑ اور حسینؑ جلد ۳، صفحہ ۱۳۷۰، طبع دار ابن کثیر، دمشق۔صحیح الترمذی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۷۔البدایہ والنھایہ، جلد ۸، صفحہ ۳۴۔

فرمایا: ''سوار کتنا اچھا ہے''۔(۱)

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: ''جو جوانان جنت کے سرداروں کو دیکھنا چاہتا ہے وہ امام حسنؑ پر نظر کرے''۔(۲)

۵۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''حسن دنیا میں میرے پھول ہیں''۔(۳)

۶۔انس بن مالک سے مروی ہے: ''امام حسنؑ نبی کی خدمت میں آئے میں نے ان کو رسول سے دور رکھنے کی کوشش کی تو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس وائے ہو تم پر، میرے فرزند ارجمند اور میرے جگر کو چھوڑ دو، بیشک جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی''۔(۴)

۷۔حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء میں مشغول تھے تو آپؐ نے ایک سجدہ کو بہت طول دیا جب آپؐ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے آپؐ اس سلسلہ میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''یہ (حسنؑ) میرا فرزند ہے جو میری پشت پر سوار ہو گیا تھا اور میں نے اس کو اپنی پشت سے جلدی اتارنے میں کراہت محسوس کی''۔(۵)

۸۔عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر سے روایت ہے: امام حسنؑ نبی کے اہل میں سب سے زیادہ زیادہ آنحضرتؐ سے مشابہ تھے، اور وہ امام حسنؑ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے تو امام حسنؑ آنحضرتؐ کی گردن یا آپؐ کی پشت پر سوار ہو گئے اور آپؐ نے امام حسنؑ کو اس وقت تک اپنی پشت سے نہیں اُتارا جب تک کہ آپؐ خود آنحضرتؐ

۱۔صواعق محرقہ، صفحہ۸۲، حلیۃ الاولیاء، جلد۲، صفحہ۳۵۔

۲۔الاستیعاب، جلد۲، صفحہ۳۶۹۔

۳۔البدایہ والنہایہ، جلد۸، صفحہ۳۵۔فضائل اصحاب، صفحہ۱۶۵۔

۴۔کنز العمال، جلد۶، صفحہ۲۲۲۔

۵۔البدایہ والنہایہ، جلد۸، صفحہ۳۳۔

کی پشت سے نہیں اُتر گئے، اور میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جب آپ رکوع کرتے تھے تو اپنے دونوں پائے مبارک کو اتنا کشادہ کرتے تھے جس سے امام حسنؑ ایک طرف سے دوسری طرف نکل سکیں۔(۱)

آنحضرتؐ کے فرزند ارجمند، ریحان اور میوۂ دل کی فضیلت کے بارے میں ان احادیث کے مانند متعدد احادیث رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی گئی ہیں۔ راویوں نے کچھ دوسری احادیث نقل کی ہیں جن میں امام حسنؑ اور ان کے برادر سید الشہداء امام حسینؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور دوسری کچھ روایات میں اہل بیتؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے امام حسنؑ اہل بیت کی ایک شمع ہیں، اور ہم نے متعدد احادیث اپنی کتاب (حیاۃ الامام الحسنؑ) کے پہلے حصہ میں بیان کردی ہیں۔

آپؑ کی پرورش

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرزند ارجمند سے دوستی کی رعایت کرتے ہوئے ان کو بلند اخلاق کا درس دیا، اپنے تمام علوم ان تک پہنچائے، آپؑ کی تربیت آپؑ کے والد بزرگوار امیر المومنینؑ نے کی جو دنیائے اسلام کے سب سے بلند و افضل معلم ہیں جنھوں نے آپؑ کی ذات اور نفس کو کریم اور عظیم مثال سے آراستہ کیا یہاں تک کہ آپؑ ان کی سچی تصویر بن گئے، اسی طرح آپ کی والدہ گرامی سیدۃ نساء العالمین، زہراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالص ایمان، اللہ سے عمیق محبت اور اس سے مضبوطی سے لو لگانے سے آپ کی تربیت فرمائی۔

امام حسنؑ نے بیت نبوت، وحی نازل ہونے کی جگہ اور مرکز امامت میں پرورش پائی آپؑ اپنے حسن سلوک اور عظیم شخصیت میں اسلامی تربیت کے لئے بہترین مثال بن گئے۔

بہترین فضائل و کمالات

امام حسنؑ بلند ترین صفات و کمالات کا مجسمہ تھے، آپ اپنے جد امجد اور والد بزرگوار کے صفات و کمالات کے مکمل آئینہ دار تھے جنھوں نے زمین پر فضائل و کمالات کے چشمے جاری کئے۔

امام حسن علیہ السلام فضائل و مناقب، اصل رائے، بلند افکار، ورع و پرہیزگاری، وسیع حلم، اخلاق حسنہ میں بلندی کمالات پر فائز ہوئے یہ سب آپؑ کے اخلاق کے کچھ جواہر پارے ہیں۔

۱۔ الاصابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۔

امامت

آپؑ کے عظیم صفات میں سے امامت ہے اور امامت و بلندی کمالات اس کے شامل حال ہوتی ہے جس کو خداوند عالم اپنے بندوں میں سے منتخب کرتا ہے، یہ امامت کا درجہ بھی خدا ہی نے آپؑ کو عطا کیا اور رسول کریمؐ نے امام حسنؑ اوران کے بردار محترم کے سلسلہ میں یہ اعلان فرمایا: ''حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں چاہے وہ دونوں قیام کریں یا بیٹھ جائیں''۔

ہم اس وقت اختصار کے طور پر امامت کے معنی اوراس کے متعلق کچھ مطالب بیان کرنے کیلئے مجبور ہیں جن سے امام کا مقام اور عظیم شان کا پتہ چلتا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امامت کا مطلب

علماء کلام نے امامت کی تعریف میں یوں کہا ہے: ایک انسانی شخصیت کا دین اور دنیا کے امور میں عام طور پر رئیس وحکمراں ہونا۔ پس اس تعریف کی بنا پر امام وہ عام زعیم ورئیس ہے جس کا لوگوں کے تمام دینی اور دنیوی امور پر سلطہ قدرت ہو۔

۲۔ امامت کی ضرورت

امامت زندگی کی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے جس سے انسان کا کسی حال میں بھی بے نیاز رہنے کا امکان نہیں ہے، اسی میں دنیا اور دین کے نظام کا قیام ہوتا ہے اسی سے عدالت کبریٰ محقق ہوتی ہے، جس کو اللہ نے زمین پر نافذ کیا ہے، لوگوں کے درمیان عام طور پر امن وسلامتی محقق ہوتی ہے ان سے ہرج ومرج دور ہوتا ہے، اور طاقت ورکو کمزوروں پر زور گوئی سے روکتا ہے۔

امام کی سب سے زیادہ اہم ضرورت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دے، اس کے احکام اور تعلیمات کو نشر کرے، معاشرہ کو روح ایمان اور تقویٰ کی غذا کھلائے تا کہ اس کے ذریعہ وہ انسانوں سے شر دور کرے اور اچھائیوں کی طرف متوجہ ہو اور تمام امت پر اس کی اطاعت کرنا، اس کے امور کو قائم کرنے کے لئے اس کے اوامر کو بجالانا، اس کے ذریعہ کجی کو درست کرنا، پراکندگی کو اکٹھا کرنا اور راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرنا ضروری ہے۔

۳۔ واجبات امام

مسلمانوں کے امام اوران کے ولی امر میں مندرجہ ذیل چیزیں ہونا چاہئے:

۱۔ دین کی حفاظت، اسلام کی حراست، اور اقدار و اخلاق کو مذاق کرنے والوں سے بچانا۔

۲۔ احکام نافذ کرنا، جھگڑوں میں فیصلے کرنا اور مظلوم کا ظالم سے حق دلانے میں انصاف کرنا۔

۳۔ اسلامی ممالک کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرنا، چاہے وہ حملے لشکری ہوں یا فکری۔

۴۔ انسان کی شقاوت کا باعث ہونے والے تمام جرائم میں حدیں اور فیصلے قائم کرنا۔

۵۔ سرحدوں کی حفاظت۔

۶۔ جہاد۔

۷۔ زکات جیسے خراج ''ٹیکس'' کا جمع کرنا جس کے متعلق اسلامی شرعی نص و روایت موجود ہے۔

۸۔ حکومتی امور میں امانتدار افراد سے کام لینا اور اپنے کارگزاروں کے ساتھ ناانصافی نہ کرنا۔

۹۔ بذات خود رعایا کے امور کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا، اور اس کے لئے کسی دوسرے کی نظارت پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔(۱)

۱۰۔ دلیری کے ساتھ فیصلے کرنا، امت کیلئے رفاھی کام کرنا اور ان کو فقر و محرومیت سے نجات دلانا۔

امام پر ان مندرجہ بالا امور کا بجالانا اور ان کی عام طور پر مطابقت کرنا واجب ہے اور ہم نے ان جہتوں کے متعلق مکمل طور پر اپنی کتاب ''نظام الحکم اور ادارۃ الاسلام'' میں بحث کی ہے۔

۴۔ امام کے صفات

امام میں مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ معاشرہ میں عدالت رائج کرنا یعنی اور وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرتا ہو اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔

۲۔ امت کی تمام ضروریات کی چیزوں سے آگاہ ہو، ان کے شان نزول اور احکام سے باخبر ہو۔

۳۔ اس کے حواس جیسے قوت سامعہ، باصرہ اور زبان صحیح و سالم ہو، تاکہ ان کے ذریعہ براہ راست

۱۔ سیاست شرعیہ، صفحہ ۷۔

چیزوں کا درک کرنا صحیح ہو، جیسا کہ دوسرے بعض اعضاء کا ہر نقص سے پاک و منزہ ہونا ضروری ہے۔

۴۔ رعایا کی سیاست اور عام مصلحتوں کی تدبیر کے لئے نظریہ کا نفاذ۔

۵۔ اسلام کی حمایت اور دشمن سے جہاد کرنے کے لئے شجاعت، جواں مردی اور قدرت کا ہونا۔

۶۔ نسب یعنی امام کا قریش سے ہونا۔

یہ تمام شرطیں اور صفات ماوردی اور ابن خلدون نے بیان کی ہیں۔(۱)

۷۔ عصمت، متکلمین نے عصمت کی تعریف یوں کی ہے: اللہ کا لطف جو اس کے اکمل بندوں پر جاری ہوتا ہے، جو اس کو عمداً اور سہواً جرائم اور گناہوں کے ارتکاب سے روکتا ہے، شیعوں کا امام میں اس صفت کے پائے جانے پر اجماع ہے، اس مطلب پر حدیث ثقلین دلالت کرتی ہے، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن و عترت کو مقارن قرار دیا ہے، جس طرح ''قرآن کریم'' غلطی اور لغزش سے محفوظ ہے، اسی طرح عترت اطہار بھی غلطی اور خطا سے محفوظ ہیں، ورنہ ان دونوں کے مابین مقارنت اور مساوات کیسے صحیح ہوتی اور ہم اس سلسلہ میں پہلے عرض کر چکے ہیں۔

یہ تمام صفات ائمہ اہل بیتؑ کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے ہیں چونکہ انھوں نے ہی اسلام کی پرورش اور اس کی حمایت کی، اللہ اور اس کی رضا اور اس کی اطاعت کے لئے دلائل پیش کئے، اسلام کے معتقد شاعر نے ان کو اشعار میں یوں نظم کیا ہے:

لِلْقَرِيبِينَ مِنْ نَدًى وَالبَعِيدِي ... مِنَ الْجَوْرِ فِي عُرَى الأَحكامِ

وَالمُصِيبِينَ بابَ ما أَخْطَأَ النَّاسُ ... وَمُرْسِي قَواعِدَ الإِسلامِ

وَالحُماةُ الكُفاةِ فِي الحربِ إِنْ لَفَّ ... ضِرامٌ وَقُودَهُ بِضِرامِ

وَالغُيوثِ الَّذينَ إِنْ أَمْحَلَ النَّاسُ ... فَمَأْوَى حَواضِنِ الأَيْتامِ

راجِحِي الوَزْنِ كامِلِي العَدْلِ فِي السِّيرِ ... طَبِينُونَ بِالأُمُورِ العِظامِ

۱۔ احکام السلطانیہ صفحہ ۴، مقدمہ صفحہ ۱۳۵۔

سَاسَةُ لاكَمَنْ رأى رَعْيَةَ النّاسِ سَــواءً وَرَعْيَةَ الْأنــعــامِ (۱)

''یہ صفات اُن ائمہ کی ہیں جو سخاوت سے نزدیک ہیں اور ظلم وجور سے دُور ہیں۔

یہ ائمہ احکام اسلام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں جہاں لوگ خطاؤں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

وہاں ان کو راہ راست معلوم ہوتی ہے یہ اسلام کی بنیادوں کو راہ راست بخشنے والے ہیں۔

یہ ائمہ جنگ میں شدت سے حملہ کرتے ہیں۔

یہ وہ باران کرم ہیں کہ اگر لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں تو یہ یتیموں کی پناہ گاہ ہوتے ہیں۔

اُن کی فضیلتوں کا پلّہ جھکا رہتا ہے یہ بالکل انصاف سے کام لیتے ہیں۔

یہ اہم امور کو اچھی طرح سمجھتے ہیں یہ سیاست مدار ہیں البتہ جانوروں اور انسانوں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے نہیں ہیں''۔

بیشک اہل بیتؑ نے اپنی عصمت پر سیرت وکردار کے ذریعہ دلیل قائم کی ہے جو اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ تاریخ انسانیت میں ان کے مثل کوئی نہیں ہے، اسی وجہ سے ان کیلئے دین میں عظیم فضل اور تقویٰ ہے۔ وہ ہر قسم کی غلطی اور خطا سے معصوم ہیں جس پر مختلف حالات وواقعات دلالت کرتے ہیں۔

۵۔ امام کی تعیین

شیعوں کے نظریہ کے مطابق امامؑ کا معین کرنا امت کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ ہی اہل حل وعقد کے ہاتھ میں ہے، امامت کے متعلق الکشن کرانا باطل ہے، اس میں کسی کا اختیار محال ہے، امامت بالکل نبوت کے مانند ہے، جس طرح نبوت انسان کی ایجاد نہیں ہوسکتی اسی طرح امامت بھی کسی کی تکوین و ایجاد کے ذریعہ نہیں ہوسکتی، کیونکہ جس عصمت کی امامت میں شرط ہے اس سے خدا کے علاوہ مخفی نفوس سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہے، اس نے اس پر حجت آل محمد اور مہدیؑ منتظر سے اپنی حدیث میں سعد بن عبداللہ کے ساتھ استدلال کیا ہے اس نے امامؑ سے سوال کیا کہ لوگوں کے اپنی خاطر امام اختیار نہ نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ''وہ اپنے لئے مصلح یا مفسد امام کو اختیار کریں گے؟''۔

۱۔ ہاشمیات، صفحہ ۹۔

اس نے جواب دیا: بلکہ مصلح امام اختیار کریں گے۔

''تو کیا ان کا کسی بُرے شخص کو اختیار کرنا ممکن ہے جبکہ کسی کے دل کی اچھائی یا برائی سے کوئی واقف نہیں ہے؟''۔

کیوں نہیں۔

یہ وجہ میں نے تیری عقل کے نزدیک موثق دلیل و برہان کے ذریعہ بیان کی ہے، مجھے ان انبیاء کی خبر دی گئی ہے جن کو اللہ نے منتخب فرمایا، ان پر کتاب نازل فرمائی، ان کی عصمت اور وحی کے ذریعہ تائید فرمائی کیونکہ وہ امتوں کے بزرگ ہیں، موسیٰ اور عیسیٰ کے مانند ان کو اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے کیا ان دونوں کی زیادہ عقل اور ان کے علم کے کامل ہونے کے باوجود ان دونوں کو کسی کو منتخب کرنے کا اختیار ملتا ہے تو وہ منافق کے سلسلہ میں حیرت میں پڑ جاتے ہیں اور فکر کرتے ہیں کہ یہ مومن ہے حالانکہ وہ منافق ہوتا ہے؟''۔

نہیں۔

موسیٰ کلیم اللہ نے اتنی زیادہ عقل، اتنے کامل علم اور اپنے اوپر وحی نازل ہونے کے باوجود اپنی قوم سے اپنے پروردگار سے کیے ہوئے وعدے کے تحت ستر افراد کو منتخب کیا جن کے ایمان و اخلاص میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا جبکہ اُن میں منافقین بھی تھے؟'' اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا﴾ (۱) ''اور موسیٰ نے ہمارے وعدے کے لئے اپنی قوم کے ستر افراد کا انتخاب کیا''

یہاں تک کہ خدا نے فرمایا: ﴿فَقَالُوا أَرِنَا اللهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِم﴾ (۲)

''جب انھوں نے کہا کہ ہمیں علی الاعلان اللہ کو دکھلا دیجئے تو ان کے ظلم کی بنا پر انھیں ایک بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا'' (۳)

جب خدا کی طرف سے نبوت کے لئے منتخب کیا جانے والا شخص بھی فاسد کا انتخاب کرسکتا ہے تو اس سے ہم یہ جان لیتے ہیں کہ منتخب کرنے کا حق صرف اس ذات بابرکت کو ہے جو دلوں کے راز سے

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۵۵۔

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۱۵۳۔

واقف ہے...''۔(۱)

انسانی طاقتیں اس امت کے لئے اصلح شخص کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں، اس کا اختیار انسان کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار تو عالم الغیب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔

امامت کے متعلق یہ مختصری بحث تھی اور محقق کے لئے تفصیل کی خاطر علم کلام کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

بلند اخلاق

امام حسنؑ کو اپنے جد رسولؐ کے بلند اخلاق وراثت میں ملے جو اپنے اخلاق میں تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے تھے، مورخین نے آپ کے اخلاق کے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ ہے کہ ایک شامی شخص آپؑ کے پاس سے گزرا تو اس نے آپؑ کو دیکھ کر آپ پر سب وشتم کرنا شروع کیا، امامؑ خاموش رہے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا جب وہ شخص سب وشتم کر کے چپ ہو گیا تو امام حسنؑ نے مسکراتے ہوئے چہرے سے اس سے فرمایا: اے بزرگ میرے خیال میں تم مسافر ہو اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ہم تجھے عطا کریں، اگر تم ہدایت چاہتے تو ہم تمہاری ہدایت کریں، اگر سواری کی ضرورت ہو تو سواری فراہم کریں، اگر تم بھوکے ہو تو تمھیں کھانا کھلا دیں گے، اگر تم محتاج ہو تو تمھیں بے نیاز کر دیں گے اگر تمہارے پاس رہنے کی جگہ نہیں ہے تو ہم اس کا انتظام کر دیں گے''۔

جب امامؑ اس سے اپنے نرم ولطیف کلام سے پیش آئے تو اس کے ہوش اڑ گئے، وہ کوئی جواب نہ دے سکا، وہ اس شش وپنج میں پڑ گیا کہ امام سے کیسے عذر خواہی کرے اور جو کچھ گناہ مجھ سے صادر ہو گئے ہیں ان کو کیسے مٹائے؟ اور اس نے کہنا شروع کیا: اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔(۲)

آپ کے عظیم اخلاق کا یہ حال تھا کہ آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے اور وہاں سے کہیں جانے کا قصد رکھتے تھے تو وہاں پر ایک فقیر آ گیا آپؑ اس کے ساتھ بڑی شفقت ومہربانی کے ساتھ پیش آئے اور اس

۱۔بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۲۷۔

۲۔مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۲، صفحہ ۱۴۹۔الکامل مبرد، جلد ۱، صفحہ ۱۹۰۔۲۔

سے فرمایا: ''تم اس وقت آئے جب میں وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا تو کیا تم مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیتے ہو؟''

امامؑ کے ان بلند اخلاق سے فقیر متعجب ہوا اور امامؑ کو وہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدی۔(۱)

یہ آپؑ کا بلند اخلاق تھا کہ ایک مرتبہ آپؑ فقیروں کی ایک ایسی جماعت کے پاس سے گذرے جو زمین پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے انھوں نے آپؑ کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تو آپؑ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے اور فرمایا: ''خداوند عالم متکبروں کو دوست نہیں رکھتا'' پھر ان کو مہمان ہونے کی دعوت دی تو انھوں نے آپؑ کی دعوت پر لبیک کہا آپؑ نے ان کو کھانا کھلایا، کپڑا دیا اور ان کو اپنے الطاف سے نوازا۔(۲)

وسعت حلم

آپ ایسے حلیم و بردبار تھے کہ جو بھی آپ کے ساتھ بے ادبی کرتا آپ اس کے ساتھ احسان کرتے تھے مورخین نے آپؑ کے حلم کے متعلق متعدد واقعات قلمبند کیے ہیں، ایک واقعہ یہ ہے کہ آپؑ نے جب اپنی بکری کا ایک پیر ٹوٹا ہوا دیکھا تو اپنے غلام سے فرمایا: ''یہ کس نے کیا ہے؟''۔

غلام: میں نے۔

امامؑ: ''تو نے ایسا کیوں کیا؟''۔

غلام: تاکہ آپؑ اس کی وجہ سے ناراض ہو جائیں!

امامؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''میں تجھے ضرور خوش کرونگا''۔

امامؑ نے اس پر بہت زیادہ بخشش کر کے اسے آزاد کر دیا۔(۳)

آپؑ کے سخت دشمن مروان بن حکم نے آپؑ کے عظیم حلم کا اعتراف کیا ہے اور جب آپؑ کا جسم اطہر حضیرۂ قدس میں لیجایا گیا تو اس نے آپ کے جنازہ کو کاندھا دینے میں سبقت کی، امام حسینؑ یہ دیکھ

۱۔ تاریخ الخلفاء، مؤلف سیوطی، صفحہ ۷۳۔

۲۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۲۴۔

۳۔ مقتل الحسین ''خوارزمی''، جلد ۱، صفحہ ۱۴۷۔

کر متعجب ہوئے اور اس سے فرمایا: آج تم اس کا جنازہ اٹھانے کے لئے آگئے جس پر تم کل غیظ وغضب کا گھونٹ پیتے تھے؟''۔

مروان نے کہا: جس کا حلم پہاڑ کے مانند ہو میں اس کے ساتھ ایسا ہی کرونگا۔(۱)

امام حسنؑ اپنے حلم، بلند آداب اور عظیم اخلاق میں ایک نمونہ تھے اور اسی صفت کی وجہ سے آپ لوگوں کے قلوب میں جگہ بنائے تھے۔

سخاوت

امام حسنؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، آپ اکثر غریبوں پر احسان فرماتے تھے، کسی سائل کو کبھی رد نہیں کرتے تھے اور ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا: آپؑ سائل کو رد کیوں نہیں کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ''بیشک میں اللہ کا سائل ہوں، اسی سے لو لگاتا ہوں، مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں خود تو سائل ہوں اور سوال کرنے والے کو رد کردوں، بیشک خدا کی مجھ پر اپنی نعمتیں نازل کرنے کی عادت ہے، لہٰذا میں نے بھی اس کی نعمتیں لوگوں کو دینے کی عادت بنالی ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے اپنی عادت ختم کرلی تو خدا کہیں اپنی عادت ختم نہ کرلے''، اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھے:

''إِذا ما أَتاني سَائِلٌ قُلْتُ مَرْحَباً   بِمَنْ فَضْلُهُ فَرْضٌ عَلَيَّ مُعَجَّلُ

وَمَنْ فَضْلُهُ فَضْلٌ عَلیٰ کُلِّ فَاضِلٍ   وَأَفْضَلُ أَیَّامِ الْفَتیٰ حِیْنَ یُسْأَلُ (۲)

''اگر میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ آپ کا احترام کرنا مجھ پر واجب ہے۔

آپ کا احترام ہر شخص پر فرض ہے اور انسان کے بہترین ایام وہ ہیں جب اس سے سوال کیا جائے''۔

آپؑ کے دروازے پر محتاجوں اور فقیروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی آپؑ ان کے ساتھ احسان و نیکی کرتے اور انھیں ان کی خواہش سے زیادہ عطا کیا کرتے تھے، مؤرخین نے آپؑ کے کرم وسخاوت کے متعدد

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۴، صفحہ ۵۔

۲۔نور الابصار، صفحہ ۱۱۱۔

واقعات نقل کیے ہیں، ہم ان میں سے بعض واقعات ذیل میں نقل کرر ہے ہیں:

۱۔ایک اعرابی نے آ کر سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا: ''جو کچھ خزانہ میں ہے اس کو دیدو'' اس وقت خزانہ میں دس ہزار درہم تھے۔اس اعرابی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیا آپؑ مجھے یہ اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ میں آپؑ کی شان ومدح میں کچھ اشعار پڑھوں؟ تو امام نے فرمایا:

''نَحْنُ اُنَاسٌ نَوَالُنَا خَضِلُ ۔۔۔ يَرْتَعُ فِيْهِ الرَّجَاءُ وَالْأَمَلُ

تَجُوْدُ قَبْلَ السُّؤَالِ اَنْفُسُنَا ۔۔۔ خَوْفاً عَلٰى مَاءِ وَجْهِ مَنْ يَسَلُ

لَوْ يَعْلَمُ الْبَحْرُ فَضْلَ نَائِلِنَا ۔۔۔ لَفَاضَ مِنْ بَعْدِ فَيْضِهِ خَجَلُ''(۱)

''ہم ایسے لوگ ہیں جن کی بخشش سرسبزوشاداب ہے جس میں آرزو اور امید چرتی رہتی ہے۔

ہم سوال کیے جانے سے پہلے ہی سخاوت کرتے ہیں تا کہ سائل کی آبرو محفوظ رہے۔

اگر سمندر کو ہماری بخشش کی فضیلت معلوم ہوتی تو وہ اپنی فیاضی سے شرمندہ ہوجاتا''۔

۲۔امام حسنؑ ایک ایسے حبشی غلام کے پاس سے گذرے جو اپنے سامنے رکھی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا خود کھاتا تھا اور دوسرا ٹکڑا اپنے کتے کو ڈال رہا تھا، امامؑ نے اس سے فرمایا: ''تم ایسا کیوں کررہے ہو؟''

اس نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو روٹی کھاؤں اور اس کو نہ کھلاؤں۔

امامؑ نے اس غلام میں اس بہترین خصلت کا مشاہدہ فرمایا اور اس کو اس اچھی خصلت کی جزا دینا چاہی اس کے احسان کے مقابلہ میں احسان کرنا چاہا تا کہ فضیلتوں کو رائج کیا جا سکے۔اس سے فرمایا: تم اسی جگہ پر رہو، پھر آپؑ نے اس کے مالک کے پاس جا کر غلام اور جس باغ میں وہ رہتا تھا اس کو خریدا اور اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس باغ کا مالک بنا دیا۔(۲)

۳۔ایک مرتبہ امام حسنؑ مدینہ کی ایک گلی سے گذر رہے تھے تو آپؑ نے سنا کہ ایک آدمی اللہ سے دس ہزار درہم کا سوال کررہا ہے تو جلدی سے اپنے بیت الشرف میں آئے اور اس کے لئے دس ہزار درہم

۱۔اعیان الشیعہ، جلد۴، صفحہ ۸۹۔۹۰۔

۲۔البدایہ والنہایہ جلد۸ صفحہ ۳۸۔

بھیج دئے۔(۱)

یہ آپؑ کے جود و کرم کے چند واقعات تھے اور ہم نے آپؑ کے جود و کرم کے متعدد واقعات اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسنؑ'' کے پہلے حصہ میں بیان کئے ہیں۔

زہد

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پہلے پھول اور آپؐ کے اس لخت جگر نے اپنی زندگی زہد وتقویٰ میں بسر کی اور ہمیشہ خدا سے لو لگائے رہے، اور زندگی کے بہت کم مال و دولت پر قناعت فرمائی، امامؑ فرماتے ہیں:

''لِكِسْرَةٌ مِنْ خَسِيْسِ الْخُبْزِ تُشْبِعُنِيْ وَشَرْبَةٌ مِنْ قَرَاحِ الْمَاءِ تَكْفِيْنِي

وَطُرَّةٌ مِنْ دَقِيْقِ الثَّوْبِ تَسْتُرُنِيْ حَيّاً وَإِنْ مِتُّ تَكْفِيْنِي لِتَكْفِيْنِي''(۲)

''روٹی کا معمولی ٹکڑا مجھے شکم سیر کر دیتا ہے سادہ پانی کا ایک گھونٹ میرے لئے کافی ہے۔
زندگی میں معمولی کپڑا میرے پہننے کیلئے کافی ہے اور مرنے کے بعد میری تکفین کیلئے کافی ہے''

آپؑ نے اپنا بیان مندرجہ ذیل دو بیتوں پر تمام فرمایا جو آپؑ کے زہد کی عکاسی کرتا ہے:

قَدِّمْ لِنَفْسِکَ ما اسْتَطَعْتَ مِنَ التُّقیٰ إِنَّ الْمَنِيَّةَ نَازِلٌ بِکَ يَا فَتی

أَصْبَحْتَ ذَا فَرَحٍ کَأَنَّکَ لا تَرىٰ أَحْبَابَ قَلْبِکَ فِي المَقَابِرِ والبِلى (۳)

''اپنے نفس کو حتی الامکان پرہیزگاری کا تحفہ پیش کرو کیونکہ اے جوان تم کو موت آنے والی ہے۔
تم اس طرح خوش ہو گئے ہو کہ گویا اپنے قلبی دوستوں کو قبروں میں سوتا نہیں دیکھتے''۔

محمد بن بابویہ نے امام حسنؑ کے زہد کے متعلق ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ''زہد الامام الحسنؑ'' رکھا ہے،(۴) مترجمین و محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ سب سے زیادہ زاہد تھے آپؑ

۱۔طبقات الکبریٰ، مؤلف شعرانی جلد ۱ صفحہ ۲۳۔ الصبان، صفحہ ۱۱۷۔

۲۔حیاۃ الامام الحسن، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸۔

۳۔تاریخ ابن عساکر، جلد ۴، صفحہ ۲۱۹۔

۴۔حیاۃ الامام الحسن، جلد ۱، صفحہ ۳۳۰۔

کی شان آپؑ کے جد اور والد بزرگوار کی شان کے مطابق تھی۔

علمی ہیبت

امام حسنؑ اسلام میں علم و حکمت کے منبع تھے، آپؑ اور آپؑ کے برادر کے کثرت علم کے متعلق احادیث میں وارد ہوا ہے، امام حسنؑ اور امام حسینؑ تبحر فی العلم تھے، عالم اسلام میں سب لوگ فتووں کے سلسلہ میں امام حسن علیہ السلام کی طرف ہی رجوع کرتے تھے، آپؑ کے پاس علوم اخذ کرنے والے صحابہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی، اس کی تمام صحابہ نے روایت کی ہے۔(۱)

یہ بات شایان ذکر ہے کہ محمد بن احمد دولابی متوفی ۳۲۰ھ نے مسند نامی کتاب تحریر کی ہے جس میں ''ذریہ طاہرہ'' کے نام سے ایک باب ہے جس میں وہ تمام روایات درج کی ہیں جن کو امام حسنؑ نے اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔(۲)

حکیمانہ کلمات قصار

۱۔''دنیا میں اپنے بدن کے ساتھ رہو اور آخرت میں اپنے دل کے ساتھ رہنا''۔(۳)

۲۔''اگر دنیا کے بارے میں تمہارے مطالبات پورے نہ ہوں تو تم یہ تصور کرو کہ تم نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا''۔(۴)

۳۔''سب سے بڑی مصیبت بری عادت ہے''۔(۵)

۴۔''جو شخص سلام سے پہلے کلام کرے اس کا جواب نہ دو''۔(۶)

۱۔حیاۃ الامام الحسنؑ، جلد۲،صفحہ ۳۳۳۔

۲۔ جامعہ زیتونہ کی لائبریری کے خطی نسخے جن کی امیر المومنین لائبریری سے فوٹو کاپی لی گئی ہے ہم نے اس کا تذکرہ حیاۃ الامام الحسن کی پہلی جلد میں کردیا ہے۔

۳۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد۱۸،صفحہ ۸۹۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۸،صفحہ ۸۹۔

۵۔نہج السعادۃ، جلد۸،صفحہ ۲۸۰۔

۶۔کشف الغمہ، جلد۲،صفحہ ۱۹۷۔

۵۔ایک شخص اپنے مرض سے صحتیاب ہوا تو امامؑ نے اس سے فرمایا: ''اللہ نے تیرا ذکر کیا تو اس کا ذکر کر، اور تجھے واپس پلٹایا لہذا تو اس کا شکرادا کر''۔(۱)

۶۔''نعمت، محنت ہے اگر تم نے نعمت کا شکرادا کیا تو وہ تمہارے لئے خزانہ ہوگی اور اگر نعمت کا انکار کیا تو وہ مصیبت ہو جائے گی''۔(۲)

آپؑ کے بعض خطبے

آپؑ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب تھے اور بات میں بات ایجاد کرنے کی قدرت رکھتے تھے ہم ذیل میں ان کے بعض خطبے نقل کر رہے ہیں:

۱۔امام امیر المومنین حضرت علیؑ نے آپؑ کو لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے بھیجا تو آپؑ نے بڑی ہی شان وشوکت کے ساتھ منبر کے پاس کھڑے ہو کر یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

''ایہا الناس! اپنے پروردگار کے پیغام کو سمجھو، بیشک پروردگار عالم نے عالمین کیلئے آدمؑ، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے، ہم آدم کی برگزیدہ اولاد ہیں، نوحؑ کے خاندان ہیں، آل ابراہیم کے منتخب کردہ ہیں، اسماعیل اور آل محمدؐ کی نسل ہیں، ہم تمہارے درمیان بلند آسمان، بچھی ہوئی زمین اور چمکتے سورج کے مانند ہیں ہم ہی نے اپنے نور سے دنیا کو روشن کیا ہے اور ہم ہی شجرِ زیتونہ ہیں جس کو پروردگار عالم نے مبارک قرار دیا ہے اور اس کی قرآن کریم میں مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''لاشرقیة ولاغربیة'' نہ مشرق ہے اور نہ مغرب ہے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت کی اصل ہیں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں، خدا کی قسم ہم اس کے ثمر ہیں، جس نے اس کی شاخوں سے تعلق رکھا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ گمراہ ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے...''۔(۳)

۱۔بحار الانوار، جلد ۷۵، صفحہ ۱۰۶۔

۲۔تذکرۃ ابن حمدون، صفحہ ۲۵۔

۳۔جلاء العیون، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸۔

۲۔آپؑ کا ایک بہت ہی عمدہ خطبہ یہ ہے جس میں آپ نے مکارم اخلاق کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی: ''جان لو! عقل حرز (محافظ) ہے، حلم زینت ہے، وفاداری مروت ہے، جلد بازی بیوقوفی ہے، بیوقوفی کمزوری ہے، اہل دنیا کے ساتھ مجالست بری ہے، اہل فسق و فجور سے ملنا جلنا دھوکہ ہے، جس نے اپنے برادران کو ہلکا سمجھا اس نے ان کی محبت سے ہاتھ دھولیا، شک وشبہ کرنے والے کے علاوہ اور کوئی ہلاک نہیں ہوگا، وہ ہدایت یافتہ افراد ہی نجات پائیں گے جو اپنی موت اور اپنے رزق کے بارے میں ایک لحہ کے لئے بھی خدا پر کسی طرح کا الزام نہیں لگاتے ،وہ صاحب مروّت افراد ہوتے ہیں اُن کی حیا کامل ہوتی ہے، وہ صبر کئے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُن کو اُن کا رزق مل جاتا ہے، وہ دنیا کے عوض دین اور جوانمردی کا سودا نہیں کرتے اور نہ رضایت الٰہی کے بدلہ دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، انسان کی جوانمردی اور عقل مندی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی حاجت برآری میں جلدی کرے چاہے وہ حاجت برآری کا تقاضا بھی نہ کریں، عقل خدا کی عطا کی ہوئی چیزوں میں سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ اسی کے ذریعہ سے دنیا اور اس کی آفتوں سے نجات پائی جاسکتی ہے اور آخرت میں اس کے عذاب سے محفوظ رہا جاسکتا ہے''۔

آپ سے کہا گیا: لوگوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی عبادت کی تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا: ''تم اس کی عقل کو دیکھو کیونکہ قیامت کے دن جزا انسان کی عقل کے حساب سے دی جائیگی اور بہترین ادب عقل کی صحت کی دلیل ہے۔۔۔''(۱)

عبادت

امام حسنؑ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد تھے، آپؑ کے سلسلہ میں راویوں کا کہنا ہے: آپؑ ہمیشہ اپنی زبان پر اللہ (۲) کا ذکر جاری رکھتے تھے، جب جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا تو آپؑ مضطرب ہوجاتے، خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے، جب موت اور موت کے بعد

۱۔ارشاد القلوب، صفحہ ۲۳۹۔

۲۔امالی صدوق، صفحہ ۱۰۸۔

حشر ونشر کا تذکرہ ہوتا تو آپ خائفین اورتوبہ کرنے والوں (۱) کی طرح گریہ کرتے، جب اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا ذکر ہوتا تو آپؑ ایک نعرہ مارتے تھے یہ تمام باتیں اللہ کی عظیم اطاعت اوراس سے خوف کی عکاسی کرتی ہیں۔(۲)

وضواور نماز

امام حسنؑ جب وضو کا ارادہ کرتے تو خدا کے خوف سے آپ کی حالت متغیر ہو جاتی یہاں تک کہ آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپؑ کے اعضاء کانپ اٹھتے تھے، جب اس راز کے سلسلہ میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''جو شخص، رب العرش کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے اس کا حق ہے کہ اس کے بند بند کانپ جائیں اوراس کا رنگ بدل جائے''، جب آپؑ وضو سے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تو باآواز بلندیوں فرماتے: ''خدایا تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے! گناہ گار تیرے پاس آیا ہے، اے کریم اپنی نیکیوں کے ذریعہ ہماری برائیوں سے درگذر فرما''۔(۳)

جب نماز میں مشغول ہوتے تو خدا سے خوف وڈر کی وجہ سے آپؑ کے بند بند کانپنے لگتے تھے۔(۴)

نماز صبح ادا کرنے کے بعد سے لیکر سورج نکلنے تک آپؑ اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی سے کوئی کلام نہیں کرتے تھے۔(۵)

حج

آپؑ نے اللہ کی عبادت اوراس کی طاعت کا یوں اظہار فرمایا کہ آپؑ نے پاپیادہ پچیس حج کیے، جبکہ آپؑ کیلئے سواریاں موجود تھیں، (۶) جب آپؑ سے پاپیادہ، بہت زیادہ حج کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ فرمایا: ''مجھے اپنے پروردگار سے اس بات پر شرم آتی ہے کہ میں پیدل اس کے بیت حرام تک نہ جاؤں''۔(۷)

۱۔اعیان الشیعہ، جلد۴، صفحہ۱۱۔

۲۔امالی صدوق، صفحہ۱۰۸۔

۳۔امالی صدوق، صفحہ۱۰۸۔

۴۔حیاۃ الامام حسنؑ، جلد۱، صفحہ۳۲۷۔

۵۔بحارالانوار، جلد۱۰، صفحہ۹۳۔

۶۔لمعہ، کتاب الحج، جلد۲، صفحہ۱۷۰۔

۷۔اعیان الشیعہ، جلد۴، صفحہ۱۱۔

اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنا

امامؑ نے خدا کی مرضی اور اس کی اطاعت میں ہر انسان پر سبقت فرمائی، آپؑ نے دو مرتبہ اپنی ساری ملکیت راہ خدا میں تقسیم کردی، اور تین مرتبہ اللہ کی راہ میں اپنا سارا مال دیدیا یہاں تک کہ اپنی نعلین بھی دیدی اور پھر دوبارہ خریدی۔(۱)

یہ آپؑ کے ذریعہ اللہ کی اطاعت کے چند نمونے ہیں آپؑ نے عبادت میں اپنے جد اور پدر بزرگوار سید المتقین اور امام الموحدین کا کردار ادا کیا۔

کثرت ازواج کی تہمت

امام حسنؑ پر زیادہ شادیاں کرنے کی تہمت لگائی گئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: آپؑ نے تین سو شادیاں کی ہیں (۲) یہ صرف ایک بہتان ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جب حسنی سادات نے منصور دوانیقی کے خلاف قیام کیا تو اس نے جان بوجھ کر یہ مشہور کردیا، اس قیام سے اس کی حکومت کو خطرہ لاحق ہوا ،ارکان حکومت لرزہ براندام ہوگئے تو اس نے جان بوجھ کر امام امیر المومنین اور ان کی اولاد پر الزامات لگانا شروع کردئے اور ان پر آرام طلبی کا الزام لگایا۔

اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو امام حسنؑ کی اولاد بھی کثرت نساء سے شادیوں کے مناسب ہوتی حالانکہ ''نسابوں نے جو آپ کی اولاد کا ذکر کیا ہے'' آپؑ کی اولاد لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد ۲۲ بتائی ہے، مطلق طور پر یہ تعداد کثرت ازواج کے بالکل مناسب نہیں ہے جس کا انھوں نے گمان کیا ہے کہ آپ نے بہت زیادہ شادیاں کی ہیں، اس سے بڑھ کر انھوں نے تو یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپؑ بہت زیادہ طلاق دیتے تھے، اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ آپؑ بہت زیادہ طلاق دیتے تھے تو آپؑ جعدہ بنت اشعث کو طلاق دیتے، اور ہم نے اس سلسلہ میں قاطع دلیلوں کے ذریعہ اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسنؑ'' کی دوسری جلد میں اس نسبت کے متعلق بیان کردیا ہے۔

۱۔اسد الغابہ، جلد۲،صفحہ۱۲۔

۲۔حیاۃ الامام حسنؑ، جلد۲، صفحہ ۴۵۳۔

خلافت

جب عالم اسلام، معاشرتی عدالت کے علمبردار امیر المومنینؑ کی شہادت کے سانحہ سے دوچار ہوا تو بڑے ہی پیچیدہ وقت میں امامؑ نے اسلامی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، جبکہ آپؑ کا لشکر نافرمان ہو چکا تھا، ان میں سے اکثر افراد جنگ میں سستی سے کام لے رہے تھے اور اُن میں خوارج بھی تھے جنھوں نے امام امیر المومنینؑ پر کفر اور دین سے خارج ہونے کا الزام لگایا وہ اپنے لشکر میں جسم کھا جانے والی چیونٹی کی طرح تھے ان کو نافرمانی اور امام کی اطاعت نہ کرنے کی رغبت دلاتے تھے۔

امام حسنؑ کیلئے سب سے المناک حادثہ آپؑ کے لشکر کے سپہ سالاروں کا تھا، جن میں سرفہرست عبیداللہ بن عباس تھے، انھوں نے اللہ، رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی، معاویہ نے ظاہری طور پر انھیں ولایت، طاعت اور اپنا حکم ماننے کیلئے خط تحریر کیا اور اس کے ضمن میں یہ تحریر کیا کہ اگر وہ چاہیں امام کو قتل کردیں یا گرفتار کر کے اس کے حوالہ کردیں۔

آپؑ کے چچازاد بھائی عبیداللہ بن عباس نے معاویہ سے رشوت لے لی اور رات کے اندھیرے میں بڑی ذلت وخواری کے ساتھ معاویہ کے لشکر سے جاملا، امام حسنؑ کے لشکر میں فتنوں کی امواج اور بے چینی چھوڑ گیا، کمزور نفس افراد کے لئے خیانت اور ضمیر فروشی کی راہ ہموار کر گیا، آپ کو اس لشکر کے حوالے کردیا جو مال وزر کے لالچ میں آپ کے ہمراہ آ گیا تھا، ہر طرف سے آپؑ کو مشکلوں نے گھیر لیا، آپؑ کے لشکر میں بعض مارقین نے جان بوجھ کر نماز کی حالت میں آپؑ کی ران پر نیزہ مارا، امامؑ نے ان تمام مشکلوں میں صبر سے کام لیا اور یہ مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے سامنے ان دو راستوں کے علاوہ اور کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے:

۱۔ اپنے اس پراکندہ لشکر کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرتے جس سے فتح ونصرت کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی تھی، اس طرح اپنی اور اپنے اہل خاندان نیز شیعوں کی جان کی بازی لگا دیتے اور اس طرح دین اور صراط مستقیم کی ہدایت کا یہ ستارہ غروب ہو جاتا کہ اگر امام اسیر کر کے معاویہ کے پاس لیجائے جاتے تو وہ آپ پر احسان رکھتا اور آپ کو آزاد کردہ قرار دیتا، جس سے اس سے اور اس کے اہل خاندان سے آزاد کردہ کی تہمت ختم ہو جاتی، کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان لوگوں کو آزاد کیا تھا اور اس طرح بنی امیہ مضبوطی کے ساتھ اپنے پیر جما لیتے اور عام لوگوں کی نظر میں امامؑ کی قربانی کی اس کے علاوہ کوئی اہمیت نہ

ہوتی کہ لوگ یا آپ کی تائید کرتے یا آپ کو برا بھلا کہتے۔

۲۔ یا معاویہ کے ساتھ صلح کر لیتے جبکہ یہ صلح آنکھ میں تنکے یا گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی کی طرح ہوتی ، معاویہ اور اس کی سرکشی سے چشم پوشی سے کام لیتے یا اس کے اسرار اور خباثت کو اسلامی معاشرہ میں فاش کرتے ، اس کے مسلمان نہ ہونے کو بیان کرتے ، اس سے بے شرمی کا لباس دور کرتے تا کہ لوگوں کے سامنے اس کی ریا ، خباثت اور زور گوئی کا انکشاف ہو جاتا ، یہ چیز واضح طور پر محقق ہوئی جس میں کسی طرح کا کوئی ابہام وغموض نہیں ہے ، صلح کے بعد معاویہ نے ایک خطبہ دیا جس میں عراقیوں سے مخاطب ہو کر کہا: اے اہل عراق! میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی ہے کہ تم نماز پڑھو ، روزے رکھو ، زکات دو اور حج بجالاؤ ، بلکہ میں نے تم سے اس لئے جنگ کی ہے کہ تم کو اپنا مطیع بنا کر تم پر حکومت کروں ، اور اللہ نے مجھے یہ حکومت دیدی ہے جس کے متعلق تم پر گراں گذر رہا ہے ، آگاہ ہو جاؤ میں نے جو کچھ عہد و پیمان حسن بن علی (علیہما السلام) سے کئے تھے وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

کیا آپ نے اس اموی خبیث کو ملاحظہ کیا جس نے اپنی جہالت کو واضح کر دیا اور اپنے تمام امور کو بیان کر دیا؟ اگر امام حسن علیہ السلام کی صلح میں یہ عظیم فائدہ نہ ہوتا جو معاویہ کی جہالت اور اس کے خبث باطنی اور سوء سریرہ پر دلالت کرتا ہے اس کی روح میں تو اسلام سما ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے دشمن ابوسفیان کے مشابہ اور اس کی ماں ہند کے مثل تھی جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ کا جگر نکال کر دانتوں سے چبایا تھا اور ان کو مثلہ کر دیا تھا معاویہ کو ان دونوں سے اسلام سے دشمنی اور رسول اسلامؐ سے بغض کرنا ورثہ میں ملا تھا۔

بہر حال امام حسنؑ نے صلح کا انتخاب فرمایا اور شرعی طور پر آپؑ کو یہی کرنا ہی چاہئے تھا ، اگر آپؑ صلح نہ فرماتے تو امت ایسی مشکلات میں گھر جاتی جن کو خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

امام حسنؑ نے صلح نامہ میں معاویہ سے شرط کی کہ اس کا (معاویہ) کا شریعت پر کوئی قبضہ نہ ہو اس کو امیر المومنین نہیں کہا جائیگا یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ معاویہ شرعی حاکم نہیں ہے اور نہ مومنین کا امیر ہے ، بلکہ وہ ظلم و جور کا حاکم ہے ، اسی طرح آپؑ نے یہ شرط کی کہ وہ کتاب وسنت کو اپنی سیاست اور سیرت میں شمار نہیں کرے گا ، اگر آپؑ معاویہ کے مسلمان ہونے سے مطمئن ہوتے تو کیوں اس کے ساتھ یہ شرط کرتے ، اس

کے علاوہ امامؑ نے اس سے دوسری شرطیں بھی کی ہیں۔

معاویہ نے ایک شرط بھی پوری نہیں کی، بلکہ ان کو توڑ کر وعدہ خلافی کی، اور ہم نے ان تمام شرطوں کو اپنی کتاب ''حیاۃ الامام الحسن'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

صلح کے بعد معاویہ کی سیاست آشکار ہوگئی جو بالکل کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت کے مخالف تھی، اس نے نیک اور صالح حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی جیسے اصحاب کو قتل کیا، مسلمانوں کو بے آبرو کیا، عورتوں کو قید میں ڈالدیا، ان کے اموال چھین لئے، اور اپنی حکومت میں ابن عاص ابن شعبہ، ابن ارطات، ابن حکم، ابن مرجانہ اور ابن سمیہ جیسے افراد سے مدد لی جس کو اس کے شرعی باپ عبید رومی کا انکار کر کے اس کے فاجر و فاسق باپ ابوسفیان سے ملحق کر دیا گیا تھا، اس طرح کے افراد کو عراق کے شیعوں پر مسلط کر دیا گیا جنھوں نے ان کو سخت عذاب دیا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا، ان کی عورتوں کو رسوا کیا، ان کے گھروں کو جلا دیا اور ان کے اموال لوٹ لئے...

اس (معاویہ) کا سب سے بڑا جرم رسول اللہ ﷺ کے بڑے فرزند ارجمند امام حسنؑ کو شہید کرنا تھا، اس نے امام حسنؑ کو آپؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث سے زہر دلوایا جبکہ اس کو یہ کہہ کر بہکایا کہ میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کر دونگا، امامؑ کو روزہ کی حالت میں زہر دیدیا گیا جس سے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور آپؑ کچھ مدت تک زندہ رہے اور اس کے بعد آپؑ کی روح پرواز کر گئی، یہ وہ مصائب تھے جن کا گھونٹ معاویہ نے پلایا تھا وہ معاویہ جس کو بعض صحابہ ''کسریٰ عرب'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معاویہ نے اپنے جرائم کا اختتام اپنے بیٹے یزید کو مسلمانوں کا خلیفہ بنا کر کیا، اس کی دین و دنیا میں فساد برپا کرنے کے لئے پرورش کی، اور اس نے اُن تمام فسادات کا روز عاشورہ کربلا میں، مکہ میں اور یوم حرہ میں ارتکاب کیا اسی طرح کے اور بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا جن کے ذریعہ مسلمانوں کو بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کر دیا جس کی وہ تاب نہیں رکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ اسلام کی بنیاد اور اس دنیائے اسلام کو نجات دلانے والے تھے جو امویوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکی تھی جو اس کو بدترین عذاب دے رہے تھے، اس کے بچوں کو قتل اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، انھوں نے اللہ کے مال کو اپنی بزرگی کا سبب بنایا، اس کے بندوں کو اپنا نوکر بنایا، نیک اور صالح افراد کو دور کر دیا، مسلمانوں کے درمیان خوف و دہشت پھیلائی، عام شہروں میں قید خانوں، جرائم، فقر و تنگدستی اور محرومیت کو رواج دیا، رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو حضرت امام حسینؑ نے ان کا محکم عزم و ارادہ سے جواب دیا، آپ نے ایسا عظیم انقلاب برپا کیا جس کے ذریعہ آپؑ نے کتاب خدا کی تشریح فرمائی اور اس کو صاحبان عقل کیلئے مایۂ عبرت قرار دیا، ان کے محلوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اُن کی عظمت و شوکت کی نشانیوں کو ختم کر دیا، مسلمانوں کے درمیان سیاسی اور دینی شعور بیدار کیا، ان کو غلامی اور ذلت کے خوف سے آزاد کرایا، ان کو ان تمام منفی چیزوں سے آزاد کرایا جو ان کیلئے نقصان دہ تھیں، مسلمان پردے میں بیٹھنے کے بعد آن بان کے ساتھ چلنے لگے، انھوں نے اس انقلاب کے پرتو میں اپنے حقوق کا نعرہ بلند کیا جن کا امویوں کے حکم سے خاتمہ ہو چکا تھا جنھوں نے ان کو ذلیل و رسوا کیا اور وہ کام انجام دیا جس کو وہ انجام نہیں دینا چاہتے تھے ...ہم اس امام عظیم کے کچھ اوصاف بیان کر رہے ہیں جن کی قربانی، عزم محکم، صبر اور اذکار کے چرچے خاص و عام کی زبان پر ہیں۔

نبی کی حسینؑ سے محبت

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرزند ارجمند امام حسین علیہ السلام سے بے انتہا محبت کیا کرتے

تھے آپ کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی شان و منزلت اور کیا مقام تھا اس سلسلہ میں آپ کی بعض احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول کا فرمان ہے: ''من اراد ان ینظر الیٰ سید شباب اهل الجنة فلینظر الیٰ الحسین بن علی''۔(۱)

''جو شخص جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسین بن علی کے چہرے کو دیکھے''۔

۲۔ ابوہریرہ سے روایت ہے: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے یہ فرما رہے تھے: ''اللهم انی احِبُّه فاحبّه''۔(۲)

''پروردگار میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر''۔

۳۔ یعلی بن مرہ سے روایت ہے: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں جا رہے تھے تو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ حسینؑ سکوں سے کھیل رہے ہیں تو آپ نے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ امامؑ کی طرف پھیلا دئے، آپ مسکرا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے، بیٹا ادھر آؤ ادھر آؤ یہاں تک کہ آپ نے امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا ایک ہاتھ ان کی ٹھڈی کے نیچے رکھا اور دوسرے سے سر پکڑ کر ان کے بوسے لئے اور فرمایا: ''حسین منی و انا من حسین، احب الله من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط''(۳)۔

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خدایا جو حسینؑ محبت کرے تو اس سے محبت کر، حسینؑ بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے''

یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان عمیق رابطہ کی عکاسی کرتی ہے، لیکن

۱۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۳، صفحہ ۱۹۰۔ تاریخ ابن عساکر خطی، جلد ۱۳، صفحہ ۵۰۔

۲۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۷۷۔ نور الابصار، صفحہ ۱۲۹: اللهم انی اُحِبُّه وَ اُحِبُّ کُلَّ مَنْ یُحِبُّه''۔

''خدایا میں اس کو دوست رکھتا اور جو اس کو دوست رکھتا ہے اس کو بھی دوست رکھتا ہوں''

۳۔ سنن ابن ماجہ، جلد ۱، صفحہ ۵۶۔ مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۱۷۲۔ اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۹۔ تہذیب الکمال، صفحہ ۷۱۔ تیسیر الوصول، جلد ۳، صفحہ ۲۷۶۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۷۷۔

اس حدیث میں نبی کا یہ فرمان کہ ''حسین منی ''حسین مجھ سے ہے'' اس سے نبی اور حسینؑ کے مابین نسبی رابطہ مراد نہیں ہے چونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ بہت ہی گہری اور دقیق بات ہے کہ حسینؑ نبی کی روح کے حامل ہیں وہ معاشرۂ انسانی کی اصلاح اور اس میں مساوات کے قائل ہیں۔

لیکن آپ کا یہ فرمان: ''وانا من حسین'' ''اور میں حسین سے ہوں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام مستقبل میں اسلام کی راہ میں قربانی دے کر رہتی تاریخ تک اسلام کو زندۂ جاوید کریں گے، لہٰذا حقیقت میں نبی حسینؑ سے ہیں کیونکہ امام حسینؑ نے ہی آپ کے دین کو دوبارہ جلا بخشی، ان طاغوتی حکومتوں کے چنگل سے رہائی دلائی جو دین کو مٹانا اور زندگی کو جاہلیت کے دور کی طرف پلٹانا چاہتے تھے، امام حسینؑ نے قربانی دے کر امویوں کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا اور مسلمانوں کو ان کے ظلم و ستم سے آزاد کرایا۔

۴۔ سلمان فارسی سے روایت ہے: جب میں نبی کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ آپ کی ران پر بیٹھے ہوئے تھے اور نبی آپ کے رخسار پر منھ ملتے ہوئے فرما رہے تھے:

''انت سید بْنُ سَیِّد، انت امام بن امام، وَاَخُو اِمَامٍ، وَابُو الائِمَۃِ، وَانْتَ حُجَّۃُ اللّٰہِ وَابْنُ حُجَّتِہِ، وَاَبُوْ حُجَجٍ تِسْعَۃٍ مِنْ صُلْبِکَ، تَاسِعُھُمْ قَائِمُھُمْ'' ۔(۱)

''آپ سید بن سید، امام بن امام، امام کے بھائی، ائمہ کے باپ، آپ اللہ کی حجت اور اس کی حجت کے فرزند، اور اپنے صلب سے نو حجتوں کے باپ ہیں جن کا نواں قائم ہوگا''۔

۵۔ ابن عباس سے مروی ہے: رسولؐ اسلام اپنے کاندھے پر حسینؑ کو بٹھائے لئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: ''نِعم المرکب رکبت یاغلام، فاجا بہ الرسول: ''ونعم الراکب ھُوَ'' ۔(۲)

''کتنا اچھا مرکب (سواری) ہے جو اس بچہ کو اٹھائے ہوئے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''یہ سوار بہت اچھا ہے''۔

۶۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے: ''ھذا (یعنی: الحسین ؑ) امام بن امام ابو ائمۃ تسعۃ'' ۔(۳)

۱۔ حیاۃ الامام حسینؑ، جلد ۱، صفحہ ۹۵۔

۲۔ تاج جامع للاصول، جلد ۳، صفحہ ۲۱۸۔

۳۔ منہاج السنۃ، جلد ۴، صفحہ ۲۱۰۔

''یہ یعنی امام حسینؑ امام بن امام اور نو اماموں کے باپ ہیں''۔

۷۔ یزید بن ابو زیاد سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عائشہ کے گھر سے نکل کر حضرت فاطمہ زہراؑ کے بیت الشرف کی طرف سے گذرے تو آپ کے کانوں میں امام حسینؑ کے گریہ کرنے کی آواز آئی، آپ بے چین ہوگئے اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا: ''اَلَمْ تَعْلَمِیْ اَنَّ بُکَائَهُ یُؤْذِیْنِیْ؟''۔(۱)

''کیا تمھیں نہیں معلوم حسین کے رونے سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے''۔

یہ وہ بعض احادیث تھیں جو رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بیٹے امام حسینؑ سے محبت کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہیں یہ شرافت و کرامت کے تمغے ہیں جو آپؐ نے اس فرزند کی گردن میں آویزاں کئے جو بنی امیہ کے خبیث افراد کے حملوں سے آپؐ کے اقدار کی حفاظت کرنے والا تھا۔

نبیؐ کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا

نبیؐ نے اپنے نواسے امام حسینؑ کی شہادت کو اتنا بیان کیا کہ مسلمانوں کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہوگیا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں تھا اور اہل بیتؑ نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا کہ حسین بن علیؑ کربلا کے میدان میں قتل کردیے جائیں گے۔(۲)

آسمان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ عنقریب تمہارے بیٹے پر مصیبتوں کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتے تو وہ پگھل جاتے، آپ نے متعدد مرتبہ امام حسینؑ کے لئے گریہ کیا اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے کچھ احادیث پیش کرتے ہیں:

۱۔ ام الفضل بنت حارث سے روایت ہے: میں امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچی جب آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کیا مشکل

۱۔ مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۲۰۱۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۳، صفحہ ۱۹۱۔ ذخائر العقبیٰ، صفحہ ۱۴۳۔

۲۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۷۹۔

پیش آ گئی ہے؟!

''اَتَانِیْ جِبْرَئِیلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا ''میرے پاس جبرئیل آئے اور انھوں نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میری امت عنقریب اس کو قتل کردے گی'' آپ نے امام حسینؑ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ام الفضل جزع وفزع کرتی ہوئی کہنے لگی: اس کو یعنی حسین کو قتل کردے گی؟

''نَعَمْ، وَاَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ ''۔(۱)''ہاں، جبرئیل نے مجھے اس کی تربت کی سرخ مٹی لاکر دی ہے'' ام الفضل گریہ وبکا کرنے لگی اور رسول بھی ان کے حزن وغم میں شریک ہو گئے۔

۲۔ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے: ایک رات رسول اللہ سونے کیلئے بستر پر لیٹ گئے تو آپ مضطرب ہو کر بیدار ہو گئے، اس کے بعد پھر لیٹ گئے اور پہلے سے زیادہ مضطرب ہونے کی صورت میں پھر بیدار ہو گئے، پھر لیٹ گئے اور پھر بیدار ہو گئے حالانکہ آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی جس کو آپ چوم رہے تھے(۲) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ کیسی مٹی ہے؟

''اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّ هٰذَا (یعنی: الحسین ؑ) یُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ. فَقُلْتُ لِجِبْرَئِیْلَ : اَرِنِیْ تُرْبَةَ الْاَرْضِ الَّتِیْ یُقْتَلُ بِهَا فَهٰذِهِ تُرْبَتُهُ''(۳)

''مجھے جبرئیل نے یہ خبر دی ہے کہ اس (حسینؑ) کو عراق کی سرزمین پر قتل کردیا جائے گا۔ میں نے جبرئیل سے عرض کیا: مجھے اس سرزمین کی مٹی دکھاؤ جس پر حسین قتل کیا جائے گا یہ اسی جگہ کی مٹی ہے''۔

۳۔ام سلمہ سے روایت ہے: ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا:''لَا یَدْخُلَنَّ عَلَیَّ اَحَدٌ''''میرے پاس کوئی نہ آئے'' میں نے انتظار کیا پس حسین آئے اور آپ کے پاس پہنچ گئے، میں نے نبی کی آواز سنی، حسین ان کی آغوش میں (یا پہلو میں بیٹھے ہوئے) تھے آپ حسینؑ کے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے گریہ کر رہے تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

۱۔مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ۱۷۹۔

۲۔شیعہ کربلا سے حاصل کی گئی مٹی پر سجدہ کرتے ہیں جس کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوما ہے۔

۳۔کنز العمال، جلد۷، صفحہ۱۰۶۔سیر اعلام النبلاء، جلد۳، صفحہ۱۵۔ذخائر العقبیٰ، صفحہ۱۴۸۔

کی قسم مجھ کو پتہ بھی نہ چل سکا اور حسین آپ کے پاس آگئے ...

آنحضرت نے مجھ سے فرمایا: ''اِنَّ جِبْرَئِیْلَ کَانَ مَعَنَا فِی الْبَیْتِ فَقَالَ: اَتُحِبُّہُ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: اَمَا اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہُ بِاَرْضٍ یُقَالُ لَھَا کَرْبَلَاءُ''۔

''جبرئیل گھر میں ہمارے پاس تھے تو انھوں نے کہا: کیا آپ حسین کو بہت زیادہ چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو جبرئیل نے کہا: آگاہ ہو جاؤ! عنقریب آپ کی امت اس کو کربلا نامی جگہ پر قتل کر دے گی''، جبرئیل نے اس جگہ کی مٹی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لا کر دی جس کو نبی نے مجھے دکھایا۔(۱)

۴۔ عائشہ سے روایت ہے: امام حسین آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے آنحضرت کو نیچے جھکنے کی طرف اشارہ کیا اور امام حسین آپ کے کندھے پر سوار ہو گئے تو جبرئیل نے کہا: ''اے محمد! کیا آپ حسین سے محبت کرتے ہیں؟'' آنحضرت نے فرمایا: کیوں نہیں، کیا میں اپنے بیٹے سے محبت نہ کروں؟'' جبرئیل نے عرض کیا: آپ کی امت عنقریب آپ کے بعد اس کو قتل کر دے گی'' جبرئیل نے کچھ دیر کے بعد آپ کو سفید مٹی لا کر دی۔

عرض کیا: اس سرزمین پر آپ کے فرزند کو قتل کیا جائے گا، اور اس سرزمین کا نام کربلا ہے'' جب جبرئیل آنحضرت کے پاس سے چلے گئے تو وہ مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں تھی اور آپ نے گریہ و بکا کرتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! جبرئیل نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ کے بیٹے حسین کو کربلا کے میدان میں قتل کر دیا جائے گا اور عنقریب میرے بعد میری امت میں فتنہ برپا ہوگا''۔

اس کے بعد نبی اکرم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے جہاں پر حضرت علی، ابوبکر، عمر، حذیفہ، عمار اور ابوذر موجود تھے حالانکہ آپ گریہ فرما رہے تھے، تو اصحاب نے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ گریہ کیوں کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے یہ خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسین کربلا کے میدان میں قتل کر دیا جائے گا اور مجھے یہ مٹی لا کر دی ہے اور مجھ کو خبر دی ہے کہ ان کا مرقد بھی اسی زمین پر ہوگا''۔(۲)

۱۔ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۰۶۔ معجم کبیر طبرانی، جلد ۳، صفحہ ۱۰۶۔

۲۔ مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۸۷

۵۔رسول خدا کی ایک زوجہ زینب بنت جحش سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ محوخواب تھے اور حسینؑ گھر میں آئے اور میں ان سے غافل رہی یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اپنے شکم پر بیٹھا لیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی تو ان کو ساتھ رکھا یہاں تک کہ جب آپ رکوع اور سجدہ کرتے تھے تو اس کو اپنی پیٹھ پر سوار کرتے تھے اور جب قیام کی حالت میں ہوتے تھے تو ان کو اٹھا لیتے تھے، جب آپ بیٹھتے تھے تو ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر دعا کرتے تھے... جب نماز تمام ہوگئی تو میں نے آنحضرت سے عرض کیا: آج میں نے وہ چیزیں دیکھی ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''جبرئیل نے میرے پاس آکر مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے کو قتل کر دیا جائیگا، میں نے عرض کیا: تو مجھے دکھائیے کہاں قتل کیا جائے گا؟ تو آپؑ نے مجھے سرخ مٹی دکھائی''۔(۱)

۶۔ابن عباس سے مروی ہے: حسینؑ نبی کی آغوش میں تھے تو جبرئیل نے کہا: ''کیا آپؐ ان سے محبت کرتے ہیں؟'' آنحضرتؐ نے فرمایا: ''میں کیسے اس سے محبت نہ کروں یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے''۔

جبرئیل نے کہا: ''بیشک آپ کی امت عنقریب اس کو قتل کردے گی، کیا میں اس کی قبر کی جگہ کی مٹی دکھاؤں؟'' جب آپ (جبرئیل) نے اپنی مٹھی کھولی تو اس میں سرخ مٹی تھی''۔(۲)

۷۔ابو اُمامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا: اس بچہ کو رونے نہ دینا یعنی ''حسینؑ کو'' مروی ہے: ایک روز جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس ام سلمہ کے گھر میں داخل ہوئے اور رسول اللہؐ نے ام سلمہ سے فرمایا: ''کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا''، جب حسینؑ گھر میں پہنچے اور نبی کو گھر میں دیکھا تو آپ ان کے پاس جانا ہی چاہتے تھے کہ ام سلمہ نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو تسکین دینے لگی جب آپ زیادہ ضد کرنے لگے تو آپ کو چھوڑ دیا امام حسینؑ جا کر نبی کی آغوش میں بیٹھ گئے تو جبرئیل نے کہا: ''آپ کی امت عنقریب آپ کے اس فرزند کو قتل کردے گی؟''۔

''میری امت اس کو قتل کردے گی حالانکہ وہ مجھ پر ایمان رکھتی ہے؟''۔

۱۔مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۸۹

۲۔مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۹۱۔

"ہاں، آپ کی امت اس کو قتل کردے گی۔۔۔"۔

جبرئیل نے رسول کو اس جگہ کی مٹی دیتے ہوئے فرمایا: اس طرح کی جگہ پر قتل کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؑ کو پیار کرتے ہوئے نکلے، آپ بے انتہا مغموم ورنجیدہ تھے۔ ام سلمہ نے خیال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس بچہ کے پہنچ جانے کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے ہیں، لہٰذا ام سلمہ نے ان سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ ہی کا تو فرمان ہے: "میرے اس بچہ کو رونے نہ دینا" اور آپ ہی نے تو مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کے پاس کسی کو نہ آنے دوں، حسین آگئے تو میں نے ان کو آپ کے پاس آنے دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی جواب دئے بغیر اپنے اصحاب کے پاس پہنچے اور آپ نے بڑے رنج و غم کے عالم میں ان سے فرمایا: "میری امت اس کو قتل کردے گی" اور امام حسینؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔

ابو بکر اور عمر دونوں نے آنحضرتؐ کے پاس جا کر عرض کیا: اے نبی خدا! وہ مومن ہیں یعنی مسلمان ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: "ہاں، یہ اس جگہ کی مٹی ہے۔۔۔"

۸۔ انس بن حارث سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرا یہ فرزند (حسینؑ کی طرف اشارہ کیا) کربلا نام کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا تم میں سے جو بھی اس وقت موجود ہو وہ اس کی مدد کرے" جب امام حسینؑ کربلا کیلئے نکلے تو آپ کے ساتھ انس بھی تھے جو آپ کے سامنے کربلا کے میدان میں شہید ہوئے۔(۱)

۹۔ ام سلمہ سے مروی ہے: امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں میرے گھر میں رسولؐ اللہ کے سامنے کھیل رہے تھے تو جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا: "اے محمدؐ! آپ کی امت آپ کے بعد آپ کے اس فرزند کو قتل کردے گی" اور حسین کی طرف اشارہ کیا آپ گریہ کرنے لگے، حسینؑ کو اپنے سینہ سے لگا لیا آپ کے دست مبارک میں کچھ مٹی تھی جس کو آپ سونگھ رہے تھے، اور فرما رہے تھے: "کرب وبلا پر وائے ہو" آپ نے اس مٹی کو ام سلمہ کو دیتے ہوئے فرمایا: "جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا فرزند قتل کر دیا گیا ہے" ام سلمہ نے اس مٹی کو ایک شیشہ میں رکھ دیا، آپ ہر روز اس کا مشاہدہ کرتی اور کہتی تھیں کہ

۱۔ تاریخ ابن الوردی، جلد ۱، صفحہ ۱۷۳۔۱۷۴۔

دن یہ مٹی خون میں تبدیل ہوجائے گی وہ دن بہت ہی عظیم ہوگا۔(۱)

۱۰۔ نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا ایک کتا ان کے خون میں لوٹ رہا ہے، تو آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر فرمائی: ایک برص کا مریض آپ کے بیٹے حسینؑ کو قتل کرے گا اور آپ کا یہ خواب حقیقی طور پر ثابت ہوا، آپ کے بیٹے حسین کو برص کے مرض میں مبتلا خبیث شمر بن ذی الجوشن نے قتل کیا۔(۲)

یہ بعض روایات تھیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ آپ کے بیٹے امام حسینؑ کو شہید کیا جائیگا اور آپ اس دردناک واقعہ کی وجہ سے محزون وگریاں رہے۔

امام حسینؑ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کی عطوفت کے زیر سایہ پرورش پائی آپ کے والد بزرگوار آپؑ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ آپ نے جنگ صفین میں اپنے دونوں فرزندوں کو میدان جنگ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی کہ کہیں ان کے شہید ہوجانے سے نسل رسول منقطع نہ ہوجائے، مولائے کائنات آپؑ اور آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کی تعریف کرتے تھے، آپؑ نے ان دونوں کو اپنے فضائل وکمالات سے آراستہ کیا اور اپنے آداب اور حکمتوں کے ذریعہ فیض پہنچایا یہاں تک یہ دونوں آپؑ کے مانند ہوگئے۔

امام حسینؑ شجاعت، عزت نفس، غیرت اور نورانیت میں اپنے پدر بزرگوار کی شبیہ تھے، آپؑ نے بنی امیہ کے سامنے سر جھکانے پر شہادت کو ترجیح دی، جس کی بناپر آپ نے ظاہری زندگی کو خیرآباد کہا اور راہِ خدا میں قربان ہونے کیلئے آمادہ ہوگئے۔ ہم اس سلسلہ میں ذیل میں قارئین کرام کیلئے کچھ مطالب پیش کرتے ہیں:

حضرت علیؑ کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا

حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے ابوالاحرار کی شہادت کی خبر کو شایع کیا اس سلسلہ میں ہم امام حسینؑ سے متعلق حضرت علیؑ کی چند احادیث بیان کرتے ہیں:

۱۔ معجم کبیر طبرانی ''ترجمہ امام حسینؑ''، جلد۳، صفحہ ۱۰۸۔

۲۔ تاریخ خمیس، جلد۲، صفحہ ۳۳۴

۱۔عبداللہ بن یحییٰ نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ صفین تک کا سفر طے کیا، یحییٰ کے والد مولائے کائنات کا لوٹا اپنے ساتھ رکھتے تھے، جب ہم نینوا کو پار کر چکے تو مولائے کائنات نے بلند آواز میں فرمایا: اے ابو عبد اللہ ٹھہرو! اے ابو عبد اللہ ٹھہرو فرات کے کنارے پر'' یحییٰ آپ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے: ابو عبد اللہ کیا بات ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ''میں ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپؐ کو کسی نے رنجیدہ کر دیا ہے؟ آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور انھوں نے مجھے خبر دار کیا ہے کہ حسینؑ کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائیگا، اور فرمایا: کیا تمہارے پاس اس جگہ کی مٹی ہے جس کا میں استشمام کروں؟ جبرئیل نے جواب دیا: ہاں، تو مجھے ایک مٹھی خاک اس جگہ کی اٹھا کر دی لہٰذا میری آنکھیں آنسوؤں کو نہیں روک سکیں''۔(۱)

۲۔ہرثمہ بن سلیم سے مروی ہے کہ ہم جنگ صفین کیلئے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ چلے جب ہم کربلا میں پہنچے تو ہم نے نماز ادا کی، نماز کے بعد آپؑ نے اس جگہ کی مٹی کو اٹھایا اور اس کو سونگھنے کے بعد فرمایا: ''اے زمین! تجھ سے ایک ایسی قوم محشور ہوگی جو بغیر حساب کے جنت میں جائیگی''

ہرثمہ کو امامؑ کے اس فرمان پر تعجب ہوا، اور امام کی بات بار بار اس کے ذہن میں آنے لگی، جب وہ اپنے شہر میں پہنچے تو انھوں نے یہ حدیث اپنی زوجہ جرداء بنت سمیر کو جو امام کے شیعوں میں سے تھی کو سنائی۔ اس نے کہا: اے شخص! ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو، بیشک امیر المومنین حق کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتے، ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ ابن زیاد نے اپنے لشکر کو فرزند رسول امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے بھیجا، ان میں ہرثمہ بھی تھا جب وہ کربلا پہنچا تو ان کو امیر المومنینؑ کا فرمان یاد آ گیا اور ان کے فرزند ارجمند امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

اس کے بعد امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور جو کچھ آپؑ کے پدر بزرگوار سے سنا تھا اُن کے سامنے بیان کیا امامؑ نے اس سے فرمایا: ''انت معنا او علینا ؟'' تو ہمارے ساتھ ہے یا ہمارے خلاف ہے''، ہرثمہ نے کہا: نہ آپ کے ساتھ ہوں اور نہ آپ کے خلاف ہوں، بلکہ میں نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ

۱۔تاریخ ابن عساکر (مخطوط)، جلد ۱۳، صفحہ ۵۷۔۵۸، معجم کبیر طبرانی نے کتاب ترجمہ امام حسینؑ، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶۔

دیا ہے اور اب ان کے سلسلہ میں، میں ابن زیاد سے ڈر رہا ہوں، امامؑ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:
"ولّ ھارباحتی لاتریٰ لنامقتلا، فوالذی نفس محمد بیده لایریٰ مقتلنا الیوم رجلٌ ولایغیثنا الّا ادخلهُ النار" ہرثمہ وہاں سے جلدی چلا گیا اور اس نے امام کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔(۱)

۳۔ثابت بن سوید نے غفلہ سے روایت کی ہے: ایک دن حضرت علیؑ نے خطبہ دیا تو آپ کے منبر کے پاس سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یا امیر المومنین! میرا وادی قریٰ کے پاس سے گذر ہوا تو میں نے خالد بن عرفطہ کو مرے ہوئے دیکھا! لہٰذا آپؑ اس کے لئے استغفار کر دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک ایک گمراہ لشکر کی قیادت نہ کرلے اور اس کا پرچمدار حبیب بن حمار ہوگا ..."۔

ایک شخص نے کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا: اے امیر المومنین میں حبیب بن حمار ہوں، اور آپ کا شیعہ اور چاہنے والا ہوں...

امامؑ نے اس سے فرمایا: "تو حبیب بن حمار ہے؟"۔ اس نے کہا: ہاں۔

امامؑ نے کئی مرتبہ اس کی تکرار فرمائی اور حبیب نے ہر مرتبہ جواب دیا: ہاں۔ امامؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم تو پرچمدار ہوگا یا تجھ سے پرچم اٹھوایا جائے گا، اور تجھے اس دروازے سے داخل کیا جائے گا" اور آپؑ نے مسجد کوفہ کے باب فیل کی طرف اشارہ کیا۔

ثابت کا کہنا ہے: میں ابن زیاد کے زمانہ تک زندہ رہا اور اس نے عمر بن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور خالد بن عُرفطہ کو اپنے ہراول دستہ میں قرار دیا اور حبیب بن حمار کو پرچمدار قرار دیا، اور وہ باب فیل سے داخل ہوا...(۲)

۴۔امیر المومنینؑ نے براء بن عازب سے فرمایا: "اے براء! کیا حسین قتل کردئے جائیں اور تم زندہ

۱۔حیاۃ الامام الحسین، جلد۱، صفحہ۴۲۶۔

۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد۱۰، صفحہ۱۴۔

رہتے ہوئے بھی ان کی مدد نہ کر سکو؟"۔

براء نے کہا: اے امیر المومنین! ایسا نہیں ہو سکتا، جب امام حسینؑ شہید کیے گئے تو براء نادم ہوا اور اس کو امام امیر المومنینؑ کا فرمان یاد آیا اور اس نے کہا: سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ میں وہاں پر حاضر نہ ہو سکا! ان کی جگہ میں قتل کر دیا جاتا۔(۱)

حضرت علیؑ سے اس طرح کی متعدد احادیث مروی ہیں جن میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین کی کربلا میں شہادت کا اعلان کیا گیا ہے اور ہم نے اس سے متعلق احادیث اپنی کتاب (حیاۃ الامام الحسینؑ) میں بیان کی ہیں۔

آپؑ کے ذاتی کمالات

وہ منفرد صفات کمالات جن سے ابوالاحرار امام حسینؑ کی شخصیت کو متصف کیا گیا درج ذیل ہیں:

۱۔ قوت ارادہ

ابوالشہدا کی ذات میں قوت ارادہ، عزم محکم و مصمم تھا، یہ مظہر آپ کو اپنے جد محترم رسول اسلامؐ سے میراث میں ملا تھا جنھوں نے تاریخ بدل دی، زندگی کے مفہوم کو بدل دیا، تنہا ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے جو آپؐ کو کلمہ لا الٰہ الّا اللّٰہ کی تبلیغ کرنے سے روکتے تھے، آپؐ نے ان کی پروا کئے بغیر اپنے چچا ابو طالب مومن قریش سے کہا: "خدا کی قسم اگر یہ مجھے دین اسلام کی تبلیغ سے روکنے کے لئے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں گے تو بھی میں اسلام کی تبلیغ کرنے سے باز نہیں آؤنگا جب تک کہ مجھے موت نہ آئے یا اللہ کے دین کو غلبہ حاصل نہ ہو جائے ..."۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خدائی ارادہ سے شرک کا قلع و قمع کر دیا اور وقوع پذیر ہونے والی چیزوں پر غالب آگئے، اسی طرح آپؐ کے عظیم نواسے امام حسینؑ نے اموی حکومت کے سامنے کسی تردد کے بغیر یزید کی بیعت نہ کرنے کا اعلان فرما دیا، کلمہ حق کو بلند کرنے کیلئے اپنے بہت کم ناصر و مددگار کے ساتھ

۱۔ الاصابہ، جلد۱، صفحہ ۱۸۷۔ حیاۃ الامام الحسینؑ، جلد۱، صفحہ ۴۲۹۔

میدان جہاد میں قدم رکھا اور کلمہ باطل کو نیست و نابود کر دیا جبکہ امویوں نے بہت زیادہ لشکر جمع کیا تھا وہ بھی امام کو اپنے مقصد سے نہیں روک سکا، اور آپؑ نے اس زندۂ جاوید کلمہ کے ذریعہ اعلان فرمایا: ''میں موت کو سعادت کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا، اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ذلت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے.... ''۔ (اور آپؑ ہی کا فرمان ہے ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے)۔

آپؑ پرچم اسلام کو بلند کرنے کیلئے اپنے اہل بیتؑ خاندان عصمت و طہارت اور اصحاب کے ساتھ میدان میں تشریف لائے اور پرچم اسلام کو بلند کرنے کی کوشش فرمائی، امت اسلامیہ کی سب سے عظیم نصرت اور فتح دلائی یہاں تک کہ خود امام شہید ہو گئے، آپؑ ارادہ میں سب سے زیادہ قوی تھے آپؑ پختہ ارادہ کے مالک تھے اور کسی طرح کے ایسے مصائب اور سختیوں کے سامنے نہیں جھکے جن سے عقلیں مدہوش اور صاحبانِ عقل حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ظلم و ستم (وحق تلفی) سے منع کرنا

امام حسینؑ کی ایک صفت ظلم و ستم سے منع کرنا تھی اسی وجہ سے آپؑ کو (ابوالضیم) کا لقب دیا گیا، آپؑ کا یہ لقب لوگوں میں سب سے زیادہ مشہور و منتشر ہوا، آپؑ اس صفت کی سب سے اعلیٰ مثال تھے یعنی آپؑ ہی نے انسانی کرامت کا نعرہ لگایا، اور انسانیت کو عزت و شرف کا طریقہ دیا، آپؑ بنی امیہ کے بندروں کے سامنے نہیں جھکے اور نیزوں کے سایہ میں موت کی نیند سو گئے، عبدالعزیز بن نباتہ سعدی کا کہنا ہے:

والحسینُ الذی رأی الموت فی العز   حیـاةً وَالعیـشَ فی الذلِّ قتلا

''یعنی حسین وہ ہیں جنھوں نے عزت کی موت کو زندگی اور ذلت کی زندگی سے بہتر سمجھا ہے''۔

مشہور و معروف مورخ یعقوبی نے آپؑ کو شدید العزت کی صفت سے متصف کیا ہے(۱)۔

ابن ابی الحدید کا کہنا ہے: سید اہل اباء حضرت ابا عبداللہ الحسین جنھوں نے لوگوں کو حمیت و غیرت کی تعلیم اور دنیوی ذلت کی زندگی کے مقابلہ میں تلواروں سے کٹ کر مرجانے کا درس دیا انھیں اور آپؑ کے اصحاب کو امان نامہ دیا گیا لیکن آپؑ نے ذلت اختیار نہیں فرمائی، امام کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہوا کہ ابن زیاد

۱۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۲۹۳۔

آپ کو قتل نہ کرکے ایک طرح کی ذلت سے دو چار کردے جس کی بنا پر جان فدا کرنے کو ترجیح دی۔

ابو یزید یحییٰ بن زید علوی کا کہنا ہے: میرے والد ابو تمام نے محمد بن حمید طائی کے سلسلہ میں کہا ہے کہ انھوں نے تمام اشعار امام حسین ؑ کی شان میں کہے ہیں:

وقد كان فوت الموت سهلاً فردّه ... اليه الحفاظ المُرُّ وَالخُلقُ الوَعْرُ

وَنَفْسٌ تعافُ الضَّيْمَ حتىٰ كَانَّهُ ... هُو الكُفرُ يومَ الرَّوْعِ أو دُونَه الكُفرُ

فَأثبت في مستنقعِ الموتِ رِجْلَهُ ... وَقَالَ لَهَا مِنْ تَحتِ أخمصكِ الحَشْرُ

تردّىٰ ثِيَابَ الموتِ حُمْراً فَمَا اتىٰ ... لَهَا اللَّيْلُ الّاوهي من سُنْدُسٍ خُضْرُ (۱)

''آپ کے لئے مارے جانے سے بچنا آسان تھا لیکن آپ نے اس سے انکار کردیا۔

آپ نے نہایت مشکل کے ساتھ دین اسلام کی حفاظت کی، اور خوش اخلاقی کے ساتھ بچایا۔

آپؑ کا نفس ذلت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا آپ کے نزدیک ذلت قبول کرنا کفر یا کفر کی منزل میں تھا''۔

آپ نے خندہ پیشانی سے شہادت کا استقبال کیا۔

آپ نے سرخ موت کا لباس پہنا جبکہ یہ لباس بعد میں سبز رنگ میں تبدیل ہوگیا''۔

''ابوالاحرار'' سرور آزادگان نے لوگوں کو ظلم کی مخالفت اور قربانی پیش کرنے کی تعلیم دی مصعب بن زبیر کا کہنا ہے کہ امام ؑ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت اختیار فرمائی۔(۲) اس کے بعد یہ مثال بیان کی:

وانَّ الأُلىٰ بَالطَّفِّ من آل هاشم ... تـاسـوا فسنّـوا لِلكِرامِ التَّآسيا

''کربلا میں بنی ہاشم نے فدا کاری کی اور نیک صفت افراد کیلئے فدا کاری کی رسم رائج کی''۔

روز عاشورہ آپ کی تقریریں اتنی حیرت انگیز تھیں جن کی مثال عزت و بلندی نفس اور دشمن کا منھ توڑ جواب دینے کے متعلق عربی ادب میں نہیں ملتی: ''آگاہ ہو جاؤ بیشک ولدالزنا ابن ولدالزنا نے مجھے شہادت

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۳، صفحہ ۲۴۹۔

۲۔تاریخ طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۷۳۔

اور ذلت کے مابین لاکر کھڑا کردیا، ہم ذلت سے دور ہیں، اللہ، اس کا رسول اور مومنین ذلت سے انکار کرتے ہیں، ان کی پاک و پاکیزہ آغوش، ان کی غیرت وحمیت کمینوں کی اطاعت کو بزرگوں کی شہادت پر ترجیح دینے سے انکار کرتی ہے''۔

آپؑ روز عاشورہ اموی لشکر کے بھیڑیا صفت درندوں کے درمیان ایک کوہ ہمالیہ کی مانند کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کے درمیان عزت وشرافت، کرامت و بزرگی، ظلم وستم کی مخالفت سے متعلق عظیم الشان خطبے ارشاد فرمائے: ''واللّٰہ لا اعطیکم بیدی اِعطاءَ الذَّلیلِ، ولا اَفِرُّ فِرارَ العبیدِ، انی عذت بربی وربِکُمْ اَنْ ترجُمُوْنَ... ''۔

امام کی زبان سے یہ روشن ومنور کلمات اس وقت جاری ہوئے جب آپ کرامت وبلندی کی آخری حدوں پر فائز تھے جس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اور ان کلمات کو تاریخ اسلام نے ہر دور کے لئے ایک زندہ و پائندہ شجاعت اور بہادری کے کارناموں کے طور پر اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے۔

شعرائے اہل بیتؑ نے اس واقعہ کی منظر کشی کے سلسلہ میں مسابقہ کیا لہٰذا ان کے کہے ہوئے اشعار، عربی ادب کے مدوّن مصادر میں بہت قیمتی ذخیرہ ہیں، سید حیدر حلی نے اس دائمی واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے اپنے جد کا یوں مرثیہ پڑھا:

طَمِعَتْ اَنْ تَسُوْمَهُ الْقَوْمُ ضَیماً ۔۔۔ وابَیٰ اللّٰهُ وَالْحُسَامُ الصَّنِیعُ

کیفَ یلویٰ علیٰ الدَّنِیَّةِ جِیْداً ۔۔۔ لِسَوٰی اللّٰهِ مَا لَوَاهُ الخُضُوعُ

وَلَدَیْهِ جَاْشٌ اَرَدُّ مِنَ الدِّرْعِ ۔۔۔ لِظَمَایِ الْقَنَا وَهُنَّ شُرُوْعُ

وَبِهِ یَرْجِعُ الْحِفَاظُ لِصَدْرٍ ۔۔۔ ضَاقَتِ الْاَرْضُ وَهِیَ فِیْهِ تَضِیْعُ

فَاَبَیٰ اَنْ یَعِیْشَ اِلَّا عَزِیْزاً ۔۔۔ فَتَجَلَّیٰ الْکِفَاحُ وَهُوَ صَرِیْعُ(۱)

''ستم پیشہ لوگ چاہتے تھے کہ حسینؑ اپنی غیرت کا سودا کرلیں جبکہ خدا اور شمشیر حسینی کا یہ منشا نہیں تھا بھلا حسین کس طرح ذلت قبول کرلیتے جبکہ آپ غیر خدا کے سامنے کبھی نہیں جھکے تھے۔

آپؑ کے پاس سپر سے زیادہ مضبوط ہمتِ قلبی تھی وہ ابتدا سے ہی اس طرح جنگ کرتے تھے جس

۱۔ دیوان سید حیدر، صفحہ ۸۷۔

طرح پیاسا پانی کی طرف دوڑ کر جا رہا ہو۔

زمین کے تنگ ہونے کے باوجود آپؑ کا سینہ کشادہ تھا۔

آپؑ عزت کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے جس کی وجہ سے آپ نے راہ حق میں جان پیش کر دی''

نفس کے کسی چیز کے انکار کرنے کی اس سے اچھی نقشہ کشی نہیں کی جا سکتی جو نقشہ کشی سید حیدر نے اموی حکومت کے امام حسینؑ کی اہانت، ان کو اپنے ظلم و جور کے سامنے جھکانے کے سلسلہ میں کی ہے لیکن یہ خدا کی مرضی نہیں تھی بلکہ خدا یہی چاہتا تھا کہ آپ کو ایسی عظیم عزت سے نوازے جو آپ کو نبوت سے وراثت میں ملی تھی اور آپ اسی بلند مقام اور مرتبہ پر باقی رہیں اسی لئے آپؑ نے اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا تو پھر آپ بنی امیہ کے کمینوں کے سامنے کیسے سر جھکاتے؟ اور ان کی حکومت و سلطنت آپؑ کے عزم محکم کو کیسے ڈگمگا سکتی تھی۔ آپ کا بہترین شعر ہے:

وَبِهِ يَرْجِعُ الْحِفَاظُ لِصَدْرٍ ضَاقَتِ الْاَرْضُ وَهِيَ فِيْهِ تَضِيْعُ

شاعر کی اس تعبیر سے بڑھ کر کیا کوئی اور تعبیر امام کی غیرت کو بیان کر سکتی ہے؟ اس شاعر نے تمام توانائیوں کو امام کے سینہ سے مختص کیا ہے زمین وسیع ہونے کے باوجود امام کے عزم و ارادہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، اس شعر میں الفاظ بھی زیبا ہیں اور طبیعت انسانی پر بھی بار نہیں ہیں۔

مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے جن میں امام حسینؑ کے انکار کی توصیف کی گئی ہے سید حیدر کہتے ہیں:

لَقَدْ مَاتَ لٰكِنْ مِيتَةً هَاشِمِيَّةً لَهُمْ عُرِفَتْ تحتَ القنا المُتَقَصِّدِ

كَرِيْمٌ اَبِيْ شَمُّ الدَّنِيَّةِ اَنْفُهُ فَاشْمَمَهُ شَوْكَ الْوَسِيْجِ الْمُسَدَّدِ

وَقَالَ قِفِيْ يَا نَفْسُ وَقْفَةَ وَارِدٍ حِيَاضَ الرَّدىٰ لَا وَقْفَةَ الْمُتَرَدِّدِ

رَاٰى اَنَّ ظَهْرَ الذُّلِّ اَخْشَنُ مَرْكَباً مِنَ الْمَوْتِ حيثُ المَوتُ مِنْهُ بِمَرْصَدِ

فَاٰثَرَ اَنْ يسعىٰ علىٰ جَمْرَةِ الوَغىٰ بِرِجلٍ وَلَا يُعْطِي الْمُقَادَةَ عَنْ يَدٍ (۱)

''امام حسینؑ مارے تو گئے لیکن ہاشمی انداز میں، ان کا تعارف ہی نیزہ و شمشیر کو چلانے سے پسینہ میں شرابور ہو جانے سے ہوا۔ آپؑ کریم تھے اسی لئے آپؑ نے ذلت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۔ دیوان سید حیدر، صفحہ ۷۱۔

اس لئے آپؑ کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

آپؑ نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا اے نفس وادی ہلاکت میں جانے سے رُک جا البتہ شک کرنے والے کے مانند مت رُک۔

آپؑ نے مشاہدہ کیا کہ موت کے مقابلہ میں ذلت قبول کرنا زیادہ سخت ہے جبکہ موت آپؑ کے انتظار میں تھی۔

اس وقت آپؑ نے خاردار راہوں میں پیدل چلنا گوارا کیا لیکن اپنا اختیار ظالم کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کیا"۔

ہم نے ان اشعار سے زیادہ دقیق اور اچھے اشعار کا مطالعہ نہیں کیا، یہ اشعار امام کی غیرت اور عظمت نفس کو خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں امامؑ نے ذلت کی زندگی کے مقابلہ میں تلواروں کے سایہ میں جان دینے کو ترجیح دی اور اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے خاندان کے اُن شہداء کا راستہ اختیار فرمایا جو آپؑ سے پہلے جنگ کے میدانوں میں جا چکے تھے۔

سید حیدر نے امام حسینؑ کے انکار کی صفت کا یوں نقشہ کھینچا ہے کہ آپ نے پستی، ظلم وستم اور دوسروں کی حق تلفی کا انکار کیا، تیروں اور تلواروں میں ستون کے مانند کھڑے ہوگئے، کیونکہ ایسا کرنے میں غیرت وشرف و بزرگی محفوظ تھی اور اسی عمدہ صفت کا سہارا لیتے ہوئے سید حیدر نے امامؑ کے انکار کی نقشہ کشی کی ہے، وہ غیرت جو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جیسا کہ دوسرے شاعروں میں بھی بھری ہوئی تھی اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں تکلف سے کام نہیں لیا بلکہ حقیقت بیان کی ہے۔

سید حیدر نے درج ذیل دوسرے اشعار میں امام حسینؑ کے اس انکار اور آپ کی بلندیٔ ذات کو بیان کیا ہے اور شاید یہ امامؑ کے سلسلہ میں کہا گیا بہترین مرثیہ ہو:

وَسامتهُ یرکبُ احدَی اثنتینِ ... وقد صرَّتِ الحربُ اسنانها

فَاِمَّا یُریٰ مُذْعِناً اَوْ تموتَ ... نَفسُ ابی العزِّ اِذْعَانَهَا

فقالَ لها اعْتَصِمی بِالاِبَاءِ ... فَنَفْسُ الاَبِیِّ ومَا زَانَهَا

اِذَا لَمْ تَجِدْ غَیرَ لُبْسِ الهَوَانِ ... فَبِالْمَوْتِ تَنْزِعُ جُثْمَانَهَا

رَأَ الْقَتْلَ صَبْراً شَعَارَ الْكِرَامْ — وَفَخْراً يَزِيْنُ لَهَا شَانَهَا

فَشَمَّرَ لِلْحَرْبِ فِيْ مَعْرَكٍ — بِهِ عَرَكَ الْمَوْتُ فُرْسَانَهَا (۱)

''اس وقت آپؑ نے خاردار راہوں میں پیدل چلنا پسند کیا لیکن اپنا اختیار ظالم کے ہاتھوں دینا پسند نہیں کیا۔

جنگ کے میدان میں امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ یا ذلت محسوس کرنا پڑے گی یا عزت کے ساتھ جام شہادت نوش کرنا پڑے گا۔

اس وقت آپؑ نے عزت وغیرت کا دامن تھامنے کا فیصلہ کیا۔

کیونکہ غیرت مند انسان کو جب ذلت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو وہ اپنے لئے موت اختیار کر لیتا ہے آپؑ نے شہادت کو بزرگوں کی عادت اور اپنے لئے فخر محسوس کیا۔

اسی لئے آپؑ نے جنگ کیلئے کمر کس لی موت اور گھوڑے سواروں کے سامنے سخت جان ہو گئے''۔

امامؑ کی شان میں سید حیدر کے مرثیے امت عربی کی میراث میں بڑے ہی مشہور و معروف ہیں، ان میں نئی افکار کو ڈھالا گیا ہے، ان کے اجزاء کو بڑی ہی دقت نظری کے ساتھ مرتب و منظم کیا گیا ہے، جس سے ان کو چار چاند لگ گئے اور (ان کے ہم عصر لوگوں کا کہنا ہے) قصیدہ کے ہر شعر میں مخصوص طور پر امامؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے، عام لوگ ان اشعار کی اصلاح نہیں کر سکتے اور ان اشعار کا ہر کلمہ کمال اور انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔

۲۔ شجاعت

بڑے بڑے صاحبان فکر و نظر نے پوری تاریخ میں ایسا شجاع اور ایسا بہادر انسان نہیں دیکھا، امام حسینؑ کی ذات بابرکت تھی کربلا کے دن آپؑ نے وہ موقف اختیار فرمایا جس سے سب متحیر ہو گئے، عقلیں مدہوش ہو کر رہ گئیں، نسلیں آپؑ کی شجاعت اور محکم عزم کے متعلق متعجب ہو کر گفتگو کرنے لگیں، لوگ آپ کی شجاعت کو آپؑ کے والد بزرگوار کی شجاعت پر فوقیت دینے لگے جس کے پوری دنیا کی ہر زبان میں چرچے تھے۔

۱۔ دیوان سید حیدر، صفحہ ۷۱۔

آپؑ کے ڈرپوک دشمن آپ کی شجاعت سے مبہوت ہوکر رہ گئے، آپ ان ہوش اڑا دینے والی ذلت وخواری کے سامنے نہیں جھکے جن کی طرف سے مسلسل آپ پر حملے کئے جارہے تھے، اور جتنی مصیبتیں بڑھتی جارہی تھیں اتنا ہی آپؑ مسکرا رہے تھے، جب آپ کے اصحاب اور اہل بیتؑ کا خاتمہ ہوگیا اور (روایات کے مطابق) تمیں ہزار کے لشکر نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے تن تنہا ان پر ایسا حملہ کیا، جس سے ان کے دلوں پر آپ کا خوف اور رعب طاری ہوگیا، وہ آپؑ کے سامنے سے اس طرح بھاگے جارہے تھے جس طرح شیر غضبناک (روایات کی تعبیر کے مطابق) کے سامنے بکری بھاگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، آپؑ ہر طرف سے آنے والے تیروں کے سامنے جبل راسخ کی طرح کھڑے ہوگئے آپؑ کے وقار میں کوئی کمی نہیں آئی، آپ کا امر محکم وپائیدار اور موت کمزور ہوکر رہ گئی۔

سید حیدر کہتے ہیں:

فَتلقَی الجُمُوعُ فَرداً ولکِنْ ۔۔۔ کُلُّ عُضوٍ فی الرَّوعِ مِنهُ جُمُوعُ

رُمحُهُ مِنْ بنانِهِ وکَأنَّ مِنْ ۔۔۔ عَزمِهِ حَدُّ سَیفِهِ مَطبُوعُ

زَوَّجَ السَّیفَ بِالنُّفُوسِ ولکِنْ ۔۔۔ مَهرُهَا المَوتُ والخِضَابُ النَّجِیعُ

"امام حسینؑ نے گرچہ دشمنوں کی جماعت کا تنہا مقابلہ کیا لیکن ہیبت کے لحاظ سے آپؑ کے بدن کا ہر حصہ کئی جماعتوں کے مانند تھا۔

آپؑ کی انگلیوں کا پور پور نیزے کا کام کرتا تھا اپنی بلند ہمت کی بنا پر آپؑ کو تلواروں کا مقابلہ کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔

آپؑ نے اپنی تلوار کے ذریعہ دشمنوں کی صفوں میں تباہی مچادی"۔

دوسرے اشعار میں سید حیدر کہتے ہیں:

رَکینٌ وللأرضِ تحتَ الکُماة ۔۔۔ رَجِیفٌ یُزَلزِلُ ثَهلَانَهَا

أقَرُّ عَلَی الارضِ مِنْ ظَهرِهَا ۔۔۔ إذَا مَلمَلَ الرُّعبُ أقرَانَهَا

تَزِیدُ الطَّلَاقَةُ فِی وَجهِهِ ۔۔۔ إذَا غَیَّرَ الخَوفُ ألوَانَهَا

"حالانکہ زمین مسلسل تھرا رہی تھی لیکن آپؑ مضبوطی کے ساتھ پُرسکون تھے۔

شدید خوف کے مقامات پر بھی آپؑ کا چہرہ کھلا ہوا تھا"۔

جب ظلم وستم وحق تلفی سے روکنے والے زخمی ہو کر زمین پر گرے اور خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ پر غش طاری ہو گیا تو پورا لشکر آپؑ کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آسکا۔اس سلسلہ میں سید حیدر کہتے ہیں:

عفیر اُمتی عاینته الکماة ۔۔۔ یَختَطِفُ الرُّعبُ الوانَهَا

فَما أجلَتِ الحَربُ عَنْ مِثْلِه ۔۔۔ صَرِيعاً يُجَبِّنُ شُجعَانَهَا

"آپؑ زمین کربلا پر خاک آلود پڑے ہوئے تھے پھر بھی بڑے بڑے بہادر آپؑ کے نزدیک ہونے سے ڈر رہے تھے"۔

آپ نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کے لئے اس عظیم روح کے ذریعہ ایسی غذا کا انتظام کیا کہ وہ شوق اور اخلاص کے ساتھ مرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور انھوں نے اپنے دل میں کسی کے ڈر اور خوف کا احساس نہیں کیا خود ان کے دشمنوں نے ان کی پائیداری اور خوف نہ کھانے کی شہادت دی اور کربلا کے میدان میں عمر بن سعد کے ساتھ جس ایک شخص نے یہ منظر دیکھا اس سے کہا گیا وائے ہو تم پر تم نے ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا؟

تو اس نے یوں جواب دیا: وہ سخت چٹان تھے، جو ہم نے دیکھا اگر تم اس کا مشاہدہ کرتے تو جو کچھ ہم نے انجام دیا وہی تم انجام دیتے، انھوں نے بھوکے شیر کی طرح ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے لوگوں پر حملہ کیا تو وہ دائیں اور بائیں طرف بھاگنے لگے، موت کے گھاٹ اترنے لگے، نہ انھوں نے امان قبول کی نہ مال کی طرف راغب ہوئے اُن کے اور موت کے درمیان نہ کوئی فاصلہ باقی رہ گیا تھا اور نہ حکومت پر قبضہ کرنے میں کوئی دیر تھی اگر ہم ایک لمحہ کیلئے بھی رُک جاتے، اگر ہم ان سے روگردانی کر بھی لیتے تو بھی یہ لشکر والے اس میں مبتلا ہو جاتے۔(۱)

بعض شعراء نے اس شاذ ونادر محکم وپائیداری کی یوں نقشہ کشی کی ہے:

فَلَوْ وَقَفَتْ صُمُّ الْجِبَالِ مَكَانَهُمْ ۔۔۔ لَمَادَتْ عَلىٰ سَهْلٍ وَدُكَّتْ عَلىٰ وَعْرِ

فَمِنْ قَائِمٍ يَسْتَعْرِضُ النَّبْلُ وَجْهَهُ ۔۔۔ وَمِنْ مُقْدِمٍ يَرْمِي الْأَسِنَّةِ بِالصَّدْرِ

۱۔شرح نہج البلاغہ، جلد ۳، صفحہ ۲۶۳۔

لشکر یزید کی جگہ اگر پہاڑ بھی ہوتے تو وہ بھی آپ کی بہادری کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

آپؑ جب کھڑے ہو جاتے تھے تو سامنے سے تیر آنے لگتے تھے اور جب بھی آگے بڑھنے لگتے تھے تو آپ کے سینہ میں نیزے آ کے لگنے لگتے تھے''۔

اور سید حیدر کا یہ شعر کتنا اچھا ہے:

دَكُّوا رُبَاهَا ثُمَّ قَالُوا لَهَا وَقَدْ جَثَوا. نَحْنُ مَكَانَ الرُّبَا!

''انھوں نے ٹیلوں کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے پھر جب اس پر بیٹھ گئے تو کہنے لگے ہم ٹیلے ہیں''۔

امام حسینؑ نے فطرت بشری کی نادر استقامت و پائیداری کے ساتھ چیلنج پیش کرتے ہوئے موت کی کوئی پروا نہ کی اور جب آپؑ پر دشمنوں کے تیروں کی بارش ہو رہی تھی تو اپنے اصحاب سے فرمایا: ''قُومُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلىٰ الْمَوْتِ الَّذِیْ لَابُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هٰذِهِ السِّهَامَ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَیْكُمْ...''۔

''تم پر خدا کی رحمت ہو اس موت کی جانب آگے بڑھو جس سے راہ فرار نہیں کیونکہ یہ تیر دشمنوں کی جانب سے تمہارے لئے موت کا پیغام ہیں''۔

حضرت امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو موت کی دعوت دینا گویا لذیذ چیز کی دعوت دینا تھا، جس کی لذت آپؑ کے نزدیک حق تھی، چونکہ آپؑ باطل کو نیست و نابود کر کے ان کے سامنے پروردگار کی دلیل پیش کرنا چاہتے تھے جو ان کی تخلیق کرنے والا ہے۔(۱)

۴۔صراحت

حضرت امام حسینؑ کی ایک صفت کلام میں صاف گوئی سے کام لینا تھی، سلوک میں صراحت سے کام لینا، اپنی پوری زندگی کے کسی لحہ میں بھی نہ کسی کے سامنے جھکے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دیا، نہ ست راستہ اختیار کیا، آپؑ نے ہمیشہ ایسا واضح راستہ اختیار فرمایا جو آپؑ کے زندہ ضمیر کے ساتھ منسلک تھا اور خود کو ان تمام چیزوں سے دور رکھا جن کا آپؑ کے دین اور خلق میں کوئی مقام نہیں تھا، یہ آپؑ کے واضح راستہ کا ہی اثر

۱۔الامام حسین، صفحہ۱۰۱۔

تھا کہ یثرب کے حاکم یزید نے آپ کو رات کی تاریکی میں بلایا، آپؑ کو معاویہ کے ہلاک ہونے کی خبر دی اور آپ سے رات کے گھپ اندھیرے میں یزید کے لئے بیعت طلب کی تو آپؑ نے یہ فرماتے ہوئے انکار کردیا: ''اے امیر، ہم اہل بیت نبوت ہیں، ہم معدن رسالت ہیں، اللہ نے ہم ہی سے دنیا کا آغاز کیا اور ہم پر ہی اس کا خاتمہ ہوگا، یزید فاسق و فاجر ہے، شارب الخمر ہے، نفس محترم کا قاتل ہے وہ متجاہر بالفسق ہے اور میرا جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا''۔

ان کلمات کے ذریعہ آپ کی صاف گوئی، بلندیٔ مقام اور حق کی راہ میں ٹکرانے کی طاقت کشف ہوئی۔

آپ کی ذات میں اسی صاف گوئی کی عادت کے موجود ہونے کا یہ اثر تھا کہ جب آپ عراق کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں آپؑ کو مسلم بن عقیل کے انتقال اور ان کو اہل کوفہ کے رسوا و ذلیل کرنے کی دردناک خبر ملی تو آپ نے ان افراد سے جنھوں نے حق کی حمایت کا راستہ اختیار نہ کرکے عفو کا راستہ اختیار کیا فرمایا: ''ہمارے شیعوں کو رسوا و ذلیل کیا تم میں سے جو جانا چاہے وہ چلا جائے، تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے...''۔

لالچی افراد آپؑ سے جدا ہوگئے، صرف آپؑ کے ساتھ آپؑ کے منتخب اصحاب اور اہل بیت علیہم السلام (۱) باقی رہ گئے، آپؑ نے ان مشکل حالات میں دنیا پرست افراد سے اجتناب کیا جن میں آپؑ کو ناصر و مددگار کی ضرورت تھی، آپؑ نے سخت لحات میں مکر و فریب سے اجتناب کیا آپؑ کا عقیدہ تھا کہ خدا پر ایمان رکھنے والے افراد کے لئے ایسا کرنا زیب نہیں دیتا۔

اسی صاف گوئی و صراحت کا اثر تھا کہ آپؑ نے محرم الحرام کی شب عاشورہ میں اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کو جمع کرکے ان سے فرمایا کہ میں کل قتل کردیا جاؤنگا اور جو میرے ساتھ ہیں وہ بھی کل قتل کردئے جائیں گے، آپؑ نے صاف طور پر ان کے سامنے اپنا امر بیان فرماتے ہوئے کہا کہ تم رات کی تاریکی میں مجھ سے جدا ہوجاؤ، تو اس عظیم خاندان نے آپؑ سے الگ ہونے سے منع کردیا اور آپؑ کے سامنے شہادت

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۳۰۔

پر مصر ہوئے۔

حکومتیں ختم ہوگئیں بادشاہ اس دنیا سے چلے گئے لیکن یہ بلند اخلاق باقی رہنے کے حقدار ہیں جو کائنات میں ہمیشہ باقی رہیں گے، کیونکہ یہ بلند وبالا اور اہم نمونے ہیں جن کے بغیر انسان کریم وشفیق نہیں ہوسکتا۔

۵۔حق کے سلسلہ میں استقامت

امام حسینؑ کی اہم اور نمایاں صفت حق کے سلسلہ میں استقامت و پائیداری تھی، آپؑ نے حق کی خاطر اس مشکل راستہ کو طے کیا، باطل کے قلعوں کو مسمار اور ظلم و جور کو نیست و نابود کر دیا۔

آپؑ نے اپنے تمام مفاہیم میں حق کی بنیاد رکھی، تیر برستے ہوئے میدان کو سر کیا، تاکہ اسلامی وطن میں حق کا بول بالا ہو، سخت دلی کے موج مارنے والے سمندر سے امت کو نجات دی جائے جس کے اطراف میں باطل قواعد و ضوابط معین کئے گئے تھے، ظلم کا صفایا ہو، سرکشی کے آشیانہ کی فضا میں باطل کے اڈے، ظلم کے ٹھکانے اور سرکشی کے آشیانے وجود میں آگئے تھے، امامؑ نے ان سب سے روگردانی کی ہے۔

امامؑ نے امت کو باطل خرافات اور گمراہی میں غرق ہوتے دیکھا، آپؑ کی زندگی میں کوئی بھی مفہوم حق کے مفہوم سے زیادہ نمایاں شمار نہیں کیا جاتا تھا، آپؑ حق کا پرچم بلند کرنے کے لئے قربانی اور فدیہ کے میدان میں تشریف لائے، آپؑ نے اپنے اصحاب سے ملاقات کرتے وقت اس نورانی مقصد کا یوں اعلان فرمایا:

''کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ نہ حق پر عمل کیا جا رہا ہے اور نہ ہی باطل سے منع کیا جا رہا ہے، جس سے مومن اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے راغب ہو...''۔

امام حسینؑ کی شخصیت میں حق کا عنصر موجود تھا، اور نبی اکرمؐ نے آپؑ کی ذات میں اس کریم صفت کا مشاہدہ فرمایا تھا، (مورخین کے بقول) آپؐ ہمیشہ امامؑ کے گلوئے مبارک کے بوسے لیا کرتے تھے جس سے کلمۃ اللہ ادا ہوا اور وہ حسین جس نے ہمیشہ کلمۂ حق کہا اور زمین پر عدل وحق کے چشمے بہائے۔

۶۔صبر

سید الشہداء کی ایک منفرد خاصیت دنیا کے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا ہے، آپؑ نے صبر کی مٹھاس اپنے بچپن سے چکھی، اپنے جد اور مادر گرامی کی مصیبتیں برداشت کیں، اپنے پدر بزرگوار پر آنے والی

سخت مصیبتوں کا مشاہدہ کیا، اپنے برادر بزرگوار کے دور میں صبر کا گھونٹ پیا، ان کے لشکر کے ذریعہ آپ کو رسوا و ذلیل اور آپؑ سے غداری کرتے دیکھا یہاں تک کہ آپؑ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن آپ اپنے برادر بزرگوار کے تمام آلام و مصائب میں شریک رہے، یہاں تک کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر ہلاہل دیدیا، آپؑ اپنے بھائی کا جنازہ اپنے جد کے پہلو میں دفن کرنے کے لئے لے کر چلے تو بنی امیہ نے آپ کا راستہ روکا اور امام حسنؑ کے جنازہ کو ان کے جد کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا یہ آپؑ کے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔

آپ کے لئے سب سے عظیم مصیبت جس پر آپؑ نے صبر کیا وہ اسلام کے اصول و قوانین پر عمل نہ کرنا تھا نیز آپ کے لئے ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ آپؑ کے جد بزرگوار کی طرف جھوٹی حدیثیں منسوب کی جارہی ہیں جن کی بنا پر شریعت الٰہی مسخ ہو رہی تھی آپؑ نے اس المیہ کا بھی مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے پدر بزرگوار پر منبروں سے سب و شتم کیا جارہا ہے نیز باغی ''زیاد'' شیعوں اور آپؑ کے چاہنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا چنانچہ آپؑ نے ان تمام مصائب و آلام پر صبر کیا۔

جس سب سے سخت مصیبت پر آپؑ نے صبر کیا وہ دس محرم الحرام تھی مصیبتیں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں بلکہ مصیبتیں آپ کا طواف کر رہی تھیں آپؑ اپنی اولاد اور اہل بیتؑ کے روشن و منور ستاروں کے سامنے کھڑے تھے، جب ان کی طرف تلواریں اور نیزے بڑھ رہے تھے تو آپؑ ان سے مخاطب ہو کر ان کو صبر اور استقامت کی تلقین کر رہے تھے: ''اے میرے اہل بیتؑ! صبر کرو، اے میرے چچا کے بیٹو! صبر کرو اس دن سے زیادہ سخت دن نہیں آئے گا''۔

آپؑ نے اپنی حقیقی بہن عقیلہ بنی ہاشم کو دیکھا کہ میرے خطبہ کے بعد ان کا دل رنج و غم سے بیٹھا جا رہا ہے تو آپؑ جلدی سے ان کے پاس آئے اور جو اللہ نے آپؑ کی قسمت میں لکھ دیا تھا اس پر ہمیشہ صبر و رضا سے پیش آنے کا حکم دیا۔

سب سے زیادہ خوفناک اور غم انگیز چیز جس پر امامؑ نے صبر کیا وہ بچوں اور اہل و عیال کا پیاس سے بلبلانا تھا، جو پیاس کی شدت سے فریاد کر رہے تھے، آپ ان کو صبر و استقامت کی تلقین کر رہے تھے اور ان کو یہ خبر دے رہے تھے کہ ان تمام مصائب و آلام کو سہنے کے بعد ان کا مستقبل روشن و منور ہو جائے گا۔

آپؑ نے اس وقت بھی صبر کا مظاہرہ کیا جب تمام اعداء ایک دم ٹوٹ پڑے تھے اور چاروں طرف سے آپؑ کو نیزے و تلوار مار رہے تھے اور آپؑ کا جسم اطہر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو رہا تھا۔

عاشور کے دن آپؑ کے صبر و استقامت کو انسانیت نے نہ پہچانا۔

اربلی کا کہنا ہے: ''امام حسینؑ کی شجاعت کو نمونہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے اور جنگ و جدل میں آپؑ کے صبر کو گذشتہ اور آنے والی نسلیں سمجھنے سے عاجز ہیں''۔(۱)

بیشک وہ کونسا انسان ہے جو ایک مصیبت پڑنے پر صبر، عزم اور قوت نفس کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور اپنے کمزور نفس کے سامنے تسلیم ہو جاتا ہے لیکن امام حسینؑ نے مصیبتوں میں کسی سے کوئی مدد نہیں مانگی، آپؑ نے انتہائی صبر سے کام لیا اگر امامؑ پر پڑنے والی مصیبتوں میں سے اگر کوئی مصیبت کسی دوسرے شخص پر پڑتی تو وہ انسان کتنا بھی صبر کرتا پھر بھی اس کی طاقتیں جواب دے جاتیں لیکن امام کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔

مورخین کا کہنا ہے: آپؑ اس عمل میں منفرد تھے، آپؑ پر پڑنے والی کوئی بھی مصیبت آپؑ کے عزم میں کوئی رکاوٹ نہ لا سکی، آپؑ کا فرزند ارجمند آپؑ کی زندگی میں مارا گیا لیکن آپؑ نے اس پر ذرا بھی رنجیدگی کا اظہار نہیں کیا آپؑ سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''بیشک ہم اہل بیتؑ اللہ سے سوال کرتے ہیں تو وہ ہم کو عطا کرتا ہے اور جب وہ ہم سے ہماری محبوب چیز کو لینا چاہتا ہے تو ہم اس پر راضی رہتے ہیں''۔(۲)

آپؑ ہمیشہ اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہے اور اس کے حکم کے سامنے تسلیم رہے، یہی اسلام کا جوہر اور ایمان کی انتہا ہے۔

۷۔ حلم

امام حسینؑ کی بلند صفت اور آپؑ کے نمایاں خصوصیات میں سے ایک صفت حلم و بردباری ہے چنانچہ (راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ) برائی کرنے والے کا اس کی برائی سے اور گنہگار کا اس کے

۱۔ کشف الغمہ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۹۔

۲۔ الاصابہ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲۔

گناہ سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا، آپؑ سب کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ان کو امر بالمعروف کیا کرتے تھے، حلم کے سلسلہ میں آپؑ کی شان آپؑ کے جد رسول اللہ کے مثل تھی جن کے اخلاق وفضائل تمام انسانوں کے لئے تھے، چنانچہ آپؑ اس صفت کے ذریعہ مشہور ومعروف ہوئے اور آپؑ کے بعض اصحاب نے اس صفت کو عروج پر پہنچایا، جو آپؑ کے ساتھ برائی سے پیش آتا آپؑ اس پر صلۂ رحم کرتے اور احسان فرماتے۔

مورخین کا کہنا ہے: آپؑ کے بعض موالی ایسی جنایت کرتے تھے جو تادیب کا سبب ہوتی تھی تو امامؑ ان کو تادیب کرنے کا حکم دیتے تھے، ایک غلام نے آپؑ سے عرض کیا: اے میرے مولا وسردار خدا فرماتا ہے: ﴿والکاظمین الغیظ﴾ امام حسینؑ نے اپنی فیاضی پر مسکراتے ہوئے فرمایا: خَلُّوا عنہ، فقد کظمت غیظی... ''۔''اس کو آزاد کردو میں نے اپنے غصہ کو پی لیا ہے''۔

غلام نے جلدی سے کہا: ﴿والعافین عن الناس﴾۔''اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں''

''قد عفوت عنک''، (میں نے تجھے معاف کردیا)۔

غلام نے مزید احسان کی خواہش کرتے ہوئے کہا: ﴿واللّٰہُ یُحِبُّ المحسنین﴾(۱) ''اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

''انت حرٌّ لوجہ اللّٰہِ...'' ۔''تو خدا کی راہ میں آزاد ہے''

پھر آپؑ نے اس کو ایسا انعام واکرام دیا تاکہ وہ لوگوں سے سوال نہ کرسکے۔

یہ آپؑ کا ایسا خُلق عظیم ہے جو کبھی آپ سے جدا نہیں ہوا اور آپ ہمیشہ حلم سے پیش آتے رہے۔

۸۔ تواضع

امام حسینؑ بہت زیادہ متواضع تھے اور انانیت اور تکبر آپؑ کے پاس تک نہیں پھٹکتا تھا، یہ صفت آپؑ کو اپنے جد بزرگوار رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث میں ملی تھی جنھوں نے زمین پر فضائل اور بلند اخلاق کے اصول قائم کئے۔ راویوں نے آپ کے بلند اخلاق اور تواضع کے متعلق متعدد واقعات بیان کئے ہیں، ہم ان میں سے ذیل میں چند واقعات بیان کررہے ہیں:

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۴۔

۱۔ آپؑ کا مسکینوں کے پاس سے گذر ہوا جو کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے آپؑ کو کھانا کھانے کے لئے کہا تو آپؑ اپنے مرکب سے اتر گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، پھر ان سے فرمایا: ''میں نے تمہاری دعوت قبول کی تو تم میری دعوت قبول کرو'' انھوں نے آپؑ کے کلام پر لبیک کہا اور آپؑ کے ساتھ آپؑ کے گھر تک آئے آپؑ نے اپنی زوجہ رباب سے فرمایا: ''جو کچھ گھر میں موجود ہے وہ لا کر دیدو''۔ انھوں نے جو کچھ گھر میں رقم تھی وہ لا کر آپؑ کے حوالہ کر دی اور آپؑ نے وہ رقم ان سب کو دیدی۔ (۱)

۲۔ ایک مرتبہ آپؑ ان فقیروں کے پاس سے گذرے جو صدقہ کا کھانا کھا رہے تھے، آپؑ نے ان کو سلام کیا تو انھوں نے آپؑ کو کھانے کی دعوت دی تو آپؑ ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے فرمایا: ''اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں آپ لوگوں کے ساتھ کھاتا'' پھر آپؑ ان کو اپنے گھر تک لے کر آئے ان کو کھانا کھلایا، کپڑا دیا اور ان کو درہم دینے کا حکم دیا۔ (۲)

اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا فرمائی، ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوئے، (مورخین کا کہنا ہے کہ) آپؑ غریبوں کے ساتھ مل جُل کر رہتے اور ان کے ساتھ اٹھتے اور بیٹھتے تھے ہمیشہ ان پر احسان فرماتے ان سے نیکی سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ فقیر اپنے فقر سے بغاوت نہ کرتا اور مالدار اپنی دولت میں بخل نہیں کرتا تھا۔

وعظ وارشاد

امام حسینؑ ہمیشہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے جیسا کہ آپؑ سے پہلے آپؑ کے پدر بزرگوار لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے، جس سے ان کا ہدف لوگوں کے دلوں میں اچھائی کی رشد و نمو کرنا، ان کو حق اور خیر کی طرف متوجہ کرنا اور ان سے شر، غرور اور غصہ وغیرہ کو دور کرنا تھا۔ ہم ذیل میں آپؑ کی چند نصیحت بیان کر رہے ہیں:

امامؑ کا فرمان ہے: ''اے ابن آدم! غور و فکر کر اور کہہ: دنیا کے بادشاہ اور ان کے ارباب کہاں ہیں جو دنیا میں آباد تھے انھوں نے زمین میں بیلچے مارے اس میں درخت لگائے، شہروں کو آباد کیا اور سب کچھ

۱۔ تاریخ ابن عساکر، جلد ۱۳، صفحہ ۵۴۔ ۲۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۱۱۰۔

کر چلے گئے جبکہ وہ جانا نہیں چاہتے تھے، ان کی جگہ پر دوسرے افراد آ گئے اور ہم بھی عنقریب اُن کے پاس جانے والے ہیں۔

اے فرزند آدم! اپنی موت کو یاد کر اور اپنی قبر میں سونے کو یاد رکھ اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کو یاد کر، جب تیرے اعضاء و جوارح تیرے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے اور اس دن قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے، دل حلق تک آ گئے ہوں گے، کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ روسیاہ ہوں گے، ہر طرح کے راز ظاہر ہو جائیں گے اور عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

اے فرزند آدم! اپنے آباء واجداد کو یاد کر اور اپنی اولاد کے بارے میں سوچ کہ وہ کس طرح کے تھے اور کہاں گئے اور گویا عنقریب تم بھی اُن ہی کے پاس پہنچ جاؤ گے اور عبرت لینے والوں کے لئے عبرت بن جاؤ گے''۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

این الملوک التی عن حفظها غفلت	حتیٰ سقاها بکأس الموت ساقیها؟
تلک المدائن فی الآفاق خالیة	عادت خراباًوذاق الْمَوْتِ بَانِیُهَا
اَموالنا لذوي الورّاثِ نَجْمَعُهَا	وَدُورُنا لخراب الدهر نَبْنِیُهَا" (۱)

''وہ بادشاہ کہاں گئے جو ان محلوں کی حفاظت سے غافل ہو گئے یہاں تک کہ موت نے اُن کو اپنی آغوش میں لے لیا؟

وہ دور دراز کے شہر ویران ہو گئے اور ان کو بسانے والے موت کا مزہ چکھ چکے۔

ہم دولت کو وارثوں کے لئے اکٹھا کرتے ہیں اور اپنے گھر تباہ ہونے کے لئے بناتے ہیں''۔

یہ بہت سے وہ وعظ و نصیحت تھے جن سے آپ کا ہدف اور مقصد لوگوں کی اصلاح ان کو تہذیب و تمدن سے آراستہ کرنا اور خواہشات نفس اور شر سے دور رکھنا تھا۔

۱۔ الارشاد (دیلمی)، جلد ۱، صفحہ ۲۸۔

اقوال زرین

پروردگار عالم نے امام حسینؑ کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا تھا، آپؑ اپنی زبان مبارک سے مواعظ، آداب اور تمام اسوۂ حسنہ بیان فرماتے تھے، آپؑ کی حکمت کے بعض کلمات قصار یہ ہیں:

۱۔ امام حسینؑ کا فرمان ہے: ''تم عذر خواہی کرنے سے پرہیز کرو، بیشک مومن نہ برا کام انجام دیتا ہے اور نہ ہی عذر خواہی کرتا ہے، اور منافق ہر روز برائی کرتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے...''۔(۱)

۲۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں: ''عاقل اس شخص سے گفتگو نہیں کرتا جس سے اسے اپنی تکذیب کا ڈر ہو، اس چیز کے متعلق سوال نہیں کرتا جس کے اسے انکار کا ڈر ہو، اس شخص پر اعتماد نہیں کرتا جس کے دھوکہ دینے کا اسے خوف ہو اور اس چیز کی امید نہیں کرتا جس کی امید پر اسے اطمینان نہ ہو...''۔(۲)

۳۔ امام حسینؑ کا فرمان ہے: ''پانچ چیزیں ایسی ہیں اگر وہ کسی میں نہ ہوں تو اس میں بہت سے نیک صفات نہیں ہوں گے عقل، دین، ادب، حیا اور حُسن خلق''۔(۳)

۴۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں: ''بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل سے کام لے''۔(۴)

۵۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں: ''ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے''۔(۵)

۶۔ امامؑ نے اس شخص سے فرمایا جو آپؑ سے کسی دوسرے شخص کی غیبت کر رہا تھا: ''اے شخص غیبت کرنے سے باز آجا، بیشک یہ کتوں کی غذا ہے...''۔(۶)

حضرت امام حسینؑ اور عمر

امام حسینؑ ابھی جوان ہی تھے آپؑ جب بھی عمر کے پاس سے گذرتے تھے تو بہت ہی غمگین و رنجیدہ

۱۔ تحف العقول، صفحہ ۲۴۶۔

۲۔ ریحانۃ الرسول، صفحہ ۵۵۔

۳۔ ریحانۃ الرسول، صفحہ ۵۵۔

۴۔ ریحانۃ الرسول، صفحہ ۵۵۔

۵۔ تحف العقول، صفحہ ۲۴۶۔

۶۔ تحف العقول، صفحہ ۲۴۵۔

رہتے تھے، چونکہ وہ آپؑ کے پدر بزرگوار کی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا ایک بار عمر منبر پر بیٹھا ہوا خطبہ دے رہا تھا تو امام حسینؑ نے منبر کے پاس جا کر اس سے کہا: ''میرے باپ کے منبر سے اتر اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھ ...''۔

امام حسینؑ کے اس صواب دید پر عمر ہکا بکا رہ گیا اور آپؑ کی تصدیق کرتے ہوئے کہنے لگا:

آپؑ نے سچ کہا میرے باپ کے پاس منبر ہی نہیں تھا...

عمر نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے آپؑ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کہنے کے لئے کس نے بھیجا: آپؑ کو اس بات کی کس نے تعلیم دی؟

''خدا کی قسم مجھے یہ بات کسی نے نہیں سکھائی''۔

امام حسینؑ بچپن میں ہی بہت زیادہ باشعور تھے، آپؑ نے اپنے جد کے منبر کے شایان شان اپنے پدر بزرگوار کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو حکمت کے رائد اور نبیؐ کے علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔

حضرت امام حسینؑ معاویہ کے ساتھ

امت معاویہ کا شکار ہو کر رہ گئی، اس کے ڈراونے حکم کے سامنے تسلیم ہو گئی، جس میں فکری اور معاشرتی حقد وکینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور جو کچھ اسلام نے امت کی اونچے پیمانہ پر تربیت اور ایسے بہترین اخلاق سے آراستہ کیا تھا اس کو امت کے دلوں سے نکال کر دور پھینک دیا اور اس نے مندرجہ ذیل سیاسی قوانین معین کئے:

۱۔اس نے اسلام کے متعلق سعی و کوشش کرنے والے ارکان حجر بن عدی، میثم تمار، رشید ہجری، عمرو بن الحمق خزاعی اور ان کے مانند اسلام کی بڑی بڑی شخصیتوں کو ہلاک کرنے کی ٹھان لی اور ان کو قربان گاہ میں لا کر قتل کر دیا، کیونکہ انھوں نے اس کے حکم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اس کی ظلم و استبداد سے بھری ہوئی سیاست سے ہلاک ہوئے۔

۲۔اس نے اہل بیتؑ کی اہمیت کو کم کرنا چاہا جو اسلام اور معاشرہ کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور جو امت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے تھے، اس امت کو ان سے حساس طور پر متعصب کر دیا ،امت کے لئے مسلمانوں پر سب و شتم کرنا واجب قرار دیا، ان کے بغض کو اسلامی حیات کا حصہ قرار دیا، اس

نے اہل بیتؑ کی شان و منزلت کو گھٹانے کیلئے تعلیم و تربیت اور وعظ وارشاد کا نظام معین کیا اور ان (اہل بیتؑ) پر منبروں سے نماز جمعہ اور عیدین وغیرہ میں سب وشتم کرنا واجب قرار دیا۔

۳۔ اسلام کے واقعی نور میں تغیر و تبدل کیا، تمام مفاہیم وتصورات کو بدل ڈالا، اس نے رسول خداؐ سے منسوب کر کے احادیث گڑھنے والے معین کئے، حدیث گڑھنے والے عقل اور سنت کے خلاف احادیث گڑھ کر بہت خوش ہوتے تھے، بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ان گڑھی ہوئی احادیث کو صحاح وغیرہ میں لکھ دیا گیا، جن کتابوں کو بعض مولفین لکھنے کیلئے مجبور و ناچار ہو گئے اور ان میں ان گڑھی ہوئی احادیث کو مدوّن کیا جو ان گڑھی ہوئی باتوں پر دلالت کرتی ہیں، ہمارے خیال میں یہ خوفناک نقشہ ایسی سب سے بڑی مصیبت ہے جس میں مسلمان گرفتار ہوئے اور مسلمان ان گڑھی ہوئی احادیث پر یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ یہ ان کے دین کا جزء ہے اور وہ ان احادیث سے بری الذمہ ہیں۔

امام حسینؑ کا معاویہ کے ساتھ مذاکرہ

امام حسینؑ نے معاویہ سے سخت لہجہ میں مذاکرہ کیا جس سے اس کی سیاہ سیاست کا پردہ فاش ہوا جو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے بالکل مخالف تھی اور جس میں اسلام کے بزرگان کے قتل کی خبریں مخفی تھیں، یہ معاویہ کی سیاست کا ایک اہم وثیقہ تھا جو معاویہ کے جرائم اور اس کی ہلاکت پر مشتمل تھا، ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب (حیاۃ الامام الحسینؑ) میں بیان کیا ہے۔

مکہ معظّمہ میں سیاسی اجلاس

امام حسینؑ نے مکہ میں ایک سیاسی اور عمومی اجلاس منعقد کیا جس میں حج کے زمانہ میں آئے ہوئے تمام مہاجرین وانصار وغیرہ اور کثیر تعداد نے شرکت کی، امام حسینؑ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا، سرکش و باغی معاویہ کے زمانہ میں عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھائے جانے والے مصائب وظلم وستم کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی آپؑ کے خطبہ کے چند فقرے یہ ہیں:

''اس سرکش (معاویہ) نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ وہ کام انجام دئے جس کو تم نے دیکھا، جس سے تم آگاہ ہو اور شاہد ہو، اب میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں، اگر میں نے سچ بات کہی تو میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ کہا تو میری تکذیب کرنا، میری بات سنو، میرا قول لکھو، پھر جب

تم اپنے شہروں اور قبیلوں میں جاؤ تو لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور اس پر اعتماد کرے تو تم اس کو ہمارے حق کے سلسلہ میں جو کچھ جانتے ہو اس سے آگاہ کرو اور اس کی طرف دعوت دو میں اس بات سے خوف کھاتا ہوں کہ اس امر کی تم کو تعلیم دی جائے اور یہ امر مغلوب ہو کر رہ جائے اور خداوند عالم اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے چاہے یہ بات کفار کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

اجلاس کے آخر میں امامؑ نے اہل بیتؑ کے فضائل ذکر کئے جبکہ معاویہ نے اُن پر پردہ ڈالنا چاہا، اسلام میں منعقد ہونے والا یہ پہلا سیمینار تھا۔

آپ کا یزید کی ولیعہدی کی مذمت کرنا

معاویہ نے یزید کو مسلمانوں کا خلیفہ معین کرنے کی بہت کوشش کی، بادشاہت کو اپنی ذریت و نسل میں قرار دینے کے تمام امکانات فراہم کئے، امام حسینؑ نے اس کی سختی سے مخالفت کی اور اس کا انکار کیا چونکہ یزید میں مسلمانوں کا خلیفہ بننے کی ایک بھی صفت نہیں تھی اور امام حسینؑ نے اس کے صفات یوں بیان فرمائے: وہ شرابی شکاری، شیطان کا مطیع و فرماں بردار، رحمٰن کی طاعت نہ کرنے والا، فساد برپا کرنے والا، حدود الٰہی کو معطل کرنے والا، مال غنیمت میں ذاتی طور پر تصرف کرنے والا حلال خدا کو حرام، اور حرام خدا کو حلال کرنے والا ہے(۱) معاویہ نے امام حسینؑ کو ہر طریقہ سے اس کے بیٹے یزید کی بیعت کرنے کیلئے قانع کرنا چاہا، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔

معاویہ کی ہلاکت

جب باغی معاویہ ہلاک ہوا تو حاکم مدینہ ولید نے یزید کی بیعت لینے کیلئے امام حسینؑ کو بلا بھیجا، امامؑ نے اس کا انکار کیا اور اس سے فرمایا: "ہم اہل بیت نبوت، معدن رسالت اور مختلف الملائکہ ہیں، ہم ہی سے اللہ نے آغاز کیا اور ہم ہی پر اختتام ہوگا اور یزید فاسق، شرابی، نفس محترم کا قتل کرنے والا، متجاہر بالفسق (کھلم کھلا گناہ کرنے والا) ہے اور مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"۔ (۲)

۱۔ تاریخ ابن اثیر، جلد۲، صفحہ ۵۵۳۔

۲۔ حیاۃ الامام حسینؑ، جلد۲، صفحہ ۲۵۵۔ (نقل شدہ کتاب الفتوح جلد۵، صفحہ ۱۸)۔

جس طرح خاندان نبوت کے تمام افراد نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح امام حسینؑ نے بھی اپنے بزرگوں کی اتباع کرتے ہوئے یزید کی بیعت کرنے سے انکار فرما دیا۔

حضرت امام حسینؑ کا انقلاب

امام حسینؑ نے مسلمانوں کی کرامت و شرف کو پلٹانے، ان کو امویوں کے ظلم و ستم سے نجات دینے کیلئے یزید کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب برپا کیا، آپؑ نے اپنے اغراض و مقاصد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''انی لم اخرج...'' ''میں سرکشی، طغیان، ظلم اور فساد کیلئے نہیں نکلا میں اپنے نانا کی امت میں اصلاح کیلئے نکلا ہوں، میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں میں اپنے نانا اور بابا کی روش پر چلنا چاہتا ہوں''۔

امام حسینؑ نے اپنا انقلاب اس لئے جاری رکھا تا کہ آپ ملکوں میں اصلاحی اقدامات کی بنیاد رکھیں، لوگوں کے مابین معاشرہ میں حق کا بول بالا ہو، اور وہ خوفناک منفی پہلو ختم ہو جائیں جن کو اموی حکام نے اسلامی حیات میں نافذ کر رکھا تھا۔

جب امام حسینؑ نے حجاز کو چھوڑ کر عراق جانے کا قصد کیا تو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، بیت اللہ الحرام میں خلق کثیر جمع ہوگئی، آپؑ نے ان کے درمیان ایک جاودانہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں: ''الحمد لله، وماشاء الله...'' ''تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں، ہر چیز مشیت الٰہی کے مطابق ہے خدا کی مرضی کے بغیر کوئی قوت نہیں، خدا کا درود و سلام اپنے نبی پر، لوگوں کے لئے موت اسی طرح مقدر ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار ہمیشہ رہتا ہے، مجھے اپنے آباء و اجداد سے ملنے کا اسی طرح شوق ہے جس طرح یعقوب، یوسفؑ سے ملنے کیلئے بے چین تھے، مجھے راہ خدا میں جان دینے کا اختیار دیدیا گیا ہے اور میں ایسا ہی کروں گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میدان کربلا میں میرا بدن پاش پاش کر دیا جائے گا، اور میری لاش کی بے حرمتی کی جائے گی، میں اس فیصلہ پر راضی ہوں، خدا کی خوشنودی ہم اہل بیتؑ کی خوشنودی ہے، ہم خدا کے امتحان پر صبر کریں گے خدا ہم کو صابرین کا اجر عطا فرمائے گا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے بدن کا ٹکڑا جدا نہیں ہو سکتا، بروز قیامت آپ کے بدن کے ٹکڑے اکٹھے کر دئے جائیں گے جن کی بنا پر آپ خوش ہوں گے اور اُن کے ذریعہ آپ کا وعدہ پورا ہوگا، لہٰذا جو ہمارے ساتھ اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار

ہو اور خدا سے ملاقات کیلئے آمادہ ہو وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہے کہ میں کل صبح روانہ ہو جاؤں گا"۔

ہم نے اس سے فصیح و بلیغ خطبہ نہیں دیکھا، امامؑ نے اپنے شہادت کے ارادہ کا اظہار فرمایا، اللہ کی راہ میں زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی، موت کا استقبال کیا، موت کو انسان کی زینت کیلئے اس کے گلے کے ہار سے زینت کے مانند قرار دیا جو ہار لڑکیوں کی گردن کی زینت ہوتا ہے، زمین کے اس جگہ کا تعارف کرایا جہاں پر آپؑ کا پاک و پاکیزہ خون بہے گا، یہ جگہ نواویس اور کربلا کے درمیان ہے اس مقام پر تلواریں اور نیزے آپؑ کے جسم طاہر پر لگیں گے، ہم اس خطبہ کی تحلیل اور اس کے کچھ گوشوں کا تذکرہ کتاب "حیاۃ الامام الحسین" میں کر چکے ہیں۔

جب صبح نمودار ہوئی تو امام حسینؑ نے عراق کا رخ کیا، آپؑ اپنی سواری کے ذریعہ کربلا پہنچے، آپؑ نے شہادت کے درجہ پر فائز ہونے کے لئے وہیں پر قیام کیا، تاکہ آپ اپنے جد کے اس دین کو زندہ کر سکیں جس کو بنی امیہ کے سر پھرے بھیڑیوں نے مٹانے کی ٹھان رکھی تھی۔

شہادت

فرزند رسول پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں ٹوٹتی رہیں، غم میں مبتلا کرنے والا ایک واقعہ تمام نہیں ہوتا تھا کہ اس سے سخت غم و اندوہ میں مبتلا کرنے والے واقعات ٹوٹ پڑتے تھے۔

امام حسینؑ نے ان سخت لمحات میں بھی اس طرح مصائب کا سامنا کیا جیسا آپ سے پہلے کسی دینی رہنما نے نہیں کیا تھا چنانچہ اُن سخت لمحات میں سے کچھ سخت ترین لمحات یہ ہیں:

۱۔ آپ مخدرات رسالت اور نبی کی ناموس کو اتنا خوفزدہ دیکھ رہے تھے جس کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، ہر لحہ ان کو یہ خیال تھا کہ ان کی عترت کا ایک ایک ستارہ اپنے پاک خون میں ڈوب جائے گا، جیسے ہی وہ آخری رخصت کو آئیں گے ان کا خوف و دہشت اور بڑھ جایگا چونکہ بے رحم دشمن ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے، انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ والی و وارث کی شہادت کے بعد ان پر کیا گذرے گی، امامؑ ان پر آنے والی تمام مصیبتوں سے آگاہ تھے، لہٰذا آپؑ کا دل رنج و حسرت سے محزون ہو رہا تھا، آپؑ ہمیشہ ان کو صبر و استقامت و پائیداری اور آہ و بکا کے ذریعہ اپنی عزت و آبرو میں کمی نہ آنے دینے کا حکم فرما رہے تھے اور ان کو یہ تعلیم دے رہے تھے کہ خداوند عالم تم کو دشمنوں کے شر سے بچائے گا اور تمہاری حفاظت کرے گا۔

۲۔بچے مارڈالنے والی پیاس کی وجہ سے جاں بلب تھے، جن کا کوئی فریادرس نہیں تھا، آپ کا عظیم قلب اپنے اطفال اور اہل وعیال پر رحم وعطوفت کی خاطر پگھل رہا تھا اور بچے اپنی طاقت سے زیادہ مصیبت کا سامنا کر رہے تھے۔

۳۔مجرمین اشقیاء کا آپؑ کے اصحاب اور اہل بیتؑ کوقتل کرنے کے بعد آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں کے قتل کرنے کیلئے آگے بڑھ رہے تھے۔

۴۔آپؑ نے شدت کی پیاس برداشت کی، مروی ہے کہ آپؑ کو آسمان پر دھوئیں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا، شدت پیاس سے آپؑ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔

شیخ شوستری کا کہنا ہے: امام حسینؑ کے چار اعضاء سے پیاس کا اظہار ہورہا تھا: پیاس کی شدت کی وجہ سے آپؑ کے ہونٹ خشک ہوگئے تھے، آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا جیسا کہ خود آپؑ کا فرمان ہے جب آپ کھڑے ہوئے موت کے منتظر تھے اور آپ جانتے تھے کہ اس کے بعد مجھے زندہ نہیں رہنا ہے تو آپؑ نے یوں پیاس کا اظہار فرمایا: ''مجھے پانی کا ایک قطرہ دیدو، پیاس کی وجہ سے میرا جگر چھلنی ہوگیا ہے''، آپؑ کی زبان میں کانٹے پڑگئے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور آپؑ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔(۱)

۵۔جب آپؑ کے اہل بیتؑ اور اصحاب شہید ہوگئے تو آپؑ نے اپنے خیموں کی طرف دیکھا تو ان کو خالی پایا اور زور زور سے رونے لگے۔

فرزند رسول پر پڑنے والے ان تمام مصائب وآلام کو دیکھنے اور سننے کے بعد انسان کا نفس حسرت ویاس سے پگھل جاتا ہے۔

صفی الدین کا کہنا ہے: امام حسین نے جو مصائب وآلام برداشت کئے ان کو سننے کی دنیا کے کسی مسلمان میں طاقت نہیں ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے کہ ان کو سن کر اس کا دل پگھل نہ جائے۔(۲)

۱۔الخصائص الحسینیہ،صفحہ۶۰۔

۲۔حیاۃ الامام حسینؑ،جلد۳،صفحہ۲۷۴۔

امام کا استغاثہ

امتحان دینے والے امام حسینؑ نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب پر رنج وغم اور حسرت بھری نگاہ ڈالی، تو آپؑ نے مشاہدہ کیا کہ جس طرح حلال گوشت جانور ذبح ہونے کے بعد اپنے ہاتھ پیر زمین مارتا ہے وہ سب آفتاب کی شدت تمازت سے کربلا کی گرم ریت پر بلک رہے ہیں، آپ نے اپنے اہل وعیال کو بلند آواز سے گریہ کرتے دیکھا تو آپؑ نے حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حامی و مددگار مل جانے کے لئے یوں فریاد کرنا شروع کی: ''ھل من ذاب یذب عن حرم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ھل من موحدٍ یخاف اللہ فینا؟ھل من مغیثٍ یرجو اللّٰہ فی اغاثتنا؟''۔(۱)

اس استغاثہ وفریاد کا آپؑ پر ظلم وستم کرنے اور گناہوں میں غرق ہونے والوں پر کوئی اثر نہیں ہوا... جب امام زین العابدینؑ نے اپنے والد بزرگوار کی آواز استغاثہ سنی تو آپ اپنے بستر سے اٹھ کر شدت مرض کی وجہ سے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے، امام حسینؑ نے ان کو دیکھا اور اپنی بہن سیدہ ام کلثوم سے بلند آواز میں کہا: ''ان کو روکو، کہیں زمین نسل آل محمد سے خالی نہ ہو جائے''، اور جلدی سے آگے بڑھ کر امام کو ان کے بستر پر لٹا دیا۔(۲)

شیر خوار کی شہادت

ابو عبداللہ کے صبر جیسا کون سا صبر ہوسکتا ہے؟ آپؑ نے یہ تمام مصائب کیسے برداشت کئے؟ آپؑ کے صبر سے کائنات عاجز ہے، آپؑ کے صبر سے پہاڑ کانپ گئے، آپؑ کے نزدیک سب سے زیادہ دردناک مصیبت آپؑ کے فرزند عبداللہ شیر خوار کی مصیبت تھی جو بدر منیر کے مانند تھا، آپؑ نے اس کو آغوش میں لیا بہت زیادہ پیار کیا آخری مرتبہ الوداع کیا، اس پر بیہوشی طاری تھی، آنکھیں نیچے دھنس گئی تھیں، ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے، آپ نے اس کو ہاتھوں پر لیا اور آفتاب کی تمازت سے بچانے کیلئے اس پر عبا کا دامن اڑھا کر قوم کے سامنے لے گئے، شاید وہ رحم کھا کر اس کو ایک گھونٹ پانی پلادیں، آپ نے

۱۔ درر الافکار فی وصف الصفوۃ الاخیار، ابو الفتح ابن صدقہ، صفحہ ۴۸۔

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، صفحہ ۲۲۲۔

ان سے بچہ کے لئے پانی طلب کیا، ان مسخ شدہ لوگوں کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا، باغی لعین حرملہ بن کاہل نے چلہ کمان میں تیر جوڑا، اس نے ہنستے ہوئے اپنے لعین دوستوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہا: اس کو پکڑو ابھی پانی پلاتا ہوں۔

(اے خدا!) اس نے بچہ کی گردن پر تیر مارا جیسے ہی بچہ کی گردن پر تیر لگا تو اس کے دونوں ہاتھ قماط (نوزائیدہ بچہ کے لپیٹنے کا کپڑا) سے باہر نکل گئے، بچہ اپنے باپ کے سینہ پر ذبح کئے ہوئے پرندے کی طرح تڑپنے لگا، اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور باپ کے ہاتھوں پر دم توڑ دیا... یہ وہ منظر تھا جسے دیکھ کر دل پھٹ جاتے ہیں اور زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں، امام نے پاک خون سے بھرے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر وہ خون آسمان کی جانب پھینک دیا اور ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا، جیسا کہ امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے کہ امامؑ نے اپنے پروردگار سے یوں مناجات فرمائی:

''ھوّن...'' ''میری مصیبتیں اس بنا پر آسان ہیں کہ اُن کو خدا دیکھ رہا ہے، خدایا تیرے نزدیک یہ مصیبتیں ناقۂ صالح کی قربانی سے کم نہیں ہونا چاہئیں خدایا اگر تو نے ہم سے کامیابی کو روک رکھا ہے تو اس مصیبت کو بہترین اجر کا سبب قرار دے، ظالمین سے ہمارا انتقام لے، دنیا میں نازل ہونے والی مصیبتوں کو آخرت کیلئے ذخیرہ قرار دے، خدایا تو دیکھ رہا ہے کہ ان لوگوں نے تیرے رسولؐ کی شبیہ کو قتل کر ڈالا ہے''۔

امام حسینؑ اپنے مرکب سے نیچے تشریف لائے اور اپنے پاک خون میں لت پت شیر خوار بچہ کے لئے تلوار کی نیام سے قبر کھود کر اس میں دفن کر دیا ایک قول یہ ہے کہ آپؑ نے شیر خوار کو شہداء کے برابر میں لٹا دیا (۱) اے حسینؑ! خدا نے آپؑ کو ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ دیا، ایسی مصیبت کے ذریعہ کسی نبی کا امتحان نہیں لیا گیا اور ایسی مصیبتیں روئے زمین پر کسی مصلح پر نہیں پڑیں۔

امام کی ثابت قدمی

امامؑ تن تنہا میدان میں دشمنوں کے سامنے کھڑے رہے اور بڑے بڑے مصائب کی وجہ سے

۱۔ مقتل الحسین مقرم، صفحہ ۳۳۳۔

آپ کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا رہا آپ مسکرارہے تھے اور آپ کو فردوس اعلیٰ کی منزلوں پر اعتماد تھا۔

نہ آپؑ کی اولاد، اہل بیتؑ اور اصحاب کے شہید ہو جانے سے آپؑ کی استقامت و پائیداری میں کوئی کمی آئی اور نہ ہی پیاس کی شدت اور خون بہہ جانے کا آپؑ پر کوئی اثر ہوا آپؑ ان انبیاء اور اولی العزم رسولوں کی طرح ثابت قدم رہے جن کو اللہ نے اپنے بقیہ بندوں پر برتری دی ہے، آپؑ کے فرزند ارجمند امام زین العابدینؑ اپنے پدر بزرگوار کے صبر اور استقامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''جیسے جیسے مصائب میں شدت ہوتی جارہی تھی آپؑ کے چہرے کا رنگ چمکتا جارہا تھا، آپؑ کے اعضاو جوارح مطمئن ہوتے جارہے تھے، بعض لوگ کہہ رہے تھے: دیکھو انھیں موت کی بالکل پروا نہیں ہے''۔(۱)

عبداللہ بن عمار سے روایت ہے: جب دشمنوں نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا تو آپؑ نے میمنہ پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ آپؑ سے شکست کھا گئے خدا کی قسم میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کی اولاد اور اصحاب قتل کر دئے گئے ہوں اور امام جیسی بلند ہمتی کا مظاہرہ کر سکے، خدا کی قسم میں نے آپ سے پہلے اور آپؑ کے بعد آپؑ کے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔(۲)

ابن خطاب فہری نے آپؑ کی جنگ کی یوں تصویر کشی کی ہے:

''مهلا بني عمِّنا ظُلمَاتنا ... اِنَّ بِنَا سُوْرَةٌ مِنَ القَلَق
لِمثلكم تُحملُ السيوفُ وَلا ... تُغمزُ أحسَابُنَامِنَ الرَّفَقِ
اِنّيْ لَاَنْسىٰ اِذَاانْتَمَيْتُ اِلىٰ ... عِزٍّ عَزِيْزٍ وَمَعْشَرٍ صَدِق
بِيْضٍ سِبَاطٍ كَاَنَّ اَعْيُنَهُمْ ... تَكْحَلُ يَوْمَ الهِيَاجِ بِالْعَلَق''(۳)

۱۔ الخصائص الحسینیہ مؤلف تستری، صفحہ۳۹۔

۲۔ تاریخ ابن کثیر، جلد۸، صفحہ۱۸۸۔

۳۔ ریحانۃ الرسول، صفحہ۶۳ میں آیا ہے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے بھی ان اشعار کو مثال کے طور پر پیش کیا وہ قتل کر دیا گیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان اشعار کو یوم الطف، زید بن علی نے یوم السبخہ اور یحییٰ بن زید نے یوم جوزجان میں، اور جب ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن نے منصور کے خلاف خروج کرتے وقت ان اشعار کو مثال کے طور پر پیش کیا تو ان کے ساتھیوں نے ان سے بغاوت کی اور کچھ مدت نہیں گذری تھی کہ ان کو تیر مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

''اے ہمارے چچا کی اولاد، ہم پر ظلم کرنے سے باز آجاؤ کیونکہ ہم اضطراب میں مبتلا ہیں۔
تمہارے جیسے افراد کی وجہ سے تلواریں ساتھ رکھی جاتی ہیں ورنہ عطوفت و مہربانی اور رحم و کرم ہمارے ضمیر میں بسا ہے۔
جب مجھے کسی صاحب عزت اور بچی جماعت کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے تو میں فراموش کردیتا ہوں۔
اس جماعت کی آنکھوں میں اس دن جمے ہوئے خون کا سرمہ نظر آتا ہے''۔

آپؑ نے اللہ کے دشمنوں پر حملہ کیا، ان کے ساتھ شدید جنگ کی اور بہت زیادہ لوگوں کو فی النار کیا اور جب آپؑ نے میسرہ پر حملہ کیا تو یوں رجز پڑھا:

''أنا الحسين بن علي آليت أن لا أنثني
أحمي عيالات أبي أمضي على دين النبي'' (۱)

''میں حسین بن علیؑ ہوں میں نے ذلت کے سامنے نہ جھکنے کی قسم کھائی ہے۔
میں اپنے پدر بزرگوار کی ناموس کی حفاظت کروں گا میں نبی کے دین پر قائم رہوں گا''۔

آپؑ (حسین) نے دنیا کے منہ کو شرافت و بزرگی سے پُر کردیا، آپؑ دنیا میں یکتا ہیں جن کے عزم و حوصلہ کی تعریف نہیں کی جاسکتی، آپؑ نے گریہ وزاری نہیں کی اور نہ ہی کسی کام میں سستی کی، آپؑ نے دشمنوں کا مقابلہ کر کے ظالموں اور منافقوں کے قلعوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

آپؑ اپنے جد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر گامزن رہے، اس دین کے تجدد کا باعث ہوئے، اگر آپؑ نہ ہوتے تو وہ مبہم رہ جاتا اور اس کو حقیقی زندگی نہ ملتی...

ابن حجر سے مروی ہے کہ امام حسینؑ جنگ کرتے جارہے تھے اور آپؑ کی زبان مبارک پر یہ اشعار جاری تھے:

''أنا ابن علي الحر من آل کفاني هذا مفخراً حين أفخر

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، صفحہ ۲۲۳۔

وَجَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَكْرَمُ مَنْ | وَنَحْنُ سِرَاجُ اللّٰهِ فِي النَّاسِ
وَفَاطِمَةُ أُمِّيْ سُلَالَةُ | وَعَمِّي يُدْعَىٰ ذُوْ الْجَنَاحَيْنِ
وَفِيْنَا كِتَابُ اللّٰهِ اُنْزِلَ | وَفِيْنَا الْهُدٰى وَالْوَحْيُ وَالْخَيْرُ يُذْكَرُ"(۱)

''میں فرزند علیؑ ہوں، آزاد ہوں، بنی ہاشم میں سے ہوں، میرے لئے فخر کرنے کے لئے یہی کافی ہے۔

میرے نانا رسول خدا، افضل مخلوقات ہیں ہم لوگوں میں نورانی رہنے والے خدا کے چراغ ہیں۔

میری ماں فاطمہ علیہا السلام بنت رسول ہیں اور میرے چچا جعفر طیار ہیں جن کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے۔

ہماری ہی شان میں قرآن نازل ہوا، ہم ہی ہدایت کا ذریعہ ہیں وحی اور خیر (بھلائی) ہمارے ہی پاس ہے''۔

آپؑ کی اہل بیتؑ سے آخری رخصت

امام حسینؑ اپنے اہل بیتؑ سے آخری رخصت کے لئے آئے حالانکہ آپؑ کے زخموں سے خون جاری تھا، آپؑ نے حرم رسالت اور عقائل الوحی کو مصیبتوں کی چادر زیب تن کرنے اور ان کو تیار رہنے کی وصیت فرمائی، اوران کو ہمیشہ اللہ کے فیصلہ پر صبر و تسلیم کا یوں حکم دیا: ''مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تمہارا حامی، و مددگار اور محافظ ہے اور وہ عنقریب تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا، تمہارے امر کا نتیجہ خیر قرار دے گا، تمہارے دشمنوں کو طرح طرح کے عذاب دے گا، ان مصیبتوں کے بدلے تمہیں مختلف نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا، تم شکایت نہ کرنا اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہنا جس سے تمہاری قدر و عزت میں کمی آئے''۔(۲)

حکومتیں ختم ہو گئیں، بادشاہ چلے گئے، موجودہ چیزیں فنا ہو گئیں لیکن اس کائنات میں یہ لا محدود ایمان ہمیشہ باقی رہنے کے لائق و سزاوار ہے، کون انسان اس طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اللہ کی رضا اور تسلیم امر کیلئے بڑی گرمجوشی کے ساتھ ان کا استقبال کرتا ہے؟ بیشک رسول اعظمؐ

۱۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۷۔۱۱۸۔ جوہرۃ الکلام فی مدح السادۃ الاعلام، صفحہ ۱۱۹۔

۲۔ مقتل الحسین المقرم، صفحہ ۳۳۷۔

کی نظر میں حسینؑ کے علاوہ ایسا کارنامہ انجام دینے والی کوئی ذات وشخصیت نہیں ہے۔

جب آپؑ کی بیٹیوں نے آپؑ کی یہ حالت دیکھی تو ان پر حزن وغم طاری ہوگیا، انھوں نے اسی حالت میں امامؑ کو رخصت کیا، ان کے دلوں پر خوف طاری ہوگیا، رعب کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہوگیا، جب آپؑ نے ان پر نظر ڈالی تو آپؑ کا دل غم میں ڈوب گیا ان کے بند بند کانپ گئے۔

علامہ کاشف الغطا کہتے ہیں: وہ کون شخص ہے جو امام حسینؑ کے مصائب کی تصویر کشی کرے جو مصیبتوں کی امواج تلاطم میں گھرا ہو، ہر طرف سے اس پر مصیبتوں کی یلغار ہورہی ہو، اسی صورت میں آپؑ اہل وعیال اور باقی بچوں کو رخصت فرما رہے تھے، آپؑ ان خیموں کے نزدیک ہوئے جن میں ناموس نبوت اور علیؑ وزہراؑ کی بیٹیاں تھیں تو خوفزدہ مخدرات عصمت وطہارت نے قطا نامی پرندہ کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا حالانکہ آپؑ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا تو کیا کوئی انسان اس خوفناک موقع میں امام حسینؑ اور ان کی مخدرات عصمت وطہارت کے حال کو بیان کرنے کی تاب لاسکتا ہے اور کیا اس کا دل پھٹ نہیں جائے گا، اس کے ہوش نہیں اڑ جائیں گے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہو جائیں گے''۔(۱)

امام حسینؑ پر اپنے اہل وعیال کو ان مصائب میں رخصت کرنا بہت مشکل تھا حالانکہ رسول اللہؐ کی بیٹیاں اپنے منھ پیٹ رہی تھیں، بلند آواز سے گریہ وزاری کر رہی تھیں، گویا وہ اپنے جد رسولؐ پر گریہ کر رہی تھیں، انھوں نے بڑی مشکلوں کے ساتھ آپؑ کو رخصت کیا، اس عجیب منظر کا امام حسینؑ پر کیا اثر ہوا اس کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

عمر بن سعد خبیث النفس نے ہتھیاروں سے لیس اپنی فوج کو یہ کہتے ہوئے امامؑ پر حملہ کرنے کے لئے بلایا: ان پر اپنے حرم سے رخصت ہونے کے عالم میں ہی حملہ کردو، خدا کی قسم اگر یہ اپنے اہل حرم کو رخصت کر کے آگئے تو تمہارے میمنہ کو میسرے پر پلٹ دیں گے۔

ان خبیثوں نے آپؑ پر اسی وقت تیروں کی بارش کرنا شروع کردی تیروں سے خیموں کی رسیاں کٹ گئیں، بعض تیر بعض عورتوں کے جسم میں پیوست ہوگئے وہ خوف کی حالت میں خیمہ میں چلی

۱۔ جنۃ الماوی، صفحہ ۱۱۵۔

گئیں، امام حسینؑ نے خیمہ سے غضبناک شیر کے مانند نکل کر ان مسخ شدہ لوگوں پر حملہ کیا، آپؑ کی تلوار ان خبیثوں کے سر کاٹنے لگی آپؑ کے جسم اطہر پر دائیں اور بائیں جانب سے تیر چلے جو آپؑ کے سینہ پر لگے اور ان تیروں میں سے کچھ تیروں کی داستان یوں ہے:

۱۔ایک تیر آپؑ کے دہن مبارک پر لگا تو اس سے خون بہنے لگا آپؑ نے زخم کے نیچے اپنا دست مبارک کیا جب وہ خون سے بھر گیا تو آپؑ نے آسمان کی طرف بلند کیا اور پروردگار عالم سے یوں گویا ہوئے:

''اللّٰھم اِنّ ھذا فیک قلیلٌ''۔(۱)

''خدایا یہ تیری بارگاہ کے مقابلہ میں ناچیز ہے''۔

۲۔ابوالحتوف جعفی کا ایک تیر، نور نبوت اور امامت سے تابناک پیشانی پر لگا آپؑ نے اس کو نکال کر پھینکا تو خون ابلنے لگا تو آپؑ نے خون بہانے والے مجرمین کے لئے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا کئے: ''پروردگارا! تو دیکھ رہا ہے کہ میں تیرے نافرمان بندوں سے کیا کیا تکلیفیں سہ رہا ہوں، پروردگارا تو ان کو یکجا کر کے ان کو بے دردی کے ساتھ قتل کردے، روئے زمین پر ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ اور ان کی مغفرت نہ کر''۔

لشکر سے چلا کر کہا: ''اے بری امت والو! تم نے رسول کے بعد ان کی عترت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا، یاد رکھو تم میرے بعد کسی کو قتل نہ کرسکو گے جس کی بنا پر اس کو قتل کرنے سے ڈرو بلکہ میرے قتل کے بعد دوسروں کو قتل کرنا آسان ہو جائے گا خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ خدا شہادت کے ذریعہ مجھے عزت دے اور تم سے میرا اس طرح بدلہ لے کہ تمہیں احساس تک نہ ہو ...''(۲)۔

کیا رسول اللہ جنھوں نے ان کو مایوس زندگی اور شقاوت سے نجات دلائی ان کا بدلہ یہ تھا کہ حملہ کرکے ان کا خون بہا دیا جائے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں خدا نے امام کی دعا قبول کی اور اس نے امام حسینؑ کے مجرم دشمنوں سے انتقام کے سلسلہ میں دعا قبول فرمائی اور کچھ مدت نہیں گذری تھی کہ دشمنوں میں پھوٹ پڑ گئی اور جناب مختار نے امامؑ کے خون کا بدلہ لیا، ان پر حملہ کرنا اور ان

۱۔الدر النظیم، صفحہ ۱۶۸۔

۲۔مقتل حسین'' مقرم، صفحہ ۳۳۹۔

کو پکڑنا شروع کیا وہ مقام بیدا پر چلے گئے تو جناب مختار نے ان پر حملہ کیا یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

زہری کا کہنا ہے: امام حسینؑ کے ہر قاتل کو اس کے کئے کی سزا دی گئی، یا تو وہ قتل کر دیا گیا، یا وہ اندھا ہو گیا، یا اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا، یا کچھ مدت کے بعد وہ دنیا سے چل بسا۔(۱)

۳۔امامؑ کے لئے اس تیر کو بہت ہی بڑا تیر شمار کیا جاتا ہے۔ مورخین کا بیان ہے: امامؑ خون بہنے کی وجہ سے کچھ دیر سے آرام کی خاطر کھڑے ہوئے تو ایک بڑا پتھر آپؑ کی پیشانی پر آ کر لگا آپؑ کے چہرے سے خون بہنے لگا، آپؑ کپڑے سے اپنی آنکھوں سے خون صاف کرنے لگے تو ایک تین بھال کا تیر آپؑ کے اس دل پر آ کر لگا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے مہر و عطوفت سے لبریز تھا آپؑ کو اسی وقت اپنی موت کے قریب ہونے کا یقین ہو گیا آپؑ نے اپنی آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر یوں فرمایا: ''بسم اللہ وباللّٰہ، وعلیٰ ملّة رسول اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الھی اِنک تعلمُ اَنّھم یقتلوْنَ رجلاً لیسَ علیٰ وجہ الارض ابنُ بنتِ نبیٍ غیْرِہ''۔

تیر آپ کی پشت سے نکل گیا، تو پرنالے کی طرح خون بہنے لگا آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں خون لینا شروع کیا جب دونوں ہاتھ خون میں بھر گئے تو آپؑ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ''ھوّنَ مَانَزَلَ بِیْ اَنَّہُ بِعَیْنِ اللّٰہِ''۔ ''معبود میرے اوپر پڑنے والی مصیبتوں کو آسان کر دے بیشک یہ خدا کی مدد سے ہی آسان ہو سکتی ہیں''۔

امامؑ نے اپنا خون اپنی ریش مبارک اور چہرے پر ملا حالانکہ آپؑ کی ہیبت انبیاء کی ہیبت کی حکایت کر رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ھکذا اکون حتی القی اللّٰہ وجدي رسول اللّٰہ وأنا مخضبٌ بدمي ... ''۔(۲) ''میں اسی طرح اپنے خون سے رنگی ہوئی ریش مبارک کے ساتھ اللہ اور اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا''

۴۔حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپؑ کے منہ پر لگا، آپؑ نے زخم کے نیچے اپنا دست مبارک کیا جب وہ خون سے بھر گیا تو آپؑ نے آسمان کی طرف بلند کیا اور مجرموں کے متعلق پروردگار عالم سے یوں

۱۔عیون الاخبار، مؤلف ابن قتیبہ، جلد ا، صفحہ ۱۰۳۔۱۰۴۔ ۲۔ مقتل خوارزمی، جلد ۲، صفحہ ۳۴۔

عرض کیا: ''اللّٰھم احصھم عدداًو اقتُلھم بدداً، و لا تذرعلی الارض منھم احداً'' ۔(۱)۔

آپؑ پر تیروں کی اتنی بارش ہوئی کہ آپؑ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، جسم سے خون بہا اور آپ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ زمین پر بیٹھ گئے حالانکہ آپؑ کی گردن میں سخت درد ہورہا تھا، (آپؑ اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ) خبیث مالک بن نسیر نے آپؑ پر حملہ کردیا اس نے آپ پر سب وشتم کیا، تلوار بلند کی آپؑ کے سر پر خون سے بھری ایک بلند ٹوپی تھی امامؑ نے اس کو ظالم کی طرف پھینکتے ہوئے اس کے لئے یہ کلمات ادا کئے: ''لااکلتَ بیمینک ولاشربتَ، وحشرک اللّٰه مع الظالمین''۔

آپ نے لمبی ٹوپی پھینک کر ٹوپی پر عمامہ باندھا تو ظالم نے دوڑ کر لمبی ٹوپی اٹھائی تو اس کے ہاتھ شل ہوگئے ۔(۲)

امام کی اللہ سے مناجات

ان آخری لمحوں میں امامؑ نے خداوند عالم سے لو لگائی، اس سے مناجات کی، خدا کی طرف متوجہ قلب سے تضرع کیا اور تمام مصائب و آلام کی پروردگار عالم سے یوں شکایت فرمائی:

''صبراًعلیٰ قضائکَ لاالٰہ سواکَ، یاغیاث المستغیثین، مالي ربُّ سواکَ ولامعبودُغیرُکَ، صبراًعلیٰ حُکمِکَ، یاغیاثَ مَنْ لاغیاثَ لہُ، یادائماً لانفادلہ، یامحییَ الموتیٰ، یاقائماًعلیٰ کلِّ نفسٍ، احکُم بیني وبینھم وانتَ خیرُ الحاکمِینَ''۔(۳)

''پروردگارا! میں تیرے فیصلہ پر صبر کرتا ہوں تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، اے فریادیوں کے فریادرس، تیرے علاوہ میرا کوئی پروردگار نہیں اور تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں، میں تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں، اے فریادرس! تیرے علاوہ کوئی فریادرس نہیں ہے، اے ہمیشہ رہنے والے تجھے فنا نہیں ہے، اے مردوں کو زندہ کرنے والے، اے ہر نفس کو باقی رکھنے والے، میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے''۔

۱۔انساب الاشراف، جلد۱، صفحہ۲۴۰۔

۲۔انساب الاشراف، جلد۳، صفحہ۲۰۳۔

۳۔مقتل الحسین المقرم، صفحہ۳۴۵۔

یہ دعا اس ایمان کا نتیجہ ہے جو امامؑ کے تمام ذاتیات کے ساتھ گھل مل گا تھا یہ ایمان آپ کی ذات کا اہم عنصر تھا... آپؑ اللہ سے لو لگائے رہے، اس کی قضا و قدر (فیصلے) پر راضی رہے، تمام مشکلات کو خدا کی خاطر برداشت کیا، اس گہرے ایمان کی بنا پر آپؑ تمام مشکلات کو بھول گئے۔

ڈاکٹر شیخ احمد وائلی اس سلسلہ میں یوں کہتے ہیں:

یا ابا الطف وازدهیٰ بالضحایا — مِن ادیم الطفوف روض

نُخبَة مِن صَحابة — ورضیعُ مُطوّقٌ وَ شَبُولُ

وَالشَّبابُ الفَیَنانُ جَفَّ فَغاضَتْ — بَعْدُ حُلوَةٌ وَوَجْهٌ جَمِیلُ

وَتَأمَّلتُ فِيْ وُجُوهٍ — وَزَواکِيْ الدِّماءِ مِنهَا تَسِیلُ

وَمَشَتْ فِيْ شِفاهِکَ الغُرِّ نَجوىٰ — نَمَّ عَنهَا التَّسبِیحُ والتَّهلِیلُ

لَکَ عُتبىٰ یَا رَبِّ اِنْ کَانَ — فَهٰذَا اِلیٰ رِضَاکَ قَلِیلُ (۱)

''اے کربلا کے سورما اے وہ ذات جس کی قربانیوں کی بنا پر سرزمین کربلا سرسبز و شاداب ہو گئی۔

آپؑ کے ساتھی برگزیدہ تھے، ان میں شیرخوار تک تھا آپؑ کے ساتھی قابل رشک جوان تھے۔

میں نے آپؑ کی قربانی پر غور کیا حالانکہ اس سے خون بہہ رہا تھا۔

آپ زیر لب بھی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔

اے پروردگار یہ میری ناچیز کوشش ہے گر قبول افتد زہے عزّ و شرف''۔

امامؑ پر حملہ

مجرموں کے اس پلید و نجس و خبیث گروہ نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ شروع کر دیا انھوں نے امامؑ پر ہر طرف سے تیروں اور تلواروں سے حملہ کیا زرعہ بن شریک تمیمی نے پہلے آپؑ کے بائیں ہاتھ پر تلوار لگائی اس کے بعد آپؑ کے کاندھے پر ضرب لگائی، اور سب سے کینہ رکھنے والا دشمن سنان بن انس خبیث تھا، اس

۱۔ دیوان وائلی، صفحہ ۴۴۔

نے ایک مرتبہ امامؑ پر تلوار چلائی اور اس کے بعد اس نے نیزہ سے وار کیا اور اس بات پر بڑا فخر کر رہا تھا، اس نے حجاج کے سامنے اس بات کو بڑے فخر سے یوں بیان کیا: میں نے ان کو ایک تیر مارا اور دوسری مرتبہ تلوار سے وار کیا، حجاج نے اس کی قساوت قلبی دیکھ کر چیخ کر کہا: أما انكما لن تجتمعافي دار۔(۱)

اللہ کے دشمنوں نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا اور ان کی تلواروں نے آپؑ کا پاک خون بہادیا، بعض مورخین کا کہنا ہے: اسلام میں امام حسینؑ جیسی مثال کوئی نہیں ہے، امام حسینؑ کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے ایک سو بیس زخم تھے۔(۲)

امام حسینؑ کچھ دیر زمین پر ٹھہرے رہے آپؑ کے دشمن بکواس کرتے رہے اور آپؑ کے پاس آنے کے متعلق تیاری کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں سید حیدر کہتے ہیں:

فما اجلتِ الحربُ عن مِثلِهِ　　　　صریعا یُجبّنُ شُجعانُها

''حالانکہ آپؑ زمین پر بے ہوش پڑے تھے پھر بھی کوئی آپؑ کے نزدیک آنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا''۔

سب کے دلوں آپؑ کی ہیبت طاری تھی یہاں تک کہ بعض دشمن آپ کے سلسلہ میں یوں کہنے لگے: ہم ان کے نورانی چہرے اور نورانی پیشانی کی وجہ سے ان کے قتل کی فکر سے غافل ہو گئے۔

جو شخص بھی امام کے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے جاتا وہ منصرف ہو جاتا۔(۳)

چادر میں لپٹی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی زینبؑ خیمہ سے باہر آئیں وہ اپنے حقیقی بھائی اور بقیہ اہل بیت کو پکار رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔

ابن سعد سے مخاطب ہو کر کہا: (اے عمر! کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ابو عبد اللہ قتل کر دئے جائیں اور تو کھڑا ہوا دیکھتا رہے؟) اس خبیث نے اپنا چہرہ جھکا لیا، حالانکہ اس کی خبیث ڈاڑھی پر آنسو بہہ رہے تھے،(۱) عقیلہ بنی ہاشم جناب زینب سلام اللہ علیہا اس انداز میں واپس آرہی تھیں کہ آپ کی نظریں

۱۔ مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۱۹۴۔

۲۔ الحدائق الوردیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶۔

۳۔ انساب الاشراف، جلد ۳، صفحہ ۲۰۳۔

۴۔ جواہر المطالب فی مناقب امام علی بن ابی طالب، صفحہ ۱۳۹۔

بھائی پر تھیں لیکن اس عالم میں بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، آپ واپس خیمہ میں عورتوں اور بچوں کی نگہبانی کے لئے اُن کے پاس پلٹ آئیں۔

امامؑ بہت دیر تک اسی عالم میں رہے حالانکہ آپؑ کے زخموں سے خون جاری تھا، آپ مقتل کرنے والے مجرموں سے یوں مخاطب ہوئے: ''کیا تم میرے قتل پر جمع ہو گئے ہو؟ آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم! تم میرے قتل کے بعد اللہ کے کسی بندے کو قتل نہ کر پاؤ گے، خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ خدا تمہاری رسوائی کے عوض مجھے عزت دے گا اور پھر تم سے اس طرح میرا انتقام لے گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ....''۔

شقی اظلم سنان بن انس تلوار چلانے میں مشہور تھا اس نے کسی کو امامؑ کے قریب نہیں ہونے دیا چونکہ اس کو یہ خوف تھا کہ کہیں کوئی اور امامؑ کا سر قلم نہ کر دے اور وہ ابن مرجانہ کے انعام و اکرام سے محروم رہ جائے۔

اس نے امامؑ کا سر تن سے جدا کیا حالانکہ امامؑ کے لب ہائے مبارک پر سکون و اطمینان، فتح و نصرت اور رضائے الٰہی کی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

امامؑ نے قرآن کریم کو بیش قیمت روح عطا کی، اور ہر وہ شرف و عزت عطا کی جس سے انسانیت کا سر بلند ہوتا ہے.. اور سب سے عظیم اور بیش قیمت جو امامؑ خرچ کی وہ اپنی اولاد، اہل بیت اور اصحاب مصیبتیں دیکھنے کے بعد مظلوم، مغموم اور غریب کی حالت میں قتل ہو جانا ہے اور اپنے اہل و عیال کے سامنے پیاسا ذبح ہو جانا ہے، اس سے بیش قیمت اور کیا چیز ہو سکتی ہے، جس کو امامؑ نے مخلصانہ طور پر خدا کی راہ میں پیش کر دی؟

امامؑ نے خدا کی راہ میں قربانی دے کر تجارت کی، یہ تجارت بہت ہی نفع آور ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾۔(۱)

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۱۔

''بیشک اللہ نے صاحب ایمان سے اُن کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ وعدۂ برحق توریت ، انجیل اور قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کا کون پورا کرنے والا ہوگا، تو اب تم لوگ اپنی اس تجارت پر خوشیاں مناؤ جو تم نے خدا سے کی ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے''۔

بیشک امام حسینؑ نے اپنی تجارت سے بہت فائدہ اٹھایا اور فخر کے ساتھ آپؑ کے ساتھ کامیاب ہوئے جس میں آپؑ کے علاوہ اور کوئی کامیاب نہیں ہوا، شہداء حق کے خاندان میں کسی کو بھی کوئی شرف و عزت و بزرگی اور دوام نہیں ملا جو آپؑ کو ملا ہے، اس دنیا میں بلندی کے ساتھ آپؑ کا تذکرہ (آج بھی) ہو رہا ہے اور آپؑ کا حرم مطہر زمین پر بہت ہی با عزت اور شان و شوکت کے ساتھ موجود ہے۔

اس امام عظیم کے ذریعہ اسلام کا وہ پرچم بلندی کے ساتھ لہرا رہا ہے جو آپؑ کے اہل بیت اور اصحاب میں سے شہید ہونے والوں کے خون سے رنگین ہے، یہی پرچم کائنات میں، دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپؑ کے انقلاب اور کرامت و بزرگی کو روشن و منور کر رہا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

آپ امام ملہم (یعنی صاحب الہام) اپنے جد کے دین کے مجدد اور ان کی سنت کو زندہ کرنے والے، ورع اور تقویٰ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے مشابہ اور مصیبتوں پر صبر کرنے میں حضرت ایوب کے مانند تھے، آپ کی ہیبت آپ کے چہرے اور پیشانی سے ظاہر تھی، انوار انبیاء کے اسرار اور اوصیاء کی ہیبت آپ کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھی اور عرب کے عظیم الشان شاعر فرزدق نے امامؑ کے اوصاف کو یوں نظم کیا ہے:

یکاد یمسکہ عرفانُ راحتِہِ ‏ ‏ ‏ رکن الحطیم اذا ماجاء یَستلِمُ

یغضي حیاء ویغضی من مھابتہ ‏ ‏ ‏ فلا یکلم الاحین یبتسم

''امام سجادؑ جب رکن حطیم کو مس کرنے کے لئے آتے ہیں تو رکن حطیم آپؑ کی ہتھیلی کو پہچان کر روک لیتا ہے۔

آپؑ حیا کی وجہ سے اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیتے ہیں اور آپؑ کی ہیبت کی بنا پر لوگوں کی نگاہیں نیچی ہو جاتی ہیں جس کی بنا پر آپؑ سے اسی وقت بات کی جا سکتی ہے جب آپؑ مسکرا رہے ہوں''۔

شیخانی قادری کا کہنا ہے: دیکھنے والا ان کے چہرے کو دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا تھا(۱) کیونکہ آپ کی ہیبت آپؑ کے جد بزرگوار رسول اسلامؐ کی ہیبت کی حکایت کرتی تھی، ظالم مسلم بن عقبہ سفاح مجرم جس نے تمام اسلامی اقدار کی بہت زیادہ اہانت کی وہ بھی مبہوت ہو کر رہ گیا، اس نے جب امام زین العابدینؑ

۱۔ الصراط السوی فی مناقب آل النبیؐ، صفحہ ۱۹۲۔

کو دیکھا تو کانپ کر رہ گیا، آپ کی عزت واحترام کیا اور اپنے اطراف کے لوگوں سے کہا: بیشک امام زین العابدین علیہ السلام انبیاءؑ کے مانند ہیں۔

آپؑ کے القاب

آپؑ کے القاب اچھائیوں کی حکایت کرتے ہیں، آپؑ اچھے صفات، مکارم اخلاق، عظیم طاعت اور اللہ کی عبادت جیسے اچھے اوصاف سے متصف تھے، آپ کے بعض القاب یہ ہیں:

۱۔ زین العابدین

یہ لقب آپؑ کو آپؑ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا (جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) کثرت عبادت کی وجہ سے آپؑ کو اس لقب سے نوازا گیا، (۱) آپ اس لقب سے معروف ہوئے اور اتنے مشہور ہوئے کہ یہ آپ کا اسم مبارک ہو گیا، آپؑ کے علاوہ یہ لقب کسی اور کا نہیں تھا اور حق بات یہ ہے کہ آپ ہر عابد کے لئے زینت اور ہر اللہ کے مطیع کے لئے مایۂ فخر تھے۔

۲۔ سید العابدین

آپ کے مشہور و معروف القاب میں سے ایک ''سید العابدین'' ہے، چونکہ آپ انقیاد اور اطاعت کے مظہر تھے، آپ کے جد امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی نے بھی آپؑ کے مثل عبادت نہیں کی ہے۔

۳۔ ذو الثفنات

آپؑ کو یہ لقب اس لئے دیا گیا کہ آپ کے اعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں (۲) کی طرح گھٹے

۱۔ تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۳۰۶۔ شذرات الذہب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴، اور اس میں بیان ہوا ہے: آپؑ کو زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے یہ لقب دیا گیا۔

۲۔ صبح الاعشیٰ جلد ۱، صفحہ ۴۵۲۔ بحر الانساب، ورق ۵۲۔ تحفۃ الراغب، صفحہ ۱۳۔ اضداد فی کلام العرب، جلد ۱، صفحہ ۱۲۹۔ ثمار القلوب، صفحہ ۲۹۱۔ اور اس میں بیان ہوا ہے: علی بن الحسینؑ اور علی بن عبد اللہ بن عباس کے لئے کہا جاتا ہے کہ: زیادہ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے ان کے اعضاء سجدہ پر سجدوں کی وجہ سے اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے۔

پڑ جاتے تھے۔ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میرے پدر بزرگوار کے اعضاء سجدہ پر ابھرے ہوئے نشانات تھے، جو ایک سال میں دو مرتبہ کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ میں پانچ گھٹے کاٹے جاتے تھے، اسی لئے آپؑ کو ذوالثفنات کے لقب سے یاد کیا گیا''۔(۱)

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؑ نے تمام گھٹوں کو ایک تھیلی میں جمع کر رکھا تھا اور آپؑ نے اُن کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

۴۔سجاد

آپؑ کے القاب شریفہ میں سے ایک مشہور لقب ''سجاد'' ہے (۲) یہ لقب آپؑ کو بہت زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے دیا گیا، آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سجدے اور اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کے بہت زیادہ سجدوں کو یوں بیان فرمایا ہے:

''بیشک علی بن الحسینؑ جب بھی خود پر خدا کی کسی نعمت کا تذکرہ فرماتے تو سجدہ کرتے تھے، آپؑ قرآن کریم کی ہر سجدہ والی آیت کی تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرتے، جب بھی خداوند عالم آپ سے کسی ایسی برائی کو دور کرتا تھا جس سے آپؑ خوفزدہ ہوتے تھے تو سجدہ کرتے، آپؑ ہر واجب نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرتے اور آپ کے تمام اعضاء سجود پر سجدوں کے نشانات موجود تھے لہٰذا آپؑ کو اس لقب سے یاد کیا گیا''۔(۳)

ابن حماد نے امامؑ کے کثرت سجود اور آپؑ کی عبادت کو ان رقیق اشعار میں یوں نظم کیا ہے:

وراهب اهل البيت كان ولم يزل	يلقب بالسجاد حين تَعَبُّدِهِ
يقضى بطول الصوم طول نهاره	منيباً ويقضي ليله بتهجده
فاين به من علمه ووفائه	واين به من نسكه وتعبده (۴)

۱۔علل الشرائع، صفحہ ۸۸۔بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۔وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۷۷۔

۲۔علل الشرائع، صفحہ ۸۸۔

۳۔وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۷۷۔علل الشرائع، صفحہ ۸۸۔

۴۔المناقب، جلد ۴، صفحہ ۱۶۴

''امام سجاد'' پہلے بھی اہل بیت میں عبادت گذار تھے اور اب بھی ہیں عبادت ہی کی بنا پر آپؑ کو سجاد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپؑ روزہ رکھ کر دن گذارتے ہیں، آپؑ توبہ کرتے رہتے ہیں اور رات نماز و تہجد میں بسر کرتے ہیں۔

تو بھلا علم و وفاداری اور عبادات میں آپؑ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟''۔

۵۔ زکی

آپؑ کو زکی کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کیونکہ آپؑ کو خداوند عالم نے ہر رجس سے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے، جس طرح آپؑ کے آباء و اجداد جن کو اللہ نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

۶۔ امین

آپؑ کے القاب میں سے ایک معروف لقب ''امین'' (۱) ہے، اس کریم صفت کے ذریعہ آپ مثل الاعلیٰ ہیں اور خود آپؑ کا فرمان ہے: ''اگر میرے باپ کا قاتل اپنی وہ تلوار جس سے اس نے میرے والد بزرگوار کو قتل کیا میرے پاس امانت کے طور پر رکھتا تو بھی میں وہ تلوار اس کو واپس کر دیتا''۔

۷۔ ابن الخیرتین

آپؑ کے مشہور القاب میں سے ایک لقب ''الخیرتین'' ہے، آپؑ کی اس لقب کے ذریعہ عزت کی جاتی تھی آپ فرماتے ہیں: ''انا ابن الخیرتین''، اس جملہ کے ذریعہ آپؑ اپنے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی طرف اشارہ فرماتے: ''للہ تعالیٰ من عبادہ خیرتان، فخیرتہ من العرب ہاشم، ومن العجم فارس''۔ (۲)

شبراوی نے آپ کو مندرجہ ذیل ابیات کے ذریعہ اس لقب سے یوں یاد کیا ہے:

۱۔ فصول مہمہ، مؤلف ابن صباغ، صفحہ ۱۸۷۔ بحر الانساب، ورق صفحہ ۵۲۔ نور الابصار، صفحہ ۱۳۷۔

۲۔ کامل مبرد، جلد ۱، صفحہ ۲۲۲۔ وفیات الاعیان، جلد ۲، صفحہ ۴۲۹۔

''خیرۃ اللّٰہ من الخلق ابي بعد جدي وانا ابن الخیرتین
فضة صیغت بماء الذھبین فانا الفضة وابن الذھبین
من لہ جدّ کجدي في الوریٰ او کأبي وانا ابن القمرین
فاطمة الزھراء امي وابي قاصم الکفر ببدرٍ و حنین
ولہ في یوم احدٍ وقعة شفة الغلّ ببعض العسکرین''(۱)

''امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے جد کے بعد میرے والد بزرگوار بہترین مخلوق ہیں جس کی بنا پر میں بہترین افراد کا فرزند ہوں۔

میں وہ چاندی ہوں جس کو دو سونے کے پانی سے ڈھالا گیا ہے جس کی بنا پر میں چاندی ہوں اور دو سونے کا فرزند ہوں۔

دنیا میں میرے جد کی طرح کس کے جد ہیں یا میرے بابا کی طرح کس کے بابا ہیں اور میں دو چاند کا فرزند ہوں۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا میری والدہ ہیں اور میرے پدر بزرگوار نے بدر و حنین میں کفر کو نابود کیا۔

جنگ اُحد میں میرے دادا نے بے مثال جنگ کی جس کی بنا پر لشکریانِ کفر کے دلوں میں آپؑ کا کینہ بیٹھ گیا''۔

زیادہ احتمال یہ ہے کہ یہ اشعار امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلہ میں نہیں ہیں کیونکہ یہ آپ کی ذات بابرکت میں پائے جانے والے بلند صفات و کمالات کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

ذاتی عناصر

اللہ نے کوئی فضیلت خلق نہیں فرمائی اور کوئی کرامت ہبہ نہیں فرمائی مگر یہ کہ وہ امام سجادؑ کی شخصیت اور ذات میں ودیعت کی ہے، فضائل و کمالات اور نجابت و شرافت میں آپ کی مثال نہیں ہے اور آپ کے

۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۴۹۔

ذاتی خصوصیات یعنی آپ کے بلند اخلاق اور دین کے سلسلہ میں آپ کی بے انتہا رغبت میں بھی کوئی آپ کے ہم پلہ نہیں ہے۔ جو بھی آپ کی سیرت وکردار کا مطالعہ کرے گا وہ آپ کی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جائے گا، آپؑ کے صفات وکمالات دیکھ کر اس کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہے گی، آپؑ کے زمانہ کی بزرگ شخصیات آپؑ کے فضائل وکمالات کے سامنے ہیچ نظر آئیں گی۔

مدینہ کے ایک بزرگ عالم دین سعید بن مسیب کا کہنا ہے: میں نے علی بن الحسینؑ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے اپنی حقارت کا احساس ہوا''۔(۱)

آپ کو اتنے بلند وبالا اخلاق اور مثالی کردار تک آپ کے آباء واجداد نے پہنچایا جنھوں نے اپنی زندگی معاشرہ کی اصلاح کیلئے وقف کردی تھی، اب ہم آپؑ کے بعض ذاتی صفات کے سلسلہ میں مختصر طور پر گفتگو کررہے ہیں:

حلم

حلم، انبیاء اور مرسلین کے صفات میں سے ہے، اور یہ انسان کے بزرگ صفات میں سے ہے کیونکہ انسان بذات خود اپنے نفس پر مسلط ہوتا ہے اور وہ غضب اور انتقام کے وقت خاضع نہیں ہوتا، جاحظ نے حلم کی یوں تعریف کی ہے: انسان کا بہت زیادہ غصہ کی حالت میں انتقام لینے کی طاقت وقدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لینا۔(۲)

امام زین العابدین علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے، اور ان میں سب سے زیادہ غصہ پی جانے والے تھے، راویوں اور مورخین نے آپ کے حلم سے متعلق متعدد واقعات بیان کئے ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔امامؑ کی ایک کنیز تھی، جب آپؑ نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے پانی لانے کے لئے کہا وہ پانی لیکر آئی تو اس کے ہاتھ سے لوٹا امامؑ کے چہرے پر گر گیا جس سے آپ کو چوٹ لگ گئی فورا کنیز نے کہا:

۱۔تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۴۶۔

۲۔تہذیب الاخلاق، صفحہ ۱۹۔

خدا فرماتا ہے: ''والکاظمین الغیظ'' ''اور غصہ پی جانے والے ہیں''

امامؑ نے فوراً جواب میں فرمایا: ''کظمتُ غیظي'' ''میں نے اپنا غصہ پی لیا''۔

کنیز کو امامؑ کے حلم سے تشویق ہوگئی تو اس نے مزید امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: '' والعافین عن الناس'' ''اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں''۔

امامؑ نے نرمی اور مہربانی کرتے ہوئے فرمایا: ''عفا اللّٰہُ عنک...''

فوراً کنیز نے کہا: ﴿وَاللّٰہ یحب المحسنین﴾ (۱)

''اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

تو امامؑ نے مزید اس پر احسان و اکرام کرتے ہوئے فرمایا: ''اذھبي فانت حرّة ''۔(۲) ''تم جاؤ، اب تم آزاد ہو''۔

۲۔ آپؑ کے حلم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بلا سبب کے آپ پر سب وشتم کرنا شروع کر دیا تو امامؑ نے اس سے بڑی ہی نرمی کے ساتھ فرمایا: ''یافتی ان بین ایدینا عقبة کؤوداًفان جزت منها فلاابالي بما تقول، وان اتحیّرُ فیها فانا شرّ ممّا تقولُ ...''۔(۳)

''اے جوان! ہمارے سامنے دشوار گذار گھاٹی ہے اگر میں اس سے گذر گیا تو تمہارے کہے کی پروا نہیں کروں گا اور اگر رہ گیا تو میں تمہاری کہی ہوئی بات سے زیادہ برا ہوں''۔

امامؑ اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ سے لو لگائے رہتے تھے اور آخرت کے ان ہولناک حالات سے آہ و بکا کرتے تھے جن سے متقین کے علاوہ کوئی نجات نہیں پا سکتا اس حالت کی بنا پر آپ نے کبھی ذلت نفس کا احساس نہیں کیا۔

صبر

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے امتحان اور زحمت و مشقت پر صبر کرنا ہے، یہ بات قطعی ہے کہ اس

۱۔ آل عمران، آیت ۱۳۴۔

۲۔ تاریخ دمشق، جلد ۳۶، صفحہ ۱۵۵۔ نہایۃ الارب، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۶۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۳۶، صفحہ ۹۶۔

دنیا میں کوئی بھی امام زین العابدینؑ جیسی مصیبتوں میں گرفتار نہیں ہوا، آپؑ نے اپنی زندگی کی ابتدا سے لیکر موت کے وقت تک مصائب برداشت کئے، آپؑ ابھی عہد طفولت میں ہی تھے کہ آپؑ کی والدہ کی وفات ہوگئی، آپؑ ان کی محبت کی شیرینی نہ چکھ سکے، بچپن کے آغاز میں آپؑ نے ابن ملجم کے ہاتھوں اپنے دادا علی بن ابی طالب کی شہادت پر اپنے خاندان کے غم واندوہ کو دیکھا۔

اس کے بعد آپؑ نے اس چیز کا مشاہدہ فرمایا جب آپؑ کے چچا امام حسنؑ کو مجبوراً معاویہ بن ابی سفیان جیسے سرکش سے صلح کرنا پڑی، وہ معاویہ ابن ابوسفیان جو دنیائے عرب اور عالم اسلام کی رسوائی کیلئے کلنک کا ٹیکا تھا، جب وہ تخت حکومت پر بیٹھا تو دور جاہلیت کی تمام چیزیں ظاہر ہونے لگیں، وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت زیادہ کینہ وبغض رکھتا تھا، اس نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے ہر طرح سے اپنی حکومت کو مضبوط کیا، اہل بیت علیہم السلام کے خلاف بہت سخت قوانین نافذ کئے، منبروں اوراذانوں میں ان پر سب وشتم کو واجب قرار دیا جس طرح اس کے ان چاہنے والوں کو قتل کیا جو دین وسیاست کا نمونہ تھے۔

جیسے ہی امام زین العابدینؑ نے عنفوان شباب میں قدم رکھا آپؑ کے چچا فرزند رسولؐ امام حسنؑ کی شہادت ہوگئی، آپؑ کو (کسریٰ عرب) معاویہ بن ہند (۱) نے زہر دغا سے شہید کیا جس سے امامؑ اور خاندان نبوت کے بقیہ افراد بہت رنجیدہ ہوئے ان تمام بڑے بڑے مصائب سے ان سب کے ہوش اڑ گئے۔

امامؑ پر سب سے بڑی مصیبت واقعہ کربلا میں پڑی جب آپ نے کربلا کے میدان میں گناہگاروں کو اہل بیت نبوت کے سروں کو بے دردی کے ساتھ کاٹتے دیکھا، جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے عدالت اور حق کی دعوت دینے والے ستاروں کی اس حالت کے بعد اہل کوفہ کے بیوقوف مجرموں نے امامؑ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا، آپؑ اور خاندان نبوت کے تمام خیموں کو جلادیا، آپؑ کو بہت ہی برے طریقہ سے اسیر کیا، وہ ابن مرجانہ تھا جو آپ کی تباہی اور بربادی سے خوش نظر آرہا تھا اور آپؑ کو ذلیل وحقیر سمجھ رہا تھا، امامؑ ایسے صابر تھے جنھوں نے اپنے تمام امور اللہ کے سپرد فرمادئے تھے، اس کے بعد پھر یزید بن معاویہ کا سامنا ہوا، جس نے ایسے ایسے مصائب کے پہاڑ ڈھائے جن سے دل ہل جاتے ہیں۔

۱۔ اس کو یہ لقب دوسرے خلیفہ نے دیا تھا۔

لیکن امام سجادؑ نے اللہ کی قضاء وقدر پر راضی رہتے ہوئے ان تمام مصیبتوں کو برداشت کیا، ان کا نفس کونسا نفس تھا اور ان کا دل کیسا دل تھا؟

آپؑ کا نفس ہر مشکل میں اس خالق کائنات سے لو لگاتا تھا جو زندگی عطا کرنے والا ہے، اور آپؑ کا طیب وطاہر ضمیر ہر چیز سے قوی اور محکم تھا۔

آپؑ ہمیشہ ہر مصیبت میں خالق کائنات سے ہی لو لگاتے تھے۔جس نے آپ کو زندگی عطا فرمائی تھی، اور آپؑ کا نفس پاک وپاکیزہ اور طیب وطاہر تھا جو ہر چیز سے طاقتور اور قوی تھا۔

مصائب پر صبر کرنا آپ کی ذات میں تھا صبر کی مدح وتعریف میں آپ کا یہ باا ثر جملہ موجود ہے کہ صبر کرنا ہی اصل میں اطاعت الٰہی ہے(۱) آپؑ کا سب سے عظیم صبر یہ تھا کہ آپؑ نے اپنے گھر میں موت کی خبر لانے والے کی آواز سنی جبکہ آپؑ کے پاس بہت سے افراد جمع تھے تو جو کچھ رونما ہوا تھا آپ اس کی تحقیق کیلئے تشریف لے گئے جب آپ کو خبر دی گئی کہ آپؑ کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے تو آپؑ نے مجلس میں آکر سب کو آگاہ کیا سب نے آپ کے صبر پر تعجب کیا آپؑ نے ان سے فرمایا: ''ہم اہل بیتؑ جس چیز کو دوست رکھتے ہیں اس میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور دشوار و ناپسند امور میں اس کی حمد وثنا کرتے ہیں''۔(۲) آپ صبر کو غنیمت سمجھتے تھے اور جزع وفزع کو کمزوری تصور کرتے تھے۔

بیشک آپ کی ذاتی قوت اور آپ کا ہوش اڑا دینے والے واقعات کے سامنے نہ جھکنا یہ چیزیں طول تاریخ میں شاذ ونادر افراد میں ہی پائی جاتی ہیں۔

لوگوں پر احسان

امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک ذاتی صفت لوگوں پر احسان اور ان کے ساتھ نیکی کرنا تھی، آپؑ کا قلب مبارک اُن پر رحم وکرم کرنے کیلئے آمادہ رہتا تھا، مورخین کا کہنا ہے: جب آپ کو یہ معلوم ہو جاتا

۱۔امام زین العابدینؑ مؤلف مقرم، صفحہ ۱۹۔

۲۔حلیۃ الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۱۳۸۔

تھا کہ آپ کا کوئی چاہنے والا مقروض ہے تو آپؑ اس کا قرض ادا فرما دیتے تھے،(۱) اور آپؑ اس ڈر سے کہ کہیں آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا لوگوں کی حاجتیں پوری کر دے اور آپ ثواب سے محروم رہ جائیں لہذا لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے میں سبقت فرماتے تھے، آپؑ ہی کا فرمان ہے: ''اگر میرا دشمن میرے پاس اپنی حاجت لیکر آئے تو میں اس خوف سے اس کی حاجت پورا کرنے کیلئے سبقت کرتا تھا کہ کہیں اور کوئی اس کی حاجت پوری نہ کر دے یا وہ اس حاجت سے بے نیاز ہو جائے اور مجھ سے اس کی فضیلت چھوٹ جائے''۔(۲)

آپؑ کے لوگوں پر رحم و کرم کے سلسلہ میں زہری نے روایت کی ہے: میں علی بن الحسینؑ کے پاس تھا کہ آپؑ کے ایک صحابی نے آپؑ کے پاس آ کر کہا: آج میں چار سو دینار کا مقروض ہوں اور میرے لئے اپنے اہل و عیال کی وجہ سے ان کو ادا نہیں کر سکتا، امامؑ کے پاس اس وقت اس کو دینے کے لئے کچھ بھی مال نہیں تھا، آپؑ نے اس وقت گریہ وزاری کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک آزاد مومن کے لئے اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کو مقروض دیکھے اور وہ ادا نہ کر سکے اور وہ اس کا ایسے فاقہ کی حالت میں مشاہدہ کرے جس کو وہ دور نہ کر سکتا ہو''۔(۳)

سخاوت

سخاوت بھی آپؑ ایک عظیم صفت اور آپؑ کی شخصیت کا ایک اہم جزء تھی، مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، فقراء اور کمزوروں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرتے تھے، مورخین نے آپ کے جود و کرم کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں جن میں ہم ذیل میں چند واقعات نقل کر رہے ہیں:

محمد بن اسامہ کے ساتھ نیکی کرنا

محمد بن اسامہ مریض ہو گئے تو امامؑ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جب سب لوگ بیٹھ گئے تو محمد نے زور زور رونا شروع کر دیا اس وقت امامؑ نے اس سے فرمایا: ''مـا یبکیک؟'' ''تم کیوں رو رہے ہو؟''۔

۱۔ امام ابو زید (ابو زہرہ)، صفحہ ۲۴۔

۲۔ ناسخ التواریخ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۔ ۳۔ امالی شیخ صدوق، صفحہ ۴۵۳۔

میں مقروض ہوں۔

''کتنا قرض ہے؟''۔

پندرہ ہزار دینار۔

''میں ادا کردونگا''۔

امامؑ نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب قرض ادا فرمادیا جس کے قرض کی وجہ سے رنج و غم اور سونے کی اس کی بیماری دور ہوگئی۔(۱)

عمومی طور پر کھانا کھلانا

آپؑ کی جود وسخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپؑ مدینہ میں ظہر کے وقت ہر دن لوگوں کو عمومی طور پر کھانا کھلاتے تھے۔(۲)

سوگھروں کی پرورش

آپ کے جود وکرم کا یہ عالم تھا کہ آپؑ مدینہ میں مخفی طور پر (۳) سوگھروں کی پرورش کرتے تھے، اور ہر گھر میں لوگوں (۴) کی کافی تعداد ہوا کرتی تھی۔ بیشک سخاوت بخل سے پاکیزگیٔ نفس پر دلالت کرتی ہے، لوگوں پر رحم کرنے کے شعور اور اللہ کی عطا پر اس کا شکر ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

فقیروں پر رحم وکرم

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ آپؑ فقیروں، محروموں اور مایوس ہوجانے والوں پر احسان فرماتے تھے۔ ہم ذیل میں اس سلسلہ میں بعض واقعات نقل کرتے ہیں:

۱۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء، جلد ۴، صفحہ ۲۳۹، تاریخ الاسلام جلد ۲، صفحہ ۲۶۶، الحلیۃ، جلد ۳، صفحہ ۱۳۱۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۶۔

۳۔ تہذیب اللغات والاسماء، صفحہ ۳۴۳۔

۴۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۸۸۔

۱۔ فقیروں کی عزت کرنا

امامؑ فقیروں کے لئے افسوس کرتے، ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے، جب کسی سائل کو کچھ دیتے تو اس سے معانقہ کرتے تاکہ اس سے ذلت اور حاجت (۱) کا اثر جاتا رہے، جب سائل کسی سوال کا قصد کرتا تو آپؑ مرحبا کہتے اور فرماتے: ''مرحباً بِمَنْ یَحْمِلُ زَادِيَ اِلیٰ دَارِ الآخِرَۃِ''۔ (۲)

''مرحبا اس شخص پر جو میرا زادراہ ہے اور مجھے دار آخرت کی طرف لے جا رہا ہے''۔

بیشک فقیر کے محبت اور عطوفت کے ساتھ اس طرح اکرام کرنے سے معاشرہ میں اتحاد اور بھائی چارگی پیدا ہوتی ہے اور ان کی اولاد کے درمیان محبت قائم ہوتی ہے۔

۲۔ آپؑ کی فقیروں پر مہربانی

آپؑ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت ہی عطوفت و مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے، آپؑ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ ایسے فقرا، مساکین اور بیمار افراد کو دسترخوان پر بلائیں جن کا کوئی آسرا نہ ہو آپؑ ان کو اپنے ہاتھ سے کھانا دیتے، (۳) اسی طرح آپؑ اپنی پشت پر ان کیلئے کھانا اور لکڑیاں لاد کر ان کے دروازے پر پہنچاتے تھے (۴) فقراء اور مساکین کے سلسلہ میں آپؑ کے رحم و کرم کا یہ عالم تھا کہ آپؑ رات کی تاریکی میں خرمے توڑنے کو منع کرتے تھے کہ اس طرح فقراء آپؑ کی عطا سے محروم رہ جائیں گے، امامؑ نے اپنے کارندوں سے فرمایا (جو رات کے آخری حصہ میں ان کے لئے خرمے توڑ کر لایا تھا): ''ایسا نہ کر، کیا تم کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات میں فصل کاٹنے اور بوجھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے؟ اور آپؑ فرماتے: جس دن فصل کاٹی جائے اسی دن سائلین کو عطا کیا جائے اس لئے کہ فصل کاٹنے کے دن یہ اُن کا حق ہوتا ہے''۔ (۵)

۱۔ حلیہ جلد ۳، صفحہ ۱۳۷۔

۲۔ صفوۃ الصفوہ، جلد ۲، صفحہ ۵۳۔۳۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۲۔

۴۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۲۔ اور اسی سے ملتی جلتی روایت دائرۃ المعارف بستانی جلد ۹، صفحہ ۳۵۵۔

۵۔ وسائل الشیعہ، جلد ۶، صفحہ ۱۳۸۔

۳۔ آپؑ کا سائل کو رد کرنے سے منع فرمانا

امامؑ نے سائل کو بغیر کچھ دیئے ہوئے رد کرنے سے منع فرمایا ہے، چونکہ ایسا کرنے سے برائیاں زیادہ ہوتی ہیں اور ان سے نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، سعید بن مسیب سے مروی ہے: میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں پہنچا یہاں تک کہ صبح کی نماز آپؑ ہی کے ساتھ ادا کی، آپ کے دروازے پر سائل آیا تو امامؑ نے فرمایا: ''اعطوا السائلَ ولا ترد السائل''

''سائل کو عطا کرو، اور اس کو خالی ہاتھ واپس نہ پلٹاؤ''۔(۱)

امامؑ نے اس بات کی ضرورت پر متعدد احادیث میں زور دیا ہے۔

بیشک ضرورت مند فقیر کو محروم کرنے اور ان کی حاجت روائی نہ کرنے سے نعمتیں زائل ہونے اور اللہ کے غضب نازل ہونے کا سبب ہوتی ہیں اس سلسلہ میں ائمہ ہدیٰ سے متواتر احادیث بیان ہوئی ہیں لہٰذا جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی بقا چاہتا ہے اس کے لئے قطعاً سائل کو رد کرنا یا فقیر کو مایوس کرنا سزاوار نہیں ہے چونکہ اس کے پاس یہ اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے۔

آپؑ کے صدقات

امام زین العابدینؑ نے اپنی حیات طیبہ میں سب سے زیادہ فقیروں کو صدقے دیئے تاکہ وہ آرام سے زندگی بسر کر سکیں اور ان کا ہم و غم دور ہو جائے اور امامؑ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب فرماتے تھے کیونکہ اس پر انسان کو اجر جزیل ملتا ہے، آپؑ کا فرمان ہے: ''مَامِنْ رَجُلٍ تَصَدَّقَ علیٰ مِسْکِیْنٍ مُسْتَضْعَفٍ فَدَعَا لَهُ الْمِسْکِیْنُ بِشَیءٍ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ اِلَّااسْتُجِیْبَ لَهُ''

''جب کوئی انسان کسی کمزور مسکین کو صدقہ دیتا ہے تو اس وقت عطا کرنے والے کے حق میں مسکین کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے''۔(۲)

ہم آپؑ کے بعض صدقات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

۱۔ الکافی، جلد ۴، صفحہ ۱۵۔

۲۔ وسائل الشیعہ، جلد ۶، صفحہ ۲۹۶۔

۱۔لباس تصدق کرنا

امامؑ اچھے لباس پہنتے تھے، آپؑ سردی کے موسم میں خز کا لباس پہنتے جب گرمی کا موسم آجاتا تھا تو اس کو صدقہ دیدیتے تھے یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ دیدیتے تھے اور گرمی کے موسم میں دو مصری لباس پہنتے تھے جب سردی کا موسم آجاتا تھا تو ان کو صدقہ میں دیدیتے تھے، (۱) اور آپؑ فرماتے تھے: ''اِنِّی لَاَسْتَحْیِیْ مِنْ رَبِّیْ اَنْ آکُلَ ثَمَنَ ثَوْبٍ قَدْ عَبَدْتُ اللّٰہَ فِیْہِ''

''مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں نے جس لباس میں اللہ کی عبادت کی ہے اس لباس کی قیمت کھاؤں''۔(۲)

۲۔اپنی پسندیدہ چیز کا صدقہ میں دینا

امامؑ اپنی پسندیدہ چیز صدقہ میں دیتے تھے، راویوں کا کہنا ہے: امامؑ صدقہ میں بادام اور شکر دیتے تھے آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾(۳) ''تم نیکی کی منزل تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو''۔(۴)

مورخین کا بیان ہے کہ امامؑ انگور بہت زیادہ پسند فرماتے، آپ ایک دن روزہ تھے تو افطار کے وقت آپ کی ایک کنیز نے آپؑ کی خدمت میں انگور پیش کئے ایک سائل نے سوال کیا تو امامؑ نے انگور کے گچھے کو اسے دینے کا حکم صادر فرمایا، کنیز نے دوبارہ اپنے خریدے ہوئے انگور آپ کی خدمت میں پیش کئے تو دروازے سے دوسرے سائل نے سوال کیا امام علیہ السلام نے وہ انگور کے گچھے بھی اسے دینے کا حکم صادر فرمایا، اس کے بعد پھر کنیز نے اپنے خریدے ہوئے انگور امامؑ کی خدمت میں پیش کئے تو تیسرے سائل نے دروازے سے سوال کیا امامؑ نے انگور کے وہ گچھے سائل کو دیدینے کا حکم صادر فرمادیا۔(۵)

۱۔تاریخ دمشق، جلد ۳۶، صفحہ ۱۶۱۔ ۲۔تاریخ التواریخ، جلد ۱، صفحہ ۶۷۔

۳۔سورہ آل عمران، آیت ۹۲۔ ۴۔بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۸۹۔

۵۔المحاسن (برقی)، صفحہ ۵۴۷۔ فروع الکافی، جلد ۶، صفحہ ۳۵۰۔

آپؑ کے آباء واجداد کی اس نیکی میں کتنی مشابہت تھی جنھوں نے تین دن پے در پے ایسی طاقت وقوت کا مظاہرہ کیا حالانکہ وہ سب روزہ کی حالت میں تھے تب بھی انھوں نے مسکین، یتیم اور اسیر کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا تو اللہ نے ان کی شان میں سورۂ ''ھل اتی'' نازل فرمایا، اُن کی یہ عظیم جلالت وبزرگی رہتی دنیا تک باقی رہے گی یہاں تک کہ خدا زمین کا وارث ہو اور اُن پر احسان کرے۔

۳۔ آپ کا اپنے مال کو تقسیم کرنا

امامؑ نے دو مرتبہ اپنا سارا مال دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیا اور دوسرا حصہ فقیروں اور مسکینوں (۱) میں تقسیم کر دیا، اس سلسلہ میں آپؑ نے اپنے چچا امام حسنؑ فرزند رسول کا اتباع فرمایا کیونکہ امام حسنؑ نے دو یا تین مرتبہ اپنا سارا مال تقسیم کیا تھا۔

۴۔ آپ کا مخفی طور پر صدقہ دینا

امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز مخفیانہ طور پر صدقہ دینا تھا تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے، آپ اپنے اور آپؑ سے مستفیض ہونے والے فقراء کے درمیان رابطہ ہوں خدا سے محبت اور فقراء کے ساتھ صلۂ رحم کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ لوگوں کو مخفیانہ طور پر صدقہ دینے کی رغبت دلاتے اور فرماتے تھے: ''اِنَّھَا تُطفِیُٔ غَضَبَ الرَّب''۔(۲) ''چھپ کر صدقہ دینا خدا کے غضب کو خاموش کر دیتا ہے''۔ آپ رات کے گھپ اندھیرے میں نکلتے اور فقیروں کو اپنے عطیے دیتے حالانکہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے ہوتے، فقیروں کو رات کی تاریکی میں آپؑ کے عطیے وصول کرنے کی عادت ہوگئی تھی وہ اپنے اپنے دروازوں پر کھڑے ہو کر آپؑ کے منتظر رہتے، جب وہ آپ کو دیکھتے تو آپس میں کہتے کہ: صاحب جراب (تھیلی) (۳) آگئے۔ آپؑ کے ایک چچازاد بھائی تھے جن کو آپؑ رات تاریکی

۱۔ خلاصہ تہذیب کمال، صفحہ ۲۳۱۔ حلیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۴۰۔ جمہرۃ الاولیاء، جلد ۲، صفحہ ۷۱۔ بدایہ اور نہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۵۔ طبقات ابن سعد، جلد ۵، صفحہ ۱۹۔

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، صفحہ ۷۵۔ اخبار الدول، صفحہ ۱۱۰۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۶۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۸۹۔

میں جا کر کچھ دینار دے آیا کرتے تھے، انھوں نے ایک دن کہا: علی بن الحسین میری مدد نہیں فرماتے اور انھوں نے امامؑ کو کچھ نازیبا کلمات کہے امامؑ نے وہ سب کلمات سنے اور خود ان سے چشم پوشی کرتے رہے اور ان سے اپنا تعارف نہیں کرایا جب امامؑ کا انتقال ہوگیا اور ان تک کوئی چیز نہ پہنچی تو ان کو معلوم ہوا کہ جو ان کے ساتھ صلۂ رحم کرتا تھا وہ امامؑ ہی تھے تو وہ امامؑ کی قبر اطہر پر آئے اور ان سے عذر خواہی کی۔(۱)

ابن عائشہ سے روایت ہے: میں نے اہل مدینہ کو یہ کہتے سنا ہے: علی بن الحسینؑ کی وفات تک ہمارا مخفیانہ طور پر صدقہ لینا بند نہیں ہوا۔(۲)

مورخین سے روایت ہے کہ اہل مدینہ کی ایک جماعت کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کی زندگی کا خرچ کہاں سے آرہا ہے جب امام زین العابدینؑ کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ ان کو رات میں دیا جاتا تھا وہ آنا بند ہوگیا۔(۳)

امامؑ ہبہ یا صلۂ رحم کرتے وقت خود کو بہت زیادہ مخفی رکھتے اور جب آپؑ کسی کو کوئی چیز عطا فرماتے تو اپنا چہرہ چھپا لیتے تا کہ کوئی آپؑ کو پہچان نہ سکے۔(۴)

ذہبی کا کہنا ہے: آپؑ مخفیانہ طور پر بہت زیادہ صدقہ دیتے تھے۔(۵)

امامؑ فقیروں میں تقسیم کرنے والے کھانے کو ایک بوری میں رکھ کر اپنی پیٹھ پر رکھتے جس کے نشانات آپؑ کی پیٹھ پر موجود تھے۔

یعقوبی سے روایت ہے کہ جب امامؑ کو غسل دیا گیا تو آپ کے کندھے پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے جب آپ کے گھر والوں سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے گھٹے ہیں تو انھوں نے جواب دیا: امامؑ رات میں اپنے کاندھے پر کھانا رکھ کر فقیروں کے گھر تک جاتے اور ان کو کھانا دیتے تھے۔(۶)

۱۔ بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۱۰۰۔

۲۔ صفوۃ الصفوہ، جلد ۲، صفحہ ۵۴۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۴۹۔

۳۔ الاغانی، جلد ۱۵، صفحہ ۳۲۶۔

۴۔ بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۲۔

۵۔ بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۲۔

۶۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۴۵۔

بہر حال مخفیانہ طور پر صدقے دینا آپؑ کے سب سے عظیم احسانات میں سے تھا اور اللہ کے نزدیک ان سب کا اجر وثواب بھی زیادہ تھا۔

شجاعت

آپؑ کے ذاتی صفات میں سے ایک شجاعت ہے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے، جو آدمؑ کے صلب سے خلق ہونے والوں میں سب سے بہادر وشجاع، امام حسینؑ، کے فرزند ارجمند تھے آپ جیسی بہادری شاذ ونادر تھی جب آپؑ کو اسیر کر کے سرکش عبیداللہ بن مرجانہ کے پاس لے جایا گیا اور اس نے تسلی وتشفی دینے والے کلمات کہے تو امامؑ نے اس کا ایسے شعلہ ور کلمات میں جواب دیا جو اس ملعون کیلئے تلواروں اور کوڑوں سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا، امامؑ اس کی حکومت اور جبروت بالکل سے مرعوب نہیں ہوئے، ابن مرجانہ غصہ سے بپھر گیا، اس کی رگیں پھول گئیں تو اس نے امامؑ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا، امامؑ نے بالکل اس کی پروا نہیں کی اور کوئی نالہ وآہ نہیں کیا اور اس سے فرمایا: ’’القتل لنا عادة، و کرامتنا من الشهادة‘...‘‘۔

اس کے بعد ابن مرجانہ نے آپ کو اسیری کی حالت میں یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا حالانکہ آپ کے ساتھ بزرگان وحی اور مخدرات عصمت وطہارت ورسالت بھی تھیں، امامؑ نے اس سے کہا کہ مجھے خطبہ دینے کا موقع دے تاکہ میں مسلمانوں کی اصلاح کیلئے کچھ باتیں بیان کروں، یزید نے آپ کی بات قبول نہیں کی تو اہل شام نے اس سے اصرار کرتے ہوئے کہا: مـا يـحـسـن هـذا الـغـلام ؟’’یہ جوان کیا کر پائے گا؟‘‘ اس نے جواب دیا: یہ اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کو اس طرح علم بھرایا گیا ہے جس طرح چڑیا اپنے بچہ کو دانا بھراتی ہے۔ وہ اپنی بات پر مصر رہے تو یزید نے امامؑ کو اجازت دیدی، امامؑ نے ایسا خطبہ دیا جس سے آنکھیں رونے لگیں اور دل منقلب ہو کر رہ گئے اور یزید کا وہ راستہ تباہ وبرباد ہو گیا جس پر وہ گامزن رہنا چاہتا تھا، اس کے پاس اس رسوائی اور ذلت سے بچنے کیلئے اذان کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا، مؤذن نے اذان دی تو آپؑ نے خطبہ روک دیا، اس سے پہلے ایسا فصیح وبلیغ خطبہ سننے کو نہیں ملا تھا، آپؑ نے اہل شام کو رسول اسلام ﷺ کے نزدیک اپنے مقام ومنزلت کا تعارف کرایا جس کا اہل شام کو علم نہیں تھا، اور ان سے حکومت کی مخفی رکھی ہوئی چیز کا ازالہ کیا حالانکہ حکومت نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اہل بیتؑ نے حکومت کے خلاف خروج کیا، اس کی اطاعت نہیں کی اور ان میں تفرقہ ڈالا ہے، اس سرکش نے اپنے

خلاف عام طور پر فتنہ وفساد اور انقلاب برپا ہو جانے کے خوف سے امام اور ان کے ساتھ اہل بیت عصمت و طہارت کو شام سے مدینہ بھیجنے میں بہت جلدی سے کام لیا۔

امامؑ مدینہ میں

جب امامؑ یثرب میں مقیم ہوگئے اور آپؑ نے اموی حکومت کے ذریعہ شریعت اسلام کے محو ہونے، احکام دین کا کوئی اہتمام نہ کرنے، دور جاہلیت کو دوبارہ زندہ کرنے اور لوگوں کو کتاب خدا سے منصرف کرتے دیکھا تو اسلامی تعلیمات کو زندہ کرنے کے لئے بنفس نفیس اٹھے اور آپؑ نے ایک حوزۂ علمیہ کی بنیاد ڈالی جس میں وہ لوگ شامل تھے جن کو آپؑ نے خرید کر آزاد کیا تھا، آپؑ نے ان کو اسلامی فقہ، آداب شریعت وغیرہ کا درس دینا شروع کیا آپؑ کے اردگرد علماء جمع ہوتے جو احکام کے متعلق فتوے اور وہاں بیان کئے جانے والے غرر حکم اور آداب کو لکھ کر ہی آپؑ سے جدا ہوتے تھے، شایان ذکر بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے فقہا آپؑ کے مدرسہ کے ہی تعلیم یافتہ تھے، اور ہم نے ان کی سوانح حیات اپنی کتاب ''حیاۃ الامام زین العابدینؑ'' میں بیان کی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام علم، فکر اور اخلاق کے عظیم سرمایہ کے مالک تھے جس کی اہمیت آپؑ کی درسگاہ اور حوزۂ علمیہ سے کم نہیں تھی اور وہ دولت آپؑ کی وہ دعائیں ہیں جن کو صحیفہ سجادیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، علماء نے اس کو کبھی زبور آل محمد کا نام دیا تو کبھی انجیل آل محمد کے نام سے یاد کیا اور اس کو اہمیت کے اعتبار سے قرآن کریم اور نہج البلاغہ کے بعد شمار کیا، یہ درحقیقت اسلامی حیات کی تکمیل، ادب اور اسلامی فکر کا ذخیرہ ہے۔

اس نے علمی جگہوں کو پُر کیا علماء نے اس کا درس دینا شروع کیا، اس کی شرحیں لکھیں، یہاں تک کہ اس صحیفہ سجادیہ کی پینسٹھ سے زیادہ شرحیں لکھی گئی ہیں۔(۱)

جیسا کہ اس کتاب کا انگریزی، فرانسیسی اور جرمنی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور مغربی علماء نے اس میں تربیت کے اصول، بلند و بالا اخلاق، سلوک کے قواعد و ضوابط وغیرہ جیسے فکر انسانی کے خزانے پائے ہیں۔

۱۔الذریعہ فی تصانیف الشیعہ، جلد ۱۵، صفحہ ۱۸۔

آپؑ کی عبادت

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار اور سب سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے تھے، آپؑ کی عظیم عبادت وانابت کے مانند کوئی نہیں تھا، متقین اور صالحین آپ کی عبادت کی وجہ سے متعجب تھے، تاریخ اسلام میں صرف آپؑ ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس کو زین العابدین اور سید الساجدین کا لقب دیا گیا۔

آپؑ کی عبادت کسی کی تقلید کے طور پر نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ اللہ پر عمیق ایمان سے تھی، جیسا کہ آپ نے اس کی معرفت کے سلسلہ میں فرمایا ہے، آپ نے نہ جنت کے لالچ اور نہ دوزخ کے خوف سے خدا کی عبادت کی ہے بلکہ آپؑ نے خدا کو عبادت کے لائق سمجھا تو اس کی عبادت کی، آپؑ کی شان وہی ہے جو آپؑ کے دادا امیر المومنینؑ سید العارفین اور امام المتقین کی شان تھی جنھوں نے آزاد لوگوں کی طرح اللہ کی عبادت کی، جس کی اقتدا آپؑ کے پوتے امام زین العابدین علیہ السلام نے کی ہے آپؑ اپنی عبادت میں عظیم اخلاص کا مظاہرہ فرماتے تھے جیسا کہ آپؑ کا ہی فرمان ہے:

''اِنِّي اَكْرَهُ اَنْ اَعْبُدَاللّٰهَ وَلَاغَرَضَ لِيْ اِلَّاثَوَابُهُ،فَاَكُوْنَ كَالْعَبْدِ الطَّامِعِ،اِنْ طَمِعَ عَمِلَ،وَاِلَّالَمْ يَعْمَلْ،وَاَكْرَهُ اَنْ اَعْبُدَهُ لِخَوْفِ عَذَابِهِ،فَاَكُوْنَ كَالْعَبْدِ السُّوْءِ اِنْ لَمْ يَخَفْ لَمْ يَعْمَلْ''۔

''میں اللہ کی اس عبادت کو پسند نہیں کرتا جس میں ثواب کے علاوہ کوئی اور غرض ہو، اگر میں ایسے عبادت کروں گا تو لالچی بندہ ہوں گا، اگر مجھے لالچ ہوگا تو عمل انجام دوں گا ورنہ انجام نہیں دوں گا، اور میں اس بات سے بھی کراہت کرتا ہوں کہ میں اللہ کے عذاب کے ڈر سے اس کی عبادت کروں کیونکہ اگر میں اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کروں تو میں برے بندے کی طرح ہو جاؤں گا کیونکہ اگر ڈر نہ ہوتا تو اس کی عبادت نہ کرتا''۔

آپؑ کے پاس بعض بیٹھنے والوں نے سوال کیا: آپ اللہ کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

آپؑ نے اپنے خالص ایمان کے ذریعہ جواب میں فرمایا: ''اَعْبُدُهُ لِمَاهُوَاَهْلُهُ بِاَيَادِيْهِ

وَاِنْعَامِہ ... ''۔(۱)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ آپؑ معرفت خدا کی بنا پر اس کی عبادت کرتے تھے، نہ ہی آپ کو اس کا کوئی لالچ تھا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی خوف تھا، آپ میں یہ حالت خدا پر عمیق ایمان کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی، جیسا کہ عبادت کی اقسام کے متعلق آپؑ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ قَوْماًعَبَدُوْااللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ رَھْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْعَبِیْدِ وَآخَرِیْنَ عَبَدُوْارَغْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ التُّجَّارِوَقَوْماعَبَدُوْااللّٰہَ شُکْراً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الاحرارِ... ''۔(۲)

''جو لوگ کسی چیز (جنت) کی خواہش میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی عبادت ہوتی ہے اور جو لوگ اللہ کی کسی چیز (جہنم) کے خوف سے عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ شکر کے عنوان سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ آزادلوگوں کی عبادت ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے''۔

یہ عبادت اور اطاعت کی قسمیں ہیں جو میزان کے اعتبار کے سب سے زیادہ بھاری ہیں، ان میں سے خداوند عالم آزادلوگوں کی عبادت پسند کرتا ہے چونکہ اس میں منعم عظیم کے شکر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے نہ اس میں ثواب کا لالچ ہے اور نہ ہی اس کے عذاب کا خوف ہے۔

امام علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اسی عبادت احرار کی تاکید فرمائی ہے:

''عِبَادَۃُ الاحرارِ لَاتَکُوْنُ اِلَّاشُکْرُاللّٰہِ،لَاخَوْفاوَلَارَغْبَۃً''۔(۳)

''احرار کی عبادت صرف اللہ کے شکر کیلئے ہوتی ہے اس میں نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ لالچ''۔

امامؑ کے دل اور عواطف اللہ سے محبت سے مملو تھے یہ آپ کی فطرت میں بسی ہوئی تھی اور راویوں کا کہنا ہے: آپؑ ہر وقت اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں مشغول رہتے تھے، آپؑ کی ایک کنیز سے آپؑ کی عبادت کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے سوال کیا: اُطْنِبُ، اَو اُخْتَصِر...؟ بل اختصری

۱۔تفسیر العسکری صفحہ۱۳۲۔

۲۔صفوۃ الصفوۃ، جلد۲، صفحہ۵۳۔شذرات الذھب، جلد۱، صفحہ۱۰۵۔الحلیۃ، جلد۳، صفحہ۱۳۴۔البدایہ والنہایۃ، جلد۹، صفحہ۱۰۵۔ درر الابکار جلد۲، صفحہ۱۳۹۔ ۳۔الکواکب الدریہ، جلد۲، صفحہ۱۳۹۔

''تفصیل سے بیان کروں یا مختصر طور۔لوگوں نے کہا مختصر۔تو اس نے بیان کرنا شروع کیا''

آپ دن میں کھانا نہیں کھاتے تھے اور رات میں ہرگز آپ کیلئے بستر نہیں بچھایا جاتا تھا....(۱)

امامؑ پوری زندگی دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے،کبھی آپؑ نماز میں مشغول رہتے اور کبھی مخفیانہ طور پر صدقہ دینے میں مشغول رہتے...

یہ بات زور دے کر کہی جا سکتی ہے کہ مسلمین اور عابدوں کی تاریخ میں کوئی بھی امامؑ جیسا با اخلاص اور اللہ کا اطاعت گزار بندہ نہیں مل سکتا ہے۔ہم آپؑ کی عبادات کے سلسلہ میں کچھ چیزیں پیش کر رہے ہیں:

آپؑ کا وضو

بیشک وضو نور ہے اور گناہوں سے طہارت اور نماز کا پہلا مقدمہ ہے،امامؑ ہمیشہ با طہارت رہتے، راویوں نے آپؑ کے وضو میں اللہ کے لئے خشوع کے متعلق کہا ہے:جب امام وضو کا ارادہ فرماتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا آپؑ کے اہل وعیال نے اس کے متعلق سوال کیا:وضو کے وقت آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے؟ تو آپؑ نے اللہ سے خوف و خشیت سے ایسا ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوتے یوں جواب دیا:''اَتَدْرُوْنَ بَیْنَ یَدَيْ مَنْ اَقُوْمُ؟''۔(۲)''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں''۔

آپؑ وضو کا اتنا اہتمام فرماتے کہ کسی سے کوئی مدد نہیں لیتے تھے آپؑ خود طہارت کیلئے پانی لاتے اور اس کو سونے سے پہلے ڈھانک کر رکھتے،جب رات آ جاتی تو آپ مسواک کرتے اس کے بعد وضو کرتے اور وضو سے فارغ ہو جانے کے بعد نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔(۳)

آپؑ کی نماز

نماز مومن کی معراج ہے اور متقی کو اللہ سے قریب کر دیتی ہے(جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)ذاتی

۱۔الخصال صفحہ ۳۸۸۔

۲۔درر الابکار صفحہ ۷۰۔نہایۃ الارب جلد ۲۱ صفحہ ۳۲۶۔سیر اعلام النبلاء،جلد ۴ صفحہ ۲۳۸۔الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۴۹۔اخبار الدول صفحہ ۱۰۹۔

۳۔صفوۃ الصفوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۳۔

طور پر امام سب سے زیادہ نماز کو اہمیت دیتے تھے، نماز کو معراج اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ نماز انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے اور خالق کائنات اور زندگی دینے والے سے متصل کرتی ہے جب آپؑ نماز شروع کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ کا جسم مبارک کانپ جاتا تھا، آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اَتَدْرُوْنَ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ اَقُوْمُ، وَمَنْ اُنَاجِیْ؟'' ۔(۱) ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں اور کس کو پکار رہا ہوں''۔

ہم ذیل میں آپؑ کی نماز اور آپؑ کے ذریعہ نماز میں خوشبو لگانے کے سلسلہ میں کچھ چیزیں بیان کر رہے ہیں:

نماز کے وقت آپؑ کا خوشبو لگانا

امامؑ جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ نے نماز پڑھنے کی جگہ جو خوشبو رکھی تھی اس کو لگاتے جس سے مسک کی خوشبو پھیل جاتی تھی۔

نماز کے وقت آپؑ کا لباس

امامؑ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو صوف (اون) کا لباس پہنتے، اور بہت موٹا (۲) لباس پہنتے تھے کیونکہ آپؑ خالق عظیم کے سامنے خود کو بہت ہی ذلیل و رسوا سمجھتے تھے۔

نماز کی حالت میں آپؑ کا خشوع

نماز میں امامؑ صرف خدا ہی سے لو لگاتے، عالم مادیات سے خالی ہوتے، اپنے اطراف میں کسی چیز کا احساس نہ کرتے، بلکہ آپؑ بذات خود اپنے نفس کا بھی احساس نہیں کرتے تھے، آپؑ اپنا دل اللہ سے لگا دیتے، راویوں نے نماز کی حالت میں آپؑ کی صفت یوں بیان کی ہے: جب آپؑ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا، آپؑ کے اعضاء اللہ کے خوف سے کانپ جاتے، آپؑ نماز میں اس طرح

۱۔ وسیلۃ المآل، صفحہ ۲۰۷۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۴، صفحہ ۳۸۔ صفوۃ الصفوہ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۱۳۳۔ العقد الفرید، جلد ۳، صفحہ ۱۰۳

۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۵۸۔

کھڑے ہوتے تھے جیسے ایک ذلیل بندہ بڑے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو اور آپؑ نماز کو آخری نماز سمجھ کر بجالاتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کے نماز میں خشوع کے سلسلہ میں یوں فرمایا ہے:
"کَانَ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ اِذَاقَامَ فِی الصَّلَاةِ کَاَنَّهُ سَاقُ شَجَرَةٍ لَایَتَحَرَّکُ مِنْهُ شَیْئاً اِلَّا مَاحَرَّکَتِ الرِّیْحُ مِنْهُ"۔(۱)

"علی بن الحسینؑ نماز میں اس درخت کے تنے کے مانند کھڑے ہوتے جس کو اسی کی ہوا کے علاوہ کوئی اور چیز ہلا نہیں سکتی"۔

نماز میں آپؑ کا خشوع اتنا زیادہ تھا کہ آپ سجدہ میں سر رکھ کر اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ آپؑ کو پسینہ نہ آجائے،(۲) یا گویا کہ آپؑ اپنے آنسوؤں اور گریہ کی وجہ سے پانی میں ڈوب گئے ہوں۔(۳)

راویوں نے ابوحمزہ ثمالی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے امامؑ کو نماز کی حالت میں دیکھا ہے کہ آپؑ کے کندھے سے آپؑ کی رداہٹ گئی تو آپؑ نے اس کو درست تک نہیں کیا ابوحمزہ ثمالی نے جب امامؑ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "وَیْحَکَ، اَتَدْرِیْ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ کُنْتُ؟اِنَّ الْعَبْدَ لَایُقْبَلُ مِنْ صَلَاتِهِ اِلَّامَااَقْبَلَ عَلَیْهِ مِنْهَابِقَلْبِهِ"۔(۴)

"تم پر وائے ہو کیا تم جانتے ہو میں کس کے سامنے کھڑا ہوں؟ بندہ کی وہی نماز قبول ہوتی ہے جو دل سے ادا کی جاتی ہے"۔

آپؑ نماز میں اللہ سے اس طرح لو لگاتے کہ ایک مرتبہ آپؑ کے فرزند ارجمند کنویں میں گر گئے تو اہل مدینہ نے شور مچایا کہ اس کو بچایئے امام محراب عبادت میں نماز میں مشغول تھے، اس کی طرف بالکل متوجہ ہی نہیں ہوئے، جب نماز تمام ہو گئی تو آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

۱۔وسائل الشیعہ، جلد۴، صفحہ۶۸۵۔

۲۔تہذیب الاحکام، جلد۲، صفحہ ۲۸۶۔بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ۷۹۔

۳۔بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ۱۰۸۔

۴۔علل الشرائع، صفحہ۸۸۔بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ۶۱۔وسائل الشیعہ، جلد۴، صفحہ۶۸۸۔

''مَاشَعَرْتُ، اِنِّیْ کُنْتُ اُنَاجِیْ رَبّاً عَظِیْماً''۔(۱)

''مجھے احساس تک نہیں ہوا، میں اپنے عظیم پروردگار سے مناجات کر رہا تھا''

ایک مرتبہ آپؑ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپؑ نماز میں مشغول تھے اور آپؑ نے آگ بجھانے میں کوئی مدد نہیں کی اور لوگوں نے آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''اَلْھَتْنِیْ عَنْھَا النَّارُ الْکُبْریٰ''۔(۲)

''مجھے اس سے بڑی آگ نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا تھا''۔

عبد الکریم قشیری نے امامؑ کے نماز میں اس تعجب خیز اظہار کی یوں تفسیر کی ہے کہ امامؑ کی یہ حالت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ آپؑ عبادت کے عالم میں جس چیز کی طرف متوجہ ہوتے تھے وہ آپؑ کو دنیا اور مافیہا سے غافل کر دیتی تھی یہاں تک کہ ثواب یا عذاب الٰہی کے تصور سے خود اپنے نفس پر مترتب ہونے والے حالات کی طرف آپؑ کا قلب متوجہ نہیں ہوتا تھا۔(۳)

ہزار رکعت نماز

مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ رات دن میں ایک ہزار رکعت (۴) نماز بجالاتے تھے آپؑ کے پانچ سو خرمے کے درخت تھے اور آپؑ ہر درخت کے نیچے دو رکعت (۵) نماز پڑھتے تھے، آپؑ کی اتنی زیادہ نمازیں بجالانے کی وجہ سے ہی آپؑ کے اعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے تھے، جن کو ہر سال کاٹا جاتا تھا، آپؑ ان کو ایک تھیلی میں جمع کرتے رہتے اور جب آپ کا انتقال ہوا تو ان کو آپؑ

۱۔ اخبار الدول، صفحہ ۱۱۰۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۹۹۔

۲۔ صفوۃ الصفوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۲۔ المنتظم، جلد ۶، صفحہ ۱۳۱۔ نھایۃ الارب، جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۵۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۴، صفحہ ۲۳۸۔

۳۔ رسالۃ القشریہ، جلد ۱ صفحہ ۲۱۴۔

۴۔ تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۳۰۶۔ نور الابصار، صفحہ ۱۳۶۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۴۹۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، صفحہ ۷۱۔ شذرات الذہب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴۔ الفصول المہمۃ، صفحہ ۱۸۸۔ اخبار الدول، صفحہ ۱۱۰۔ تاریخ دمشق، جلد ۳۶، صفحہ ۱۵۱۔ الصراط السوی، صفحہ ۱۹۳۔ اقامۃ الحجۃ، صفحہ ۱۷۱۔ العبر فی خبر من غبر جلد ۱، صفحہ ۱۱۱۔ دائرۃ المعارف (البستانی)، جلد ۹، صفحہ ۳۵۵۔ تاریخ یعقوبی جلد ۳، صفحہ ۴۵۔ المنتظم، جلد ۹، صفحہ ۱۴۳۔ تاریخ الاسلام (الذہبی)۔ الکواکب الدریہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱۔ البدایہ والنھایہ جلد ۹، صفحہ ۱۰۵۔

۵۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۶۱۔ الخصال، صفحہ ۵۱۷۔

کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا گیا۔(۱)

مستحب نمازوں کی قضا

آپؑ نے پوری زندگی میں کوئی مستحب نماز نہیں چھوڑی، اگر دن میں آپ کی کوئی مستحب نماز چھوٹ جاتی تھی تو آپؑ رات میں اس کی قضا بجالاتے اور آپؑ نے اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''یَابُنَيَّ لَیْسَ هٰذَا عَلَیْکُمْ بِوَاجِبٍ، وَلٰکِنْ أُحِبُّ لِمَنْ عَوَّدَ نَفْسَهُ مِنْکُمْ عَادَةً مِنَ الْخَیْرِ أَنْ یَدُوْمَ عَلَیْهَا''۔(۲)

''میرے فرزند یہ تم پر واجب نہیں ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کو اپنی عادت بنالو، یہ اچھی عادت ہے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتے رہو''۔

آپؑ کا زیادہ سجدے کرنا

حدیث کی رو سے انسان اپنے رب سے سجدہ کی حالت میں بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام بہت زیادہ سجدے کرتے خضوع کرتے اور اللہ کے سامنے خود کو بہت زیادہ ذلیل سمجھتے تھے راویوں کا کہنا ہے: ایک مرتبہ آپؑ صحرا کی طرف تشریف لے گئے ایک شخص نے آپ کو تلاش کیا تو آپؑ کو ایک سخت پتھر پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اس نے آپؑ کو ہزار مرتبہ یہ کہتے سنا:

''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَرِقًّا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِیْمَانًا وَصِدْقًا''۔(۳)

آپؑ سجدہ شکر میں سو مرتبہ کہتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُکْرًا'' اس کے بعد کہتے: ''یَاذَا الْمَنِّ الَّذِیْ لَا یَنْقَطِعُ اَبَدًا، وَلَا یُحْصِیْهِ غَیْرُهُ عَدَدًا، وَیَاذَا الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَا یَنْفَدُ اَبَدًا یَا کَرِیْمُ یَا کَرِیْمُ'' اس کے بعد گریہ وزاری کرتے اور اپنی حاجت طلب کرتے۔(۴)

۱۔ الخصال، صفحہ ۳۸۸۔ ۲۔ صفوۃ الصفوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۳۔

۳۔ وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۸۱۔

۴۔ وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۹۸۱۔

کثرت تسبیح

آپؑ ہمیشہ اللہ کے ذکر، تسبیح اور اس کی حمد میں مشغول رہتے اور ان نورانی کلمات میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے: ''سُبْحَانَ مَنْ اَشْرَقَ نُوْرُهُ كُلَّ ظُلْمَةٍ، سُبْحَانَ مَنْ قَدَّرَ بِقُدْرَتِهِ كُلَّ قُدْرَةٍ سُبْحَانَ مَنْ احْتَجَبَ عَنِ الْعِبَادِ بِطَرَائِقِ نُفُوْسِهِمْ، فَلا شَيْءَ يَحْجِبُهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ''۔(۱)

''پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس کے نور نے ہر تاریکی کو منور کر دیا، پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے تمام قدرتوں کی حد محدود کر دی، پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بندوں سے اُن کے نفوس کے خیالات میں مخفی ہوا، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ پاک و پاکیزہ ہے اور وہی حمد کا سزاوار ہے''۔

نماز شب کا واجب قرار دینا

امام زین العابدین علیہ السلام کبھی بھی نماز شب سے غافل نہیں رہے آپؑ سفر اور حضر ہر جگہ نماز شب بجالاتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔

نماز شب کے بعد آپ کی دعا

جب آپؑ نماز شب سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے جو ائمہ اہل بیتؑ کی تابناک دعا ہے:

''اللّٰهم یا ذالملک المتأبد...

''اے وہ پروردگار جس کا ملک ہمیشگی کے ساتھ ابدیت رکھنے والا ہے اور جس کی سلطنت بغیر کسی لشکر اور مددگار کے محفوظ ہے، زمانوں کے بدلتے رہنے، برسوں کے بیت جانے، ایام و ازمنہ کے گذر جانے کے باوجود اس کی عزت باقی رہنے والی ہے تیری سلطنت اس قدر عزیز ہے کہ اس کی عزت کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا اور تیرا ملک اس قدر بلند ہے کہ تمام اشیاء اس کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے ہی گر جاتی ہیں اور جن کمالات کو تو نے اپنی ذات کیلئے مخصوص کیا ہے ان کی ادنیٰ منزل تک بھی تعریف کرنے والوں کی تعریف کی آخری منزل نہیں پہنچ سکتی ہے۔

۱۔ دعوات قطب راوندی (خطی نسخہ) حکیم لائبریری۔

سارے صفات تیری بارگاہ میں گم ہو گئے ہیں اور تمام تعریفیں تیری جناب میں بکھر گئی ہیں اور دقیق ترین تصورات بھی تیری کبریائی کے سامنے حیران رہ گئے ہیں۔ یقیناً تو ایسا ہی ہے تو اپنی اولویت کے اعتبار سے اول ہے اور ایسا ہی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ میں تیرا وہ بندہ ہوں جس کے اعمال ضعیف اور جس کی آرزوئیں عظیم ہیں۔

میرے ہاتھ سے تعلقات کے تمام اسباب نکل گئے ہیں علاوہ اس رشتہ کے جسے تیری رحمت نے قائم کیا ہے اور امیدوں کے تمام رشتے قطع ہو گئے ہیں علاوہ اُس معافی کے رشتہ کے جس کی پناہ میں، میں زندگی گذار رہا ہوں، میرے پاس تیری قابل اعتنا اطاعت بہت کم ہے اور جن معصیتوں میں، میں زندگی گذار رہا ہوں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن یہ طے ہے کہ بندہ کسی قدر بھی بد کردار کیوں نہ ہو جائے تیرے پاس معافی کی تنگی دامن نہیں ہے لہٰذا مجھے معاف کر سکتا ہے''۔

دعا کے یہ جملے خداوند عالم کی عظمت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں، اور اس کے بعض دائمی صفات کا تذکرہ موجود ہے جن کی کوئی ابتدا اور انتہا نہیں ہے، وہ محکم و مضبوط سلطان قاہر جو اپنے ملک کی حمایت کے لئے لشکر اور مددگاروں کا محتاج نہیں، کوئی ایسی ذات اور کوئی ایسی صفت نہیں ہے جس سے اس کی توصیف کی جا سکے، وہ ہر چیز سے بلند و برتر ہے۔

امامؑ نے ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں اپنے ذلیل، خضوع اور اس کے بندے ہونے کا اظہار کیا، آپ نے اپنی تمام آرزوؤں میں اسی سے لو لگائی، اسی سے پناہ مانگی، اسی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا، اسی سے لو لگائی اور اب اسی دعاء کے دوسرے چند جملے ملاحظہ فرمائیں:

''اَللّٰهُمَّ وَقَدْ اَشْرَفَ...

''خدایا تیرا علم میرے مخفی اعمال پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور تیری اطلاع کے سامنے ہر پوشیدہ عمل واضح ہے دقیق ترین چیز بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور غیبی اسرار بھی تیرے علم سے دور نہیں ہے۔

مجھ پر تیرے اس دشمن کا غلبہ ہو گیا ہے جس نے تجھ سے مجھے گمراہ کرنے کی مہلت مانگی تھی تو تو نے دیدی اور مجھے بہکانے کے لئے قیامت تک کا وقت مانگا تو تو نے اسے آزاد چھوڑ دیا اور اب اس نے مجھے گمراہی میں ڈال دیا جبکہ میں اپنے مہلک گناہان صغیرہ اور تباہ کن گناہان کبیرہ سے بھاگ کر تیری بارگاہ میں آ رہا

تھا۔ حالت یہ ہے کہ جب میں نے تیری کوئی نافرمانی کی اور برے اعمال کی بنا پر تیری ناراضگی کا حقدار ہو گیا تو اس نے اپنے حیلہ کی باگ موڑ دی اور چل دیا اور مجھے کلمہ کفر میں مبتلا کر کے مجھ سے برائت کا اعلان کر دیا اور پیٹھ پھیر کر روانہ ہو گیا۔ مجھے تیرے غضب کے صحرا میں اکیلا چھوڑ دیا، اور تیرے عذاب کے میدان تک ہنکا دیا کہ اب نہ کوئی شفیع ہے جو سفارش کر سکے اور نہ کوئی قلعہ ہے جو اپنے اندر چھپا سکے اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے جس کی پناہ لی جا سکے، اب تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جو تیری پناہ گاہ کا طلبگار ہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر رہا ہے لہٰذا تیرے فضل میں تنگی نہ ہونے پائے اور تیری بخشش میں کمی نہ آنے پائے۔ میں تیرے اُن بندوں میں نہ ہو جاؤں جو توبہ کر کے بھی ناکام ہو جاتے ہیں اور اُن امیدواروں میں نہ شامل ہو جاؤں جو مایوس ہو جاتے ہیں۔ میرے گناہوں کو بخش دے کہ تو بہترین بخشنے والا ہے"۔

امامؑ نے ان چند فقروں میں انسان کی خواہشات نفسانی کے سامنے کمزور ہونے کے سلسلہ میں گفتگو کی ہے اور انسان اس شیطان رجیم کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جس نے انسان کے نفس میں طمع، حرص اور تکبر وغیرہ جیسی شرارت سے بھرے صفات کو برانگیختہ کر کے ان کے ذریعہ خدمت لینا چاہی، اس نے انسان کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور اس کے عواطف پر مسلط ہو گیا، اس کو گناہوں اور ہلاکت کے میدانوں میں مسخر کرنا شروع کر دیا، اس کو اللہ سے قریب کرنے والے راستوں سے دور کرنا شروع کر دیا، اور امامؑ نے اس دھوکہ دینے والے خبیث دشمن کے مقابلہ میں پروردگار عالم سے اپنی حمایت طلب فرمائی۔ ہم اس دعا کے دوسرے جملوں میں یوں پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَنِیْ فَتَرَکْتُ...

"خدایا! تو نے جس بات کا حکم دیا اسے میں نے چھوڑ دیا اور جس چیز سے منع کیا اس کا مرتکب ہو گیا اور بُرے خیالات نے خطاؤں کو سنوار دیا تو میں نے کوتاہی سے کام لیا۔ میں نہ اپنے دنوں کے لئے روزوں کو گواہ قرار دے رہا ہوں اور نہ راتوں کی شب بیداری کی پناہ لے رہا ہوں اور نہ کوئی سنت حسنہ اپنے کو زندہ کرنے کی تعریف کر سکتی ہے علاوہ اُن فرائض کے جن کو ضائع کرنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔ میں تو کسی مستحب عمل کو بھی وسیلہ نہیں قرار دے سکتا ہوں جبکہ بہت سے واجبات و فرائض میں غفلت برت چکا ہوں اور تیرے مقرر کئے ہوئے حدود سے تجاوز کر چکا ہوں۔ کچھ حرمتوں کو برباد کیا اور کچھ گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہو گیا

لیکن تیری عافیت نے ان کی رسوائی سے پردہ پوشی کر لی خدایا یہ اس شخص کی منزل ہے جو اپنے نفس کے بارے میں تجھ سے شرمندہ ہے اور اس سے ناراض ہو کر تجھ سے خوش بھی ہے اور اب تیرے سامنے اُس نفس کے ساتھ آیا ہے جو خاشع ہے اور اس گردن کے ساتھ حاضر ہوا ہے جو خاضع ہے اور اس کمر کے ساتھ جس پر خطاؤں کا بوجھ ہے، اس کی منزل خوف اور امید کے درمیان ہے اور تو اس کی امیدوں کے لئے سب سے اولیٰ اور اس کے خوف وخشیت کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہے لہٰذا مجھے وہ شئی عنایت فرمادے جس کا میں امیدوار ہوں اور اس سے بچالے جس سے خوف زدہ ہوں اور اپنی رحمت کے انعامات سے نواز دے کہ تو ان سب سے زیادہ کریم ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے''۔

امامؑ نے ان جملوں میں اہل بیتؑ کے اللہ کے خضوع وخشوع کو پیش کیا ہے اور یہ مشاہدہ کیا کہ سب سے عظیم حسنات (نیکیاں)، رات بھر خدا کی عبادت کرتے رہنا، دن میں روزہ رکھنا، تمام نوافل اور مستحبات کا بجالانا، اسلام کی سنتوں کو زندہ کرنا وغیرہ نیکیوں کی دوسری قسمیں جن کا احصا نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ خدا کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس توبہ کے علاوہ اللہ سے اور کونسی توبہ کی جاسکتی ہے؟ اور اس طرح اللہ سے لو لگانے کے مانند کونسا لو لگانا ہوسکتا ہے؟ حقیقت میں یہ امام دنیا کے متقین اور صالحین میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں ... ہم اس دعا کے کچھ اور جملے نقل کرتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ وَاِذْ سَتَرْتَنِي...

''خدایا! جب تو نے اپنی بخشش کے ذریعہ پردہ پوشی کردی ہے اور اپنے فضل سے اس فنا کے گھر میں ساتھیوں کے سامنے ڈھانپ لیا ہے تو اب دار البقاء میں بھی تمام ملائکہ مقربین اور مرسلین، معصومین اور شہداء وصالحین کے سامنے رسوائی سے بچالینا۔ اس پڑوسی کے حضور میں جس سے میں اپنی برائیوں کو چھپایا کرتا تھا اور اس قرابتدار کے سامنے جس سے میں اپنے مخفی معاملات میں شرماتا تھا۔ میں نے اس پردہ پوشی میں کسی پر بھروسہ نہیں کیا لیکن خدایا تیری مغفرت پر بھروسہ کیا ہے اور تو سب سے زیادہ بھروسہ کے قابل اور تمام اُن لوگوں سے زیادہ عطا کرنے والا ہے جن کی رغبت کی جاتی ہے اور اُن سب سے زیادہ مہربان ہے جن سے مہربانی طلب کی جاتی ہے لہٰذا مجھ پر رحم فرما...''۔

امامؑ نے ان جملوں میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اس سے عفو بخشش، لطف وکرم کی

امید رکھو، اس سے دارآخرت میں خوشنودی اور رضائے الٰہی طلب کرو، خداوندعالم نے اپنے گناہگار بندوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی ہے جیسا اس سے مطالبہ کیا ہے کہ آخرت کی مصیبتوں سے نجات دے جہاں تمام ملائکہ، مرسلین، شہداء اور تمام بندگانِ صالح موجود ہوں اور امامؑ نے گناہگار مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ وہ اللہ سے خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں۔

ہم اسی دعائے شریفہ کے کچھ اور جملوں پر روشنی ڈالتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ وَاَنْتَ حَدَرْتَنِي...

''اے خدا! تو نے صلب کی ہڈیوں کے تنگ راستوں اور رحم مادر کی تنگ نالیوں سے ایک حقیر نطفہ کی شکل میں گذارا ہے تو نے مختلف حجابات سے میری پردہ پوشی کی ہے اور مختلف حالات میں مجھے کروٹیں بدلوائی ہیں یہاں تک کہ جب میری صورت مکمل ہوگئی اور تو نے میرے اعضاء و جوارح کو مستحکم بنادیا جس طرح تو نے اپنی کتاب میں توصیف کی ہے کہ نطفہ سے علقہ بنا، اس کے بعد مضغہ بنا، پھر ہڈیاں پیدا ہوئیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا گیا اور پھر ایک تازہ مخلوق بنادیا گیا اور پھر جب مجھے تیرے رزق کی ضرورت پڑی اور میں تیرے باران کرم سے بے نیاز نہ ہوسکا تو، تو نے میری بہترین غذا بہترین ماکولات و مشروبات کو بنادیا۔ جسے تو نے اپنی اس کنیز کے جسم میں دوڑایا جس کے شکم میں مجھے جگہ دی تھی اور مجھے اس کے مرکز رحم میں ودیعت کردیا تھا۔ حالانکہ اگر اس وقت مجھے میری طاقت کے حوالہ کردیتا اور میری قوت کے سپرد کردیتا تو ہر تدبیر مجھ سے الگ ہوجاتی اور ہر قوت مجھ سے دور بھاگ جاتی تو نے اپنے فضل سے ایک مہربان کرم فرما کی طرح مجھے غذا عنایت کی اور مسلسل ایسا احساس کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس منزل تک پہنچ گیا۔ نہ کبھی تیری نیکی سے محروم ہوا اور نہ تیرے بہترین سلوک میں کوئی تاخیر ہوئی لیکن پھر بھی میرا بھروسہ مستحکم نہ ہوا اور میں برابر زیادہ مفاد کے لئے مواقع نکالتا رہا۔ شیطان نے بدگمانی اور ضعفِ یقین کی بنا پر میری زمام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، الہٰذا میں اس کی بدترین ہمسائیگی اور اپنی طرف سے اس کی اطاعت کی فریاد کررہا ہوں اور اس کے تسلط سے تیری حفاظت کا طلبگار ہوں اور اس بات کی بھی فریاد کررہا ہوں تو میرے رزق کے راستہ کو آسان کردے۔

تیرا اس بات پر شکر ہے کہ تو نے بلا مانگے ہی عظیم نعمتیں عطا فرمادی ہیں اور پھر اُن احسانات و

انعامات پر شکر ادا کرنے کا الہام بھی کر دیا ہے لہٰذا اب محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرما اور میرے رزق کو آسان بنادے اور جو کچھ مقدر کیا ہے اُس پر قانع بنادے اور میری قسمت کے حصہ پر مجھے راضی کر دے اور میری زندگی اور میری جسمانی طاقت کا مصرف اپنی اطاعت کے راستہ کو قرار دیدے کہ تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

یہ جملے خالق عظیم کے وجود پر موثق دلیلیں ہیں وہ خالق جس نے انسان کو ذلیل (گندے) پانی سے خلق کیا، تنگ رحم میں رکھا، اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے حالات میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ مکمل انسان بن گیا اور انسان اللہ کی سب سے عظیم مخلوقات میں ہے جو فکر، سمع و بصر وغیرہ جیسی عجیب چیزوں سے بنایا گیا ہے جو خالق حکیم کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، امامؑ کی یہ حدیث قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر کر رہی ہے جس میں انسان کی تخلیق کو بیان کیا گیا ہے، یہ بات شایان ذکر ہے کہ قرآن کریم نے دقیق طور پر جنین کی کیفیت بیان کی ہے اور انسان نے اسی حقیقت سے استفادہ کیا ہے۔

سید قطب کا کہنا ہے: انسان قرآن کریم کے جنین کے سلسلہ میں ان انکشافات کے سامنے حیران ہے وہ دقیق طور پر اس چیز کو نہیں جانتا تھا مگر علم کی پیشرفت و ترقی ہونے کے بعد، ہڈیوں کے خلیے گوشت کے خلیوں کے علاوہ ہیں، یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنین میں پہلے ہڈیوں کے خلیے پیدا ہوتے ہیں اور گوشت کے خلیوں کا اس وقت مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا جب تک ہڈیوں کے خلیے اور جنین کے پورے ہڈیوں کے ڈھانچے کا مشاہدہ نہ کیا جائے یہ وہ حقیقت ہے جس کو قرآنی آیات نے ثابت کیا ہے ...(۱)

بہر حال، امامؑ اپنی ذات پر اللہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ وہ آپؑ کو شیطان کے مکر و فریب اور اس کے کبر و غرور سے دور رکھے، چونکہ شیطان انسان کا پہلا دشمن ہے .. . ہم ذیل میں دعا آخری جملے پیش کر رہے ہیں:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ ...

''خدایا! میں اس آگ سے تیری پناہ کا طلبگار ہوں جس کو تو نے نافرمانوں کے لئے بھڑکایا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی رضا سے انحراف کرنے والوں کو تنبیہ کی ہے۔ وہ آگ جس کی روشنی بھی تاریکی ہے اور

۱۔ فی ظلال القرآن، جلد ۱۷، صفحہ ۱۶۔

جس کا معمولی حصہ بھی دردناک ہے اور جس کا دور والا حصہ بھی قریب ہے اور جس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے اور اس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ وہ آگ ہڈیوں کو ریزہ ریزہ بنا دیتی ہے اور اپنے باشندوں کو کھولتا پانی پلاتی ہے فریادی کو چھوڑتی نہیں ہے اور طالب رحم پر مہربانی نہیں کرتی ہے کوئی فروتنی کا اظہار بھی کرے اور اس کے سپرد بھی ہو جائے تو اس کے حق میں کوئی تخفیف نہیں کرتی ہے اپنے باشندوں سے دردناک عذاب اور سخت وبال کے گرم ترین مصائب کے ساتھ ملاقات کرتی ہے۔ اور خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے اُن بچھوؤں سے جو منھ پھیلائے ہوئے ہیں اور ان سانپوں سے جو اپنے دانت گاڑ رہے ہوں گے اور اس کھولتے ہوئے پانی سے جو اپنے باشندوں کے دل اور کلیجہ کو کاٹ ڈالے گا اور دل کو کھینچ کر پھینک دے گا۔ اور تیری ہدایت کا طالب ہوں اُن امور کے لئے جو اس آگ سے دور بنا دیں اور اسے پیچھے ہٹا دیں۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے فضل و رحمت سے اس کی اجرت دے۔ اپنی مہربانیوں سے میری لغزشوں کو معاف کر دے اور اے بہترین پناہ دینے والے مجھے لاوارث نہ چھوڑ دینا کہ تو ہر برائی سے بچانے والا اور ہر نیکی کا عطا کرنے والا ہے اور جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

خدایا محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرما اس وقت جب نیک کرداروں کا ذکر کیا جائے اور محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرما جب تک روز و شب کی آمد و رفت برقرار ہے۔

ایسی رحمت جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور اس کے اعداد کا شمار نہ ہو سکے۔ وہ رحمت جو فضا کو معمور کر دے اور آسمان و زمین کی وسعتوں کو بھر دے۔ اللہ اُن پر رحمت نازل کرے یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائیں اور اس رضا کے بعد بھی ایسی رحمت نازل کرے جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو۔ اے بہترین رحم کرنے والے''۔

ان فقروں میں اس جہنم کی آگ کی توصیف بیان کی گئی ہے جس کو اللہ نے اپنے بدکار، ظالم اور سرکش بندوں کے لئے خلق کیا ہے وہ بندے جنھوں نے ظلم و جور اور فساد کو زمین پر پھیلایا ان کو جہنم کی آگ میں طرح طرح کا عذاب دیا جائیگا جس کے خوف و وحشت کی ہم توصیف نہیں کر سکتے ہیں جس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس مقام پر یہ دعائے شریفہ ختم ہو جاتی ہے جس کو امامؑ نماز شب کے بعد پڑھا کرتے تھے، یہ اہل

بیتؑ کی روشن وتابناک دعاؤں میں سے ہے۔

امامؑ کے کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کے اعزاء پر آپؑ کی وفات ہوجانے کا خوف ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس آ کر یوں گویا ہوئے: اے رسولؐ اللہ کے صحابی بیشک ہمارے تم پر حقوق ہیں اور ہمارا تم ایک حق یہ ہے کہ جب تم ہم میں سے کسی ایک کو خود کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا دیکھو تو اس کو اللہ کی یاد دلاؤ، اس موقع پر اپنی جان کو باقی رکھنے کی دعوت دو، اپنے والد بزرگوار کی یادگار علی بن الحسینؑ ہیں جن کی عبادت کرنے کی وجہ سے ناک کی ہڈی چھد گئی ہے اور ان کے اعضاء سجدہ پر گھٹے پڑ گئے ہیں۔

جناب جابر، امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ محراب میں عبادت، اللہ کی اطاعت میں مشغول ہیں، جب امامؑ نے جابر کو دیکھا تو ان کا استقبال کیا، اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان کے حالات دریافت کئے، اس وقت جابر بڑے ہی ادب واحترام سے یوں گویا ہوئے: اے فرزند رسول! آپ کو علم ہے کہ پروردگار عالم نے جنت کو آپؑ کے اور آپؑ سے محبت کرنے والے کے لئے خلق کیا ہے اور دوزخ کو آپؑ سے بغض اور دشمنی رکھنے والے کے لئے خلق فرمایا ہے تو پھر آپؑ خود کو اتنی مشقتوں میں کیوں ڈال رہے ہیں؟

امامؑ نے ان کو بڑی ہی نرمی ومحبت سے جواب دیا: اے صحابی رسولؐ، بیشک میرے جد رسول اللہؐ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کردئے گئے تھے مگر پھر بھی آپؐ نے کوشش کرنا نہیں چھوڑا اور یوں عبادت کی (میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں) کہ آپ کی پنڈلیوں اور قدموں پر ورم آ گیا جب آپؐ سے کہا گیا: آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کے گذشتہ اور آئندہ کے تمام گناہ بخش دئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں''۔

جب جابر نے دیکھا کہ گفتگو کے ذریعہ امامؑ کو کثرت عبادت سے نہیں روکا جا سکتا تو یہ کہتے ہوئے آپؑ کو آرام کرنے کی خاطر خدا حافظ کہا: فرزند رسول، آپؑ اپنے نفس کی حفاظت کیجئے کیونکہ آپؑ اس خاندان سے ہیں جن سے بلائیں دور کردی گئی ہیں اور جن کے ذریعہ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔

امامؑ نے جابر کو بڑی ہی خفی اور غمگین آواز میں جواب دیا: میں اپنے آباء واجداد کے طریقے کو نہیں

چھوڑ سکتا اور ان سے ملاقات کرنے تک ان کی پیروی کرتا رہونگا''۔

جابر ہکے بکے رہ گئے اور اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے: ہم نے یوسف بن یعقوب کے علاوہ انبیاءؑ کی اولاد میں علی بن الحسین جیسا نہیں دیکھا، خدا کی قسم امام حسینؑ کی ذریت یوسف بن یعقوب کی ذریت سے افضل ہے، بیشک ان ہی کی ایک فرد کے ذریعہ عدل وانصاف سے دنیا اسی طرح بھر جائے گی جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔(۱)

اللہ بزرگ و برتر ہے، بیشک انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں علی بن الحسینؑ جیسا ان کے ورع، تقویٰ اور تمام بلند و بالا اخلاق و کردار میں کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ جابر نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ذریت میں آپؑ کا ایک فرزند ہوگا جو ظلم وجور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، اور وہ عظیم مصلح امام مہدی آل محمدؑ ہیں جن کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

آپؑ کی بعض اولاد نے آپ کی کثرت عبادت کو دیکھ کر بڑی ہی نرمی کے ساتھ آپؑ سے عرض کیا: اے والد بزرگوار آپؑ اتنی جانفشانی کیوں کر رہے ہیں؟ یعنی: اتنی زیادہ نمازیں کیوں پڑھ رہے ہیں...؟

امامؑ نے بڑی ہی نرمی کے ساتھ جواب میں فرمایا: میں اللہ کی نظر میں محبوب ہونا چاہتا ہوں...(۲)

عبد الملک بن مروان نے امامؑ کی کثرت عبادت کی وجہ سے مہربانی کا اظہار کیا اور جب آپؑ مسلمانوں کی ایک جماعت کی سفارش کے لئے اس کے پاس گئے اور جب عبد الملک نے امامؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر سجدوں کی وجہ سے گھٹوں کے نشانات دیکھے تو آپؑ سے یوں کہنے لگا: یہ ظاہر ہوگیا آپؑ بہت ہی جدو جہد کرنے والے ہیں، جبکہ آپؑ پر خدا کے پہلے سے ہی بہت سے احسانات ہیں آپ بضعۂ رسول ہیں، آپؑ نسب اور سبب دونوں ہی اعتبار سے اُن سے بہت قریب ہیں خدا نے آپؑ کو فضل، علم، دین اور تقویٰ عنایت کیا ہے جو آپ سے پہلے آپؑ کے آباء و اجداد کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیا۔

امامؑ اس کے بیان کو سنتے رہے جب وہ اپنی بات تمام کر چکا تو اس سے فرمایا: ''جو کچھ تو نے اللہ کے فضل و کرم اس کی تائید و توفیق کا تذکرہ کیا ہے، تو کہاں اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے؟

۱۔ حیاۃ الامام علی بن الحسینؑ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۹۱۔

حالانکہ رسول خدا ﷺ نماز میں اتنا کھڑے رہتے تھے کہ آپؐ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا، روزہ میں اتنی پیاس کا احساس کرتے تھے کہ آپؐ کا دہن اقدس سوکھ جاتا تھا۔ آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے آپؐ کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف نہیں کردئے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں؟ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمارا امتحان لیا، وہی ابتدا اور آخرت میں حمد و ستائش کا حقدار ہے، خدا کی قسم اگر میرے اعضا و جوارح قطع کردئے جائیں اور میرے آنسو میرے سینے پر بہہ جائیں تو بھی میں خداوند عالم کی تمام نعمتوں میں سے ایک نعمت کے دسویں حصہ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ نعمتیں جن کو شمار کرنے والے شمار نہیں کرسکتے اور تمام تعریف و تمجید کرنے والے اس کی ایک نعمت تک بھی نہیں پہنچ سکتے نہیں، خدا کی قسم نہیں مگر یہ کہ خداوند عالم مجھے اس حال میں دیکھے کہ مجھے کوئی چیز رات دن میں اس کے شکر اور ذکر سے نہ روک سکے، نہ ظاہری طور پر اور نہ ہی مخفی طور پر، اور مجھ پر میرے اہل و عیال اور تمام خاص و عام کے حقوق ہیں اور ان کو ادا کرنے کیلئے میں اپنی طاقت و وسعت کے مطابق ہی کوشش کرتا ہوں اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں، اور میرا دل اللہ سے لولگائے گا اور پھر میں اپنے دل اور نظر کو اس وقت تک نہیں ہٹاؤں گا جب تک کہ خدا میرے نفس کا فیصلہ نہ کردے وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے"۔

امامؑ نے بہت زیادہ گریہ و بکا کیا جس کا عبدالملک سرکش پر بہت زیادہ اثر ہوا اور وہ یوں کہنے لگا: کتنا فرق ہے ان دونوں میں، جس نے آخرت طلب کی اور اس کے لئے جدو جہد کی، اور جس نے دنیا طلب کی اور وہ کیسے ہاتھ لگے گی اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ...

عبدالملک امامؑ کی گفتگو سن کر شرمندہ ہوگیا اور مسلمانوں کے سلسلہ میں اُن کی سفارش کو قبول کرلیا۔(۱)

انبیاء کی روحانیت کے لئے امامؑ کی عبادت ایک مثال تھی جو اللہ سے آپؑ کی توبہ، اس کا تقویٰ اور آپؑ کے اللہ سے وابستہ ہونے کی حکایت کرتی ہے، آپ خدا سے محبت کرتے اور اس کی عبادت میں

۱۔ حیاۃ الامام زین العابدینؑ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲۔

اخلاص کے سب سے عظیم درجہ پر فائز تھے۔

اپنے غلاموں کے ساتھ

یہ واضح سی بات ہے کہ امامؑ اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتے تھے، وہ آپؑ کے زیر سایہ پرورش پاتے، نعمتیں حاصل کرتے اور آپؑ ان سے اپنے بیٹوں کا سا معاملہ کرتے، ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرتے، اور اپنی تمام کنیزوں کو ماہ رمضان میں آزاد کر دیتے تھے، راویوں نے نقل کیا ہے کہ جب ان کی کسی کنیز یا غلام سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو آپؑ اُن کو کوئی سزا نہیں دیتے تھے لیکن جس دن سے کوئی گناہ سرزد ہوتا اس کو لکھ لیتے تھے جب رمضان کا آخری دن ہوتا تو ان سب کو جمع کرتے اور جس دفتر میں ان کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے اس کو لاتے اور ان کے سامنے بیان کرتے اور فرماتے: تم اپنی بلند آواز میں کہو: اے علی بن الحسینؑ بیشک آپؑ کا پروردگار آپؑ کے تمام اعمال کا اسی طرح احصاء فرماتا ہے جس طرح آپ نے ہمارے اعمال شمار فرمائے ہیں، ہر انسان کے اعمال اس کے سامنے اسی طرح حاضر و موجود ہیں جس طرح ہمارے اعمال آپؑ کی نگاہوں کے سامنے موجود ہیں، ہم کو اسی طرح معاف کر دیجئے جس طرح آپؑ خدائے مقتدر سے عفو کی امید رکھتے ہیں، جس طرح آپؑ خدا سے اپنی بخشش کی امید رکھتے ہیں، ہم کو معاف کر دیجئے کیونکہ آپؑ معاف کرنے والے ہیں، اور خدا آپؑ کو بخش دے گا، پرودگار کسی پر ظلم نہیں کرتا، آپؑ کی کتاب ہمارے حق میں گواہی دے رہی ہے کوئی بھی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں ہے جس کو شمار نہ کر لیا گیا ہو، یاد کرو اے علی بن الحسین! آپؑ اپنے عادل وحکیم پروردگار کے سامنے ذلیل و خاضع ہیں جو رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور قیامت کا دن آنے والا ہے، خدا ہی ہمارے لئے کافی اور گواہ ہے، پس ہم کو معاف فرمادیجئے اور اپنے پروردگار سے ہماری بخشش کیلئے دعا فرمادیجئے کیونکہ خود اسی کا فرمان ہے: ﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾۔(۱)

''ہر ایک کو معاف اور درگذر کرنا چاہئے کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ خدا تمہارے گناہوں کو بخش دے''۔

۱۔ سورۂ نور، آیت ۲۲۔

آپؑ نے ان کو ان کلمات کی تلقین فرمائی جو آپؑ کے اللہ سے لو لگانے اور اس کی پناہ گاہ چاہنے کی ایک مثال ہے آپؑ کھڑے ہو کر اللہ کے خوف وخشیت کرتے ہوئے یوں کہتے: پروردگار تو نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس شخص کو معاف کر دیں جس نے ہم پر ظلم کیا حالانکہ ہم نے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، ہم نے تیرے حکم کے مطابق جس نے ہم پر ظلم کیا تھا اس کو معاف کر دیا، پس تو ہم کو معاف کر دے بیشک تو معاف کرنے کے لئے ہم سے اور مامورین سے کہیں زیادہ سزاوار ہے، اور تو نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی سائل کو اپنے دروازے سے رد نہ کریں حالانکہ تو نے سائل ومسکین کو بھیجا ہے، ہم تیری بارگاہ میں جھکتے ہیں اور تجھ سے تیری معرفت اور عطا کے خواستگار ہیں، تو اس کے ذریعہ ہم پر احسان کر اور ہم کو ناامید نہ کر، تو اس سلسلہ میں ہم سے اور ماموروں سے اولیٰ ہے، پروردگار تو کریم وصاحبِ عزت ہے پس جب میں تجھ سے سوال کروں تو، تو مجھ پر اپنے جود وکرم کی بارش کر، تو نے امر بالمعروف کیا پس تو مجھے امر بالمعروف کرنے والوں میں قرار دے''۔

پھر آپ ان کے سامنے ہوتے حالانکہ آپؑ کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہوتا اور آپ بہت ہی نرمی کے ساتھ فرماتے: ''میں نے تم کو معاف کر دیا۔ کیا تم مجھے معاف کر دو گے؟ اور جو کچھ تم نے میرے زیر سلطہ رہنے میں برائی دیکھی ہے، میں اس کریم، جواد، عادل، محسن اور فضل وکرم کرنے والے کا غلام ہوں''۔

اس عظیم نفس کے مانند کونسا نفس ہو سکتا ہے جس کی انبیاء کی روحانیت اور ان کے اچھے صفات اور اخلاق سے مثال دی گئی ہے؟

غلام آپؑ سے یوں کہتے: اے ہمارے سید وسردار ہم نے آپؑ کو بخش دیا۔

آپؑ ان سے یوں فرماتے: ''کہو: اے پروردگار تو بھی علی بن الحسین کو اسی طرح بخش دے جس طرح انھوں نے ہم کو بخش دیا ہے، تو ان کو آگ سے اسی طرح آزاد فرما جس طرح انھوں نے ہم کو اپنی غلامی سے آزاد کیا ہے''۔

اس کے بعد آپ ان سے فرماتے: یا اللہ آمین رب العالمین، جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا، تم کو آزاد کر دیا، تم مجھ سے معافی اور آزاد ہونے کی امید رکھتے تھے'' عید فطر کے دن آپ ان کو اتنا اور ایسا انعام

دیتے جس سے انھیں کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ ہوسکے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز رہیں۔(۱)

دنیا میں اللہ کے صالحین اور متقین میں اس امام عظیم کے تقویٰ، ورع، اخلاص عظیم اور اس کی اطاعت کرنے والے کے مانند کوئی نہیں ہے آپؑ کا قلب شریف ایمان اور اللہ کی معرفت سے لبریز تھا۔

آپ کی اپنے بیٹوں کو وصیت

امامؑ نے اپنے بیٹوں کو بعض تربیتی وصیتیں فرمائیں جو آپؑ کی زندگی کے تجربات کا خلاصہ تھا تاکہ وہ اس راستے پر گامزن رہیں۔ آپؑ کی بعض وصیتیں یہ ہیں:

۱۔ آپؑ نے اپنے بعض فرزندوں کو ایسی اہم وصیت فرمائی جو اُن کے اصحاب اور چاہنے والوں کے لئے نورانی پیغام ہے ایسے ساتھیوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے جس سے دوستوں کے درمیان دشمنی اور عداوت پھیلنے کا امکان ہو، آپؑ کی وصیت یہ ہے: ''اے میرے فرزند، اگر تم پانچ قسم کے لوگوں کو دیکھو تو نہ ان کی مصاحبت کرو، نہ ان سے گفتگو کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ راستہ طے کرو'' آپؑ کے فرزند ارجمند نے آپ سے عرض کیا: وہ پانچ افراد کون ہیں؟ تو امامؑ نے فرمایا: ''تم کذّاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے) کی مصاحبت نہ کرو (یعنی اس کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو) چونکہ یہ سراب کے مانند ہوتے ہیں اور قریب چیز کو دور اور دور والی چیز کو نزدیک کردیتے ہیں۔ تم فاسق کی مصاحبت سے پرہیز کرو چونکہ یہ شخص ایک لقمہ یا اس سے کم میں تم کو بیچ دے گا، بخیل کی مصاحبت سے پرہیز کرو وہ شدید ضرورت کے وقت تمہاری امداد کرنے سے گریز کرے گا، احمق کی مصاحبت سے پرہیز کرو چونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے گا لیکن نقصان پہنچادے گا۔ اور قطع رحم کرنے والے سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے کتاب اللہ میں اس کو ملعون دیکھا ہے''۔(۲)

اس قسم کے لوگوں پروائے ہو اور یہ گھاٹے میں رہیں گے، جو ان کی تصدیق کرے گا وہ بہت زیادہ نقصان اٹھائے گا اور معاشرہ میں اس طرح کی نئی اور پرانی بہت قسمیں ہیں لیکن جن ازکیا اور اصفیاء کی

۱۔ حیاۃ الامام زین العابدینؑ، جلد۱، صفحہ ۲۰۹۔۲۱۱۔

۲۔ تحف العقول، صفحہ ۲۷۹، البدایہ والنھایہ جلد ۹، صفحہ ۱۰۵۔

مصاحبت سے انسان مستفید ہوتا ہے وہ بہت کم ہیں۔

۲۔آپ کی اپنے فرزندوں کو ایک اور بلند و بالا نصیحت اور وصیت یہ تھی: ''اے میرے فرزند! مصیبت پر صبر کر، حقوق کے لئے معارضہ نہ کر اور اپنے کسی بھائی کو ایسی چیز کے متعلق جواب نہ دے جس کا نقصان تمہارے لئے اس کے فائدہ سے بہت زیادہ ہو ...''۔(۱)

امامؑ نے مصائب اور غم انگیز واقعات پر صبر اور ان کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکنے کی وصیت فرمائی، کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کی شخصیت اور اس کی پائیداری کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح آپ نے لوگوں کے حقوق کے سلسلہ میں تجاوز نہ کرنے کی بھی وصیت فرمائی چونکہ اس سے جس آدمی کے ساتھ تجاوز کیا جارہا ہے اس کی سلامتی اور اس کے بالمقابل خود تجاوز کرنے والے کی بھی سلامتی کی ضمانت ہو جاتی ہے، اسی طرح آپ نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ کسی انسان کو ایسی چیز کی دعوت نہ دو جس سے اس کا نقصان اور گھاٹا ہو رہا ہو۔

آپؑ کی اپنے بیٹوں کے لئے دعا

آپؑ نے اپنے بیٹوں کے لئے انتہائی خلوص اور جلال و بزرگی کے لئے دعائیں کیں جو آپؑ کی ان کے ساتھ تابناک سلوک کی حکایت کرتی ہیں، امامؑ ان سے بلند آداب یا مکارم اخلاق کی تمنا و آرزو کرتے تھے، تاکہ وہ غور سے سنیں اور ان پر عمل کریں، چونکہ اسلامی تربیت میں یہی سب سے بڑی دولت ہے: ''یابني انّ اللہ لم یرضک لي فاوصاک بي، ورضیني لک فحذّرني منکَ، وَاعلم اَنّ خیر الآباء لِلابناء من لم تدعهُ الموَدَّةُ الی التّفریطِ فیہِ، وخیرَ الابنَاءِ للآباءِ مَنْ لم یدعهُ التقصیرُ الی العُقُوقِ لَهُ ...''۔(۲)

امامؑ کے یہ فقرے اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی روحانیت پر دلالت کرتے ہیں، آپؑ نے ان کی تربیت اصلاح اور تہذیب مطلق کے طور پر فرمائی آپؑ نے ان کیلئے یوں دعا فرمائی:

۱۔البیان والتبیین، جلد۲، صفحہ ۷۶۔ العقد الفرید، جلد۳، صفحہ ۸۸۔

۲۔العقد الفرید، جلد۳، صفحہ ۸۹۔

۱۔خداوند عالم نے ان پر ان کے جسموں،ادیان اور اخلاق کے صحیح ہونے میں احسان کیا۔

۲۔خداوند عالم ان کے نفوس اور ارواح کو معاف فرمائے اور یہ برائیوں اور گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

۳۔خداوند عالم ان پر اپنا رزق کشادہ فرمائے،ان کو فقر کی کڑواہٹ کا مزہ نہ چکھائے،کیونکہ یہ بہت ہی دردناک حوادث اور مہلک چیز ہے۔

۴۔خداوند عالم بیماریوں میں ان کی ہدایت فرمائے،ان کو نیکی کے لئے سبقت کرنے والوں میں قرار دے اور وہ اس کے امر پر عمل کرتے رہیں۔

۵۔خداوند عالم اپنے اولیاء کو ان کا محبوب قرار دے اور اپنے دشمنوں کو مبغوض قرار دے،کیونکہ اس سے خاندان منظم ہوتا ہے اور جب بچہ کی اس طریقہ سے تربیت کی جاتی ہے تو بچہ اپنے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتا ہے۔

آپؑ کی حکمتیں اور تعلیمات

امام زین العابدین علیہ السلام نے متعدد حکمتیں اور بلند و بالا تعلیمات بیان فرمائیں جن سے حقیقی زندگی ابھر کر سامنے آتی ہے،آپؑ معاشرے کے معاملات میں کتنی گہرائی سے کام لیتے،ان کے حالات اور امور کی خبر گیری فرماتے تھے،آپؑ کی بعض تعلیمات یہ ہیں:

بلند خصلتیں

امامؑ نے ان بعض بلند و بالا خصلتوں کے متعلق گفتگو کی ہے جن سے ایک مسلمان کو متصف ہونا چاہئے اور جن سے اس کے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے،آپؑ کا فرمان ہے:"چار چیزیں ایسی ہیں جن سے اسلام کامل ہوتا ہے،گناہ محو ہو جاتے ہیں،اور اس کا پروردگار اس سے راضی و خشنود ہونے کی صورت میں ملاقات کرتا ہے:خداوند عالم نے انسان کے نفس کیلئے جو چیز قرار دی ہے اس میں وہ اللہ عز وجل کیلئے وفا کرے،لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت سچائی سے کام لے،ہر وہ چیز جو اللہ اور انسانوں کے نظر میں بری

ہے اس کو نہ بجالائے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھائی سے پیش آئے''۔(۱)

بیشک جس میں یہ بلند وبالا صفات پائی جائیں گی وہ حقیقی مومن اور کامل الایمان ہوگا جس سے خدا راضی ہونے کی صورت میں ملاقات کرے گا۔

مومن کی علامتیں

امامؑ فرماتے ہیں: ''مومن کی پانچ نشانیاں ہیں''۔

طاوس یمانی نے آپؑ سے سوال کیا: فرزند رسول! وہ پانچ علامتیں کون کون ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: خلوت میں تقویٰ اختیار کرنا، کم مال کے باوجود بھی صدقہ دینا، مصیبت کے وقت صبر کرنا، غضب کے وقت حلم اختیار کرنا اور خوف کے وقت صدقہ دینا''۔(۲)

جس شخص میں یہ پانچ صفات پائے جاتے ہیں وہ مومن کہلاتا ہے اور وہ اللہ کے ان نیک وصالح بندوں میں قرار پاتا ہے جن کے نفوس میں تقویٰ سمایا ہوا ہوتا ہے۔

اچھی گفتگو

امامؑ نے اپنے اصحاب کو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی رغبت دلائی اور حسن کلام پر مترتب ہونے والے منافع کا تذکرہ بھی کیا چنانچہ آپؑ نے فرمایا: ''حسن کلام سے انسان مالدار ہوجاتا ہے، اس کا رزق کشادہ ہوتا ہے، موت کو فراموش کردیتا ہے، اپنے اہل وعیال میں محبوب ہوجاتا ہے اور ایسا شخص جنت میں جائے گا...''۔(۳)

امامؑ کی اس حدیث یعنی حسن کلام اور کلم الطیب سے مندرجہ ذیل مطلب سامنے آتا ہے:

۱۔حسن کلام سے مال میں رشد ونمو ہوتی ہے، واضح طور پر اس کا اثر کاریگر، حرفہ وفن جاننے والے

۱۔الخصال، صفحہ ۳۰۳۔ ۲۔الخصال، صفحہ ۲۲۵۔

۳۔وسائل الشیعہ، جلد ۵، صفحہ ۵۳۱۔ الخصال، صفحہ ۲۸۹۔

اور تاجروں میں ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ لوگ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن کلام کے ذریعہ خرید وفروخت کرتے ہیں، یہ فطری بات ہے کہ انسان کا حسن کلام ان لوگوں میں زیادہ دخل وتصرف کا سبب ہوتا ہے، جس طرح فطرت برے اور بدخلق سے بذات خود نفرت کرتی ہے اور برا کلام اور بری عادت رزق میں تنگی کا سبب ہوتی ہے۔

کلام الطیب کے نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے انسان کی موت ٹل جاتی ہے جب انسان کسی مومن سے ظلمت دور کرکے اس کو نفع پہنچاتا ہے تو خداوند عالم اس انسان کی عمر بڑھا دیتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر جزیل سے نوازے گا۔

اور کلام الطیب کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اچھی گفتگو کرنے والا اپنے اہل وعیال کے نزدیک اور معاشرہ میں عزیز اور محبوب ہو جاتا ہے اور لوگ اچھی گفتگو کرنے والے کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

حسن کلام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو جنت ملتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان دو آدمیوں کے درمیان صلح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔

مومن کو نجات دینے والی چیزیں

امامؑ نے مومن کے نجات پانے کے سلسلہ میں فرمایا ہے: ''مومن تین چیزوں سے نجات پاتا ہے: لوگوں کی برائی اور ان کی غیبت کرنے سے اپنی زبان کا روکنا، مومن کا اپنی دنیا اور آخرت میں فائدہ دینے والی چیزوں میں مشغول رہنا اور اپنے گناہوں پر گریہ وزاری کرتے رہنا...''۔(۱)

آپؑ کی شہادت

امامؑ کا سلوک، عبادت، نیکیاں اور احسانات میں کوئی نظیر نہیں تھا جن سے تمام لوگوں کے دل آپؑ کی طرف جھک گئے تھے اور یہ خاندان نبوت سے بغض وکینہ رکھنے والے امویوں کیلئے بہت شاق تھا اور ان میں سب سے زیادہ بغض وکینہ رکھنے والا ولید بن عبد الملک تھا۔

زہری سے روایت ہے کہ ولید نے اس سے کہا: جب تک علی بن الحسین دنیا میں زندہ موجود ہوں

۱۔الدر النظیم، صفحہ ۱۷۴۔

گے میں چین وسکون نہیں پا سکتا۔(۱)

اس نے طے کیا کہ جب امام حاکم کے پاس آئیں تو ان کو زہر ہلاہل دیدیا جائے لہٰذا اس نے یثرب (۲) میں اپنے گورنر کے ذریعہ آپؑ کو زہر دلایا امامؑ نے جب تناول کیا تو امامؑ کا جسم کثرت عبادت اور کمزوری کی وجہ سے نحیف ولاغر ہو چکا تھا اور آپؑ نے بہت ہی کم وقت میں داعی اجل کو لبیک کہا، آپؑ کے آخری کلمات یہ تھے:"الحمد للّٰہ الذي صدقنا وعده واورثنا الجنة نتبوأ منها حيث نشاء فنعم اجر العاملينَ"۔(۳)

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم سے کئے ہوئے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا ہے اور ہمیں اپنی جنت کا وارث بنا دیا ہے کہ جنت میں جہاں چاہیں آرام کریں اور بیشک یہ عمل کرنے والوں کا بہترین اجر ہے"

کائنات کے آفاق کو روشن کرنے کے بعد آپؑ کی عظیم روح جنت ماویٰ کی طرف پرواز کر گئی۔

سلام ہو آپؑ پر جس دن آپؑ پیدا ہوئے، جس دن شہید ہوئے اور جس دن دوبارہ مبعوث وزندہ کئے جائیں گے۔

۱۔حیاۃ الامام محمد الباقرؑ جلد ۱، صفحہ ۵۱۔

۲۔نور الابصار، صفحہ ۱۲۹۔فصول المہمہ "ابن صباغ"، صفحہ ۲۳۳۔الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۵۲۔صواعق المحرقہ، صفحہ ۵۳۔جدول مصباح کفعمی، صفحہ ۲۷۶۔

۳۔الخصال، صفحہ ۱۸۵۔الامالی، صفحہ ۱۶۱۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

امام محمد باقر علیہ السلام ان ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں جن کو اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا ہے اوران کو اپنے نبی وصایت کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔

اس امام عظیم نے اسلامی تہذیب میں ایک انوکھا کردار ادا کیا اور دنیائے اسلام میں علم کی بنیاد ڈالی، امامؑ نے یہ کارنامہ اس وقت انجام دیا جب دنیائے اسلام میں ہر طرف فکری جمود تھا، کوئی بھی تعلیمی اور علمی مرکز نہیں تھا، جس کے نتیجہ میں امت مسلسل انقلابی تحریکوں سے دوچار ہو رہی تھی جن میں سے کچھ بنی امیہ کے ظلم و تشدد اور بربریت سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگ حکومت پر مسلط ہو کر بیت المال کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے۔ انقلابات کے یہ نتائج علمی حیات کے لئے بالکل مہمل تھے اور ان کو عمومی زندگی کے لئے راحت کی کوئی امید شمار نہیں کیا جا سکتا۔

امام محمد باقرؑ نے علم کا منارہ بلند کیا، اس کیلئے قواعد و ضوابط معین فرمائے، اس کے اصول محکم کئے، آپؑ اس کے تہذیبی راستے میں اس کے قائد اور معلم و استاد تھے، آپؑ نے علوم کو بہت وسعت دی، ان ہی میں سے علم فضا اور ستاروں کا علم ہے جس سے اس زمانہ میں کوئی واقف نہیں تھا، امامؑ کو علم کے موجدین میں شمار کیا جاتا ہے۔(۱)

امامؑ کے نزدیک سب سے زیادہ اہم مقصد ہمیشہ کے لئے اہل بیتؑ کی فقہ اسلامی کو نشر کرنا تھا جس

۱۔ جیسا کہ مغربی دانشوروں نے امامؑ کی یوں تعریف کی ہے کہ آپ مختلف علوم کا سرچشمہ ہیں اور ان علوم کی آپؑ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی ہے۔

میں اسلام کی روح اور اس کا جوہر تھا، امامؑ نے اس کو زندہ کیا، اس کی بنیاد اور اس کے اصول قائم کئے، آپؑ کے پاس ابان بن تغلب، محمد بن مسلم، برید، ابوبصیر، فضل بن یسار، معروف بن خربوذ، زرارہ بن اعین وغیرہ جیسے بڑے بڑے فقہاء موجود رہتے تھے وہ فقہا جنھوں نے ان کی تصدیق کیلئے روایات جمع کیں اور ان کی ذکاوت وذہانت کا اقرار کیا، اور اہل بیتؑ کے علوم کی تدوین کا سہرا ان کے سر بندھتا ہے، اگر یہ نہ ہوتے تو وہ بڑی فقہی ثروت جس پر عالم اسلام فخر کرتا ہے سب ضائع و برباد ہو جاتی۔

امامؑ کی سیرت کے اعتزاز و فخر کیلئے یہ ہے کہ آپؑ نے فقہاء کی تربیت کی جس سے وہ بافضیلت ہوئے، ان کو مرکزیت کے اعزاز سے نوازا، اور امت نے فتوے معلوم کرنے کے لئے ان ہی فقہاء کی طرف رجوع کیا امامؑ نے ابان بن تغلب کے لئے فرمایا: ''مدینہ کی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے بتایا کرو میں اپنے شیعوں میں تمہارے جیسے افراد دیکھنا پسند کرتا ہوں...''۔(۱)

امام نے اِن فقہاء کے نفقہ کی ذمہ داری خود اپنے کاندھوں پر لی، ان کی زندگی میں اقتصادی طور پر پیش آنے والی ان کی تمام حاجتیں پوری کیں تاکہ ان کو تحصیل علم، اس کے قواعد وضوابط لکھنے اور اس کے اصول کو مدوّن کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، جب آپؑ کے دار فانی سے ملک بقا کی طرف کوچ کرنے کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند ارجمند امام جعفر صادق کو ان فقہاء کو نفقہ دینے کی وصیت فرمائی کہ ان کو تحصیل علم اور ان کو لوگوں کے درمیان نشر کرنے میں کوئی معاشی مشکل پیش نہ آئے۔

یہ فقہا جو کچھ امامؑ سے سنتے اس کو مدوّن کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے اور ان کو روشن فکر افراد کے لئے تدریس کرتے، امامؑ کے شاگرد فقیہ جابر بن یزید جعفی سے ستر ہزار روایات نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر احادیث فقہ اسلامی سے متعلق ہیں، اسی طرح ابان بن تغلب سے احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ نقل ہوا ہے، احکام میں زیادہ تر عبادات، عقود اور ایقاعات سے متعلق بہت زیادہ روایات جمع کی ہیں، فقہ اہل بیتؑ کے مؤسس اور ناشر کا یہی حق ہے۔

آپؑ نے قرآن کریم کی تفسیر کا بڑا اہتمام کیا اس کے لئے مخصوص وقت صرف کیا، اکثر مفسرین

۱۔ نجاشی، صفحہ ۲۸۔ جامع الرواۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۔

نے آپؑ سے کسب فیض کیا، اور آپؑ نے بعض آیات کی تفسیر میں وارد ہونے والی اپنے آباء واجداد کی روایات کو مدوّن کیا۔ قرآن کریم کی تفسیر میں ایک خاص کتاب تحریر فرمائی جس سے فرقۂ جارودیہ کے سربراہ زیاد بن منذر نے روایت کی ہے۔(۱) اور ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد باقرؑ ''میں وہ آیات تحریر کی ہیں جن کی تفسیر امام باقرؑ سے نقل کی گئی ہے۔

امامؑ نے بعض احادیث انبیاء علیہم السلام کے حالات سے متعلق بیان فرمائیں ہیں جن میں انبیاء کا اپنے زمانہ کے فرعونوں کے ذریعہ قتل وغارت، ان کی حکمتیں، موعظے اور آداب بیان کئے گئے ہیں آپؑ نے سیرت نبویہ کو ایک مجموعہ کی صورت میں پیش کیا جس سے ابن ہشام، واقدی اور حلبی وغیرہ جیسے مدوّن کرنے والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوے اور ان کی جنگوں کے حالات نقل کیے ہیں، جس طرح ان سے آدابِ سلوک، حسن اخلاق اور حسن اعمال کے سلسلہ میں بھی متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

یہ بات شایانِ ذکر ہے کہ امام محمد باقرؑ نے مسیحی، ازارقہ، ملحدین اور غالیوں کی جماعتوں سے مناظرے کئے اور مناظروں میں ان کو شکست دی خود فاتح ہوئے اور ان سب دشمنوں نے آپ کی علمی طاقت اور ان پر فوقیت کا اعتراف کیا اور ہم یہ سب اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد باقرؑ''میں ذکر کر چکے ہیں۔

بہر حال تاریخ نے امام محمد باقرؑ جیسے کسی امام کا تعارف نہیں کرایا، آپؑ نے اپنی پوری زندگی لوگوں میں علم نشر کرنے میں صرف کردی، آپؑ نے'' جیسا کہ راویوں نے کہا ہے''یثرب میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں لوگوں کو علم فقہ، حدیث، فلسفہ، علم کلام اور قرآن کریم کی تفسیر کی غذا سے سیر کیا۔

تاریخ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی اہمیت اس وقت اور عروج پر پہنچ گئی جب آپؑ نے امپراطوری رومی شہنشاہیت کے چنگل سے اسلامی سکہ کو آزاد کرایا اور اس کی ڈھلائی نیز اس پر تحریر کی جانے والی عبارت بھی تعلیم فرمائی اور اس کے بعد آپ کی برکت سے اسلامی سکہ رائج ہوگیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں روایت ہے: عبدالملک نے ایک کاغذ پر نظر ڈالی تو اُس پر مصری زبان میں کچھ لکھا ہوا دیکھا اُس کا عربی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تو وہ عیسائیت کے تین نعرے'' باپ، بیٹا اور روح'' تھے تو اس کو اچھا نہیں لگا، اس نے

۱۔فہرست شیخ طوسی، صفحہ ۲۹۸۔

اپنے مصر کے گورنر عبدالعزیز بن مروان کو انھیں باطل کرنے کیلئے لکھا اور اس کو حکم دیا کہ سکوں پر نعرۂ توحید "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" لکھا جائے، اور اس نے اپنے تمام گورنروں اور والیوں کو سکوں پر روم کے نقش شدہ شعار کو باطل کرنے کا حکم دیا، جس کسی کے پاس وہ نقش شدہ شعار ملے اس کو سزا دینے کیلئے کہا، ڈھالنے والوں نے سکوں پر یہ شعار لکھا، اس کو پوری مملکت اسلامیہ میں پھیلا دیا، جب بادشاہ روم کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غصہ ہوا، اس نے عبدالملک سے سکوں کو ان کی پہلی صورت میں ہی لانے کیلئے کہا اور اس نے اپنے خط کے ساتھ ایک ہدیہ عبدالملک کے پاس روانہ کیا جب وہ ہدیہ عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے وہ ہدیہ بادشاہ روم کو واپس کر دیا اور اس کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا، بادشاہ روم نے اور زیادہ ہدیہ روانہ کیا اور دوسری مرتبہ خط میں تحریر کیا کہ وہ سکوں کو ان کی پہلی حالت میں ہی پلٹا دے عبدالملک نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اس کا ہدیہ واپس کر دیا، قیصر روم نے عبدالملک کو یہ دھمکی دیتے ہوئے تحریر کیا کہ میں درہم و دینار کے اوپر نبیؐ کے سلسلہ میں ناسزا الفاظ لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں رائج کرا دونگا اور تم کچھ نہ کر سکو گے، عبدالملک نے اپنے تمام حوالی و موالی جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی تو روح بن زنباع نے اس سے کہا: بادشاہ تم بہتر جانتے ہو کہ اس موقع پر کون اسلام کی مشکل کشائی کر سکتا ہے لیکن عمداً اس کی طرف رخ نہیں کرتے۔ بادشاہ نے انکار کرتے ہوئے کہا: خدا تجھے سمجھے بتا تو سہی وہ کون ہے؟

روح بن زنباع نے کہا: **علیک بالباقر من اهل بیت النبیؐ** ۔میری مراد فرزند رسول امام محمد باقرؑ ہیں۔

عبدالملک نے روح بن زنباع کے مشورہ کا مثبت جواب دیا اور اس نے فوراً مدینہ کے گورنر کو امام محمد باقرؑ اور ان کے چاہنے والوں کو بھیجنے کے لئے تحریر کیا اور ان کے لئے سو ہزار درہم دینے اور ان کے خرچ کیلئے مزید تین لاکھ درہم اضافہ کرنے کا وعدہ کیا، یثرب کے والی نے عبدالملک کی بات کو عملی جامہ پہنایا، امام محمد باقرؑ یثرب سے دمشق پہنچے، عبدالملک نے رسمی طور پر آپؑ کا استقبال کیا اور اس کے بعد اپنا مطلب بیان کیا امامؑ نے اس سے فرمایا: تم گھبراؤ نہیں یہ دو اعتبار سے کوئی بڑی بات نہیں ہے: ایک تو یہ کہ صاحب روم نے جو تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دھمکی دی ہے اس میں خدا اس کو آزاد نہیں چھوڑے گا" یعنی وہ جو چاہے کرے"، دوسرے یہ کہ اس میں حیلہ و دھوکہ ہے۔

عبدالملک نے کہا: وہ کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

''تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بلاؤ اور اپنے سامنے اُن سے درہم و دینار کے سکے ڈھلواؤ سکہ کے ایک طرف سورۂ توحید اور دوسری طرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لکھو اور سکہ کے مدار میں جس شہر میں وہ سکے بنے ہیں اس شہر کا نام اور سن لکھا جائے''۔

آپؑ نے اس کو سکہ کی کیفیت اور وزن وغیرہ اور ان کو ڈھالنے کے طریقہ کی تعلیم دی، اس کے بعد اس رنگ کے سکوں کو تمام عالم اسلام میں رائج کرنے کا حکم دیا اور رومی سکوں کو خلاف قانون قرار دیا، اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ عبدالملک نے امامؑ کے اس فرمان کو نافذ کردیا، جب بادشاہ روم کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت حیران ہوا اور اس کی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا پہلے تمام سکے خلاف قانون قرار دئے گئے اور امام کے بنوائے ہوئے سکوں سے معاملات انجام دئے جانے لگے اور وہی سکے عباسیوں کے زمانہ تک رائج رہے۔ (۱)

عالم اسلام امام محمد باقرؑ کا ممنون کرم ہے کہ امامؑ نے اس پر احسان کیا اور اس کو روم کا غلام بننے سے نجات دی، اور حاکم اسلام سے اسلامی ملک میں مستقل طور پر اسلامی نعرہ ایجاد کرادیا۔

ہم امام محمد باقرؑ کے اقوال بیان کرنے سے پہلے ان کے بعض اعلیٰ صفات بیان کررہے ہیں جن کی وجہ سے عالم اسلام آج بھی اپنا سر بلند کئے ہوئے ہے۔

آپؑ کا حلم

امام محمد باقرؑ کی ایک نمایاں صفت حلم ہے، سوانح حیات لکھنے والوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امامؑ نے اس شخص پر ستم روا نہیں سمجھا جس نے آپؑ کے ساتھ برا سلوک کیا، آپؑ ہمیشہ ان سے خوشروئی اور احسان کے ساتھ پیش آتے، مورخین نے آپؑ کے عظیم حلم کی متعدد صورتیں روایت کی ہیں۔ اُن ہی میں سے ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک شامی نے آپ کی مختلف مجلسیں اور خطبات سُنے جس سے وہ بہت متعجب اور

۱۔ حیات الحیوان مؤلف دمیری، جلد ۱، صفحہ ۶۳۔۶۴۔ مطالعۃ العربیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۔

متاثر ہوا اور امامؑ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا: جب میں نے آپؑ کی مجلسیں سنیں لیکن اس لئے نہیں کہ آپ کو دوست رکھتا تھا، اور میں یہ نہیں کہتا: میں آپؑ اہل بیت سے زیادہ کسی سے بغض نہیں رکھتا، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ اور امیر المومنین کی اطاعت آپؑ سے بغض رکھنے میں ہے، لیکن میں آپ کو ایک فصیح و بلیغ، ادیب اور خوش گفتار انسان دیکھتا ہوں، میں آپؑ کے حسنِ ادب کی وجہ سے ہی آپؑ سے رغبت کرنے لگا ہوں۔

امامؑ نے اس کی طرف نظر کرم ولطف و مہربانی سے دیکھا، محبت و احسان و نیکی کے ساتھ اس کا استقبال کیا، آپؑ نے اس کے ساتھ نیک برتاؤ کیا یہاں تک کہ اس شخص میں استقامت آئی، اس پر حق واضح ہوگیا، اس کا بغض امام کی محبت میں تبدیل ہوگیا وہ امام کا خادم بن گیا یہاں تک کہ اس نے امامؑ کے قدموں میں ہی دم توڑا، اور اس نے امام علیہ السلام سے اپنی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے وصیت کی۔ (۱)

امامؑ نے اس طرز عمل سے اپنے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی جنھوں نے اپنے بلند اخلاق کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے قریب کیا ان کے احساسات اور جذبات کو ہم آہنگ کیا اور تمام لوگوں کو کلمہ توحید کے لئے جمع کیا۔

آپؑ کا صبر

آپؑ نے دنیا کے مصائب اور گردش ایام کے المیہ پر صبر کیا، صبر آپؑ کی ذات کا جزء تھا، آپؑ نے تلواروں کی سختیوں میں بھی صبر کیا، اپنے آباء طاہرین سے خلافت کے چھینے جانے، اور حکومت کے منبروں اور اذانوں میں اپنے آباء واجداد پر سب وشتم ہونے پر بھی صبر کیا، آپؑ نے ان سب کو سنا اور ذرا بھی ترش روئی نہیں کی بلکہ صبر و تحمل سے کام لیا، اپنے غصہ کو پی گئے، اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کردیے، وہی اپنے بندوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے۔

آپؑ نے سب سے زیادہ اس بڑی مصیبت پر صبر کیا کہ اموی حکومت آپؑ اہل بیتؑ کے شیعوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کررہی تھی، ان کی آنکھیں نکال دیتی، ہاتھ کاٹ دیتی، ان کو گمان اور تہمت لگا کر قتل کردیتی تھی، حالانکہ آپؑ ان کی مدد اور ان کو نجات دینے پر قادر نہیں تھے۔

۱۔ حیاۃ الامام محمد باقرؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱۔

آپ کا عظیم صبر یہ تھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؑ کے گھر میں سے چیخنے کی آواز آئی، آپؑ کے بعض موالیوں نے جلدی سے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ آپؑ کی ایک کنیز بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے تھی اچانک بچہ زمین پر گر گیا اور اس نے دم توڑ دیا ہے، امامؑ نے فرمایا:

''الحمد للّٰہِ علی ما أعطیٰ ولہ ما اخذ. انھھم عن البکاء و خُذوا فی جھازہ، و اطلبوا السکینۃ و قولوا لھا (ای جاریۃ) انتِ حرّۃٌ لِوَجْہِ اللّٰہِ لِمَا تَدَاخَلِکِ مِنَ الرَّوعِ''۔

''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اس نے دیا ہے وہ اسے بھی لے لے گا، انھیں گریہ کرنے سے روکا، اس (بچہ) کے کفن و دفن کا انتظام کرنے کے لئے فرمایا، ان کو سکون و اطمینان سے رہنے کا حکم دیا، اور اس (کنیز) سے فرمایا خدا کا خوف جو تیرے دل میں آگیا ہے میں نے اس کی وجہ سے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا ہے''

اس کے بعد امامؑ آکر اپنے اصحاب سے گفتگو کرنے لگے کچھ دیر کے بعد آپؑ کے غلام نے آکر عرض کیا ہم نے اس کا جنازہ تیار کر دیا ہے آپؑ نے اپنے اصحاب کو اس ماجرے کی خبر دی اور اس کے جنازہ پر نماز پڑھنے اور اس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔(۱)

آپؑ کا ایک اور صبر جو آپ کی بلند شخصیت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ کا ایک باثر فرزند تھا جو بیمار ہو گیا جس کی وجہ سے آپؑ سخت رنجیدہ ہوئے اور بچہ نے دم توڑ دیا، امامؑ نے نہایت صبر سے کام لیا، آپؑ کے اصحاب نے عرض کیا: فرزند رسول! ہم آپؑ کے سلسلہ میں کچھ خوف کھا رہے ہیں آپؑ نے ان کو بڑے ہی اطمینان اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتے ہوئے یوں جواب دیا: ''اِنّا ندعُو اللّٰہ فیما یُحبُّ، فاِذا وَقَعَ ما نکرہُ لَمْ نُخَالِفِ اللّٰہَ فِیْمَا یُحِبّ''۔(۲)

''بیشک ہم خدا کو اسی چیز کے سلسلہ میں پکارتے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے، پس جس چیز کو ہم پسند نہیں کرتے ہیں وہ واقع ہوتی ہے، تو ہم اس چیز میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتے جس کو وہ دوست رکھتا ہے''

۱۔حیاۃ الامام محمد باقرؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۲۔

۲۔تاریخ دمشق ''مخطوط''، جلد ۵۱، صفحہ ۵۲۔ عیون الاخبار ابن قتیبہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۔

فقیروں پر مہربان

فقیروں پر مہربانی کرنا امامؑ کے بلند اخلاق میں سے تھا، آپؑ ان کا بڑی فراخدلی اور اکرام و تکریم کے ساتھ استقبال کرتے، آپؑ نے اپنے اہل وعیال سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی سائل سوال کرے تو اس کو یہ نہ کہنا: اے فقیر یہ لے لو۔ بلکہ اس سے کہو: اے اللہ کے بندے خدا تم کو اس میں برکت دے۔(۱)

جیسا کہ آپؑ نے اپنے اہل کو یہ حکم دیا تھا کہ فقراء کو اچھے القاب سے یاد کریں، حقیقت میں آپؑ نے یہ اخلاق اپنے جد رسول اسلام کے اخلاق سے منتخب فرمائے تھے وہ رسول جو اخلاق میں تمام انبیاء سے ممتاز تھے۔

امام محمد باقرؑ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ تھی کہ آپؑ اپنے برادران، قاصد، خبر نشر کرنے والے اور امیدوار سے محبت کرتے تھے، (۲) امام کی پیدائش ہی نیکی سے محبت، لوگوں کے ساتھ صلۂ رحم اور ان کو خوش کرنے کے لئے ہوئی تھی۔

ابن صباغ کا کہنا ہے: محمد بن علی بن الحسینؑ کا علم وفضل، ریاست، امامت، شیعہ اور سنی سب کے لئے تھی، آپؑ کرم میں مشہور تھے، کثرت عیال اور متوسط حال ہونے کے باوجود آپؑ لوگوں کے ساتھ فضل واحسان کرنے میں مشہور تھے۔(۳)

امامؑ فرماتے تھے: ’’صلۂ اخوان اور معارف کے علاوہ دنیا میں کوئی نیکی واچھائی نہیں ہے‘‘۔(۴)

آپؑ کی عبادت

امام محمد باقر علیہ السلام متقین کے امام اور عابدوں کے سردار تھے، آپؑ اللہ کی اطاعت میں عظیم اخلاص سے پیش آتے تھے، جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف وخشیت سے آپؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا (۵)، آپؑ دن اور رات میں ایک سو پچاس رکعت نماز پڑھتے (۶) اور کثرت نماز کی وجہ سے

۱۔ عیون الاخبار، جلد ۳، صفحہ ۲۰۸۔

۲۔ البیان والتبیین، صفحہ ۱۵۸۔

۳۔ فصول المہمہ ابن صباغ، صفحہ ۲۲۷۔

۴۔ شرح شافیۂ ابی فراس (مصورۃ)، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶۔

۵۔ صفوۃ الصفوہ، جلد ۲، صفحہ ۶۳۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۵۰۶ پہلا حصہ۔

۶۔ تاریخ ابن عساکر، ’’خطی‘‘، جلد ۵۱ صفحہ ۴۴۔

امت کے علمی امور اور عام مراجعہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی ، آپؑ سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے :

''سبحانک اللھمّ انت ربّي حقّاحقا،سجدت لک یاربي تعبدا ورقا، اللھم انّ عملي ضعيف فضاعفه لي. اللّھمّ قِنِيْ عذابک یوم تبعث عبادکَ،وتُبْ عليّ اِنّکَ اَنْتَ التَّوّابُ الرحیمُ''۔

''اے خداتو پاک ومنزہ ہے ،میرے پروردگار تو برحق ہے ،اے میرے پروردگار میں بندگی اور غلامی کی وجہ سے تیرا سجدہ کرتا ہوں ،خدایا میرا عمل ضعیف ہے ،تو اس کو میرے لئے دُوگنا کردے ، مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تیرے بندے اٹھائے جائیں گے ،میری توبہ قبول کرلے ،تو ،تو بہ قبول کرنے والا ہے''۔

آپؑ قنوت اور سجود میں دوسری دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے جن کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد باقرؑ'' میں ذکر کیا ہے۔

آپؑ کا زہد

آپؑ دنیا کے زاہدوں میں سے تھے ،آپؑ نے رونق زندگانی سے منھ موڑ لیا تھا آپؑ کے گھر میں کوئی بھی عمدہ لباس اور سامان نہیں تھا اور آپ اپنی مجلسوں میں چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔(۱)

امامؑ نے دنیا پر بڑی گہرائی کے ساتھ نظریں دوڑائیں اس میں سے حق کے علاوہ دنیا کے زرق و برق سے زہد اختیار کیا اور قلب منیب کے ساتھ اللہ سے لو لگائی۔

جابر بن یزید جعفی کا کہنا ہے: مجھ سے محمد بن علیؑ نے فرمایا ہے:

''یاجابراني لَمَحْزُونٌ واِنّي لَمُشْتَغِلُ القَلْبِ...''۔''اے جابر میں محزون ورنجیدہ ہوں اور میرا دل مشغول ہوگیا ہے''

جابر نے جلدی سے عرض کیا: آپؑ کس چیز سے رنجیدہ ہیں اور آپؑ کا دل کس سے مشغول ہوگیا ہے؟۔

فرمایا:''اے جابر جس کا دل دین خدا کے امور میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے علاوہ دوسری چیزوں

۱۔فروع کافی ،جلد ۳،صفحہ ۳۲۳۔

سے دور ہو جاتا ہے... اے جابر دنیا کیا ہے؟ اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اس مرکب کے علاوہ کچھ اور ہے جس پر تم سوار ہو، یا کپڑا ہے جس کو تم پہنے ہو، یا وہ عورت ہے جو تم کو مل گئی ہے...''۔(۱)

امامؑ کے دنیا اور اس کے غرور سے پرہیز کے سلسلہ میں متعدد کلمات نقل ہوئے ہیں۔

دلچسپ حکمتیں

امام محمد باقرؑ سے دلچسپ مختصر کریمانہ، اچھی، مفید مجرب حکمتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''جو خود اپنے نفس کو موعظہ نہ کر سکے اس کو دوسروں کا موعظہ فائدہ نہیں پہنچاتا''۔

۲۔امام محمد باقر علیہ اسلام کا فرمان ہے: ''اللہ کی نافرمانی کرنے والا خدا کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا، اس کے بعد آپؑ نے یہ شعر پڑھا:

''لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَأَطَعْتَهُ   إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ أَحَبَّ مُطِيعٌ''

''اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اپنے محبوب کا کہنا مانتے کیونکہ چاہنے والا محبوب کا کہنا مانتا ہے''۔

۳۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

''اعرف المودّة فی قلب اخیک بماله فی قلبک''۔

''اپنے دل میں اپنے مومن بھائی کی محبت دیکھ کر اس کے دل میں موجود اپنی محبت کا اندازہ لگاؤ''۔

۴۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''مومن، مومن کا بھائی ہے، اس کو برا بھلا نہیں کہتا اسے کسی چیز سے محروم نہیں رکھتا اس کے متعلق برا گمان وخیال نہیں کرتا ہے''۔

۵۔امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''اللہ فرماتا ہے: اے ابن آدم، جو چیزیں میں نے تجھ پر حرام کردی ہیں ان سے پرہیز کر اور لوگوں میں سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار بن جا''۔

۶۔امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے: ''انسان پر ہر مصیبت اس کے گناہ کی وجہ سے پیش آتی ہے''۔(۲)

۱۔دعائم الاسلام جلد۲ صفحہ ۱۵۸۔ ۲۔اصول کافی، جلد۲، صفحہ ۲۶۹۔

اپنے شیعوں کو آپؑ کی نصیحت

امام محمد باقرؑ نے اپنے شیعوں کو متعدد نصائح اور بلند و بالا تعلیمات دی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:
امامؑ نے اپنے بعض اصحاب کے ایک وفد کو شیعوں کی ایک جماعت کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو مندرجہ ذیل پیغام سنائیں:

امامؑ کا فرمان ہے: ''ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام کہنا، ان کو اللہ کے عظیم تقویٰ کی وصیت کرنا، مالدار، فقیروں تک رسائی کریں، ان کے صحت مند افراد بیماروں کی عیادت کریں، ان کے زندہ افراد مرنے والوں کے جنازوں میں حاضر ہوں، ان کے گھروں میں جا کر ان کی احوال پرسی ملاقات کریں کیونکہ آپس میں ملاقات کرنے سے ہمارا امر زندہ ہوتا ہے، خداوند عالم اس شخص پر رحم کرے جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا اور اس نے نیک عمل انجام دیا، اور ان سے کہنا: ہم اللہ سے ان کے لئے صرف نیک عمل کے خواستگار ہیں، وہ ہرگز ہماری ولایت تک نہیں پہنچ سکتے مگر یہ کہ وہ متقی و پرہیزگار اور کوشش کریں، لوگوں میں قیامت کے دن سب سے زیادہ وہی شخص حسرت وندامت اٹھائے گا جس کو عمل کرنے کا طریقہ بتایا گیا اور پھر بھی اس نے اس کی مخالفت کی''۔(۱)

آپؑ کی شہادت

امام محمد باقرؑ کو ان گناہگار ہاتھوں نے زہر دغا سے شہید کیا جن کا نہ اللہ پر ایمان تھا اور نہ وہ قیامت پر ایمان رکھتے تھے، اس مجرم کے سلسلہ میں کہا گیا ہے: وہ ہشام تھا۔ دوسرا قول یہ ہے: وہ ابراہیم تھا لیکن زیادہ تر احتمال یہی ہے کہ وہ ہشام ہی تھا، چونکہ وہ خاندان عصمت وطہارت سے بغض و کینہ رکھتا تھا، ہشام وہی ہے جس نے شہید زید بن علی کو قیام وانقلاب برپا کرنے کیلئے ابھارا، چونکہ اس نے زید بن علی پر بہت زیادہ ظلم وستم روا رکھا اور آپؑ کو رسوا کیا یہاں تک کہ آپ حکومت کے خلاف قیام کرنے پر مجبور ہو گئے اور اسی کے دور حکومت میں شہید کر دئے گئے، لیکن امام محمد باقرؑ کو قتل کرنے کی وجہ آپؑ کے فضل وشرف، علم کی شہرت ہونا، اور مسلمانوں کا آپؑ کی ہیبت اور عبقریات کے سلسلہ میں گفتگو کرنا تھا۔

۱۔ حیاۃ الامام محمد باقرؑ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۳۔

جب امامؑ کو زہر دیا گیا تو وہ آپؑ کے تمام بدن میں سرایت کر گیا، زہر نے بہت ہی تیزی کے ساتھ اثر کیا، جس سے آپؑ موت کے بہت نزدیک پہنچ گئے، آپؑ اللہ کی یاد میں منہمک ہو گئے، قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگے جب آپؑ کو موت کے آنے کا بالکل یقین ہو گیا تو آپؑ اللہ کے ذکر و یاد میں مشغول رہے، آپؑ کی عظیم روح اللہ کی بارگاہ میں پہنچی جس کا اللہ کے ملائکہ مقربین نے بڑھ کر استقبال کیا، آپؑ کی موت سے رسالت اسلامیہ کے ایک متقی و پرہیزگار صفحہ کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامی معاشرہ علوم کے درمیان پیچ وخم کھاتا رہ گیا۔

آپؑ کے بدن مبارک کو آپؑ کے پدر بزرگوار امام زین العابدین اور امام حسنؑ کے جوار میں دفن کر دیا گیا آپؑ کے ساتھ علم، حلم امر بالمعروف اور لوگوں کے ساتھ احسان بھی چلا گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپؑ اس امت کی عظیم ہستی اور فکری و علمی نہضت کے علمبردار ہیں آپؑ ہی کے علوم سے دنیا پُر ہوئی ہے (جاحظ کی تعبیر کے مطابق) یہ آپؑ ہی کے علوم کا فیض تھا جو مذاہب اسلامیہ کے اماموں نے احکام شریعت کے عبادات، معاملات، عقود اور ایقاعات حاصل کئے، اور یہ فقہی دولت ایسی عطا ہے جو کبھی بھی زائل ہونے والی نہیں ہے فقہاء امامیہ احکام شریعت میں استنباط کرنے کیلئے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، جیسا کہ علماء قانون نے احکام کے متعلق اپنے قوانین ان ہی احکام کے ذریعہ مرتب کئے۔

امامؑ کے علوم صرف فقہ، حدیث اور علم کلام ہی نہیں تھے بلکہ ان میں آپؑ کے ایجاد کردہ علوم جیسے فیزیک، کیمیا اور طب وغیرہ بھی شامل تھے، جیسا کہ آپؑ نے آکسیجن کا انکشاف کیا، اور اس کے خصوصیات دلیل کے ساتھ بیان فرمائے، آپؑ نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ''ہوا'' عنصر بسیط نہیں ہے بلکہ اس کے بھی مختلف عناصر ہیں، اسی طرح آپؑ نے کائنات کے اسرار اور مجرات وغیرہ کے سلسلہ میں بھی گفتگو فرمائی ہے، اس بات کی طرف آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان نے ان مغربی علماء کے سامنے ایک لمحہ فکریہ پیش کیا ہے جو آپ کی تحریر کردہ کتابیں اپنی درسگاہوں میں پڑھاتے ہیں، مغربی علماء اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ انسانیت میں عقل مبدع و موجد آپؑ ہی ہیں۔ (۱)

بڑے تعجب کی بات ہے کہ مستشرقین کا کہنا ہے کہ امامؑ عرب نہیں تھے، بلکہ آپ مغربی تھے اور مغرب سے مشرق چلے آئے تھے چونکہ مشرقی لوگ امامؑ کی علمی طاقت وقدرت کے مالک نہیں تھے وہ اس

۱۔ امام صادق جیسا کہ مغربی دانشمندوں نے آپ کا تعارف کرایا ہے صفحہ ۱۲۰۔۱۲۰۔

بات سے ناواقف ہیں کہ آپؑ اس خاندان نبوت سے ہیں جن سے زمین پر نور اور فقہ کے چشمے ابلے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے زمانہ میں اپنے عطایا اور علوم میں یکتا تھے جن کے ذریعہ عقل بشری عروج پر پہنچی اور انسان کی ایک دم ترقی ہوگئی۔

بیشک امام صادقؑ جن بڑی علمی قدرتوں کے مالک تھے، ان کے متعلق شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے ائمہ اہل بیتؑ پر حکمت، فصل خطاب اور متعدد علوم کا الہام کیا اور ان کو عطا کیا جس طرح اُس نے رسول اور انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ اس قول میں ذرا بھی غلو اور علمی حدود کے دائرہ سے باہر کی کوئی بات نہیں ہے چونکہ اس قول پر متعدد معتبر دلیلیں موجود ہیں۔

بہر حال پہلے ہم امامؑ کی پرورش اور آپؑ کے بعض ذاتی خصوصیات ہم مختصر طور پر بیان کریں گے اس کے بعد اس موضوع سے متعلق باتیں بھی نقل کریں گے۔

آپؑ کی پرورش

امام جعفر صادقؑ نے اللہ کے سب سے بزرگ اور عظیم الشان گھرانہ میں پرورش پائی، وہ گھرانہ جس سے رسالت اسلام کا نور چمکا، اسی سے امتیں مدوّن ہوئیں، انسان کو کرامت ملی اور فکر کو عروج ملا۔

اسی بیت الشرف میں اس امت کی عظیم ہستی امام جعفر صادقؑ نے پرورش پائی جو فکری اور ثقافتی نہضت کے علمبردار تھے، آپؑ کی تربیت آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ نے کی اور امام صادقؑ کو مواہب، ایمان اور تقویٰ سے آراستہ کیا، امام جعفر صادقؑ نے اپنے دادا امام زین العابدینؑ کے سایۂ عطوفت میں اپنی زندگی کے بارہ سال بسر کئے، (۱) جس میں آپؑ نے اپنے دادا کی اس معطر سیرت کا مشاہدہ کیا جو رسول اور انبیاءؑ کی سیرت کی عکاسی کر رہی تھی، عمل کے علاوہ انسان کی کوئی اور چیز اُسے خدا سے قریب نہیں کرسکتی ہے اور انسان اپنی ذات کے علاوہ کسی اور چیز سے عظمت یا فضیلت کی بلندیوں پر نہیں پہنچ سکتا۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے جد امام زین العابدین کی ہمراہی کی جو ہمیشہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے، دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے، نماز کی کثرت اور سجدوں کی وجہ سے آپؑ کے

۱۔ حیاۃ الامام صادقؑ، جلد ۱، صفحہ ۳۲۔

اعضاء سجدہ پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق نے یہ بھی مشاہدہ فرمایا کہ آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ رات کی تاریکی میں کھانے اور پیسوں سے بھری تھیلیاں فقیروں اور کمزوروں کی مدد کرنے کیلئے لے جایا کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے، اسی طرح آپؑ عاجزوں اور کمزوروں ک سیراب بھی کیا کرتے تھے۔

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ آپؑ کے دادا امام زین العابدینؑ لوگوں کے مابین صحیح علمی باتیں بیان فرماتے جن کا علوم کے طالب استقبال کرتے اور آپؑ کے علوم کے دسترخوان سے سیراب ہوتے تھے لہٰذا آپؑ کی بزم میں علم حاصل کرنے والوں نے آپؑ کی حکمتوں، دعاؤں اور فتووں کو لکھنا ضروری سمجھا۔(۱)

بہر حال امام زین العابدینؑ نے اپنے پوتے کی تربیت فرمائی اور اپنے ذاتی کمالات سے آراستہ کیا اور دینی و علمی امور میں امت کی قیادت کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار کیا۔

امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد آپکے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کے حال کی رعایت کرتے ہوئے ہر قسم کے علوم و معارف سے سیر کیا، آپؑ "امام صادق" بچپن میں اپنے پدر بزرگوار کے بلند پایہ کے دروس میں حاضر ہوتے تھے جو آپؑ کے بیت الشرف کے ہال یا مسجد نبوی میں دئے جاتے تھے، امام صادق اپنے پدر بزرگوار کے ان شاگردوں میں نابغہ شمار ہوتے تھے جو بڑے بڑے علماء اور آپؑ سے سن و سال میں بہت بڑے تھے، اس کی گواہی عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے سامنے دی جب وہ مدینہ زیارت کرنے کے لئے آیا تھا، ولید نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: "بیشک آپؑ کے فرزند اتنی چھوٹی سی عمر میں علامہ دہر ہیں"۔(۲)

امام صادق کیلئے احسان و نیکی میں آپ کے والد کی مثال تھے، آپؑ کی نظر میں سب سے بہترین اعمال والدین کے ساتھ نیکی و احسان کرنا ہے(۳)، اور آپؑ کا فرمان ہے: "بیشک

۱۔ حیاۃ الامام محمد باقرؑ، جلد ۱، صفحہ ۳۸۔

۲۔ امام صادق کما عرفہ علماء الغرب، صفحہ ۱۱۲۔

۳۔ وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل، صفحہ ۲۰۸۔

خداوند عالم والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے موت کی سختیوں کو آسان کر دیتا ہے''۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ انیس سال گزارے، (۱) ان کے سلوک سے متاثر ہوئے، اور ان کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے، اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد آپ نے امت کی باگ ڈور سنبھالی، آپ کے ارد گرد فقہاء جمع رہتے، راویان حدیث آپ سے مختلف قسم کے علوم و معارف حاصل کرتے اور ان کے علاوہ اچھی حکمتیں اور آداب بھی سیکھتے تھے۔

آپؑ کے وسیع علوم

امام صادقؑ اپنے دور میں علوم و معارف کی وسعت کے اعتبار سے یکتا شخصیت تھے، آپؑ اپنی عطا و بخشش اور عبقریات میں نابغہ تھے۔

شیخ ابوزہرہ کا کہنا ہے: (امام صادقؑ اپنے زمانہ کی فکری طاقت تھے، آپؑ نے صرف اسلامی دروس، علوم قرآن، سنت اور عقیدہ پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ آپؑ نے کائنات اور اس کے رموز و اسرار کا بھی درس دیا، اپنی عقل کو آسمانوں، آفتاب، چاند اور ستاروں کے مدار (جس چیز پر یہ گھوم رہی ہیں) پر محیط کر دیا، اسی طرح آپؑ نے علم النفس کی تعلیم پر بھی بڑی توجہ دی، اور جب فلسفہ کی تاریخ میں یہ کہا جاتا ہے کہ سقراط نے انسانوں کیلئے آسمان سے فلسفہ نازل کیا تو امام صادقؑ نے آسمان، زمین، انسان اور دین و شرائع کا درس دیا ہے)۔ (۲)

حضرت امام صادقؑ اسی طرح عالم اسلام میں ہمیشہ کی ترقی کیلئے اپنے علوم کی سخاوت کے چشمے ابالتے رہے، آپؑ نے اسلامی ثقافت میں جو ایجادات کی ہیں ان میں نہ آپؑ کے علوم کی کوئی حد ہے اور نہ ہی آپؑ کے معارف کی کوئی انتہا ہے، آپؑ نے دنیائے اسلام ہی کی نہیں بلکہ علمی حیات کی بوسیدگی کو بھی دور کیا، آپؑ نے پوری دنیا کو فیض پہنچایا۔

امامؑ کی یونیورسٹی

امامؑ کی یونیورسٹی عباسی دور میں سب سے نمایاں جامعہ تھی جو علمی زندگی کے امور انجام دے رہی

۱۔ مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۲۸۰۔ اور کتابوں میں آیا ہے کہ آپؑ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تیس سال بسر کئے۔

۱۔ امام صادقؑ، صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲۔

تھی، آپؑ نے مختلف علوم کے اقسام شائع کئے جن کو لوگ اس وقت تک نہیں جانتے تھے، اس یونیورسٹی نے بہترین مفکر، منتخب فلسفی اور نامور علماء پیش کئے۔ بعض محققین کا کہنا ہے: (اس مقام پر اس حقیقت کا بیان کرنا واجب ہے کہ ترقی پر گامزن ہونے کیلئے اسلامی ثقافت اور عربی فکر اسی یونیورسٹی کی مرہون منت ہیں اور اس کے عمید و سردار امام جعفر صادق نے علمی تجدد اور قیمتی میراث چھوڑی ہے)۔(۱)

عارف ثامر کا کہنا ہے: (علمی میدان پر امام صادق علیہ السلام کے سلسلہ میں گفتگو کرنا واجب ہوگیا کہ مدرسہ فکر کے پہلے بانی آپؑ ہیں، فلسفۂ باطنی کی تعلیم کا پہلا مرکز قائم کرنے والے آپؑ ہی ہیں نیز علم کیمیاء کے موجد بھی آپ ہی ہیں جس کے سلسلہ میں جابر بن حیان صوفی طرسوی نے گفتگو کی ہے، آپؑ ہی نے عقل اسلامی کو اس کے محدود دائرہ سے نکال کر خوشگوار اور کھلی فضا عطا فرمائی جس کے ہر پہلو میں صحیح و سالم فکری اور علمی آزادی پائی جاتی ہے جو منطق اور حقیقت پر مبنی ہے)۔(۲)

ہم نے اس یونیورسٹی کے متعلق حیات الامام الصادقؑ میں مفصل طور پر گفتگو کی ہے اور اب ہم ذیل میں اس کی بعض بحثوں کی طرف اجمالا اشارہ کرتے ہیں:

یونیورسٹی کا مرکز

جس یونیورسٹی کی امام صادقؑ نے بنیاد ڈالی اس کا بڑا مرکز یثرب میں تھا اور جامع نبوی عظیم میں آپؑ اپنے محاضرات و دروس دیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپؑ کے بیت الشرف کے صحن میں بھی یہ دروس برقرار ہوتے تھے۔

علمی وفود

عالم اسلام کے مختلف مقامات کے بزرگان فضیلت جلدی جلدی اس درسگاہ سے کسب فیض کے لئے حاضر ہونے لگے۔

سید عبد العزیز الاھل کا کہنا ہے: (کوفہ، بصرہ، واسط، حجاز اور ہر قبائل بنی اسد، غنی، مخارق، طی، سلیم

۱۔ حیاۃ الامام صادق، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱۔

۲۔ جعفر صادق ملہم الکیمیاء، صفحہ ۳۲۔

غطفان، غفار، ازد، خزاعہ، خشعم، مخزوم، بنی ضبہ، قریش کے لوگ مخصوصا حارث بن عبد المطلب، بنی حسن بن علی، اپنے بچوں کو اس درسگاہ میں تعلیم دین حاصل کرنے کیلئے بھیجنے لگے، ان کے علاوہ عرب اور فارس کے کچھ آزاد قبیلے خاص طور سے شہر قم کے علماء نے بھی اپنے بچوں کو امام صادق کی درسگاہ میں تحصیل علم کیلئے روانہ کیا)۔(۱)

اقالیم اسلامیہ نے مشترک طور پر اپنے بچوں کو امام کے علوم سے استفادہ اور نسل نبوت سے احکام شریعت حاصل کرنے کے لئے امام کی خدمت میں روانہ کیا۔

طلبہ کی تعداد

امامؑ کی یونیورسٹی کے طالب علموں کی تعداد چار ہزار تھی، (۲) یہ بہت بڑی تعداد تھی جس کی اس دور کے علمی مدرسوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی، حافظ ابو عباس بن عقدہ ہمدانی کوفی نے امام جعفر صادق سے حدیث نقل کرنے والے راویوں کے نام کے متعلق ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں چار ہزار طلاب کے نام تحریر کیے ہیں۔(۳)

ڈاکٹر محمود خالدی کا کہنا ہے: (''امام جعفر صادقؑ'' کے موثق راویوں کی تعداد چار ہزار تھی ہم اس بڑی تعداد سے بالکل بھی متعجب نہیں ہیں بلکہ اگر اس کے برعکس واقع ہو اور نقل کیا جائے تو تعجب کا امکان ہے)۔(۴)

محقق نے معتبر میں کہا ہے: (امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ایسے علوم شائع ہوئے جن سے عقلیں مبہوت ہو کر رہ گئیں، امام جعفر صادق سے تقریبا چار ہزار راویوں نے روایت کی ہے)۔(۵)

سید محمد صادق نشأت کا کہنا ہے: ''امام جعفر صادقؑ کا بیت الشرف یزدان کی یونیورسٹی کے

۱۔جعفر بن محمد صفحہ ۵۹۔

۲۔الارشاد، جلد ۲، صفحہ ۵۹۔ اعلام الوریٰ، جلد ۱، صفحہ ۵۳۵۔ المعتبر، جلد ۱، صفحہ ۲۶۔

۳۔صواعق المحرقہ، صفحہ ۱۲۰۔

۴۔اصول الفکریہ للثقافۃ الاسلامیہ جلد ۱، صفحہ ۲۰۳۔

۵۔حیاۃ الامام جعفر صادق جلد ۱، صفحہ ۱۳۳۔

مثل تھا جو ہمیشہ علم حدیث، تفسیر، حکمت اور کلام کے بڑے بڑے علماء سے چھلکتا رہتا تھا، اکثر اوقات آپؑ کے درس میں دو ہزار طلبا حاضر ہوتے تھے اور بعض اوقات چار ہزار مشہور علماء حاضر ہوتے تھے۔ آپؑ کے شاگردوں نے آپؑ کی وہ تمام احادیث اور دوروس تحریر کیے جو بعد میں شیعہ یا جعفری مذہب کے علمی خزانہ کے مانند کتابوں کی شکل میں آ گئے''۔(۱)

ہم نے ''حیاۃ الامام الصادق'' میں آپؑ کے تین ہزار چھ سو باسٹھ راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔

یونیورسٹی کے شعبے

وہ اکثر علماء جو آپؑ کی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے وطن واپس پلٹے انھوں نے اپنے اپنے وطن میں علمی اور دینی مدرسے قائم کیے... اور آپؑ کے جامعہ کی سب سے بڑی شاخ کی بنیاد کوفہ میں ڈالی گئی جو جامعہ کوفہ کے نام سے مشہور ہوا۔

حسن بن علی وشاء کا کہنا ہے: (میں اس ''یعنی مسجد کوفہ'' مسجد میں پہنچا تو مجھ سے نو سو شیخ ''علماء'' نے کہا کہ: مجھ سے جعفر بن محمد نے حدیث بیان کی ہے)۔(۲)

کوفہ میں وسیع پیمانہ پر علمی تحریک کا آغاز ہوا، جیسے اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر وسیع پیمانہ پر علمی نہضت قائم ہوئی تھی۔

سید میر علی ہندی کہتے ہیں: ''اس دور میں علم منتشر کرنے میں کوئی پریشانی نہیں تھی یعنی فکر ایک دم آزاد تھی اور اس نے عقل کو اس کے محور سے جدا کرنے میں مساعدت کی، اور عالم اسلام میں عام طور پر ہر جگہ فلسفی بحثیں ہونے لگیں، اس بات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس بلند و بالا تحریک کا آغاز علی بن ابی طالبؑ کے فرزند امام جعفر جن کو صادق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، نے کیا آپؑ نے افق تفکیر کو خوش آمدید کہا، آپؑ بہت گہری فکر کے مالک تھے، اپنے زمانہ کے تمام علوم سے آشنا تھے، حقیقت میں آپؑ ہی وہ شخصیت تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام میں مشہور فلسفی مدرسوں کی بنیاد ڈالی، حقیقت میں جن لوگوں نے

۱۔ حیاۃ الامام صادقؑ اور مذاہب اربعہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۔

۲۔ حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵۔

بعد میں مختلف جگہوں پر مدرسہ کی بنیاد ڈالی وہ خود امام کے دروس میں حاضر ہوتے تھے۔ آپؑ کے درس میں دور دراز کے علاقوں سے بھی لوگ فلسفہ کے دروس پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے)۔(۱)

بہر حال کوفہ میں بعض علمی خاندان کو امامؑ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا، اور بہت سے خاندان جیسے آل حیان تغلبی، آل اعین، بنی عطیہ، بیت بنی درّاج وغیرہ اور دوسرے علمی خاندانوں نے علم فقہ اور حدیث میں تخصص کیا۔(۲)

امام جعفر صادقؑ نے کوفہ میں دو سال سے زیادہ قیام کیا، آپؑ نے بنی عبد القیس کے یہاں قیام کیا، جہاں پر آپؑ سے احکام دین کے متعلق فتوے معلوم کرنے والے شیعوں کا ہجوم لگا رہتا تھا، محمد بن معروف ہلالی نے امام جعفر صادقؑ کے پاس ہجوم کے متعلق یوں بیان کیا ہے کہ: میں مقام حیرہ پر جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں پر لوگوں کا ازدحام تھا، چوتھے دن میں نے ان کو اپنے قریب ہوتے دیکھا، لوگ ان سے دور ہوتے گئے، امام اپنے جد امیر المومنینؑ کی قبر کی طرف گئے تو میں بھی ان کے نقش قدم پر قدم رکھتا ہوا اُن کے ساتھ ہو لیا اور ان کا کلام سنا۔(۳)

علمی طریقے

حضرت امام جعفر صادقؑ کے دروس ہر قسم کے علوم و معارف اور ثقافتی ضرب المثل کو شامل ہیں آپؑ نے مندرجہ ذیل موضوعات میں دروس دئے:

علم فقہ۔

علم حدیث۔

علوم قرآن۔

۱۔ جعفر بن محمدؑ، صفحہ ۵۹۔

۲۔ تاریخ کوفہ، صفحہ ۴۰۸۔

۳۔ حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶۔

علم طب۔

کیمیاء۔

فیزیک۔

علم نبات

ان کے علاوہ آپؑ نے دوسرے ایسے علوم کی تعلیم بھی دی جن کا آنے والے معاشرہ اور صناعت میں اثر تھا۔

ان تمام علوم میں نمایاں طور پر امامؑ نے جس علم کا بہت زیادہ اہتمام کیا وہ علم فقہ اسلامی ہے جس میں آپؑ نے عبادات، معاملات، عقود اور ایقاعات کی تشریح فرمائی، اور وہ احادیث شریف جن کی طرف امامیہ فقہاء احکام شرعی کے استنباط کے لئے رجوع کرتے ہیں۔

علوم کی تدوین

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اپنے تمام دروس ومحاضرات کو تدوین کرنے کی شدت کے ساتھ تاکید فرمائی کہ کہیں یہ دروس ضائع وبرباد نہ ہوجائیں۔ چنانچہ ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "تمھیں لکھنے سے کون منع کرتا ہے؟ بیشک تم اس وقت تک حفظ نہیں کرپاؤ گے جب تک نہ لکھ لو، میرے پاس سے بصرہ والوں کا ایک ایسا گروہ گیا ہے جو جس چیز کے بارے میں سوال کرتا تھا اس کو لکھتا تھا"۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے علوم تدوین کرنے کا اتنا زیادہ اہتمام کیا کہ اپنے شاگرد جابر بن حیان سے کہا کہ ایسا کاغذ تیار کرو جس کو آگ نہ جلا سکے، جابر نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ کاغذ تیار کیا تو امامؑ نے اس کاغذ پر اپنے دست مبارک سے لکھ کر اسے آگ میں ڈالا تو آگ اس کو نہ جلا سکی،(۲) البتہ راویوں نے اس کتاب کے نام کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی اس میں تحریر کیے گئے علم کا نام بتایا ہے۔

۱۔ مستدرک الوسائل، جلد ۱۷، صفحہ ۲۹۲ حدیث ۲۹۲۔

۲۔ امام صادقؑ کما عرفہ علماء الغرب صفحہ ۵۴۔ جابر بن حیان وخلفاؤہ، صفحہ ۵۷۔

امامؑ کے شاگرد علماء نے آپ کی آواز پر بڑی جلدی کے ساتھ لبیک کہی اور جابر بن حیان نے علم کیمیاء کے متعلق آپؑ کے بیان کردہ مطالب کو مدوّن کیا جن کی تعداد پانچسو رسالہ (۱) تک پہنچ گئی یہ رسائل علم کیمیاء کیلئے بہت ہی بہترین سرچشمہ ہیں اوران سے علماء نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔

امامؑ کے کچھ نابغہ شاگردوں کا ایک گروہ تھا جنھوں نے مختلف قسم کے علوم میں مختلف کتابیں تالیف کی ہیں۔

محقق کبیر آقا بزرگ (خدا ان کے درجات بلند فرمائے) رقمطراز ہیں کہ امامؑ کے شاگردوں میں سے دوسو شاگرد مصنف تھے۔(۲)

اس اختصار کے ساتھ ہی امام صادق کی یونیورسٹی کے سلسلہ میں ہماری گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔

آپؑ کے صفات وخصوصیات

امام جعفر صادقؑ کے بلند و بالا صفات ہی آپؑ کی ذات کا جزء تھے جن میں سے ہم بعض صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ بلند اخلاق

امام جعفر صادقؑ بہت ہی بلند و بالا اخلاق کے مالک تھے، آپؑ کی ذات کی بلندی یہ تھی کہ جو آپؑ کے ساتھ برا سلوک کرتا آپؑ اس پر احسان کرتے تھے، مورخین نے آپؑ کے بلند اخلاق کے متعدد واقعات قلم بند کئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حاجیوں میں سے ایک شخص کو یہ وہم ہو گیا کہ اس کی رقم کی تھیلی کھو گئی ہے، اب اس کو تلاش کرنے لگا وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو امام جعفر صادقؑ نماز میں مشغول تھے وہ آپؑ کے پاس بیٹھ گیا حالانکہ وہ امامؑ کو پہچانتا بھی نہیں تھا جب آپؑ نماز پڑھ چکے تو اس نے امامؑ سے کہا: کیا آپؑ نے میری رقم کی تھیلی اٹھائی ہے؟

۱۔ مرآۃ الجنان، جلد۱، صفحہ۳۰۴۔ الاعلام جلد۱، صفحہ۱۸۶۔

۲۔ الذریعہ، جلد۶، صفحہ۳۰۱۔۳۷۳۔

امامؑ نے بڑے ہی نرم لہجہ میں اس سے فرمایا: اس میں کیا تھا؟۔

اس نے کہا: ایک ہزار دینار۔

امامؑ نے اس کو ایک ہزار دینار عطا کر دئے جب وہ ایک ہزار دینار لیکر اپنے گھر پہنچا تو اس کو وہ گم ہو جانے والی تھیلی مل گئی اب اُن ایک ہزار دیناروں کو لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا آپؑ سے عذر خواہی کی اور ہزار دینار امامؑ کو واپس دینے لگا امامؑ نے انھیں لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''جو ہم عطا کر دیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے''۔ اس شخص کو بہت تعجب ہوا اور اس نے امامؑ کے متعلق سوالات کئے کہ یہ کون ہیں تو اس کو بتایا گیا: یہ امام جعفر صادق ہیں۔

اس نے بڑے تعجب سے کہا: یقیناً میں نے ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔(۱)

بیشک یہ امام کے بلند اخلاق اور مکارم اخلاق ہی تھے جو اس شخص کی تصدیق کرے اور اس کو مال دیدینے کا سبب بنے۔

۲۔تواضع

امام جعفر صادقؑ کی نمایاں صفت تواضع تھی، یہ آپؑ کی تواضع کا ہی اثر تھا جو آپؑ چٹائی (۲) پر بیٹھتے اور اچھے فرش پر بیٹھنے سے انکار فرمادیتے، آپؑ متکبرین کو حقارت سے دیکھتے تھے کسی قبیلہ کے ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: اس قبیلہ کا سردار کون ہے؟

ایک شخص نے جلدی سے کہا: میں۔

امامؑ نے فرمایا: ''اگر تو اس قبیلہ کا سردار ہوتا تو، میں نہ کہتا''۔(۳)

آپؑ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک سیاہ فام شخص آپؑ کا ملازم تھا جو آپؑ کے کام انجام دیتا تھا ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا اور اس کی اہانت کرتے ہوئے کہا: یہ وہ نبطی ہے۔

۱۔حیاۃ الامام جعفر صادق، جلد ۱، صفحہ ۶۶۔

۲۔النجوم الزاہرہ جلد ۵، صفحہ ۱۷۶۔

۳۔الطبقات الکبریٰ جلد ۱، صفحہ ۳۲۔

امامؑ نے اس کی تردید میں فرمایا: ''انسان کی اصلیت اس کی عقل، اس کا حسب اس کا دین، اس کا کرم اور تقویٰ ہے اور سب انسان آدمیت میں برابر ہیں''۔(۱)

بیشک تواضع انسان کے ذاتی صفات کی بلندی سے ہے جس سے انسان کی شرافت اور اس کا کمال نمو پاتا ہے۔

۳۔صبر

آپؑ کے بلند اخلاق میں سے ایک عظیم صفت زمانہ کے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا تھا آپؑ کے سامنے آپ کے فرزند اسماعیل کے انتقال کا واقعہ پیش آیا جو علم و ادب میں علویوں کا چشم و چراغ تھا، امام کے اصحاب کی ایک جماعت نے جب آپؑ کو مدعو کیا اور آپ کے سامنے کھانا پیش کیا تو آپؑ کے ساتھ بعض اصحاب نے عرض کیا: اے ہمارے سید و آقا! آپؑ پر آپ کے فرزند ارجمند کے غم کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں؟

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''میں ایسا کیوں ہو جاؤں جیسا تم سمجھ رہے ہو، اور اصدق الصادقین (یعنی میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میں میت ہوں اور تم کو بھی موت آئے گی''۔(۲)

۴۔سخاوت

امامؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور ان میں سب سے زیادہ نیکی اور احسان کرنے والے تھے، راویوں نے آپؑ کی سخاوت کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں، ان ہی میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اشجع سلمی آپؑ کے پاس آیا تو آپؑ علیل تھے، جب اس نے آپؑ کی بیماری کی وجہ دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا: ''بیماری کو چھوڑ دو تم اپنی ضرورت بیان کرو''۔ اس نے کہا:

۱۔حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد۱، صفحہ ۶۶۔

۲۔مناقب آل ابی طالب، جلد۴، صفحہ ۳۴۵۔امالی طوسی، جلد۱ صفحہ ۲۸۷۔

أَلْبَسَکَ اللّٰہُ مِنْہُ عَافِیَةً فِي نَوْمِکَ الْمُعْتَرِي وَفِي أَرَقِکَ
یُخْرِجُ مِنْ جِسْمِکَ السِّقَامَ کَمَا أَخْرَجَ ذُلَّ السُّؤَالِ مِنْ عُنُقِکَ

''خدا نے تم کو نیند اور بیداری کے عالم میں اپنے لطف سے لباس عافیت پہنایا۔

خدا تمہارے جسم کی بیماریاں اسی طرح دور کرتا ہے جس طرح اس نے تم سے بھیک مانگنے کی رسوائی کو دور کیا ہے''۔

امامؑ اشعار کی دوسری بیت سے اس کی ضرورت سے آگاہ ہو گئے تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا: ''تیرے پاس کچھ ہے؟''۔ اس نے کہا: چار سو دینار، آپؑ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیدیا۔(۱)

راویوں نے فقیروں کے ساتھ آپؑ کے احسان کے متعلق بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں آپؑ ان کو کھانا اور لباس عطا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے عیال کیلئے کھانے اور لباس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہتا تھا، آپؑ کے کرم کی حالت یہ تھی کہ ایک شخص کا آپؑ کے پاس سے گذر ہوا اس وقت آپؑ کھانا نوش فرما رہے تھے اس شخص نے سلام نہیں کیا اور امام نے اس کو اپنے ساتھ کھانا نوش کرنے کی دعوت دی تو بعض حاضرین نے امامؑ کے ایسا کرنے پر اعتراض کیا اور آپ سے کہا: سنت ہے کہ وہ پہلے سلام کرے پھر اس کی دعوت کی جائے حالانکہ اس نے سلام نہیں کیا ہے؟ امامؑ مسکرائے اور اس سے فرمایا: '' هذا فقه عراقي فيه بُخل''۔(۲) ''یہ عراقی فقہ ہے اور اس میں بخل پایا جاتا ہے''۔

۵۔ مخفی طور پر آپؑ کے صدقات

امام جعفر صادقؑ اپنے دادا امام زین العابدین کی طرح رات کی تاریکی میں فقیروں کی مدد کرتے تھے حالانکہ وہ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے، آپؑ رات کی تاریکی میں روٹی، گوشت اور درہموں سے بھرے ہوئے تھیلے اپنی پیٹھ پر لاد کر ضرورت مندوں کے پاس جاتے اور ان کے درمیان تقسیم کرتے تھے جبکہ وہ لوگ آپؑ کو پہچانتے بھی نہیں تھے، آپؑ کے انتقال کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ صلہ رحم کرنے والے

۱۔ تاریخ اسلام، جلد ۶، صفحہ ۴۵۔ مرآۃ الزمان، جلد ۶، صفحہ ۱۶۰۔ تہذیب الکمال، جلد ۵، صفحہ ۸۷۔

۲۔ حیاۃ الامام صادقؑ، جلد ۱، صفحہ ۶۴۔

امام جعفر صادقؑ تھے۔(۱)

آپؑ کے صلہ رحم کے بارے میں اسماعیل بن جعفر سے روایت ہے: مجھے امام جعفر صادقؑ نے پچاس درہم کی تھیلی دے کر فرمایا: ''اس کو بنی ہاشم کے ایک شخص کو دے آؤ اور اس کو یہ مت بتانا کہ میں نے یہ پچاس درہم تمھیں دے ہیں''۔ میں نے وہ پچاس درہم لیکر اس شخص کو پہنچا دئے، جب میں نے وہ پچاس درہم اس شخص کو دئے تو اس نے مجھ سے سوال کیا: یہ درہم تمھیں کس نے دئے ہیں؟

میں نے اس کو بتایا کہ یہ اس شخص نے دئے ہیں جو تم سے اپنا تعارف کرانا نہیں چاہتا۔ علوی نے کہا: یہ شخص میرے لئے ہمیشہ اسی طرح رقم بھیجتا رہتا ہے جس سے ہماری زندگی بسر ہو رہی ہے، لیکن جعفر کثرت مال کے باوجود میرے پاس کوئی درہم نہیں بھیجتا۔(۲)

امامؑ اللہ کی مرضی اور دار آخرت کی خاطر اپنے صدقات کو مخفی رکھتے تھے۔

۶۔ حاجت روائی میں سبقت کرنا

جب کوئی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے میں کوتاہی کرتا تھا تو آپؑ اس کی حاجت پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتے، آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا: آپؑ کسی کی حاجت روائی میں اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں؟ تو امامؑ نے فرمایا: ''میں اس چیز سے خوف کھاتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص اس کی حاجت پوری کر دے اور مجھے اس کا اجر نہ مل سکے''۔

اسی طرح امام ہر طرح کے کرم و فضیلت کے لئے ایک نمونہ تھے۔

۷۔ آپؑ کی عبادت

امام جعفر صادقؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح اللہ کی عبادت اور اطاعت کیا کرتے تھے، آپؑ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے، آپؑ اپنے خالی اوقات کو نماز میں صَرف کرتے، آپؑ واجب نماز کی نافلہ نمازیں بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ بجالاتے، اکثر ایام میں روزہ

۱۔ حیاۃ الامام صادق جلد ۱، صفحہ ۶۴۔

۲۔ مجموعۂ ورّام، جلد ۲، صفحہ ۸۲۔

رکھتے، جب رمضان کا مہینہ آ تا تو آپؑ اس کا بہت ہی شوق کے ساتھ استقبال کرتے۔ آپؑ سے بہت سی وہ دعائیں نقل ہوئی ہیں جن کو آپؑ ماہ رمضان کے دنوں اور رات میں پڑھا کرتے تھے جن کو ہم نے صحیفہ صادقیہ میں نقل کیا ہے۔

آپؑ نہایت ہی خضوع کے ساتھ حج بیت اللہ انجام دیتے تھے، سفیان ثوری سے روایت ہے: خدا کی قسم میں نے جعفر بن محمد کو جس طرح مشعر میں کھڑے ہو کر تضرع اور گریہ وزاری کرتے دیکھا اس طرح کسی بھی حاجی کو نہیں دیکھا، جب آپؑ عرفات پہنچے تو آپؑ نے لوگوں کے ایک جانب ہو کر موقف میں دعا کی۔(۱)

بکر بن محمد ازدی سے روایت ہے: میں نے طواف کیا تو میرے ہی ایک پہلو کی طرف ابوعبداللہ نے طواف انجام دیا جب آپؑ طواف سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے خانہ کعبہ اور حجر اسماعیل کے مابین دو رکعت نماز ادا کی اور میں نے آپؑ کو سجدہ میں یہ کہتے سُنا:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لَکَ تَعَبُّداً وَرِقّاً، لا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ حَقّاً حَقّاً، اَلْاَوَّلُ قَبْلَ کُلِّ شَيْءٍ، وَهَااَنَا ذَا بَيْنَ يَدَيْکَ، ناصيتي بِيَدِکَ، فَاغْفِرْلِي، اِنَّهُ لَايَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ غَيْرُکَ فَاغْفِرلي"۔(۲)

امام جعفر صادقؑ عبادت میں اس شخص کیلئے اسوۂ حسنہ تھے جو توبہ کرے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، ہم نے اپنی کتاب 'امام صادقؑ کی سوانح حیات' میں آپ کی عبادت کا مفصل طور پر تذکرہ کیا ہے۔

مختصر حکمت آمیز کلمات

راویوں نے امام صادقؑ کے متعدد مختصر حکیمانہ کلمات نقل کئے ہیں جو انسان کے مختلف امور تمام ضروریات اور بلند و بالا اسوہ حسنہ ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "جب تم کسی مسلمان سے کوئی بات سنو تو اس کو اپنے اندر موجود کسی اچھائی پر حمل کرو اور اگر تمہارے اندر وہ چیز محمول نہیں ہو پا رہی ہے تو اپنے نفس کی ملامت کرو"۔(۳)

۱۔ حیاۃ الامام صادق، جلد ۱، صفحہ ۱۷۔

۲۔ قرب الاسناد، صفحہ ۲۸۔

۳۔ جمہرۃ الاولیاء، جلد ۲، صفحہ ۹۷۔

۲۔امامؑ فرماتے ہیں: ''خداوند عالم جسے معصیت کی ذلت سے اپنی اطاعت کی عزت کی طرف لے جاتا ہے تو اسے بغیر مال کے غنی، بغیر انیس ومونس کے مانوس، اور بغیر قوم وقبیلہ کے عزت عطا کرتا ہے''۔

۳۔امامؑ فرماتے ہیں: ''تم لوگوں میں کفر کی حد سے وہ شخص زیادہ قریب ہے جو اپنے مومن بھائی کی لغزش کو اس لئے بچا کر رکھے تاکہ کسی دن اسے ذلیل کر سکے''۔

۴۔امامؑ فرماتے ہیں: ''بیشک گناہ، رزق سے محروم کر دیتا ہے''۔(۱)

۵۔امامؑ فرماتے ہیں: ''سب سے بڑا گناہ ہم پر نازل ہونے والی چیز کا انکار کرنا ہے''۔(۲)

۶۔امامؑ فرماتے ہیں: ''ہر مرض کی دوا ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے''۔(۳)

۷۔امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ''دل کو اس کی جگہ سے ہٹانے سے زیادہ پہاڑوں کو ہٹانا آسان ہے''۔(۴)

۸۔امامؑ فرماتے ہیں: ''جب تمہارے دنیاوی امور صحیح ہو جائیں تو اپنے دین کو متہم کرو''۔(۵)

۹۔امامؑ فرماتے ہیں: ''دو مومن جب کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کریں تو اُن میں وہ شخص زیادہ صاحب فضیلت ہے جس کے دل میں اپنے دوست سے محبت زیادہ شدید ہوتی ہے''۔(۶)

۱۰۔امامؑ فرماتے ہیں: ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر خوف و رجا موجود نہ ہوں اور خوف و امید اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک وہ اُن چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو جس سے ڈرا جاتا ہے اور جن کی امید کی جاتی ہے''۔(۷)

۱۱۔امامؑ فرماتے ہیں: ''میں اپنے ان برادران کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہوں جو مجھے میرے عیوب

۱۔الغایات، صفحہ ۱۰۰۔

۲۔الغایات، صفحہ ۸۵۔

۳۔جامع الاخبار، صفحہ ۲۲۔

۴۔تحف العقول، صفحہ ۳۵۷۔

۵۔الحکم الجعفریہ، صفحہ ۴۶۔

۶۔محاسن صفحہ ۲۰۹۔

۷۔مجموعۂ ورّام جلد ۲، صفحہ ۱۸۵۔

کی نشان دہی کرائیں''۔(۱)

۱۲۔امامؑ فرماتے ہیں:''وہ شخص ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے جو زبان سے کہے وہ اس کے اعمال اور آثار کے خلاف ہو،لیکن وہ ہمارے شیعوں میں سے ہے جس کی زبان اور دل ایک ہو،ہمارے احکام کی اتباع کرے،ہمارے اعمال کے مانند اعمال انجام دے''۔(۲)

۱۳۔امامؑ فرماتے ہیں:''سچی نیت والے کا دل بھی صحیح و سالم ہوتا ہے''(۳)

۱۴۔امامؑ فرماتے ہیں:''اپنی طرف سے اپنے بھائی کو برُا بھلا کہنے کی ابتدا نہ کرو''۔(۴)

۱۵۔امامؑ فرماتے ہیں:''تمہارا راز تمہارے خون کے اندر پوشیدہ ہے لہٰذا اسے کسی دوسرے کی رگوں میں جاری نہ کرو''۔(۵)

۱۶۔امامؑ فرماتے ہیں:''حرام کمائی کا اثر اولاد میں ظاہر ہوتا ہے''۔(۶)

۱۷۔امامؑ فرماتے ہیں:''جس کی نیت صحیح ہوتی ہے اللہ اس کا رزق زیادہ کرتا ہے''۔(۷)

۱۸۔امامؑ فرماتے ہیں:''جس شخص سے تمھیں اپنے جھٹلائے جانے کا خوف ہو اس سے گفتگو نہ کرو،جس سے تمھیں انکار کا خوف ہو اس سے سوال نہ کرو،اس سے مطمئن نہ ہو جس سے تمھیں دھوکہ کا خوف ہو''۔(۸)

۱۹۔امامؑ فرماتے ہیں:''امر بالمعروف برائی کو دور کرتا ہے،صدقہ پروردگار عالم کے غضب کو خاموش کر دیتا ہے،صلہ رحم سے عمر میں اضافہ اور فقر و تنگدستی دور ہوتی ہے اور''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کہنا جنت

۱۔تحف العقول،صفحہ ۳۶۶۔

۲۔اصول کافی،جلد۲،صفحہ ۱۹۶۔

۳۔حیاۃ الامام جعفر صادقؑ،جلد۲،صفحہ ۲۸۱۔

۴۔امام صادقؑ اور مذاہب اربعہ،جلد۲،صفحہ ۳۵۴۔

۵۔امام صادق اور مذاہب اربعہ،جلد۲،صفحہ ۳۵۱۔

۶۔امام صادق اور مذاہب اربعہ،جلد۲،صفحہ ۳۵۷۔

۷۔المحاسن،صفحہ ۲۰۷۔

۸۔تذکرہ ابی حمدون،صفحہ ۸۵۔

کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے''۔(۱)

سفر جنت

امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کی نگاہوں میں ایک کانٹے کے مانند تھے جس سے اس کی نظروں میں اہل بیت کی زندگی دوبھر ہوگئی تھی، لہٰذا اس نے آپؑ کو یثرب میں اپنے گورنر کے ذریعہ زہر دلوادیا جس کو پیتے ہی امام دردوالم میں مبتلا ہو گئے، موت آپ کے بہت قریب ہوگئی جس کے بعد آپ کی روح بارگاہ ملکوتی میں آسمان کی طرف پرواز کرگئی۔

اسلام کے پیشوا، اس علمی اور فکری تحریک کے علم بردار جس میں آپؑ کے آباء واجداد کے علاوہ آپؑ کا کوئی مثل نہیں ہوسکتا، نے وفات پائی، آپؑ کے فرزند ارجمند اور وصی امام کاظمؑ نے آپؑ کی تجہیز کی آپ کو غسل دیا، کفن پہنایا اور نماز جنازہ ادا کر کے آپؑ کے دادا امام زین العابدین اور والد بزرگوار امام محمد باقرؑ کے پہلو میں دفن کردیا، آپؑ کے ساتھ اس علم اور اس سرمایہ کو بھی زمین کے اندر چھپادیا جس سے قیامت تک تمام انسانوں کو بلندی مل سکتی ہے۔

۱۔تاریخ یعقوبی، جلد ۳، صفحہ ۱۱۶۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

بیشک حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی زندگی نور، کرامت اور حسن سلوک کا سرچشمہ ہے، ان کا فیض دائم ہے جس میں رسول ﷺ کی روحانیت، جہاد، روش اور پابندی دین کی جلوہ نمائی بالکل مجسم شکل میں موجود ہے۔ آپؑ کی سیرت و کردار کے مختصر حالات مندرجہ ذیل ہیں:

علمی طاقت وقوت

راویوں اور محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؑ اپنے زمانہ کے اعلم تھے، آپؑ علوم و معارف کی بڑی طاقت وقوت کے مالک تھے، علماء اور راوی آپؑ کے علوم کے چشمے سے سیراب ہوئے، وہ امام کے زرین اقوال اور آداب کے متعلق جو فتویٰ دیتے اس کو لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے، ائمہ اہل بیتؑ میں سب سے پہلے تشریع اسلام میں حلال وحرام کے باب کا آغاز کیا۔(۱)

آپؑ کے زمانہ میں آپؑ کے مدرسہ سے بڑے بڑے علماء اور فقہاء فارغ التحصیل ہوئے، ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ'' میں آپ کے اصحاب اور آپ سے حدیث نقل کرنے والے راویوں کی تعداد (۳۲۱) بیان کی ہے، ان علماء میں سے بعض آپ ہی کے دور میں علمی میدان میں فعال ہوئے جیسے بعض علماء نے امامت کے منکر اور دوسرے تمام فرق و مذاہب کے علماء کے ساتھ مناظرے کے میدان میں قدم رکھا جن میں سب سے نمایاں آپ کے صحابی ہشام بن حکم تھے، انھوں نے برامکہ کے ساتھ بڑے اچھے مناظرے کئے اور بلاط عباسی میں امامت کے متعلق شیعوں کے مذہب کو اصل دلیل و برہان کے

۱۔ الفقہ الاسلامی مدخل لدراسۃ نظام المعاملات، صفحہ ۱۶۰۔

وبرہان کے ذریعہ ثابت کیا۔ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ کاظمؑ'' کی دوسری جلد میں ہشام بن حکم کے مناظروں کے متعلق تحریر کیا ہے۔

امامؑ کے مناظرے

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے دشمن اور بعض یہودی اور عیسائی علماء کے ساتھ حیرت انگیز اور محکم مناظرے انجام دئے جو آپ کی علمی طاقت وقوت پر دلالت کرتے ہیں جو بھی آپ سے مناظرہ کرتا وہ عاجز وکمزور ثابت ہوتا، امام کے حجت ہونے کا یقین کرلیتا اور خود پر آپ کی علمی برتری کا معترف ہوجاتا آپؑ کے بعض مناظرے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔نفیع انصاری کے ساتھ مناظرہ

نفیع انصاری امام سے کینہ وبغض رکھنے والوں میں سے تھا، جب وہ عباسی مملکتوں میں امامؑ کا اکرام وتکریم ہوتا دیکھتا تو وہ غصہ سے بھر جاتا، جب امام ہارون کے پاس تشریف لے جارہے تھے تو ہارون کے دربان نے آگے بڑھ کر امام کا بیحد استقبال کیا جب آپ ہارون کے پاس سے جانے لگے تو نفیع کے ساتھ عبدالعزیز نے کہا:یہ بزرگ کون ہیں؟

یہ بزرگوار ابوطالبؑ کی اولاد سے موسی بن جعفرؑ ہیں۔

نفیع نے کہا: میں نے اس قوم (یعنی بنی عباس) سے عاجز قوم نہیں دیکھی جو اس شخص کی اتنی ایسی تعظیم وتکریم کرتی ہے جو ان کو تخت حکومت سے نیچے اتارنے کے درپے ہے، جان لے جب یہ باہر نکلیں گے تو میں ان کو ذلیل ورسوا کروں گا۔

عبدالعزیز نے اس کو امامؑ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا: ایسی باتیں نہ کرو، یہ وہ اہل بیتؑ ہیں جب بھی کسی نے ان سے ایسی باتیں کی ہیں اس کا ایسا جواب دیا جو قیامت تک کوئی جواب نہ لاسکے۔

جب امامؑ ہارون کے پاس سے نکلے تو نفیع نے آپ کے مرکب کی لگام پکڑتے ہوئے کہا: آپ

کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اے شخص اگر تم میرا نسب پوچھنا چاہتے ہو تو میں اللہ کے حبیب کا فرزند ہوں، اسماعیل ذبیح اللہ کا فرزند ہوں اور ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں، اگر تم میرے وطن کے متعلق سوال کرتے ہو تو میں اس شہر کا رہنے والا ہوں جس میں اللہ نے مسلمانوں اور تجھ (اگر تو مسلمانوں میں سے ہے) پر حج کرنا واجب قرار دیا ہے، اگر تم ہم پر فخر کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میدان جنگ میں ہماری قوم کے مشرکوں نے تمہاری قوم کے مسلمانوں کو اپنے برابر کا نہیں سمجھا تھا اور میدان میں صاف کہدیا تھا کہ ہمارے برابر کے افراد کو ہمارے مقابلہ کیلئے بھیجو، میرے مرکب کی لگام چھوڑ دے''۔(۱)

نفیع شکست کھا کر لوٹ گیا اس کو امامؑ کے بیان کئے ہوئے مطالب پر بے حد غصہ تھا۔

۲۔ابو یوسف کے ساتھ مناظرہ

ہارون نے اپنی موجودگی میں ابو یوسف کو امام موسیٰ کاظمؑ سے فقہی مسائل پوچھنے کے لئے کہا کہ شاید امام ان کا جواب نہ دے پائیں اور اسی طرح امام کو رسوا کیا جا سکے، ہارون رشید نے امام کو ابو یوسف کے سامنے حاضر کیا تو اس نے امام سے مندرجہ ذیل سوالات کئے:

ابو یوسف: حالت احرام میں احرام باندھنے والے کے متعلق سایہ کرنے کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا: ''حرام ہے''۔

سوال کیا کہ اگر کوئی شخص خیمہ کے اندر چلا جائے یا گھر میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

فرمایا: ''یہ حلال ہے''۔

عرض کیا گیا: ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

فرمایا: ''حالت حیض میں عورت کی نماز کا کیا حکم ہے کیا عورت حالت حیض کے ایام کی نماز کی قضا بجالائے گی؟''۔

۱۔نزہۃ الناظر فی تنبیہ الخاطر، صفحہ ۴۵۔

اس نے کہا: نہیں۔

امامؑ: ''کیا روزہ کی قضا کرے گی؟''۔

اس نے کہا: ہاں۔

امامؑ نے سوال کیا: ''کیوں؟''

اس نے کہا: حکم خدا اسی طرح آیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: ''تو اسی طرح یہ حکم بھی آیا ہے''۔

ابو یوسف خاموش ہو گیا اور عاجزی کا اظہار کرنے لگا، اس نے ہارون سے کہا: آپ نے یہ میرے ساتھ کیا کیا۔(۱)

۳۔ہارون رشید کے ساتھ مناظرہ

جب ہارون نے امام موسیٰؑ کو قید خانہ میں ڈالدیا اور آپ دو سال تک قید کی سختیاں برداشت کر چکے تو اس نے ایک دن امامؑ کو اپنے پاس بلا بھیجا، جب آپ ہارون کے پاس پہنچے تو اس نے بڑے ہی غیظ و غضب کے ساتھ کہا: اے موسیٰ بن جعفر دو خلیفاؤں کے لئے خراج اکٹھا کیا جاتا ہے۔

امامؑ نے بڑی ہی لطف و نرمی کے ساتھ اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے حاکم! میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے، ہمارے دشمنوں کی باتوں کو ہمارے خلاف قبول کرے، تو جانتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت سے ہی ہم پر اتہامات لگائے جاتے رہے، اگر تجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ قرابت ہے تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں تجھے ایک خبر سناؤں جس کو میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انھوں نے میرے جد امجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے''۔

ہارون: میں نے آپ کو اجازت دی۔

امامؑ نے فرمایا: ''مجھے میرے والد بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انھوں نے اپنے جد رسول اسلامؐ سے نقل کیا ہے: رشتہ دار جب رشتہ دار سے اپنا بدن مس کرتا ہے تو دل کر بے چین ہو جاتا ہے پس تو اپنا ہاتھ

۱۔مناقب، جلد ۳، صفحہ ۴۲۹۔

میرے ہاتھ میں دے''۔

ہارون کے دل میں رحم آ گیا اُس نے اپنا ہاتھ امامؑ کی طرف بڑھایا اُن کو اپنی طرف کھینچا معانقہ کیا، پھر انھیں اپنے اور قریب کیا اور امام سے یوں گویا ہوا: آپؑ اور آپ کے جد نے صحیح فرمایا ہے، میرے خون میں روانی آ گئی ہے، میری رگیں مضطرب ہوگئی ہیں یہاں تک کہ مجھ پر رقت طاری ہوگئی، اور میری آنکھوں میں آنسو بھر گئے ہیں، میں آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں، جو میرے دل میں کچھ مدت سے کھٹک رہی ہیں اور ان کے متعلق میں نے کسی سے کوئی سوال ہی نہیں کیا ہے، اگر آپؑ نے اُن کا جواب دیدیا تو میں آپؑ کو آزاد کر دوں گا، آپؑ کے بارے میں کسی کی کوئی بات نہیں سنوں گا، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، لہٰذا آپ میری تصدیق فرمایئے جو چیزیں میرے دل میں ہیں اور میں آپؑ سے سوال کرتا ہوں۔

امامؑ: ''جن چیزوں کا علم میرے پاس ہے میں اُن کے سلسلہ میں ضرور تجھے بتاؤں گا اگر تو مجھے اُن کے متعلق امان دے گا''۔

آپؑ کیلئے امان ہے اگر آپؑ نے مجھے سچ بتلایا اور تقیہ نہیں کیا، جو آپؑ بنی فاطمہؑ کی پہچان ہے۔

امامؑ: ''جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لے''۔

ہارون: آپ کو ہم پر کیوں فضیلت دی گئی جبکہ آپ اور ہم ایک ہی شجرہ سے ہیں؟ عبد المطلب کی اولاد ہمارا اور آپ کے باپ ایک ہی ہے، ہم بنی عباس ہیں اور آپؑ ابوطالب کی اولاد ہیں، جبکہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے، اور دونوں کے رشتہ برابر ہیں۔

امامؑ: ''ہم زیادہ قریب ہیں''۔

ہارون: کیسے؟

امامؑ: ''چونکہ عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اور تمہارا باپ عباس، عبداللہ اور ابوطالب کی ماں سے نہیں ہیں''۔

ہارون: آپ یہ کیوں ادعا کرتے ہیں کہ آپؑ نبی کے وارث ہیں اور چچا، چچا کے بیٹے کا حاجب ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے جا چکے تھے اور ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے وفات پا چکے تھے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس زندہ تھے؟

امامؑ: ''اے حاکم! مجھے اس مسئلہ سے معاف رہنے دے، مجھ سے اس کے علاوہ اور دوسرے مسائل پوچھ لے''۔

ہارون: نہیں، آپ کو جواب دینا ہوگا۔

امامؑ: ''تو تُو مجھے امان دے گا''۔

ہارون: میں نے آپؑ کو کلام کرنے سے پہلے ہی امان دیدی ہے۔

امامؑ: ''حضرت علیؑ کا فرمان ہے حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے چاہے وہ مذکر ہو یا مونث کسی ایک کے لئے بھی ماں باپ، شوہر اور زوجہ کے علاوہ میراث میں کوئی حصہ نہیں ہے ،لہٰذا حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے چچا کو کوئی میراث نہیں ملے گی ،ہاں، تیم عدی اور بنی امیہ کہتے ہیں: چچا والد ہوتا ہے، ان میں سے کوئی بھی حقیقی نہیں ہے اور ان کے پاس نبیؐ کی کوئی تائید نہیں ہے''۔

پھر آپؑ نے اسی زمانہ کے فقہاء کا ایک جملہ نقل فرمایا جنھوں نے اسی مسئلہ میں وہی فتویٰ دیا تھا جو آپ کے جد امیر المومنین نے دیا تھا۔ اس کے بعد مزید فرمایا: ''قدماء اہل سنت نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سب کے لئے حق فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں، اسی طرح عمر بن خطاب کا کہنا ہے: ہمارے درمیان علیؑ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور وہ یعنی ''قضاء'' اسم جامع ہے کیونکہ جن تمام چیزوں کے ذریعہ نبی کی مدح وثنا کی جائے چاہے وہ قرائت ہے یا فرائض اور علم ہو سب قضاوت میں داخل ہیں''۔

ہارون نے امامؑ سے مزید وضاحت طلب کی۔

تو امامؑ نے فرمایا: ''جس نے ہجرت نہیں کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو وارث نہیں بنایا اور نہ ہی ہجرت سے پہلے اس کے لئے ولایت ثابت ہے''۔

ہارون: آپؑ کے پاس کیا دلیل ہے؟

امامؑ نے دلیل کے طور پر میں خداوند عالم کا یہ قول پیش کیا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا

مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوا﴾۔(۱)

''اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کر کے ہجرت نہیں کی ان کی ولایت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک ہجرت نہ کریں''۔

بیشک ہمارے چچا عباس نے ہجرت نہیں کی تھی۔

ہارون کی تدبیر ناکام ہوگئی اور اس کی ناک بھویں چڑھ گئیں اور اس نے امام سے کہا: کیا آپ نے ہمارے کسی ایک دشمن کو یہ فتویٰ دیا ہے، یا فقہاء میں سے کسی ایک فقیہ کو اس سے باخبر کیا ہے؟

امامؑ: ''مجھ سے تیرے علاوہ کسی اور نے یہ سوال ہی نہیں کیا''۔

ہارون کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیوں آپؑ نے اہل سنت اور شیعوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرتے ہوئے یوں کہیں: یا بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حالانکہ آپ علیؑ کی اولاد ہیں، جبکہ انسان کو اس کے باپ سے منسوب کیا جاتا ہے، فاطمہ صلب ہیں اور نبی آپ کے نانا ہیں؟

امامؑ نے ہارون کی یہ بات اس واضح دلیل کے ذریعہ رد فرمائی: ''اگر نبی اکرم کو زندہ کیا جائے اور وہ تمہاری لڑکی سے شادی کرنا چاہیں تو کیا تم اس کو قبول کرلوگے؟''۔

ہارون: کیوں نہیں؟ بلکہ میں اس بات پر عرب اور عجم پر فخر کروں گا۔

امامؑ: ''لیکن نہ وہ مجھ سے مطالبہ کریں گے اور نہ میں ایسا کروں گا''۔

ہارون: کیوں؟

امامؑ: ''کیونکہ وہ میرے والد ہیں تیرے والد نہیں''۔

ہارون: مرحبا یا موسیٰ، آپؑ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں: نبیؐ کے کوئی فرزند نہیں تھا جبکہ نسل لڑکے سے چلتی ہے لڑکی سے نہیں، اور آپ نبی کی بیٹی کے فرزند ہیں؟

امامؑ: ''میرے رشتہ کا واسطہ مجھے معاف رکھ''۔

ہارون: نہیں، اے اولاد علیؑ اس سے متعلق آپؑ اپنی دلیل بیان کیجئے اور اے امام موسیٰ کاظمؑ آپؑ

۱۔ سورۂ انفال، آیت ۷۲۔

ان کے سردار ہیں، آپ اس زمانہ میں امام ہیں اور میں اس بارے میں آپؑ کو معاف نہیں کروں گا؟

امامؑ: ''کیا تیری اجازت ہے کہ میں جواب دوں؟''۔

ہارون: بیان فرمائیے۔

امامؑ: خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾۔(۱)

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق و یعقوب دیے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون قرار دیے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں زکریا، یحیٰ عیسیٰ اور الیاس کو قرار دیا اور وہ سب صالحین میں تھے''۔

اے حاکم! عیسیٰؑ کا باپ کون ہے؟

ہارون: عیسیٰؑ کا کوئی باپ نہیں ہے۔

امامؑ: ''خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو مریم کے ذریعہ انبیاء کی ذریت سے ملحق کیا اسی طرح ہم کو ہماری والدہ ماجدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ذریعہ نبی کی ذریت سے ملحق کیا''۔

ہارون نے اس سلسلہ میں امامؑ سے مزید دلیل کی خواہش کی۔

امامؑ نے فرمایا: ''خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(۲)

''پیغمبر علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں''۔

۱۔سورۂ انعام، آیت ۸۴۔۸۵۔

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۶۱۔

کوئی بھی یہ ادعا نہیں کرسکتا کہ نبی اکرمؐ نے چادر کے نیچے اور نصاریٰ سے مباہلہ کے وقت علی بن ابی طالب، فاطمہ علیہا السلام حسنؑ اور حسینؑ کے علاوہ کسی اور کو اپنے ساتھ لیا ہو''۔

ہارون کے پاس اور کوئی دلیل باقی نہ رہی چونکہ امام نے اس کی تمام دلیلوں کو رد فرما دیا۔(۱)

ہم اسی مقام پر آپؑ کے مناظروں کی بحث تمام کرتے ہیں اور ہم نے کچھ مناظرے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ'' کے پہلے حصہ میں بیان کردیے ہیں۔

آپؑ کے صفات و خصوصیات

کوئی بھی بلندی، شرف اور فضیلت ایسی نہیں ہے جو امام کاظمؑ کی ذات میں نہ پائی جاتی ہو ہم ذیل میں آپؑ کے بعض صفات کا تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ آپؑ کے علمی فیوضیات

راویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام کاظمؑ اپنے زمانہ کے اعلم تھے، آپؑ کا علم انبیاء اور اوصیا کی طرح الہامی تھا، اس مطلب پر شیعہ متکلمین نے متعدد دلیلیں بیان کی ہیں، خود آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام صادقؑ نے اپنے فرزند ارجمند کی علمی طاقت و قوت کی گواہی دیتے ہوئے یوں فرمایا ہے: ''تم میرے اس فرزند سے قرآن کے بارے میں جو بھی سوال کروگے وہ تمہیں اس کا یقینی جواب دے گا''۔

مزید فرمایا: ''حکمت، فہم، سخاوت، معرفت اور جن چیزوں کی لوگوں کو اپنے دین کے امر میں اختلاف کے وقت ضرورت ہوتی ہے ان کے پاس اُن سب کا علم ہے''۔(۲)

شیخ مفید فرماتے ہیں: ''لوگوں نے امام موسیٰ بن جعفرؑ سے بکثرت روایات نقل کی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے''۔(۳)

علماء نے آپؑ سے تمام علوم منقولہ اور عقلی علوم فلسفہ وغیرہ کی قسمیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ آپؑ دنیا کے راویوں کے مابین مشہور و معروف ہو گئے۔

۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر، جلد ۱، صفحہ ۲۶۱۔۲۶۵۔

۲۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر، جلد ۱، صفحہ ۱۳۸۔

۳۔ الارشاد، صفحہ ۲۷۳۔

۲۔ دنیا میں زہد

امام موسیٰ کاظمؑ نے رونق زندگانی سے منھ موڑ کر اللہ سے لو لگائی تھی، آپؑ اللہ سے نزدیک کرنے والا ہر عمل انجام دیا، ابراہیم بن عبد الحمید آپؑ کے زہد کے متعلق یوں رقمطراز ہیں: میں امامؑ کے گھر میں داخل ہوا تو آپؑ نماز میں مشغول تھے اور آپؑ کے گھر میں کھجور کی چٹائی، لٹکی ہوئی تلوار اور قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔(۱)

آپؑ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپؑ کا گھر بہت سادہ تھا حالانکہ دنیائے اسلام کے شیعوں کی طرف سے آپؑ کے پاس بہت زیادہ اموال اور حقوق شرعیہ اکٹھا کر کے لائے جاتے تھے، آپؑ ان سب کو فقیروں محتاجوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، آپؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابوذر سے بہت متاثر تھے اور ان کی سیرت اپنے اصحاب کے مابین یوں بیان فرماتے تھے: "خدا ابوذر پر رحم کرے، ان کا کہنا ہے: خداوند عالم مجھے جَو کی دو روٹی دینے کے بعد دنیا کو مجھ سے دور رکھے، ایک روٹی دوپہر کیلئے اور دوسری روٹی شام کیلئے اور مجھے دو چادریں دے جن میں سے ایک کو جنگ میں استعمال کروں اور دوسری ردا سے دوسرے امور انجام دوں"۔(۲)

فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں اسی طرح زاہدانہ زندگی بسر کی، دنیا کے زرق و برق سے اجتناب کیا اور اللہ کے اجر کی خاطر بذات خود ظلم و ستم برداشت کئے۔

۳۔ جود و سخا

آپؑ کی جود و سخاوت کی صفت کو مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، محروم اور فقیر آپؑ کے پاس آتے تو آپ اُن کے ساتھ نیکی اور احسان کرتے اور تھیلیوں کی دل کھول کر سخاوت کرتے، اس طرح کہ ان کے رشتہ داروں میں یہ مشہور ہو جاتا تھا: تعجب ہے جس کے پاس موسیٰ کی تھیلیاں آئیں پھر بھی وہ فقیری کی شکایت کرتا ہے"۔(۳)

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۵۔

۲۔ اصول کافی، جلد ۲، صفحہ ۱۳۴۔

۳۔ عمدۃ الطالب، صفحہ ۱۸۵۔

آپؑ رات کی تاریکی میں نکلتے اور فقیروں کو دو سو سے چار سو دینار تک (۱) کی تھیلیاں پہنچاتے تھے مدینہ کے غریبوں کی آپؑ کی نعمت، بخشش اور صلۂ رحم کی عادت ہوگئی تھی، ہم نے محتاجوں اور فقیروں کے اُن گروہوں کا تذکرہ اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ کاظمؑ'' کے پہلے حصہ میں کردیا ہے۔

۴۔ لوگوں کی حاجت روائی

امام موسیٰ کاظمؑ کی ذاتی صفت انتہائی شوق کے ساتھ لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنا تھی، آپؑ نے ہرگز کسی غمزدہ کا غم دور کرنے میں سستی نہیں کی، آپؑ اسی صفت کے ذریعہ مشہور و معروف ہوئے، ضرورتمند آپؑ کے پاس آتے، آپؑ سے فریاد کرتے اور آپؑ اُن کی ضرورتوں کو پورا کرتے، اُن ہی لوگوں میں شہر رے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حکومت کا بہت زیادہ مقروض تھا، اُس نے حاکم شہر کے بارے میں سوال کیا تو اُس کو بتایا گیا کہ وہ شیعہ ہے وہ یثرب پہنچا اور امامؑ کے جوار و پڑوس میں رہنے لگا، امامؑ نے اس کیلئے حاکم شہر کے نام ایک خط میں یوں تحریر فرمایا: ''جان لو! بیشک اللہ کیلئے اس کے عرش کے نیچے ایک سایہ ہے، اس میں کوئی نہیں رہتا مگر یہ کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ حُسن سلوک اور نیکی کرے، یا مصیبت میں اس کے کام آئے یا اس کو خوش کرے اور یہ تمہارا بھائی ہے''۔ والسلام

وہ شخص امامؑ کا خط لیکر حاکم کے پاس پہنچا جب اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک نوکر باہر آیا اور اس نے پوچھا: تم کون ہو؟

میں صابر امام موسیٰ کاظمؑ کا قاصد ہوں۔

نوکر نے جلدی سے حاکم تک یہ خبر پہنچائی تو وہ ننگے پیر باہر نکل آیا اور اس نے بڑی بے چینی کے ساتھ اس سے امام کے حالات دریافت کئے، اور اس شخص کا بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ استقبال کیا جب اس کو امامؑ کا خط دیا تو اس نے خط کو چوما، جب اُس نے وہ خط پڑھا تو اس میں اُس شخص کے تمام اموال کو معاف کرنے کی درخواست کی گئی تھی، حاکم نے سب اس کو دیدئے اور جس کی کوئی تقسیم نہیں کی جاسکتی تھی اس کی قیمت ادا کی، حاکم نے بڑی نرمی سے کہا: اے میرے بھائی کیا تم خوش ہو؟

۱۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۲۸۔ کنز اللغۃ، صفحہ ۷۶۶۔

ہاں، خدا کی قسم میں بہت زیادہ خوش ہوں۔

پھر وہ رجسٹر منگایا جس میں اُس شخص کے قرضے لکھے ہوئے تھے، اور اُن سب پر قلم پھیر دیا اس کو بری الذمہ قرار دیدیا، وہ وہاں سے اُس حالت میں نکلا کہ اُس کا دل خوشی سے لبریز تھا اور اس نے اپنے وطن کی راہ لی، پھر وہاں سے مدینہ پہنچا، امامؑ کو حاکم کے لطف و کرم و مہربانی کی خبر دی، امام بہت مسرور ہوئے، اُس شخص نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے مولا کیا آپؑ اس سے خوش ہیں؟

''ہاں خدا کی قسم اس نے مجھے اور امیر المومنینؑ کو خوش کر دیا، خدا کی قسم اُس نے میرے جد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کر دیا اور خدا کو خوش کر دیا''۔ (۱)

آپؑ اس واقعہ سے مشہور و معروف ہوگئے اور آپؑ کے شیعوں کے درمیان یہ فتویٰ شائع ہوگیا: ''حاکم کے عمل کا کفارہ بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے''۔

۵۔ اللہ کی اطاعت اور عبادت

آپؑ اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ عبادت گذار تھے یہاں تک کہ آپؑ کو عبد صالح اور مجتہدین کی زینت کے لقب سے یاد کیا جانے لگا، کسی شخص کو آپؑ کی طرح عبادت کرتے نہیں دیکھا گیا، راویوں کا کہنا ہے: جب آپؑ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے اور اللہ کے خوف سے آپ کا دل مضطرب و پریشان ہو جاتا۔

آپؑ کی عبادت کے چند نمونے یہ ہیں کہ جب آپؑ مسجد میں رات کے پہلے حصہ میں داخل ہوتے تو ایک سجدہ بجالاتے جس میں بڑے ہی غمگین انداز میں یہ کہتے: ''میرے گناہ بڑے ہوگئے ہیں تو تیری عفو بھی اچھی ہوگی اے تقویٰ اور مغفرت والے خدا''، اور آپ صبح تک اللہ سے توبہ اور خشوع والے یہی کلمات ادا کرتے رہتے۔ (۲)

آپؑ نماز شب پڑھتے اور اس کو صبح کی نماز تک طول دیتے، اس کے بعد نماز صبح بجالاتے، پھر سورج طلوع ہونے تک تعقیبات نماز پڑھتے، اس کے بعد سجدے میں چلے جاتے اور زوال آفتاب کے

۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۱-۱۶۲۔

۲۔ وفیات الاعیان، جلد ۴، صفحہ ۹۳۔ کنز اللغۃ، صفحہ ۷۶۶۔

قریب تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔(۱)

شیبانی سے روایت ہے: میں دس سے کچھ زیادہ دن تک امام موسیٰ کاظمؑ کی مصاحبت میں تھا آپؑ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب (۲) تک سجدہ کرتے تھے۔ جب ہارون نے آپ کو ربیع کے قید خانہ میں ڈالا تو وہ ملعون اطلاع کیلئے اپنے محل کے اوپر سے امامؑ کو دیکھتا تھا اور اس کو امام وہاں نظر نہیں آتے تھے، اس کو صرف ایک مخصوص مقام پر ایک پڑا ہوا کپڑا نظر آتا تھا جو اپنی جگہ سے بالکل ہلتا نہیں تھا۔ ہارون نے ربیع سے کہا: وہ کیا کپڑا ہے جس کو میں ہر دن ایک خاص مقام پر پڑا ہوا دیکھتا ہوں؟

ربیع نے جلدی سے کہا: اے امیر المومنین وہ کپڑا نہیں ہے وہ امام موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو ہر دن طلوع آفتاب سے لیکر زوال آفتاب تک سجدہ کرتے ہیں۔

ہارون متعجب ہوا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: آگاہ ہو جاؤ یہ بنی ہاشم کے زاہدوں میں سے ہیں۔

ربیع نے ہارون سے مخاطب ہو کر کہا: اے بادشاہ! تو نے امام کو کیوں قید میں ڈالا ہے؟

ہارون نے اس کی طرف سے منھ موڑتے ہوئے کہا: امام کو قید میں ڈالنا ضروری تھا۔

سندی بن شاہک کی بہن سے وارد ہوا ہے کہ جب امام اس کے بھائی کے قید خانہ میں تھے تو اس کا کہنا ہے: یہ یعنی امام موسیٰ کاظمؑ جب نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے تو رات ڈھلنے تک خدا کی حمد و ثنا و تمجید اور اس سے دعا کرتے اس کے بعد طلوع فجر تک قیام و نماز میں مشغول رہتے، پھر صبح کی نماز ادا فرماتے، اس کے بعد طلوع آفتاب تک خدا کا ذکر فرماتے، پھر چاشت کے وقت تک بیٹھتے، اس کے بعد سو جاتے، اور زوال سے پہلے بیدار ہو جاتے، اس کے بعد وضو کر کے نماز ظہر و عصر بجالاتے، اس کے بعد ذکر خدا کرتے یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آجاتا تو آپؑ نماز مغرب بجالاتے اس کے بعد نماز مغرب و عشاء کے مابین نماز ادا کرتے اور داعی اجل کو لبیک کہنے تک آپؑ کا یہی طریقہ کار تھا۔(۳)

۱۔ کشف الغمہ صفحہ ۲۷۶۔

۲۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۰۔

۳۔ تاریخ ابوالفداء، جلد ۲، صفحہ ۱۲۔

کثرت جود کی بنا پر آپؑ کے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے اور آپ کا ایک غلام تھا جو آپؑ کی پیشانی اور ناک کے اوپر سے گھٹے کا گوشت کاٹتا تھا اسی سلسلہ میں بعض شاعروں نے یوں کہا ہے:

طَالَتْ لِطُوْلِ سُجُوْدِهِ ثَفَنَاتُهُ   إِذْ أَقْرَحَتْ لِجَبِيْنِهِ الْعِرْنِيْنَا

فَرَأَىٰ فَرَاغَةَ سِجْنِهِ أُمْنِيَّةً   نِعْمَةً مَشْكُوْرَةً فِيْنَا (۱)

''کثرت جود کی وجہ سے آپؑ کے اعضاء سجدہ پر بیشار گھٹے پڑ گئے تھے۔ اسی لئے آپؑ نے قید خانہ کی فراغت کو اپنے لئے آرزو قرار دیا یہ قید خانہ آپؑ کیلئے نعمت ثابت ہوا''۔

یہ آپؑ کی عبادت کے چند نمونے تھے جو آپؑ کے آباء واجداد کی عبادت کی حکایت کرتے ہیں جنھوں نے مخلص طور پر خداوند عالم سے تو بہ کی، اور ہم نے امام کاظمؑ کی عبادت کے متعلق تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''حیاۃ الامام موسیٰ کاظمؑ'' میں ذکر کر دیا ہے۔

۲۔ حلم اور غصہ کو پی جانا

امام موسیٰ کاظمؑ کے نمایاں صفات میں سے ایک صفت حلم اور غصہ کو پی جانا تھی، جو شخص آپؑ سے برائی سے پیش آتا اس کو معاف کر دیتے، جو آپؑ کے ساتھ تجاوز کرتا اس سے خوشروئی سے ملتے، آپؑ تجاوز کرنے والوں کے ساتھ بھی احسان کرتے کہ آپؑ ان کے اندر سے انانیت اور شر کا قلع وقمع کر دیتے تھے، مورخین نے آپؑ کے عظیم حلم کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ عمر بن خطاب کی نسل میں سے ایک شخص امام کو بہت زیادہ برا بھلا کہتا اور آپؑ پر بے انتہا سب وشتم کرتا تھا، امامؑ کے بعض شیعوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور قتل کئے بغیر اس کا حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا، آپؑ نے اس کے رہنے کی جگہ معلوم کی تو آپؑ کو بتایا گیا: مدینہ کے اطراف میں اس کا کھیت ہے امامؑ اپنی سواری پر بیٹھ کر نا آشنا طور پر اس کے مزرعہ (کھیت) پر پہنچ گئے تو اس کو وہیں پر موجود پایا جب آپؑ اس کے نزدیک پہنچے تو اس عمری نے آپؑ کو پہچان لیا اور آگ ببولا ہو گیا کیونکہ امامؑ کے گدھے نے

۱۔ انوار البہیہ، صفحہ ۹۳۔

اس کی زراعت کو نقصان پہنچادیا تھا، امامؑ نے اس سے نرمی سے گفتگو کرنا شروع کی اور اس سے فرمایا: ''تمہارا اس میں کتنا نقصان ہوا ہے؟''۔

اس نے کہا: سو دینار . . .

''تم اس سے کتنے منافع کی امید رکھتے تھے؟''۔

اس نے کہا: میں علم غیب نہیں رکھتا یعنی نہیں جانتا۔

امامؑ نے فرمایا: ''میں یہ سوال کر رہا ہوں کہ تجھے تقریباً اس سے کتنا منافع ہوتا؟''۔

اس نے کہا: تقریباً دو سو دینار۔

امامؑ نے اس کو تین سو دینار دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ تمہاری اس زراعت کا ہرجانا ہے''۔

عمری امامؑ کے حق میں زیادتی کرنے سے شرمندہ ہو گیا اور وہ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑ کر گیا، جب امامؑ وہاں تشریف لائے تو اس نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا: خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے . . .

عمری کے دوستوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اس تبدیلی کے سلسلہ میں گفتگو کرنے لگے، اس نے امامؑ کی بلند عظمت کے سلسلہ میں جواب دیا امامؑ نے اس کے دوستوں و ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''کیا تمہارا ارادہ بہتر تھا یا جو ارادہ میں نے کیا''۔(۱)

آپؑ کے حلم کا ہی واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ اپنے دشمنوں کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جس میں ابن ھیاج بھی تھا، اس نے اپنے ایک ساتھی کو ایسا کرنے کیلئے ابھارا کہ وہ امامؑ کے مرکب کی لگام پکڑ کر یہ ادعا کرے کہ یہ مرکب میرا ہے تو وہ شخص امامؑ کے مرکب کے پاس آیا اور اس نے آپؑ کے مرکب کی لگام پکڑ کر یہ ادعا کیا کہ یہ مرکب میرا ہے امامؑ مرکب سے نیچے تشریف لائے اور وہ مرکب اسی کو عطا کر دیا۔(۲)

امام کاظمؑ اپنی اولاد کو زیور حلم سے آراستہ ہونے کی یوں سفارش کرتے تھے: ''اے میرے بیٹے،

۱۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۲۸۔۲۹۔ کشف الغمہ، صفحہ ۲۴۷۔

۲۔ حیاۃ الامام موسیٰ کاظمؑ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۷۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جس نے اسے یاد رکھا اُس نے فائدہ اٹھایا، جب کوئی گفتگو کرے اور وہ تمہارے دائیں کان پر گراں گذر رہی ہو تو تم اسے بائیں کان کے حوالہ کردو تو میں اس سے تمہارے لئے معذرت خواہ ہوں اور فرمایا: میں اس کا عذر قبول کرنے کے سلسلہ میں ہرگز کچھ نہیں کہتا"۔(۱)

یہ وصیت امامؑ کے حلم، وسیع اخلاق اور بلند و بالا صفات کی عکاسی کر رہی ہے۔

۷۔مکارم اخلاق

اسلام مکارم اخلاق لے کر آیا ہے، اور اس نے اپنے نورانی پیغام میں مکارم اخلاق کو ایک بنیادی و معتبر قانون قرار دیا ہے رسول اسلام ﷺ کا فرمان ہے: "اِنّي بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" "میں مکارم اخلاق کو تمام کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں"، رسول اسلام ﷺ انسانیت کریمہ کے لئے بلند اخلاق پر فائز تھے، اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ائمہ ہُدیٰ نے معالم اخلاق اور محاسن اعمال کی تاسیس میں بلند کردار ادا کیا اُنھوں نے اپنے اصحاب کیلئے بہترین نقوش چھوڑے۔

امامؑ ان بہترین صفات کی طرف ہمیشہ متوجہ رہے اور اپنے اصحاب کو ان بہترین صفات کے زیور سے آراستہ کیا تاکہ وہ معاشرہ کے لئے بہترین ہادی و پیشوا قرار پائیں، ہم اس سلسلہ میں آپؑ سے منقول چند چیزیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

سخاوت اور حُسن خلق

امامؑ نے اپنے اصحاب کو سخاوت اور حُسنِ خُلق کے زیور سے آراستہ ہونے کی ترغیب دلائی چنانچہ امامؑ فرماتے ہیں:

"حُسن خلق والا شخص خدا کے جوار میں ہے، خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا، اور اللہ نے نبی کو سخی بنا کر مبعوث کیا ہے، اور میرے والد بزرگوار نے ہمیشہ مجھے سخاوت اور حُسن خلق کی سفارش فرمائی ہے"۔

۱۔فصول مہمہ، صفحہ ۲۲۔

صبر

امامؑ اپنے اصحاب کو خطرناک حادثوں میں بھی صبر کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آہ وفغاں کرنے سے وہ اجر ختم ہو جاتا ہے جس کا خداوند عالم نے صابرین سے وعدہ کیا ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں:

''المصیبةُ لاتکون مصیبة یستوجبُ صاحبھا أجرَھا اِلّا بالصبر و الاسترجاع عند الصدمةِ''۔

''صاحب مصیبت، مصیبت پر اسی وقت اجر کا مستحق ہوتا ہے جب وہ مصیبت پر صبر کرے اور صدمہ کے وقت کلمہ استرجاع'' اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ''بھی کہے''۔

آپؑ ہی کا فرفرمان ہے: ''اِنَّ الصبرَ علیٰ البلاءِ اَفْضَلُ مِنَ الْعَافِیَةِ عِنْدَ الرَّخاءِ''۔

''مصیبت پر صبر کرنا آسانی کے وقت عافیت سے افضل ہے''۔

صمت ووقار

آپؑ اپنے اصحاب کو صمت ووقار کی تاکید کرتے اور اس کے فائدے بیان کرتے: ''صمت ووقار حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے، صمت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ ہر خیر و بھلائی کی دلیل ہے''۔

عفو اور اصلاح

آپؑ اپنے اصحاب سے فرماتے جو شخص تمہارے ساتھ برائی کرے اس کو معاف کردو، اسی طرح آپؑ اپنے اصحاب کو لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کی ترغیب دلاتے، ان کے سامنے محسنین اور مصلحین کی عاقبت وانجام بیان فرماتے اور اللہ کے نزدیک اُن کا اجر یوں بیان فرماتے تھے: ''قیامت کے دن ایک منادی ندا دیگا جس کا اللہ پر اجر ہے وہ کھڑا ہو جائے تو عفو و درگذر اور اصلاح کرنے والوں کے علاوہ کوئی اور کھڑا نہیں ہوگا''۔

قول خیر

آپؑ اپنے اصحاب کو نیک گفتگو کرنے اور لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی سفارش فرماتے تھے

آپؑ نے ابوالفضل بن یونس سے فرمایا: ''خیر کی تبلیغ کرو، اچھی بات کہو اور امّعہ نہ بنو''۔(۱)

سوال کیا گیا: امّعہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''یہ نہ کہو کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں اور میں لوگوں میں سے ایک شخص کے مانند ہوں، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اے لوگو! یہ دونوں بلند و بالا اور روشن راستے ہیں ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا راستہ، تمہارے لئے شر کا راستہ خیر کے راستہ سے زیادہ محبوب نہ ہو''۔

شکر نعمت

آپؑ نے اپنے اصحاب کو اللہ کی نعمت اور اس کے شکر کے اظہار کرنے کی تاکید فرمائی: ''اللہ کی نعمتوں کے بارے میں گفتگو کرنا شکر ہے اور ان کو یاد نہ کرنا کفر ہے، تم نعمتوں سے خدا کا شکر کر کے اپنے پروردگار سے رابطہ رکھو، اپنے اموال کو زکوۃ کے ذریعہ محفوظ رکھو، دعا کے ذریعہ بلا و مصیبت کو دور کرو، دعا بلاؤں کو دور کرنے کے لئے سپر ہے اور اس سے انسان محکم و مضبوط ہوتا ہے ...''۔

۸۔ آپؑ کے زرین اقوال

امامؑ کے متعدد حکیمانہ اقوال ہیں جن میں آپؑ نے اخلاقی اور معاشرتی طریقے بیان فرمائے ہیں ہم ذیل میں آپؑ کے چند اقوال بیان کر رہے ہیں:

۱۔ امام کاظمؑ فرماتے ہیں: ''تم بہترین صدقہ کے ذریعہ کمزوروں کی مدد کرو''۔

۲۔ امام کاظمؑ فرماتے ہیں: مومن پہاڑ سے بھی زیادہ عزیز ہے، پہاڑ بیلچہ وغیرہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور مومن کا دین کسی چیز سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا''۔

۳۔ آپؑ نے محمد بن فضل سے فرمایا: ''**یامحمد کذِّب سمعک وبصرک عن اخیک وان شهد عندک خمسون قسامة، وقال لک قولا فصدِّقه و کذّبهم ، ولا تذیعنَّ شیئاً یُشینُهُ**''۔

''اے محمد تم اپنے بھائی کے بارے میں اپنی قوت سماعت اور بصارت کی تکذیب کرو اگر چہ

---

۱. الامع اور الامعہ (کسرہ و تشدید کے ساتھ)، کہا گیا ہے: اس کی اصل یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

تمہارے سامنے پچاس اچھے افراد ہی کیوں نہ گواہی دیں، اور تمہارے سامنے اس کی تصدیق کے لئے کہیں اور تکذیب کریں اور تم اس کے متعلق کوئی بری بات شائع نہ کرو"۔

۴۔ امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: "معرفت کے بعد سب سے افضل عبادت انتظار فرج ہے"۔

۵۔ امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: "مومن ترازو کے پلڑوں کے مانند ہے جتنا اس کا ایمان بڑھتا جائے گا اتنی ہی اس کی آزمائش کے لئے اس کی مصیبتیں اور بلائیں زیادہ ہوتی جائیں گی"۔

۶۔ امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: "امانت ادا کرنا اور سچ بولنا رزق کے سبب ہیں اور خیانت وجھوٹ بولنا فقر و نفاق کے سبب ہیں"۔

۷۔ امامؑ کاظمؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ایسے گناہوں کے بارے میں گفتگو کریں جن کو وہ انجام نہیں دیتے ہیں خداوند عالم اُن کیلئے ایسی مصیبتیں ایجاد کرے گا جن کو وہ شمار نہیں کر سکتے ہیں"۔ (۱)

امامؑ ہارون کے قید خانہ میں

جب امامؑ کے فضل و علم اور مکارم اخلاق مشہور ہو گئے اور ہر طرف آپؑ کے متعلق گفتگو ہونے لگی تو ہارون کو یہ بہت گراں گزرا کیونکہ وہ علویوں سے بہت زیادہ کینہ رکھتا تھا، اس نے مشاہدہ کیا کہ علوی امام موسیٰ کاظمؑ کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں ہارون اس وقت مدینہ میں تھا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور یہ کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ فدا ہو جائیں میں اپنے ارادہ پر آپؐ سے معذرت چاہتا ہوں، میں موسیٰ بن جعفر کو قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں آپؐ کی امت میں فساد برپا ہو جائے اور اُن میں خون خرابہ ہو۔ (۲)

اس نے ایک سپاہی امام کو گرفتار کرنے کیلئے روانہ کیا جب وہ امامؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ اپنے جد بزرگوار کی قبر کے پاس نماز پڑھنے میں مشغول تھے تو آپؑ نے نماز تمام کرنے کے بعد رسولؐ اللہ سے یوں شکایت کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے اس کی شکایت کرتا ہوں ..."۔ (۳)

۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ کاظمؑ، جلد ۱، صفحہ ۲۷۵۔ ۲۷۹۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۷، صفحہ ۱۹۶۔

۳۔ مناقب، جلد ۲، صفحہ ۳۸۵۔

امامؑ کو بڑی ذلت وخواری کے ساتھ گرفتار کر کے ہارون کے پاس لایا گیا جب آپؑ اس کے سامنے پہنچے تو اُس نے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا اور آپؑ کو ۲۰ شوال ۱۷۹ ھ میں قید کیا گیا۔(۱)

بصرہ کے قید خانہ میں

اس طاغوت نے امامؑ کو بصرہ منتقل کرنے کیلئے کہا اور بصرہ کے گورنر عیسیٰ بن ابو جعفر کو قید کرنے کا حکم دیا تو آپؑ کو ایک گھر میں قید کر دیا اور اس قید خانہ کے دروازے بند کر دئے گئے اور ان دروازوں کو صرف دو حالتوں میں کھولا جاتا تھا ایک طہارت کیلئے اور دوسرے کھانا دینے کیلئے۔(۲)

آپؑ کا عبادت میں مشغول رہنا

امامؑ خداوند عالم کی عبادت میں مشغول رہتے تھے دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے، آپؑ نے قید خانہ میں کوئی جزع وفزع نہیں کی، آپؑ نے اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا اللہ کی نعمت جانا، آپؑ اس پر اللہ کا اس طرح شکر ادا کرتے تھے: ''خدایا! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا تھا کہ مجھے اپنی عبادت کا کوموقع فراہم کر، خدایا! تو نے ایسا کر دیا لہٰذا تیرے لئے ہی حمد وثنا ہے...(۳)

عیسیٰ کو امامؑ کو قتل کرنے کے لئے روانہ کرنا

ہارون سرکش نے بصرہ کے گورنر عیسیٰ کو امامؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو یہ بات بہت گراں گذری، اس نے اپنے حوالیوں وموالیوں کو بلا کر اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو اُن سب نے اُس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور اُس نے ہارون کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ مجھے ایسا کرنے سے معاف کیجئے جس کا مضمون کچھ یوں ہے: موسیٰ بن جعفر ایک طولانی مدت سے میرے قید خانہ میں ہیں اور میں تجھ کو اُن کے حالات سے آگاہ کرتا رہا ہوں، اور میری آنکھوں نے اس طویل مدت میں امامؑ کو عبادت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا، اور جو کچھ امامؑ اپنی دعا میں کہتے تھے وہ بھی سنا ہے، انھوں نے کبھی بھی میرے اور تیرے

۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ کاظم، جلد۲، صفحہ ۴۶۵۔

۲۔ حیاۃ الامام موسیٰ کاظم، جلد۲، صفحہ ۴۶۶۔

۳۔ مناقب، جلد۳، صفحہ ۲۷۹۔

خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی کبھی برائی کے ساتھ یاد کیا ہے، وہ ہمیشہ اپنے نفس کیلئے مغفرت ورحمت کی دعا کرتے تھے آپ جس کو چاہیں میں ان کو اس کے حوالے کردوں یا ان کو چھوڑ دوں میں ان کو قید کرنے سے پریشان ہوگیا ہوں۔(۱)

امامؑ کو فضل کے قید خانہ میں بھیجنا

ہارون رشید نے عیسیٰ کو بلا کر کہا کہ امامؑ کو بغداد میں فضل بن ربیع کے قید خانہ میں منتقل کردیا جائے جب امام وہاں پہنچے تو اُس نے آپؑ کو اپنے گھر میں قید کردیا امامؑ عبادت میں مشغول ہوگئے آپؑ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے، فضل امامؑ کی عبادت کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ اپنے اصحاب سے امامؑ کے ذریعہ اللہ کی عظیم اطاعت کے بارے میں باتیں کرتا، عبداللہ قزوینی (جو شیعہ تھے) سے روایت ہے: ابن ربیع فضل کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اُس نے مجھ سے کہا: میرے قریب آؤ میں اُس کے ایک دم قریب ہوگیا تو اُس نے مجھ سے کہا: گھر میں دیکھو۔

جب عبداللہ نے گھر میں دیکھا تو اس سے فضل نے کہا: تم گھر کے اندر کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: میں ایک لپٹا ہوا کپڑا پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں ...

صحیح طریقہ سے دیکھو...

تو میں نے ایک شخص کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا...

کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟

نہیں ...

یہ تمہارے مولا و آقا ہیں۔

میرے مولا کون؟

تم میرے سامنے لاعلمی کا اظہار کیوں کر رہے ہو!

میں لاعلمی کا اظہار نہیں کر رہا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے مولا کون ہیں؟

یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ ہیں ..

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد۳، صفحہ ۲۵۔

پھر فضل عبداللہ سے امامؑ کی عبادت کے متعلق یوں بیان کرنے لگا: میں نے رات دن میں کوئی ایسا وقت نہیں دیکھا، میں نے امام کو اُس حالت میں نہ دیکھا ہو جس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے، امام صبح تک نمازیں پڑھتے رہتے ہیں، نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک دعائیں پڑھتے ہیں، اس کے بعد زوال آفتاب تک سجدہ میں رہتے ہیں زوال کے وقت کوئی اُن کو آ کر بتاتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کب غلام اُن کو آ کر کہتا ہے: زوال کا وقت ہو گیا ہے، جب وہ سجدہ سے اٹھتے ہیں تو تجدید وضو کے بغیر پھر نماز پڑھنے لگتے ہیں... اور میں جانتا ہوں کہ وہ سجدوں میں ہرگز نہیں سوتے، نہ ہی آپؑ پر غفلت طاری ہوتی ہے اور نماز عصر تک آپؑ اسی طرح رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد آپؑ سجدہ کرتے ہیں اور سورج کے غروب ہونے تک سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں، جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آپ سجدہ سے اٹھتے ہیں اور کسی حدث کے صادر ہوئے بغیر نماز مغرب بجالاتے ہیں آپ ہمیشہ نماز عشاء تک نماز اور تعقیباتِ نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد نماز عشاء بجالاتے اور نماز عشا پڑھنے کے بعد آپؑ کچھ تناول فرماتے، اس کے بعد تجدید وضو کرتے پھر سجدہ میں چلے جاتے اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے تو کچھ دیر کیلئے سو جاتے، اس کے بعد اٹھ کر تجدید وضو کرتے اور طلوع فجر تک نماز پڑھتے اس کے بعد نماز صبح بجالاتے تھے .... جب سے میرے پاس ہیں اُن کا یہی طریقہ ہے...

جب عبداللہ نے فضل کو امام کا یہ اکرام و تکریم کرتے دیکھا تو اس کو امامؑ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرنے کی یوں تاکید کرنے لگا: اللہ کا تقویٰ اختیار کر، اور اس سلسلہ میں کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے تیری نعمت زائل ہو جائے، اور جان لے! کسی نے کسی کیلئے کوئی برائی نہیں کی مگر یہ کہ اس کی نعمت زائل ہو گئی۔

فضل نے کہا: مجھے کئی مرتبہ آپؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا لیکن میں نے قبول نہیں کیا، اور تم جانتے ہو کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اگر مجھے قتل بھی کر دیا جائے تو بھی جو انھوں نے مجھ سے کہا وہ انجام نہیں دوں گا... (۱)

۱۔ عیون اخبار الرضا، جلد ۱، صفحہ ۹۸۔۹۹۔

امامؑ کا ملول ورنجیدہ ہونا

امامؑ قید خانہ میں ایک طویل مدت تک رہنے کی وجہ سے ملول و رنجیدہ ہو گئے، اور آپؑ نے خدا سے ہارون کے قید خانہ سے نجات عطا کرنے کی التجا کی، آپؑ نے رات کی تاریکی میں چار رکعت نماز ادا کی اور خدا سے یہ دعا کی: ''اے میرے سید و آقا! مجھے ہارون کے قید خانہ سے نجات دے، اس کے قبضہ سے مجھے چھٹکارا دے، اے ریت اور مٹی سے درخت کو اُگانے والے، اے لوہے اور پتھر سے آگ نکالنے والے، اے گوبر اور خون سے دودھ پیدا کرنے والے، اے مشیمہ (رحم میں بچہ کی جھلی) اور رحم سے بچہ پیدا کرنے والے، اے احشاء اور امعاء سے روح کو نکالنے والے مجھے ہارون کے ہاتھ سے نجات دلا دے...''۔(۱)

اللہ نے اپنے ولی کی دعا کو مستجاب کرلیا اور آپؑ کو باغی ہارون کے قید خانہ سے اس خواب کے ذریعہ رہائی دلائی جو اس نے دیکھا تھا۔

امامؑ کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ میں بھیجنا

ہارون نے امامؑ کو دوسری مرتبہ گرفتار کر کے فضل بن یحییٰ کے قید خانہ میں ڈال دیا، فضل نے امامؑ کی بہت ہی خاطر و مدارات کی جس کا آپؑ نے بقیہ دوسرے قید خانوں میں مشاہدہ نہیں کیا تھا، ہارون کے ایک جاسوس نے فضل کے ذریعہ امام کی خاطر و مدارات کی خبر ہارون کو دی، جس کو سُن کر ہارون طیش میں آ گیا، اس نے فضل کو وہاں سے ہٹا کر سو تازیانے لگانے کی خاطر ایک سپاہی روانہ کیا اور جس وقت وہ تازیانے لگانے لگا اس وقت ہارون رشید، اپنے محل میں تھا وہیں پر وزراء، لشکر کے سردار اور لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا، رشید نے بلند آواز میں کہا: لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری اور میرے امر کی مخالفت کی ہے لہٰذا میں اس کو لعنت کا مستحق سمجھتا ہوں اس لئے تم سب اُس پر لعنت کرو...

چاروں طرف سے مجمع سے فضل پر لعنت و سب وشتم کی آوازیں بلند ہونے لگیں، وہاں پر یحییٰ بن خالد بھی موجود تھا جو جلدی سے رشید کے پاس پہنچا اور اُس نے یہ کہکر اس کو خوش کیا: اے امیر المومنین فضل سے ایک چیز صادر ہو گئی ہے اور اُس کے لئے تو میں ہی کافی ہوں...

۱۔ مناقب جلد ۲ صفحہ ۳۷۰۔

ہارون رشید خوش ہو گیا، اس کا غصہ دور ہو گیا اور اُس نے یہ کہکر اپنی خوشی کا اظہار کیا: فضل نے ایک امر میں میری مخالفت کی تو میں نے اس پر لعنت کر دی ہے اور اس نے توبہ کر لی تو ہم نے بھی اس کی توبہ قبول کر لی ہے لہٰذا تم سب جاؤ۔

ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی وہ لوگ ہارون کی اس متضاد اور دوہری سیاست کی اطاعت اور تائید کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے امیر المومنین!، ہم اس سے محبت کرتے ہیں جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(۱)

امامؑ، سندی کے قید خانہ میں

رشید نے امامؑ کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ سے سندی بن شاہک کے قید خانہ میں منتقل کرنے کا حکم دیا، وہ مجوسی اور بہت خبیث جلاّد تھا، نہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ ہی روز قیامت کو مانتا تھا، اس نے امامؑ پر بے انتہا سختی کی یہاں تک کہ امامؑ کو زہر دیدیا، جو آپؑ کے پورے بدن میں سرایت کر گیا، امامؑ درد والم سے کراہنے لگے یہاں تک آپؑ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا، آپؑ کی شہادت سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا، آخرت آپؑ کے نور سے منور ہو گئی، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ امامؑ پر زمانہ کے اُس سرکش ہارون کی طرف سے مصائب و آلام کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹے، ہارون خاندان نبوت سے بہت زیادہ کینہ وحسد رکھتا تھا اور اُن کا دشمن تھا۔

امامؑ کی شہادت کے بعد سرکاری انتظامیہ ہارون کو امامؑ کے قتل سے بری الذمہ قرار دینے کیلئے آپؑ کی شہادت کے اسباب کے سلسلہ میں تفتیش کرنے لگی، عمرو بن واقد سے روایت ہے کہ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد سندی بن شاہک کا میرے پاس خط پہنچا اس وقت میں بغداد میں تھا، میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ میرے ساتھ کوئی برا قصد تو نہیں رکھتا ہے، میں نے اپنے اہل وعیال کو یہ سب دیکھ کر وصیت کی اور کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، پھر میں سوار ہو کر اس کے پاس پہنچا، جب اُس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے کہنے لگا: اے ابو حفص شاید آپ ہم سے گھبرا گئے ہیں؟

۱۔ مقاتل الطالبین، صفحہ ۵۰۳-۵۰۴۔

ہاں...

گھبراؤ نہیں، خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے...

میرے اہل وعیال کے پاس ایک قاصد بھیج دے تا کہ وہ جا کر انھیں بتائے کہ کوئی بات نہیں ہے۔

ہاں...

جب وہ مطمئن ہوگیا تو سندی نے اُس سے کہا: اے ابوحفص! کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمھیں یہاں کیوں بلا بھیجا ہے؟

نہیں۔

کیا تم موسیٰ بن جعفر کو جانتے ہو؟

ہاں میں انھیں پہچانتا ہوں اور کچھ زمانہ سے میری اور اُن کی دوستی ہے...

کیا بغداد میں کوئی یہ قبول کرلے گا کہ تم انھیں جانتے ہو؟

ہاں...

پھر اُس نے اُن لوگوں کے نام بتائے جو امام کو جانتے تھے، سندی نے ان سب کو بلا بھیجا جب وہ آگئے تو اس نے اُن سے کہا: کیا تم کسی ایسی قوم کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفر کو پہچانتی ہے؟ تو انھوں نے اُس قوم کے نام بتائے جو امام موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتی تھی تو اُس قوم کو بھی بلایا گیا یہاں تک کہ پوری رات گذر گئی اور نور کا تڑکا ظاہر ہوا تو اس کے پاس پچاس سے زیادہ شاہد جمع ہو چکے تھے اُس نے منشی سے اُن سب کے نام، پتے، کام اور خصوصیات لکھوائے، پھر وہ وہاں سے نکلا کچھ افراد اُس کے ساتھ ساتھ تھے تو اس نے عمرو بن واقد سے کہا: اے ابوحفص کھڑے ہو جاؤ اور موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔

عمرو نے کھڑے ہو کر آپؑ کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپؑ کی روح پرواز کر گئی ہے، اس وقت سندی نے اس جماعت سے مخاطب ہو کر کہا: اِن کی طرف دیکھو، وہ اُن کے قریب ہوا اور اُن سے کہا: تم گواہ رہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں؟

ان لوگوں نے کہا: ہاں...

پھر اُس نے اپنے غلام کو امامؑ کے جسم سے لباس اُتارنے کا حکم دیا، غلام نے ایسا ہی کیا، پھر اُس

نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تم ان کے جسم پر کوئی ضرب کا نشان دیکھ رہے ہو؟

نہیں ...

پھر اُن کی گواہی لکھی اور وہ سب پلٹ گئے،(۱) اس کے بعد اس نے فقہا اور بڑی بڑی شخصیتوں کو بلا کر امام موسیٰ بن جعفرؑ کے قتل سے ہارون کے بری الذمہ ہونے کی گواہی دلوائی۔

امامؑ کی نعش مبارک بغداد کے پُل پر

امامؑ کی نعش مبارک بغداد کے پُل پر رکھ دی گئی تا کہ دور و نزدیک والے سب دیکھ لیں جب گزرنے والوں کی بھیڑ ہٹی تو امامؑ کا روئے مبارک ظاہر ہوا، ایسا کرنے سے حکومت کا مقصد امامؑ کی اہانت اور شیعوں کو ذلیل و رسوا کرنا تھا، بعض شاعر کہتے ہیں:

مِثْلُ مُوْسیٰ یُرْمیٰ عَلیٰ الجِسْرِ مَیْتاً ۔۔۔ لَمْ یُشَیِّعْهُ لِلْقُبُوْرِ مُوَحِّدٌ!

حَمَلُوْهُ وَلِلْحَدِیْدِ بِرِجْلَیْهِ ۔۔۔ هَزِیْجٌ لَهُ الْاَهَاضِیْبُ تَنْهَدُ

''افسوس کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی جیسی شخصیت کا جنازہ بغداد کے پُل پر لا کر رکھ دیا گیا اور تشییع کے لئے کوئی دیندار نہ آیا۔

آپؑ کا جنازہ اس عالم میں اٹھایا گیا کہ آپؑ کے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی تھیں''۔

ہارون رشید کی تمام کوششیں خاک میں مل کر رہ گئیں امامؑ ہمیشہ کیلئے زندۂ جاوید ہیں امامؑ کا مرقد مطہر کو اللہ کے صالح و نیک بندوں میں ایک با عزت مقام حاصل ہے جس سے اللہ کی رحمت کی خوشبوئیں چاروں طرف پھوٹ رہی ہیں، مسلمان امامؑ کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور ہارون کا نہ کوئی نام و نشان ہے اور نہ ہی کوئی اس کو یاد کرنے والا ہے، نہ اس کی کوئی ضریح ہے جس پر کوئی جائے، وہ اپنے خاندان کے ساتھ ابدی اندھیروں میں مدفون ہو گیا، عنقریب خداوند عالم اُس کا مشکل حساب لے گا جس جس ظلم و جور کا وہ مرتکب ہوا ہے۔

حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے بڑھ کر ضلالت کا یہ ثبوت دیا کہ وہ بغداد کی سڑکوں پر نکل کر یہ اعلان کریں: یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کے بارے میں شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو موت

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، صفحہ ۳۰۔

نہیں آئے گی دیکھو یہ مر گئے ہیں۔(۱)

اسی طرح انھوں نے یہ کہنے کے بجائے: یہ طیب ابن طیب کے فرزند ہیں دوسرے کلمات کہے، سلیمان بن ابو جعفر منصور نے امام کی تجہیز کی اس کے دوستوں نے امامؑ کی نعش مبارک سرکاری مزدوروں کے ہاتھوں سے لی اور یہ اعلان کیا: آگاہ ہو جاؤ جو طیب ابن طیب موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازے میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ حاضر ہو جائے۔

مختلف طبقوں کے لوگ امامؑ کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے نکل پڑے، لوگوں نے ننگے پیر آپ کی تشییع جنازہ کی جس کی بغداد میں کوئی نظیر نہیں ملتی ہے، سڑکوں پر بہت زیادہ بھیڑ تھی اور سب بہت زیادہ رنج و غم میں غرق تھے، سلیمان اور اس کے افراد جنازے میں پیش پیش تھے جنازہ کو قریش کی قبروں کے پاس لایا گیا وہیں پر قبر کھودی گئی سلیمان قبر میں اُترے اور آپؑ کے جنازہ کو آپؑ کی ابدی آرام گاہ میں رکھا اور حلم علم، کرامت اور بلند اخلاق کو زمین کے اندر چھپا دیا، سلام ہو اُن پر جس دن وہ پیدا ہوئے، شہید ہوئے اور جس دن مبعوث کئے جائیں گے۔

۱۔حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ، جلد۲، صفحہ ۵۲۲۔

حضرت امام رضا علیہ السلام

حضرت امام رضا علیہ السلام

امام رضا اللہ کے نور کا ٹکڑا، اسکی رحمت کی خوشبو اور ائمہ طاہرینؑ کی آٹھویں کڑی ہیں جن سے اللہ نے رجس کو دور رکھا اور ان کو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ مامون نے ائمہ طاہرینؑ کے متعلق اپنے زمانہ کے بڑے مفکر و ادیب عبد اللہ بن مطر سے سوال کرتے ہوئے کہا: اہل بیت کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟

عبد اللہ نے ان سنہرے لفظوں میں جواب دیا: میں اس طینت کے بارے میں کیا کہوں جس کا خمیر رسالت کے پانی سے تیار ہوا اور وحی کے پانی سے اس کو سیراب کیا گیا؟ کیا اس سے ہدایت کے مشک اور تقویٰ کے عنبر کے علاوہ کوئی اور خوشبو آسکتی ہے؟

ان کلمات نے مامون کے جذبات پر اثر کیا اس وقت امام رضا بھی موجود تھے، آپ نے عبد اللہ کا منھ موتیوں سے بھر دینے کا حکم صادر فرمایا۔(۱)

وہ تمام اصلی ستون اور بلند و بالا مثالیں جن کی امام عظیم سے تشبیہ دی گئی ہے، آپؑ کے سلوک، ذات کی ہوشیاری اور دنیا کی زیب و زینت سے روگردانی کرنا سوائے اُن ضروریات کے جن سے انسان اللہ سے لو لگاتا ہے، یہ سب اسلام کی دولتوں میں سے ایک دولت ہے۔۔۔ہم ان میں سے بعض خصوصیات اختصار کے طور پر بیان کرتے ہیں:

۱۔حیاۃ الامام رضا، جلد ۱، صفحہ ۱۰۔

آپؑ کی پرورش

امامؑ نے اسلام کے سب سے زیادہ باعزت و بلند گھرانہ میں پرورش پائی، کیونکہ یہ گھر وحی کا مرکز ہے ...

یہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کا بیت الشرف ہے جو تقویٰ اور ورع و پرہیز گاری میں عیسیٰ بن مریم کے بیت الشرف کے مشابہ ہے، گویا یہ بیت الشرف عبادت اور اللہ کی اطاعت کے مراکز میں سے تھا، جس طرح یہ بیت الشرف علوم نشر کرنے اور اس کو لوگوں کے درمیان شائع کرنے کا مرکز تھا اسی بیت الشرف سے لاکھوں علماء، فقہاء، اور ادباء نے تربیت پائی ہے۔

اسی بلند و بالا بیت الشرف میں امام رضاؑ نے پرورش پائی اور اپنے پدر بزرگوار اور خاندان کے آداب سے آراستہ ہوئے جن کی فضیلت، تقویٰ اور اللہ پر ایمان کے لئے تخلیق کی گئی ہے۔

آپؑ کا عرفان اور تقویٰ

امام رضاؑ کے عرفان کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ حق پر پائیدار تھے، اور آپ نے ظلم کے خلاف قیام کیا تھا، اس لئے آپ مامون عباسی کو تقوائے الٰہی کی سفارش فرماتے تھے اور دین سے مناسبت نہ رکھنے والے اس کے افعال کی مذمت فرماتے تھے، جس کی بناء پر مامون آپ کا دشمن ہو گیا اور اس نے آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اگر امامؑ اس کی روش کی مذمت نہ کرتے جس طرح کہ اس کے اطرافیوں نے اس کے ہر گناہ کی تائید کی تو آپ کا مقام اس کے نزدیک بہت عظیم ہوتا۔ اسی بناء پر مامون نے بہت جلد ہی آپ کو زہر دے کر آپؑ کی حیات ظاہری کا خاتمہ کر دیا۔

آپ کے بلند و بالا اخلاق

امام رضاؑ بلند و بالا اخلاق اور آداب رفیعہ سے آراستہ تھے اور آپ کی سب سے بہترین عادت یہ

تھی کہ جب آپ دستر خوان پر بیٹھتے تھے تو اپنے غلاموں یہاں تک کہ اصطبل کے رکھوالوں اور نگہبانوں تک کو بھی اسی دستر خوان پر بٹھاتے تھے۔(۱)

ابراہیم بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضا کو یہ فرماتے سنا ہے:

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: خدا کی قسم آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے ہیں...

امامؑ نے یہ فرماتے ہوئے جواب دیا: اے فلاں! مت ڈر، مجھ سے وہ شخص زیادہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کی سب سے زیادہ اطاعت کرے۔ خدا کی قسم یہ آیت نسخ نہیں ہوئی ہے۔

امامؑ اپنے جد رسول اعظم کے مثل بلند اخلاق پر فائز تھے جو اخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے ممتاز تھے۔

آپؑ کا زہد

امامؑ نے اس پر مسرت اور زیب و زینت والی زندگی میں اپنے آباء عظام کے مانند کردار پیش کیا جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا، آپؑ کے جد بزرگوار امام امیر المومنینؑ نے اس دنیا کو تین مرتبہ طلاق دی جس کے بعد اس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

محمد بن عباد نے امام کے زہد کے متعلق روایت کی ہے: امامؑ گرمی کے موسم میں چٹائی پر بیٹھتے، سردی کے موسم میں ٹاٹ پر بیٹھتے تھے، آپ سخت کھردرا لباس پہنتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ لوگوں سے ملاقات کے لئے جاتے تو پسینہ سے شرابور ہو جاتے تھے۔(۲)

دنیا میں زہد اختیار کرنا امامؑ کے بلند اور آشکار اور آپ کے ذاتی صفات میں سے تھا، تمام راویوں اور مورخین کا اتفاق ہے کہ جب امامؑ کو ولی عہد بنایا گیا تو آپؑ نے سلطنت کے مانند کوئی بھی مظاہرہ نہیں فرمایا، حکومت و سلطنت کو کوئی اہمیت نہ دی، اس کے کسی بھی رسمی موقف کی طرف رغبت نہیں فرمائی، آپ کسی

۱۔ نور الابصار صفحہ ۱۳۸۔

۲۔ عیون اخبار الرضا، جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۔ مناقب، جلد ۳، صفحہ ۳۶۱۔

بھی ایسے مظاہرے سے شدید کراہت کرتے تھے جس سے حاکم کی لوگوں پر حکومت و بادشاہت کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے تھے:

لوگوں کا کسی شخص کی اقتدا کرنا اس شخص کیلئے فتنہ ہے اور اتباع کرنے والے کیلئے ذلت ورسوائی ہے۔

آپؑ کے علوم کی وسعت

امام رضاؑ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل تھے اور آپ نے ان (اہل زمانہ) کو مختلف قسم کے علوم جیسے علم فقہ، فلسفہ، علوم قرآن اور علم طب وغیرہ کی تعلیم دی۔ ہروی نے آپ کے علوم کی وسعت کے سلسلہ میں یوں کہا ہے: میں نے علی بن موسیٰ رضاؑ سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں دیکھا، مامون نے متعدد جلسوں میں علماء ادیان، فقہاء شریعت اور متکلمین کو جمع کیا، لیکن آپ ان سب پر غالب آگئے یہاں تک کہ ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس نے آپ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا ہو، اور میں نے آپؑ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''میں ایک مجلس میں موجود تھا اور مدینہ کے متعدد علماء بھی موجود تھے، جب ان میں سے کوئی کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا تھا تو اس کو میری طرف اشارہ کر دیتے تھے اور مسئلہ میرے پاس بھیج دیتے تھے اور میں اس کا جواب دیتا تھا''۔(۱)

ابراہیم بن عباس سے مروی ہے: میں نے امام رضاؑ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ آپؑ نے ہر سوال کا جواب دیا ہے۔(۲)، میں نے آپ کے زمانہ میں کسی کو آپ سے اعلم نہیں دیکھا اور مامون ہر چیز کے متعلق آپ سے سوال کر کے آپ کا امتحان لیتا تھا اور آپؑ اس کا جواب عطا فرماتے تھے۔(۳)

مامون سے مروی ہے: میں اُن (یعنی امام رضاؑ) سے افضل کسی کو نہیں جانتا۔(۴)

بصرہ، خراسان اور مدینہ میں علماء کے ساتھ آپ کے مناظرے آپ کے علوم کی وسعت پر دلالت

۱۔ کشف الغمہ، جلد ۳ صفحہ ۱۰۷۔

۲۔ ایک نسخہ میں الا علم آیا ہے۔

۳۔ حیاۃ الامام الجواد، صفحہ ۴۲۔

۴۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴ صفحہ ۲۰۰۔

کرتے ہیں۔ دنیا کے جن علماء کو مامون آپ کا امتحان لینے کے لئے جمع کرتا تھا وہ ان سب سے زیادہ آپ ؑ پر یقین اور آپ کے فضل و شرف کا اقرار کرتے تھے، کسی علمی وفد نے امامؑ سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ اس نے آپ کے فضل کا اقرار کرلیا۔ مامون آپ کو لوگوں سے دور رکھنے پر مجبور ہوگیا کہ کہیں آپ کی وجہ سے لوگ اس سے بدظن نہ ہو جائیں۔

اقوال زرین

امامؑ نے متعدد غرر حکم، آداب، وصیتیں اور اقوال، ارشاد فرماتے جن سے لوگ استفادہ کرتے تھے یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں عالم اسلامی کے سب سے بڑے استاد تھے اور آپ نے حکمت کے ذریعہ مسلمانوں کی تہذیب اور ان کی تربیت کے لئے جدوجہد کی ہے ہم ان میں سے بعض چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

عقل کی فضیلت

اللہ نے انسان کو سب سے افضل نعمت عقل کی دی ہے جس کے ذریعہ انسان اور حیوانات کو جدا کیا جاتا ہے اور امامؑ نے بعض احادیث میں عقل کے متعلق گفتگو کی ہے جیسے:

۱۔ امام رضاؑ کا فرمان ہے: ''ہر انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے''۔(۱)

یہ حکمت آمیز کلمہ کتنا زیبا ہے کیونکہ عقل ہر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے جو اس کو محفوظ رکھتی ہے اور دنیوی تکلیفوں سے نجات دلاتی ہے اور انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ جہالت ہے جو اس کو اس دنیا کی سخت مشکلات میں پھنسا دیتی ہے۔

۲۔ امامؑ کا فرمان ہے: ''سب سے افضل عقل انسان کا اپنے نفس کی معرفت کرنا ہے''۔(۲)

بیشک جب انسان اپنے نفس کے سلسلہ میں یہ معرفت حاصل کرلیتا ہے کہ وہ کیسے وجود میں آیا اور اس کا انجام کیا ہوگا تو وہ عام اچھائیوں پر کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ برائیوں کو انسان سے دور کردیتا ہے

۱۔ اصول کافی، جلد ۱ صفحہ ۱۱، وسائل، جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۱۔

۲۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴ صفحہ ۱۹۶۔

اوراس کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے اور یہی چیز اس کے خالق عظیم کی معرفت پر دلالت کرتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے: ''من عرف نفسه فقد عرف ربه''.

''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کرلی''۔

محاسبۂ نفس

امامؑ کا فرمان ہے: ''جس نے اپنے نفس کا حساب کیا اس نے فائدہ اٹھایا اور جو اپنے نفس سے غافل رہا اس نے گھاٹا اٹھایا''۔(۱)

بیشک انسان کا اپنے نفس کا حساب کرنا کہ اس نے کون سے اچھے کام کئے ہیں اور کون سے برے کام انجام دیئے ہیں اور اس کا اپنے نفس کو برے کام کرنے سے روکنا، اور اچھے کام کرنے کی طرف رغبت دلانا تو یہ اس کی بلندی نفس، فائدہ اور اچھائی پر کامیاب ہونے کی دلیل ہے، اور جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے سے غفلت کی تو یہ غفلت انسان کو ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے جس کے لئے قرار و سکون نہیں ہے۔

کاروبار کی فضیلت

امامؑ فرماتے ہیں: ''اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے مانند ہے، یہ وہ شرف ہے جسے انسان کسب کرتا ہے اور ایسی کوشش ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے''۔(۲)

سب سے اچھے لوگ

امامؑ سے سب سے اچھے اور سب سے نیک لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''وہ لوگ جب اچھے کام انجام دیتے ہیں تو ان کو بشارت دی جاتی ہے، جب ان سے برے کام ہو جاتے ہیں تو وہ استغفار کرتے ہیں، جب ان کو عطا کیا جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں''۔(۳)

۱۔اصول کافی، جلد۲صفحہ۱۱۱۔

۲۔تحف العقول، صفحہ۴۴۵۔

۳۔تحف العقول، صفحہ۴۴۵۔

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان ان اچھے صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو اس کا سب سے افضل اور نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور وہ کمال کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے۔

آپؑ کی نصیحتیں

امامؑ نے ابراہیم بن ابی محمود کو یوں وصیت فرمائی: ''مجھے میرے والد بزرگوار نے انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے اور انھوں نے رسول اسلامؐ سے نقل کیا ہے: جس نے کسی کہنے والے کی بات کان لگا کر سنی اس نے اس کی عبادت کی، اگر اس کہنے والے کی گفتگو خدائی ہے تو اس نے خدا کی عبادت کی اور اگر اس کی گفتگو شیطانی ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: اے ابو محمود کے فرزند: میں نے جو کچھ تم کو بتایا ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ میں نے اپنی اس گفتگو میں دنیا و آخرت کی بھلائی بیان کر دی ہے''۔(۱)

اس وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل بیتؑ کی اتباع اُن کے طریقہ کار کی اقتدا اور ان کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنا واجب ہے، بیشک اس میں نجات ہے اور ہلاکت سے محفوظ رہنا ہے اور اللہ کی راہ میں بڑی کامیابی ہے۔

۲۔ مالدار اور فقیر کے درمیان مساوات

امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو سلام کے ذریعہ مالدار اور فقیر کے درمیان مساوات کرنے کی سفارش فرمائی ہے: ''جو شخص مسلمان فقیر سے ملاقات کرتے وقت اس کو دولت مند کو سلام کرنے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے سلام کرے تو خداوند عالم اس سے غضبناک ہونے کی صورت میں ملاقات کرے گا''۔(۲)

۳۔ مومن کے چہرے کا ہشاش بشاش ہونا

امام رضاؑ نے اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی کہ مومن کا چہرہ ہشاش بشاش ہونا چاہئے اس کے بالمقابل اس کا چہرہ غیظ و غضب والا نہیں ہونا چاہئے امامؑ فرماتے ہیں:

۱۔ وسائل الشیعہ، جلد ۱۸ صفحہ ۹۲۔

۲۔ وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۴۴۲۔

''جس نے اپنے مومن بھائی کو خوش کیا اللہ اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جس کے لئے اللہ نیکیاں لکھ دے اس پر عذاب نہیں کرے گا''۔(۱)

یہ وہ بلند اخلاق ہیں جن کی ائمہ اپنے اصحاب کو سفارش کیا کرتے تھے تاکہ وہ لوگوں کیلئے اسوۂ حسنہ قرار پائیں۔

۴۔عام وصیت

امامؑ نے اپنے اصحاب اور باقی تمام لوگوں کو یہ بیش قیمت وصیت فرمائی: ''لوگو! اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو، خدا کی مخالفت کے ذریعہ خدا کی نعمتوں کو خود سے دور نہ کرو، یاد رکھو کہ خدا اور رسول پر ایمان اور آل رسول میں سے اولیائے الٰہی کے حقوق کے اعتراف کے بعد کسی ایسی چیز کے ذریعہ تم شکر الٰہی بجا نہیں لا سکتے جو اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اپنے مومن بھائیوں کی اُس دنیا کے سلسلہ میں مدد کرو جو اُن کے پروردگار کی جنت کی جانب تمہارے لئے گذرگاہ ہے جو ایسا کرے گا وہ خاصانِ خدا میں سے ہوگا''۔(۲)

اس وصیت میں تقوائے الٰہی، بھائیوں کی مدد اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

کلمات قصار

امام رضاؑ کے حکمت آمیز کلمات قصار چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح حکمتوں سے پُر ہیں:

۱۔امامؑ نے فرمایا ہے: ''اگر کوئی ظالم و جابر بادشاہ کے پاس جائے اور وہ بادشاہ ان کو اذیت و تکلیف دے تو اس کو اس کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی اس پر صبر کرنے سے اس کو رزق دیا جائے گا''۔(۳)

۲۔امام رضاؑ کا فرمان ہے: ''لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے''۔(۴)

۳۔امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عافیت کے دس جزء

۱۔وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۴۸۳۔

۲۔در تنظیم، صفحہ ۲۱۵۔

۳۔تاریخ یعقوبی، جلد ۳ صفحہ ۱۸۱۔

۴۔بحار الانوار، جلد ۷۸ صفحہ ۳۳۵۔

ہوں گے جس میں نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہوں گے اور ایک حصہ خاموشی میں ہوگا''۔(۱)

۴۔امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''بخیل کے لئے چین و سکون نہیں ہے اور نہ ہی حسود کے لئے لذت ہے، ملول رنجیدہ شخص کے لئے وفا نہیں ہے اور جھوٹے کے لئے مروّت نہیں ہے''۔(۲)

۵۔امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''جس نے مومن کو خوش کیا خدا قیامت کے دن اُس کو خوشحال کرے گا''۔(۳)

۶۔امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''مومن، مومن کا سگا بھائی ہے، ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی پر الزام لگایا ملعون ہے، ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا، ملعون ہے، ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کی، ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کے اسرار سے پردہ اٹھایا، ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے''۔(۴)

آپؑ کو تمام زبانوں کا علم

امامؑ تمام زبانیں جانتے تھے، ابو اسماعیل سندی سے روایت ہے: میں نے ہندوستان میں یہ سنا کہ عرب میں ایک اللہ کی حجت ہے، تو اُس کی تلاش میں نکلا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ وہ امام رضاؑ ہیں میں اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب آپ کی بارگاہ میں پہنچا تو میں نے آپؑ کو سندھی زبان میں سلام کیا امامؑ نے سندھی زبان میں ہی سلام کا جواب دیا، میں نے آپؑ کی خدمت مبارک میں عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک اللہ کی حجت ہے اور اسی حجت کی تلاش میں آپؑ کے پاس آیا ہوں تو امامؑ نے فرمایا: ''میں ہی اللہ کی حجت ہوں''، اس کے بعد فرمایا: ''جو کچھ تم سوال کرنا چاہتے ہو سوال کرو'' میں نے آپؑ سے متعدد مسائل دریافت کیے تو آپؑ نے میری زبان میں ہی اُن کا جواب بیان فرمایا۔(۵)

۱۔تحف العقول، صفحہ ۴۴۶۔

۲۔تحف العقول، صفحہ ۴۴۶۔

۳۔وسائل الشیعہ، جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۷۔

۴۔وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۵۶۳۔

۵۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ، جلد ۱ صفحہ ۳۸۔

ابوصلت ہروی سے روایت ہے: امام رضاؑ لوگوں سے اُن ہی کی زبان میں کلام کیا کرتے تھے۔ میں نے امامؑ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اے ابوصلت میں مخلوق پر اللہ کی حجت ہوں اور اللہ کسی قوم پر ایسی حجت نہیں بھیجتا جواُن کی زبان سے آشنا نہ ہو، کیا تم نے امیر المومنین کا یہ کلام نہیں سُنا: ہم کو فصل خطاب عطا کیا گیا ہے؟ کیا وہ زبانوں کی واقفیت کے علاوہ کچھ اور ہے؟''۔(۱)

یاسر خادم سے روایت ہے: امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف میں صقالبہ اور روم کے افراد تھے، امام ابوالحسنؑ اُن سے بہت قریب تھے، میں نے آپؑ کو اُن سے صقلبی اور رومی زبان میں گفتگو کرتے سنا ہے اور وہ اُس کو لکھ کر آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔(۲)

اسی چیز کو شیخ محمد بن الحسن حر نے اس شعر میں قلمبند کیا ہے:

وَعِلْمُهُ بِجُمْلَةِ اللُّغَاتِ مِنْ أَوْضَحِ الاِعْجَازِ وَالآيَاتِ (۳)

''تمام زبانوں سے آپؑ کی آشنائی آپؑ کا واضح معجزہ اور نشانی ہے''۔

واقعات وحادثات

امام رضا متعدد واقعات کے رونما ہونے سے پہلے ہی اُن کی خبر دیدیا کرتے تھے، اس سے شیعوں کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو اسی علم سے نوازا ہے جس سے اپنے رسول اور انبیاءؑ کو نوازا ہے، اُن ہی میں سے امامؑ نے یہ خبر دی تھی: مامون اپنے بھائی امین بن زبیدہ کو قتل کرے گا، جس کو اس شعر میں نظم کیا گیا ہے:

فَاِنَّ الضِّغْنَ بَعْدَ الضِّغْنِ يَفْشُو عَلَيْكَ وَيُخْرِجُ الدَّاءَ الدَّفِينَا (۴)

''بیشک کینہ کے بعد کینہ مسلسل کینہ کرنے سے تمہارے اوپر راز فاش ہو جائے گا اور دبے ہوئے کینے ابھر آئیں گے''۔

۱۔مناقب، جلد۴، صفحہ۳۳۳۔

۲۔مناقب، جلد۴، صفحہ۳۳۳۔

۳۔نزہۃ الجلیس، جلد۲، صفحہ۱۰۷۔

۴۔جوہرۃ الکلام، صفحہ۱۳۶۔

ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ مامون نے آپؑ کے بھائی امین کو قتل کر دیا۔

امامؑ نے ایک خبر یہ دی تھی کہ جب محمد بن امام صادق نے مامون کے خلاف خروج کیا تو امام رضا نے ان سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا اپنے پدر بزرگوار اور اپنے بھائی (امام کاظم) کی تکذیب نہ کرو، چونکہ یہ امر تمام ہونے والا نہیں ہے، تو اُس نے یہ بات قبول نہیں کی اور علی الاعلان مامون کے خلاف انقلاب برپا کر دیا کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ مامون کا لشکر جلودی کی قیادت میں اس سے روبرو ہوا اُس نے امان مانگی تو جلودی نے اس کو امان دیدی، اور اس نے منبر پر جا کر خود کو اس امر سے الگ کرتے ہوئے کہا: یہ امر مامون کے لئے ہے۔(۱)

امام رضاؑ نے برامکہ کی مصیبت کی خبر دی تھی، جب یحییٰ برمکی ان کے پاس سے گذرا تو وہ رومال سے اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا۔ امامؑ نے فرمایا: یہ بیچارے کیا جانیں کہ اس سال میں کیا رونما ہونے والا ہے... اس کے بعد امامؑ نے مزید فرمایا: مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں اور ہارون اس طرح ہیں، یہ فرما کر آپؑ نے اپنے بیچ اور انگوٹھے کے پاس کی انگلی کو ایک دوسرے سے ملا کر اشارہ کیا۔(۲)

ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ جو کچھ امامؑ نے فرمایا تھا وہ واقع ہوا، یہاں تک کہ رشید نے برامکہ پر دردناک عذاب اور مصیبتیں ڈھائیں، رشید نے خراسان میں وفات پائی اور بعد میں امام رضاؑ کو اسی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

یہ وہ بعض واقعات ہیں جن کی امام رضاؑ نے خبر دی تھی اور ہم نے ایسے متعدد واقعات ''حیاۃ الامام رضاؑ'' میں ذکر کر دیئے ہیں۔

آپؑ کی جود و سخا

مورخین نے آپؑ کی جود و سخا کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں جن میں سے کچھ یوں ہیں:

۱۔ جب آپؑ خراسان میں تھے تو آپؑ اپنا سارا مال فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، عرفہ کا دن تھا،

۱۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد ا صفحہ ۳۹۔

۲۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۵۹۔

اور آپؑ کے پاس کچھ نہیں تھا، فضل بن سہل نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: یہ گھاٹے کا سودا ہے۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''اس میں فائدہ ہے، اس کو تم گھاٹا شمار نہ کرو جس میں فائدہ نہ ہو''۔(۱)

اگر کوئی شخص اجر الٰہی کی امید میں فقیروں کے لئے انفاق کرتا ہے تو یہ گھاٹا نہیں ہے، بلکہ گھاٹا تو وہ ہے کہ بادشاہوں اور وزیروں کے لئے ان کے سیاسی اور ذاتی کاموں میں خرچ کیا جائے۔

۲۔ آپؑ کا ایک مشہور و معروف واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آپؑ کی خدمت بابرکت میں آکر عرض کیا: میں آپؑ اور آپؑ کے آباء و اجداد کا چاہنے والا ہوں، میں حج کر کے واپس آ رہا ہوں، میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور جو کچھ ہے بھی اس سے کچھ کام حل ہونے والا نہیں ہے، اگر آپؑ چاہیں تو میں اپنے شہر واپس پلٹ جاؤں، جب میرے پاس رقم ہو جائے گی تو میں اُس کو آپؑ کی طرف سے صدقہ دیدوں گا، امامؑ نے اُس کو بیٹھنے کا حکم دیا اور آپؑ لوگوں سے گفتگو کرنے میں مشغول ہو گئے جب وہ سب آپؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے اور آپؑ کے پاس صرف سلیمان جعفری اور خادم رہ گئے تو امام اُن سے اجازت لیکر اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے، اس کے بعد اوپر کے دروازے سے باہر آکر فرمایا: ''خراسانی کہاں ہے؟''، جب وہ کھڑا ہوا تو امامؑ نے اُس کو دو سو دینار دئے اور کہا کہ یہ تمہارے راستے کا خرچ اور نفقہ ہے اور ان کو میری طرف سے صدقہ نہ دینا وہ شخص امامؑ کی عطا کردہ نعمت سے مالا مال اور خوش ہو کر چلا گیا۔ سلیمان نے امامؑ کی خدمت میں یوں عرض کیا: میری جان آپؑ پر فدا ہو آپؑ نے احسان کیا اور صلۂ رحم کیا تو آپؑ نے اس سے اپنا رُخِ انور کیوں چھپایا۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''میں نے ایسا اس لئے کیا کہ میں سوال کرنے والے کے چہرہ میں ذلت کے آثار دیکھنا نہیں چاہتا کہ میں اس کی حاجت روائی کر رہا ہوں، کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سُنا کہ: چھپ کر کی جانے والی نیکی ستر حج کے برابر اور علی الاعلان برائی انجام دینے والا متروک شمار ہوتا ہو۔ کیا تم نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

مَتیٰ آتِہِ یَوماً لِاَطْلُبَ حَاجَۃً   رَجَعْتُ اِلیٰ اَھْلِيْ وَوَجْھِيْ بِمَائِہِ(۲)

۱۔ حیاۃ الامام محمد تقی، صفحہ ۴۰۔

۲۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد ۱ صفحہ ۳۵۔

''جب میں ایک دن کسی حاجت کے لئے اس کے پاس آؤں تو میں اپنے اہل وعیال کے پاس پلٹا تو میری عزت اُن کی عزت سے وابستہ تھی''۔

قارئین کرام کیا آپ نے امام رضاؑ کی اس طرح انجام دی جانے والی نیکی ملاحظہ فرمائی؟ یہ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے۔

۳۔ ایک فقیر نے آپ کے پاس آکر عرض کیا: مجھے اپنی حیثیت کے مطابق عطا کر دیجئے۔

''لایسَعُنِیْ ذٰلِکَ ...''۔ ''مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے''۔

بیشک امام کی حیثیت کی کوئی انتہا نہیں ہے، امام کے پاس مال و دولت ہے ہی نہیں جو کسی اندازہ کے مطابق عطا کیا جائے، فقیر نے اپنی بات کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا: یعنی میری مروت کی مقدار کے مطابق...

امامؑ نے مسکرا کر اس کی بات قبول کرتے ہوئے فرمایا: ''ہاں اب ضرور عطا کیا جائے گا...''۔

پھر اس کو دو سو دینار دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (۱)

یہ آپؑ کی سخاوت کے کچھ نمونے تھے، اور ہم نے ان میں سے کچھ نمونے اپنی کتاب حیاۃ الامام رضاؑ میں بیان کر دئے ہیں۔

عبادت

امام اللہ کی یاد میں منہمک رہتے اور خدا سے نزدیک کرنے والے ہر کام کو انجام دیتے تھے آپؑ کی حیات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گذرا جو نور، تقویٰ اور ورع کا نمونہ تھا، آپؑ کے بعض اصحاب کا کہنا ہے: میں نے جب بھی آپ کو دیکھا تو قرآن کی یہ آیت یاد آ گئی: ﴿ کَانُوا قَلِیلاً مِنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُونَ ﴾۔ (۲)

''یہ رات کے وقت بہت کم سوتے تھے''۔

شبراوی نے آپؑ کی عبادت کے متعلق کہا ہے: آپؑ وضو اور نماز والے تھے، آپ ساری رات باوضو رہتے، نماز پڑھتے اور شب بیداری کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

اور ہم نے آپؑ کی عبادت اور قنوت وسجود میں دعا کے متعلق اپنی کتاب ''امام علی بن موسیٰ الرضاؑ

۱۔ مناقب، جلد ۴، صفحہ ۳۶۱۔ ۲۔ سورۂ ذاریات، آیت ۱۷۔

کی سوانح حیات میں'، مفصل طور پر تذکرہ کردیا ہے۔

آپؑ کی ولی عہدی

عباسی دور میں سب سے اہم واقعہ یہ رونما ہوا کہ مامون نے امام رضاؑ کو اپنا ولیعہد بنا دیا یعنی وہ عباسی خلافت جو علوی سادات سے دشمنی رکھتی تھی اس میں تبدیلی واقع ہوگئی اور اس بڑے واقعہ کا خاص و عام دونوں میں گفتگو و چرچا ہوا اور سب مبہوت ہو کر رہ گئے، وہ سیاسی روش جس میں عباسیوں نے علویوں کا بالکل خاتمہ کردیا تھا، اُن کے جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا، اُن کے بچوں کو دجلہ میں غرق اور شیعوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کردیا تھا... عباسیوں سے علویوں کی دشمنی بہت آشکار تھی، یہ دشمنی محبت و مودت میں کیسے بدل گئی، عباسی اُن کے حق کے معترف ہوگئے اور عباسی حکومت کا اہم مرکز اُن (علویوں) کو کیسے سونپ دیا، اسی طرح کی تمام باتیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں۔

یہ مطلب بھی بیان ہونا چاہئے کہ مامون نے یہ اقدام اس لئے نہیں کیا تھا کہ یہ علویوں کا حق ہے اور وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، بلکہ اُس نے کچھ سیاسی اسباب کی بنا پر ولایت کا تاج امام رضاؑ کے سر پر رکھا، جس کے کچھ اسباب مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ مامون کا عباسیوں کے نزدیک اہم مقام نہیں تھا، اور ایسا اس کی ماں مراجل کی وجہ سے تھا جو اس کے محل کے پڑوس اور اس کے نوکروں میں سے تھی، لہٰذا وہ لوگ مامون کے ساتھ عام معاملہ کرتے تھے، وہ اس کے بھائی امین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، کیونکہ اُن کی والدہ عباسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی، لہٰذا مامون نے امام رضاؑ کو اپنی ولیعہدی سونپ کر اپنے خاندان کو نیچا دکھانے کی کوشش کی تھی۔

۲۔ مامون نے امامؑ کی گردن میں ولیعہدی کا قلادہ ڈال کر یہ آشکار کرنا چاہا تھا کہ امامؑ دنیا کے زاہدوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ملک و بادشاہت اور سلطنت کے خواستگار ہیں، اسی بنا پر انھوں نے ولیعہدی قبول کی ہے، امامؑ پر یہ سیاست مخفی نہیں تھی، لہٰذا آپؑ نے مامون سے یہ شرط کی تھی کہ نہ تو میں کسی کو کوئی منصب دوں گا، نہ ہی کسی کو اس کے منصب سے معزول کریں گے، وہ ہر طرح کے حکم سے کنارہ کش رہوں گا امام کی اِن شرطوں کی وجہ سے آپؑ کا زاہد ہونا واضح گیا۔

۳۔ مامون کے لشکر کے بڑے بڑے سردار شیعہ تھے لہٰذا اس نے امامؑ کو اپنا ولیعہد بنا کر اُن سے

اپنی محبت ومودت کا اظہار کیا۔

۴۔عباسی حکومت کے خلاف بڑی بڑی اسلامی حکومتوں میں انقلاب برپا ہو چکے تھے اور عنقریب اُس کا خاتمہ ہی ہونے والا تھا، اور اُن کا نعرہ ''الدعوۃ الی الرضا من آل محمد'' تھا، جب امام رضاؑ کی ولیعہدی کے لئے بیعت کی گئی تو انقلابیوں نے اس بیعت پر لبیک کہی اور مامون نے بھی اُن کی بیعت کی، لہٰذا اس طرح سے اُس کی حکومت کو درپیش خطرہ ٹل گیا، یہ ڈپلومیسی کا پہلا طریقہ تھا اور اسی طرح مامون اپنی حکومت کے ذریعہ اُن رونما ہونے والے واقعات پر غالب آ گیا۔

ان ہی بعض اغراض ومقاصد کی وجہ سے مامون نے امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔

فضل کا امام رضاؑ کو خط لکھنا

مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل سے کہا کہ وہ امامؑ کو ایک خط تحریر کرے کہ میں نے آپؑ کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ہے۔خط کا مضمون یہ تھا:

علی بن موسیٰ الرضاؑ کے نام جو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہدایت کرتے ہیں، رسول کے فعل کی اقتدا کرتے ہیں، دین الٰہی کے محافظ ہیں، وحی خدا کے ذمہ دار ہیں، اُن کے دوست فضل بن سہل کی جانب سے جس نے اُن کے حق کو دلانے میں اپنا خون پسینہ ایک کیا اور دن رات اس راہ میں کوشش کی، اے ہدایت کرنے والے امامؑ آپؑ پر صلوات وسلام اور رحمت الٰہی ہو، میں آپؑ کی خدمت میں اس خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے بندے محمدؐ پر درود بھیجے۔

اما بعد:

امیدوار ہوں کہ خدا نے آپؑ کو آپؑ کا حق پہنچا دیا اور اُس شخص سے اپنا حق لینے میں مدد کی جس نے آپؑ کو حق سے محروم کر رکھا تھا، میں امیدوار ہوں کہ خدا آپؑ پر مسلسل کرم فرمائی کرے، آپؑ کو امام اور وارث قرار دے، آپؑ کے دشمنوں اور آپؑ سے روگردانی کرنے والوں کو سختیوں میں مبتلا کرے، میرا یہ خط امیر المومنین بندۂ خدا مامون کے حکم کی بنا پر پیش خدمت ہے، میں آپؑ کو یہ خط لکھ رہا ہوں تا کہ آپ کا حق واپس کر سکوں، آپ کے حقوق آپؑ کی خدمت میں پیش کر سکوں، میں چاہتا ہوں کہ اس طرح آپؑ مجھ کو

تمام عالمین میں سعادتمند ترین قرار دیں اور میں خدا کے نزدیک کامیاب ہوسکوں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کوادا کرسکوں، آپؑ کا معاون قرار پاؤں، اور آپ کی حکومت میں ہر طرح کی نیکی سے مستفیض ہوسکوں، میری جان آپ پر فدا ہو، جب میرا خط آپ تک پہنچے اور آپ مکمل طور پر حکومت پر قابض ہو جائیں یہاں تک کہ امیر المومنین مامون کی خدمت میں جاسکیں جو کہ آپؑ کو اپنی خلافت میں شریک سمجھتا ہے، اپنے نسب میں شفیع سمجھتا ہے اور اس کو اپنے ماتحت پر مکمل اختیار حاصل ہے تو آپؑ ایسی روش اختیار کریں جس کی وجہ سے خیر الٰہی سب کے شامل حال ہو جائے اور ملائکہ الٰہی سب کی حفاظت کریں اور خدا اس بات کا ضامن ہے کہ آپؑ کے ذریعہ امت کی اصلاح کرے اور خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین ذمہ دار ہے اور آپؑ پر خدا کا سلام اور رحمت و برکتیں ہوں۔(۱)

اس خط میں آپؑ کے کریم و نجیب القاب اور بلند و بالا صفات تحریر کئے گئے ہیں جس طرح کہ امامؑ کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سب مامون کی مہربانی اور اس کی مشقتوں سے بنے، مامون یہ چاہتا تھا کہ امامؑ بہت جلد خراسان آکر اپنی خلافت کی باگ ڈور سنبھال لیں، امامؑ نے اس خط کا کیا جواب دیا ہمیں اس کی کوئی اطلاع نہیں ہے جو عباسی حکومت کے ایک بڑے عہدے دار کے نام لکھا گیا ہو اور اس سے بڑا گمان یہ کیا جارہا ہے کہ امامؑ نے اپنے علم و دانش کی بنا پر اس لاف و گزاف (بے تکے) ادّعا اور عدم واقعیت کا جواب تحریر ہی نہ فرمایا ہو۔

مامون کے ایلچیوں کا امامؑ کی خدمت میں پہنچنا

مامون نے امام رضاؑ کو یثرب سے خراسان لانے کیلئے ایک وفد بھیجا اور وفد کے رئیس سے امامؑ کو بصرہ اور اہواز کے راستے یا پھر فارس کے راستہ سے لانے کا عہد لیا اور ان سے کہا کہ امامؑ کو کوفہ اور قم (۲) کے راستہ سے نہ لیکر آئیں جس طرح کہ امام کی جانب خلافت پلٹائے جانے کا بھی ذکر ہے۔(۳)

۱۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد۲ صفحہ ۲۸۴۔

۲۔ عیون اخبار الرضا، جلد۲ صفحہ ۱۴۹۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد۲ صفحہ ۲۸۵۔

۳۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد۲، صفحہ ۲۸۵۔ اعیان الشیعہ، جلد۲ صفحہ ۱۸۔

مامون کے اتنے بڑے اہتمام سے یہ بات واضح و آشکار تھی کہ امام کو بصرہ کے راستہ سے کیوں لایا جائے اور کوفہ وقم کے راستہ سے کیوں نہ لایا جائے؟ چونکہ کوفہ اور قم دونوں شہر تشیع کے مرکز تھے، اور مامون کو یہ خوف تھا کہ شیعوں کی امامؑ کی زیادہ تعظیم اور تکریم سے اُس کا مرکز اور بنی عباس کمزور نہ ہو جائیں۔

وفد بڑی جد و جہد کے ساتھ یثرب پہنچا اُس کے بعد امام کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو مامون کا پیغام پہنچایا، امام نے جواب دینا صحیح نہیں سمجھا، آپؑ کو مکمل یقین تھا کہ مامون نے آپؑ کو خلافت اور ولی عہدی دینے کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ یہ اُس کی سیاسی چال ہے اور اس کا مقصد آپؑ کا خاتمہ کرنا تھا۔

امامؑ زندگی سے مایوس ہو کر بڑے ہی حزن والم کے عالم میں اپنے جد رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف آخری وداع کیلئے پہنچے، حالانکہ آپؑ کے رُخ انور پر گرم گرم آنسو بہہ رہے تھے، مخول بجستانی امامؑ کی اپنے جد کی قبر سے آخری رخصت کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں: جب قاصد امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان لانے کیلئے پہنچا تو میں مدینہ میں تھا، امام اپنے جد بزرگوار سے رخصت ہونے کیلئے مسجد رسول میں داخل ہوئے اور متعدد مرتبہ آپ کو وداع کیا، آپؑ زار و قطار گریہ کر رہے تھے، میں نے امامؑ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سلام عرض کیا، آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور میں نے اُن کی خدمت میں تہنیت پیش کی تو امامؑ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، مجھے میرے جد کے جوار سے نکالا جا رہا ہے، مجھے عالم غربت میں موت آئے گی، اور ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا جائے گا۔ مخول کا کہنا ہے: میں امامؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ امامؑ نے طوس میں انتقال کیا اور ہارون کے پہلو میں دفن کر دئے گئے۔(۱)

خانہ خدا کی طرف

امام رضاؑ خراسان جانے سے پہلے عمرہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے لئے چلے، حالانکہ آپؑ کے ساتھ آپ کے خاندان کی بزرگ ہستیاں تھیں جن میں آپؑ کے فرزند ارجمند امام جواد محمد تقیؑ بھی تھے، جب آپ بیت اللہ الحرام پہنچے تو آپؑ نے طواف کیا، مقام ابراہیم پر نماز ادا کی، سعی کی اس کے بعد تقصیر کی، امام محمد تقیؑ بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ عمرہ کے احکام بجالا رہے تھے، جب آپ (امام محمد تقیؑ) عمرہ کے

۱۔ اعیان الشیعہ، جلد۴، صفحہ ۱۲۲، دوسرا حصہ۔

احکام بجالا چکے تو بڑے ہی غم ورنجیدگی کے عالم میں حجر اسماعیل کے پاس بیٹھ گئے، امام رضاؑ کے خادم نے آپؑ سے اٹھنے کے لئے کہا تو آپؑ نے انکار فرمادیا، خادم نے جلدی سے جا کر امام رضاؑ کو آپؑ کے فرزند ارجمند کے حالات سے آگاہ کیا تو آپؑ خود (امام رضاؑ) امام محمد تقیؑ کے پاس تشریف لائے اور ان سے چلنے کے لئے فرمایا، تو امام محمد تقیؑ نے بڑے ہی حزن والم میں یوں جواب دیا: میں کیسے اٹھوں، جبکہ اے والد بزرگوار میں نے خانۂ خدا کو خدا حافظ کہدیا جس کے بعد میں کبھی یہاں واپسی نہیں ہوگی''۔(۱)

امام محمد تقیؑ اپنے والد بزرگوار کو دیکھ رہے تھے کہ آپؑ کتنے رنج والم میں ڈوبے تھے، جس سے آپؑ پر یہ بات ظاہر تھی کہ یہ میرے والد بزرگوار کی زندگی کے آخری ایام ہیں۔

خراسان کی طرف

امام رضاؑ خانۂ خدا کو الوداع کہنے کے بعد خراسان کی طرف چلے، جب آپؑ شہر بلد پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپؑ کا انتہائی احترام واکرام کیا امامؑ کی ضیافت اوران کی خدمات انجام دیں جس پر آپؑ نے شہر بلد والوں کا شکریہ ادا کیا۔

امامؑ نیشاپور میں

امامؑ کا قافلہ کسی رکاوٹ کے بغیر نیشاپور پہنچا، وہاں کے قبیلے والوں نے آپ کا بے نظیر استقبال کیا، علماء اور فقہا آپؑ کے چاروں طرف جمع ہوگئے، جن میں پیش پیش یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور احمد بن حرب وغیرہ تھے۔ جب اس عظیم مجمع نے آپؑ کو دیکھا تو تکبیر وتہلیل کی آوازیں بلند کرنے لگے، اور ایک کہرام برپا ہوگیا، علماء اور حفاظ نے بلند آواز میں کہا: اے لوگو! خاموش ہو جاؤ اور فرزند رسولؐ کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

جب لوگ خاموش ہوگئے تو علماء نے امامؑ سے عرض کیا کہ آپؑ اپنے جد بزرگوار رسول اسلامؐ سے ایک حدیث بیان فرمادیجئے تو امامؑ نے فرمایا: ''میں نے موسیٰ بن جعفر سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسینؑ

۱۔ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، جلد۲، صفحہ ۲۸۷۔

سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار حسین بن علی سے انھوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن ابی طالب سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ ،فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ ،وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ وَلٰکِنْ بِشُرُوْطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا''۔(۱)

''لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا لیکن اس کی کچھ شرطیں ہیں اور اُن ہی شرطوں میں سے ایک شرط میں ہوں''۔

اس حدیث کو بیس ہزار (۲) سے زیادہ افراد نے نقل کیا، اس حدیث کو حدیث ذہبی کا نام دیا گیا چونکہ اس حدیث کو سنہری روشنائی (یعنی سونے کا پانی) سے لکھا گیا، سند کے لحاظ سے یہ حدیث دیگر تمام احادیث میں سے زیادہ صاحب عظمت ہے۔

احمد بن حنبل کا کہنا ہے: اگر اس حدیث کو کسی دیوانہ پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح وسالم ہو جائے گا۔(۳) اور بعض سامانی حکام نے یہ وصیت کی ہے کہ اس حدیث کو سونے کے پانی سے لکھ کر اُن کے ساتھ اُن کی قبروں میں دفن کر دیا جائے''۔(۴)

مامون کا امامؑ کا استقبال کرنا

مامون نے امام رضاؑ کا رسمی طور پر استقبال کرنے کا حکم دیا، اسلحوں سے لیس فوجی دستے اور تمام لوگ امام کے استقبال کیلئے نکلے، سب سے آگے آگے مامون، اس کے وزراء اور مشیر تھے، اُس نے آگے بڑھ کر امامؑ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مرحبا کہا، اسی طرح اس کے وزیروں نے بھی کیا اور مامون نے امامؑ کو ایک مخصوص گھر میں رکھا جو مختلف قسم کے فرش اور خدم وحشم سے آراستہ کیا گیا تھا۔

۱۔عیون اخبار الرضا، جلد ۲ صفحہ ۱۵۳۔ علماء کے نزدیک اس حدیث کی بڑی اہمیت ہے، اور انھوں نے اس کو متواتر اخبار میں درج کیا ہے۔

۲۔اخبار الدول، صفحہ ۱۱۵۔

۳۔صواعق المحرقہ، صفحہ ۹۵۔

۴۔اخبار الدول، صفحہ ۱۱۵۔

مامون کی طرف سے امامؑ کو خلافت پیش کش

مامون نے امامؑ کے سامنے خلافت پیش کی، اس نے رسمی طور پر یہ کام انجام دیا اور امامؑ کے سامنے یوں خلافت پیش کر دی: اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپؑ کے فضل، علم، زہد، ورع اور عبادت کی معرفت ہو گئی ہے، لہٰذا میں آپؑ کو اپنی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتا ہوں۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''میں دنیا کے زہد کے ذریعہ آخرت کے شر سے چھٹکارے کی امید کرتا ہوں اور حرام چیزوں سے پرہیز گاری کے ذریعہ اخروی مفادات کا امیدوار ہوں، اور دنیا میں تواضع کے ذریعہ اللہ سے رفعت و بلندی کی امید رکھتا ہوں...''۔

مامون نے جلدی سے کہا: میں خود کو خلافت سے معزول کر کے خلافت آپؑ کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔

امامؑ پر مامون کی باتیں مخفی نہیں تھیں، اس نے امامؑ کو اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کی وجہ سے خلافت کی پیشکش کی تھی، وہ کیسے امامؑ کے لئے خود کو خلافت سے معزول کر رہا تھا، جبکہ اُس نے کچھ دنوں پہلے خلافت کے لئے اپنے بھائی امین کو قتل کیا تھا؟

امامؑ نے مامون کو یوں قاطعانہ جواب دیا: ''اگر خلافت تیرے لئے ہے تو تیرے لئے اس لباس کو اُتار کر کسی دوسرے کو پہنانا جائز نہیں ہے جس لباس کو اللہ نے تجھے پہنایا ہے، اور اگر خلافت تیرے لئے نہیں ہے تو تیرے لئے اس خلافت کو میرے لئے قرار دینا جائز نہیں ہے''۔

مامون برہم ہو گیا اور غصہ میں بھر گیا، اور اس نے امامؑ کو اس طرح دھمکی دی: آپؑ کو خلافت ضرور قبول کرنا ہوگی...

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''میں ایسا اپنی خوشی سے نہیں کروں گا..''۔

امامؑ کو یقین تھا کہ یہ اُس (مامون) کے دل کی بات نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں وہ جدیت سے کام لے رہا ہے کیونکہ مامون عباسی خاندان سے تھا جو اہل بیتؑ سے بہت سخت کینہ رکھتے، اور انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کا اس قدر خون بہایا تھا کہ اتنا خون کسی نے بھی نہیں بہایا تھا تو امام اُس پر کیسے اعتماد کرتے؟

ولیعہدی کی پیشکش

جب مامون امامؑ سے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہوگیا تو اس نے دوبارہ امامؑ سے ولیعہدی کی پیشکش کی تو امامؑ نے سختی کے ساتھ ولیعہدی قبول نہ کرنے کا جواب دیا، اس بات کو ہوئے تقریباً دو مہینے سے زیادہ گذر چکے تھے اور اس کا کوئی نتیجہ نظر نہیں آرہا تھا اور امامؑ حکومت کا کوئی بھی عہدہ و منصب قبول نہ کرنے پر مصر رہے۔

امامؑ کو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کرنا

جب مامون کے تمام ڈپلومیسی حربے ختم ہو گئے جن سے وہ امامؑ کو ولیعہدی قبول کرنے کیلئے قانع کرنا چاہتا تھا تو اُس نے زبردستی کا طریقہ اختیار کیا، اور اس نے امامؑ کو بلا بھیجا، تو آپؑ نے اُس سے فرمایا: ''خدا کی قسم جب سے پروردگار عالم نے مجھے خلق کیا میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا... اور مجھے نہیں معلوم، کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟''۔

مامون نے جلدی سے کہا: میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

''میرے لئے امان ہے؟''

ہاں آپؑ کے لئے امان ہے۔

''تیرا ارادہ یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں: ''علی بن موسیٰؑ نے دنیا میں زہد اختیار نہیں کیا، بلکہ دنیا نے ان کے بارے میں زہد اختیار کیا، کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ انھوں نے خلافت کی طمع میں کس طرح ولیعہدی قبول کرلی؟''۔

مامون غضبناک ہوگیا اور اُس نے امامؑ سے چیخ کر کہا: آپؑ ہمیشہ مجھ سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جسے میں ناپسند کرتا ہوں، اور آپؑ میری سطوت جانتے ہیں، خدا کی قسم یا تو ولیعہدی قبول کر لیجئے ورنہ میں زبردستی کروں گا، قبول کر لیجئے ورنہ میں آپؑ کی گردن ماردوں گا۔

امامؑ نے خدا کی بارگاہ میں تضرّع کیا: ''خدایا تو نے مجھے خودکشی کرنے سے منع فرمایا ہے جبکہ میں اس وقت مجبور و لاچار ہو چکا ہوں، کیونکہ عبداللہ مامون نے ولیعہدی قبول نہ کرنے کی صورت میں مجھے قتل

کرنے کی دھمکی دی ہے، میں اس طرح مجبور ہوگیا ہوں جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال مجبور ہوئے تھے، کہ اُن کو اپنے زمانہ کے جابر حاکم کی ولایت عہدی قبول کرنی پڑی تھی۔

امامؑ نے نہایت مجبوری کی بنا پر ولی عہدی قبول کرلی حالانکہ آپؑ بڑے ہی مغموم ومحزون تھے۔

امام کی شرطیں

امام نے مامون سے ایسی شرطیں کیں جن سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپؑ کو اس منصب کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپؑ کسی کو ولی نہیں بنائیں گے۔

۲۔ کسی کو معزول نہیں کریں گے۔

۳۔ کسی رسم ورواج کو ختم نہیں کریں گے۔

۴۔ حکومتی امور میں مشورہ دینے سے دور رہیں گے۔

مامون نے ان شرطوں کے اپنے اغراض ومقاصد کے متصادم ہونے کی وجہ سے تسلیم کرلیا، ہم نے اس عہد نامہ کی نص ودلیل اور شرطوں کو اپنی کتاب ''حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ'' میں نقل کیا ہے۔

امامؑ کی بیعت

مامون نے امام رضاؑ کو ولی عہد منتخب کرنے کے بعد اُن کی بیعت لینے کی غرض سے ایک سیمینار منعقد کیا جس میں وزراء، فوج کے کمانڈر، حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اور عام لوگ شریک ہوئے، اور سب سے پہلے عباس بن مامون، اس کے بعد عباسیوں اور ان کے بعد علویوں نے امامؑ کی بیعت کی۔

لیکن بیعت کا طریقہ منفرد تھا جس سے عباسی بادشاہ مانوس نہیں تھے، امام نے اپنا دست مبارک بلند کیا جس کی پشت امامؑ کے چہرۂ اقدس کی طرف تھی اور اس کا اندرونی حصہ لوگوں کے چہروں کی طرف تھا، مامون یہ دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا، اور امامؑ سے یوں گویا ہوا: آپؑ بیعت کیلئے اپنا ہاتھ کھولئے۔

امامؑ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے''۔ (۱)

۱۔ مقاتل الطالبین، صفحہ ۳۵۵۔

شاید آپؑ نے اپنے قول کو خدا کے اس قول سے نسبت دی ہو:

﴿یداللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ﴾۔(۱)''اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے''۔

لہٰذا بیعت کرنے والے کا ہاتھ نبی اور امام کے ہاتھ سے اوپر ہونا صحیح نہیں ہے۔(۲)

اہم قوانین

۱۔مامون نے امام رضاؑ کو ولی عہد منتخب کرتے وقت مندرجہ ذیل اہم قوانین معین کئے:

۱۔لشکر کو پورے سال تنخواہ دی جائے گی۔

۲۔عباسیوں کو کالا لباس نہیں پہنایا جائے گا بلکہ وہ ہرا لباس پہنیں گے، چونکہ ہرا لباس اہل جنت کا لباس ہے اور خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿وَیَلْبَسُونَ ثِیَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ﴾۔(۳)

''اور یہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز لباس میں ملبوس ہوں گے''

۳۔درہم و دینار پر امام رضاؑ کا اسم مبارک لکھا جائے گا۔

مامون کا امام رضاؑ سے خوف

ابھی امام رضاؑ کو ولی عہد بنے ہوئے کچھ ہی مدت گذری تھی کہ مامون آپؑ کی ولیعہدی کو ناپسند کرنے لگا، چاروں طرف سے افراد آپؑ کے گرد اکٹھا ہونے لگے اور ہر جگہ آپؑ کے فضل و کرم کے چرچے ہونے لگے ہر جگہ آپؑ کی فضیلت اور بلند شخصیت کی باتیں ہونے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ خلافت کے لئے زیادہ شایانِ شان ہیں، بنی عباس چور اور مفسد فی الارض ہیں، مامون کی ناک بھویں چڑھ گئیں اس کو بہت زیادہ غصہ آ گیا، اور مندرجہ ذیل قانون نافذ کر دئے:

۱۔اُس نے امام کیلئے سخت پہرے دار معین کر دئے، کچھ ایسے فوجی تعینات کئے جنھوں نے امام کا جینا دوبھر کر دیا اور نگہبانوں کی قیادت ہشام بن ابراہیم راشدی کے سپرد کر دی وہ امامؑ کی ہر بات مامون

۱۔سورۂ فتح، آیت ۱۰۔

۲۔حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۳۔

۳۔سورۂ کہف، آیت ۳۱۔

تک پہنچاتا تھا۔

۲۔ اُس نے شیعوں کو امام کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ کی گفتگو سننے سے منع کر دیا، اس نے اس کام کے لئے محمد بن عمر وطوسی کو معین کیا جو شیعوں کو بھگاتا اور ان کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔

۳۔ علماء کو امامؑ سے رابطہ رکھنے اور اُن کے علوم سے استفادہ کرنے سے منع کیا۔

اماممؑ کو قتل کرنا

مامون نے امامؑ کو قتل کرنے کی سازش کی، اور اُس نے انگور یا انار(۱) میں زہر ملا کر دیا جب امامؑ نے اُس کو تناول فرمایا تو زہر آپؑ کے پورے بدن میں سرایت کر گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد آپؑ کی روح پرواز کر گئی جو ملائکہ کے حصار میں خدا تک پہنچی اور ریاض خلد میں انبیاءؑ کی ارواح نے آپؑ کا استقبال کیا۔

امامؑ اللہ کے بندوں تک رسالت الٰہی کا پیغام پہنچا کر دار فانی سے کوچ فرما گئے، آپؑ مامون کی حکومت کے کسی کام میں بھی شریک نہیں ہوئے جبکہ مامون نے آپؑ کو ہر طرح سے ستایا تھا۔

امامؑ کی جس طرح تشییع جنازہ ہوئی اس کی خراسان کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی، تمام حکومتی دفاتر، اور تجارت گاہیں وغیرہ رسمی طور پر بند کر دی گئیں، اور ہر طبقہ کے لوگ امام کے جسم مطہر کی تشییع جنازہ کے لئے نکل پڑے۔ آگے آگے مامون، اُس کے وزیر، حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اور لشکر کے کمانڈر تھے، مامون ننگے سر اور ننگے پیر تھا وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا: مجھے نہیں معلوم کہ مجھ پر ان دونوں مصیبتوں میں سے کونسی بڑی مصیبت ہے؟ آپؑ مجھ سے جدا ہو گئے یا لوگ مجھ پر یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ میں نے آپ کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا ہے؟

مامون نے خود کو امام کے قتل سے بری الذمہ ہونے کیلئے نالہ و فریاد اور حزن والم کا اظہار کیا؟ لیکن بہت جلد اس کی اس ریاکاری کا پردہ فاش ہو گیا اور سب پر واضح ہو گیا کہ وہ خود مجرم ہے۔

امامؑ کا جسم اطہر تکبیر و تعظیم کے سایہ میں لیجایا گیا اور مامون نے آپؑ کو ہارون کے نزدیک آپؑ کی ابدی آرامگاہ میں سپرد خاک کر دیا، آپؑ کے دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے

۱۔ ہم نے امامؑ پر حملے کو مفصل طور پر حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ میں تحریر کر دیا ہے۔

باعث عزت صفاتِ حسنہ رخصت ہو گئے۔

امام کو اس مقدس وطاہر بقعہ میں دفن کر دیا گیا، آپؑ کا مرقد مطہر خراسان میں انسانی کرامت کا مظہر بن گیا، آپؑ کا مرقد مطہر اسلام میں بہت باعزت ہے، لوگوں نے امام رضاؑ کے مرقد مطہر جیسا باحشمت، عزت اور کرامت کا مرقد کسی اور ولی اللہ کا مرقد نہیں دیکھا، مامون سے امام رضاؑ کو ہارون کے قریب دفن کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا: تاکہ خداوند عالم میرے والد کو امام رضاؑ کے جوار کی وجہ سے بخش دے، شاعر مفکر اسلام دعبل خزاعی نے اس بات یوں شعر میں نظم کیا ہے:

قَبْرَانِ فِي طُوسٍ: خَيْرُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ۔۔۔ وَقَبْرُ شَرِّهِمْ هٰذَا مِنَ الْعِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسَ مِنْ قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلَا ۔۔۔ عَلَى الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِنْ ضَرَرٍ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِيءٍ رَهْنٌ بِمَا كَسَبَتْ ۔۔۔ لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ أَوْ فَذَرِ

''طوس میں دو قبریں ہیں ایک بہترین مخلوق کی ایک بدترین مخلوق کی یہ عبرت کا مقام ہے۔

پاکیزہ شخص کی قربت، پلیدگی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ ہی آلودگی سے نزدیک ہونے کی وجہ سے پاکیزہ شخص کو نقصان پہنچتا ہے۔

ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے تو جو چاہو لے لو، جو چاہو چھوڑ دو''۔

بہر حال امام رضاؑ کے اس دنیا سے چلے جانے سے دنیائے اسلام میں ایمان و ہدایت کے چراغ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا اور مسلمان اپنے قائد اعظم اور امامؑ سے محروم ہو گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی دنیا کے تمام فضائل کے حامل تھے، دنیا کے تمام لوگ اپنے مختلف ادیان ہونے کے باوجود آپؑ کی غیر معمولی صلاحیتوں سے حیرت زدہ تھے، آپؑ سات سال اور کچھ مہینے کی عمر میں درجۂ امامت پر فائز ہوئے، آپؑ نے ایسے علوم و معارف کے دریا بہائے جس سے تمام عقلیں مبہوت ہو کر رہ گئیں، تمام زمانوں اور آبادیوں میں آپؑ کی ہیبت اور آپ کی عبقری (نفیس اور عمدہ) صفات کے سلسلہ میں گفتگو ہونے لگی۔

اس عمر میں بھی فقہا اور علماء آپؑ سے بہت ہی مشکل اور پیچیدہ مسائل پوچھتے تھے جن کا آپؑ ایک تجربہ کار فقیہ کے مانند جواب دیتے تھے۔ راویوں کا کہنا ہے کہ آپؑ سے تین ہزار مختلف قسم کے مسائل پوچھے گئے جن کے جوابات آپؑ نے بیان فرمائے ہیں۔

ظاہری طور پر اس حقیقت کی اس کے علاوہ اور کوئی وجہ بیان نہیں کی جا سکتی ہے کہ شیعہ اثنا عشری مذہب کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے ائمہ اہل بیتؑ کو علم، حکمت، اور فصل الخطاب عطا کیا ہے اور وہ فضیلت عطا کی ہے جو کسی شخص کو نہیں دی ہے ہم ذیل میں مختصر طور پر اس امامؑ سے متعلق بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں:

آپؑ اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں

امامؑ نے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ اور آغوش پدری میں پرورش پائی اور تکریم و محبت کے سایہ میں پروان چڑھے، امام رضاؑ آپؑ کو آپؑ کے نام کے بجائے آپؑ کی کنیت ابو جعفر سے پکارتے تھے،

جب امام رضا خراسان میں تھے تو امام محمد تقیؑ آپؑ کے پاس خطوط لکھا کرتے تھے جو انتہائی فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہوتے تھے۔

امام علی رضا نے اپنی اولاد کو جو اعلیٰ تربیت دی ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ ان کو ہمیشہ نیکی، اچھائی اور فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے جیسا کہ آپؑ نے خراسان سے اُن کے نام ایک خط میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر فرمایا:

''میری جان تم پر فدا ہو مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض غلام نے تمہاری سواری کو باغ کے چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں، یہ ان کی کنجوسی کی وجہ سے ہے تاکہ کوئی بھی تمھیں راستہ میں نہ ملنے پائے، لہٰذا میرا تمہاری گردن پر جو حق ہے اس کی بنا پر میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری آمد و رفت صرف بڑے دروازے سے ہونی چاہئے، اور جب بھی تم سوار ہو کر نکلو تو تمہارے ساتھ سونے، چاندی (درہم و دینار کے سکے) ضرور ہونا چاہئیں، تاکہ جو بھی تم سے مانگے اس کو فوراً عطا کر دو، اور تمہارے چچاؤں میں سے جو کوئی تم سے نیکی کا مطالبہ کرے اس کو پچاس دینار سے کم نہ دینا اور تمھیں زیادہ دینے کا بھی اختیار ہے، اور اپنی پھوپھیوں کو بھی پچاس دینار سے کم نہ دینا اور زیادہ دینے کا تمھیں اختیار ہے، خدا تمھیں بہترین توفیق عطا فرمائے لہٰذا انفاق کرتے رہو اور خدا کے سلسلہ میں کسی طرح کے بخل کا خیال مت کرو''۔

کیا آپؑ نے اس عظیم الشان تربیت کا اندازہ لگایا ہے جس میں شرافت و کرم بالکل نمایاں و آشکار ہے؟ امام رضا نے اپنے فرزند ارجمند کے دل کی گہرائیوں میں مکارم اخلاق اور اچھے اخلاق کو بھر دیا ہے تاکہ وہ اپنے جد کی امت کے لئے اسوۂ حسنہ یا نمونۂ عمل بن سکیں۔

خاندان نبوت کا اعزاز و اکرام

خاندان نبوت و رسالت امام محمد تقیؑ (جبکہ آپؑ بالکل نو عمر ہی تھے) کے ذریعہ عزت و شرافت و بزرگی میں اور چند قدم آگے نظر آتا ہے، اور کمسنی کے باوجود ان کی امامت و فضائل کے معترف ہیں جیسا کہ محمد بن حسن عمارہ سے روایت ہے:

میں مدینہ میں علی بن جعفر کے یہاں تھا اور دو سال سے آپؑ کے بھائی یعنی امام موسیٰ کاظمؑ کے اقوال و احادیث لکھا کرتا تھا، جب ابو جعفر محمد بن علی رضا مسجد النبیؐ میں داخل ہوئے تو علی بن جعفر نعلین اور ردا

ء کے بغیر آپؑ کے پاس پہنچے، آپؑ کے ہاتھوں کو چوما اور آپؑ کی تعظیم و تکریم کی اور امام محمد تقیؑ نے اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے عرض کیا: ''اے چچا! خدا آپؑ پر رحم فرمائے، تشریف رکھیے''۔

علی بن جعفر بڑے ہی ادب اور خضوع سے یہ کہتے ہوئے جھکے: اے میرے سردار! میں آپؑ کے کھڑے ہوتے ہوئے کیسے بیٹھ سکتا ہوں؟

جب امام محمد تقیؑ واپس چلے گئے تو علی بن جعفر اصحاب کے پاس آئے اصحاب نے اُن سے کہا: آپؑ ان کے باپ کے چچا ہیں پھر بھی اُن کی اتنی تعظیم کرتے ہیں!! علی بن جعفر نے جذبہ ایمانی کے انداز میں، جواب میں اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر جواب دیا، خاموش رہو کیونکہ جب خدا نے میری اس بزرگی کو امامت کے لئے مناسب نہ سمجھا اور اسی جوان کو امام قرار دیا اور اُس کو اس کے مناسب مقام پر رکھا تو میں تمہاری بات سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں بلکہ میں تو اُن کا غلام ہوں۔

یہ حدیث علی بن جعفر کے عمیق ایمان پر دلالت کرتی ہے، آپؑ نے اپنے اصحاب پر یہ واضح کردیا کہ بیشک امامت انسان کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تابع نہیں ہو سکتی، امر امامت اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یہ ایسا امر ہے جس کو خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے چاہے وہ عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا۔

آپؑ کا زہد

امام محمد تقیؑ اپنی ساری زندگی میں متقی و پرہیزگار و زاہد رہے، آپؑ نے دنیا میں اپنے آباء واجداد کی طرح زہد اختیار فرمایا، ان ہی کی طرح زندگی بسر کی، جنھوں نے دنیا سے بے رغبتی کی اور خدا سے لو لگائی۔

امام محمد تقیؑ جوان تھے اور مامون اپنے پاس آنے والے حقوق شرعیہ جن کی مالی حیثیت بہت زیادہ ہوتی تھی سب کے سب آپؑ کے پاس بھیج دیتا تھا آپ ان میں سے اپنے مخصوص امور کے علاوہ کچھ بھی خرچ نہیں کرتے تھے، بقیہ سب کا سب فقرا اور محروموں پر خرچ فرما دیتے تھے، حسین مکاری سے روایت ہے کہ جب امام محمد تقی کی بغداد میں اتنی تعظیم و تکریم دیکھی تو میں نے خود سے کہا کہ اب میں اپنے وطن واپس نہیں پلٹوں گا اور عنقریب بغداد میں مقیم ہو کر نعمتوں سے مستفیض ہوں گا، امام اس کے دل کی بات سے آگاہ ہو گئے اور اس سے فرمایا: اے حسین! مجھے میرے جد رسول اللہ کے حرم میں جو کی روٹی اور دلا ہوا موٹا

موٹا نمک اس سے زیادہ محبوب ہے جس کے بارے میں تو سوچ رہا ہے..."۔(۱)

امام ملک اور سلطنت کے خواہاں نہ تھے، آپ بالکل حکومت کی طرف سے کئے جانے والے مظاہر کی کوئی پروا نہیں کرتے آپ نے ہمیشہ زہد اختیار کیا اور دنیا سے روگردان رہے۔

آپؑ کی سخاوت

امام ابوجعفرؑ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی و فیاض تھے، اکثر لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے اور آپؑ کا فقرا کے ساتھ نیکی کرنا مشہور تھا اور آپ کو آپ کے بہت زیادہ کرم اور سخاوت کی وجہ سے جواد کے لقب سے نوازا گیا ہم ذیل میں آپ کی سخاوت کے کچھ واقعات نقل کر رہے ہیں:

۱۔ مورخین نے روایت کی ہے کہ احمد بن حدید اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ حج کیلئے نکلے تو ان پر ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ان کا سارا مال و متاع لوٹ لیا، مدینہ پہنچ کر احمد امام محمد تقی کے پاس گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے اُن کیلئے ایک تھیلی لانے کا حکم دیا اور اُن کو مال عطا کیا تا کہ پوری جماعت میں تقسیم کر دیں اس مال کی مقدار اتنی ہی تھی جتنا مال ان کا لوٹا گیا تھا۔(۲)

۲۔ قمی سے روایت ہے کہ ایک علوی مدینہ میں ایک کنیز خریدنا چاہتا تھا، لیکن اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا جس سے اس کو خریدا جا سکے تو اس نے امام محمد تقی سے اس کی شکایت کی امام نے اس کے مالک سے سوال کیا تو اس نے آپ کو بتایا، امام نے اس کے مالک سے مزرعہ (کھیت) اور کنیز کو خرید لیا، علوی نے کنیز کے پاس پہنچ کر اس سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کو خریدا جا چکا ہے لیکن نہیں معلوم اس کو مخفی طور پر کس نے خریدا ہے علوی نے امام کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز میں عرض کیا۔ فلاں کنیز فروخت کر دی گئی ہے۔

امامؑ نے مسکراتے ہوئے کہا: کیا تم کو معلوم ہے اس کو کس نے خریدا ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں۔

امام اس کے ساتھ اس کھیت کی طرف گئے جس میں وہ کنیز تھی اور امام نے اس کو اس میں داخل

۱۔ حیاۃ الامام محمد تقی، صفحہ ۷۵۔

۲۔ وافی بالوفیات، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵۔

نہ ہونے کا حکم دیا تو اس نے اس میں داخل ہونے سے منع کیا چونکہ وہ اس کے مالک کو نہیں پہچانتا تھا، جب امام نے اس سے اصرار کیا کہ تو اس نے قبول کرلیا جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس میں کنیز کو دیکھا امام نے اس سے فرمایا کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں۔

علوی کو معلوم ہوگیا کہ امامؑ نے اس کو خرید لیا ہے۔

امام نے اس سے فرمایا: یہ کنیز، قصر، مزرعہ، غلہ اور جو کچھ اس قصر میں مال و دولت ہے سب تیرے لئے ہے، علوی خوش ہوگیا اور اس نے امام کا بڑی گرمجوشی سے شکریہ ادا کیا۔(۱)

یہ امامؑ کی سخاوت و کرم کے بعض واقعات تھے۔

آپؑ کے وسیع علوم

امام محمد تقیؑ بچپن میں ہی اپنے زمانہ کے تمام علماء میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، بڑے بڑے علماء آپؑ کے مناظروں، فلسفی، کلامی اور فقہی بحثوں سے متأثر ہوکر آپؑ کی عظمت کا لوہا مانتے تھے، اور معتصم کے پاس جاکر آپؑ کے فضل و برتری کا اقرار کرتے تھے، فقہا اور علماء سات سال کی عمر میں ہی آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور آپؑ کے علوم سے مستفیض ہوتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کی فضیلت شائع ہوگئی مختلف بزموں اور نشستوں میں آپؑ کا چرچا ہونے لگا، اپنے کمال و فضل کی بنا پر آپؑ دنیا والوں کے لئے حیرت و تعجب کا سبب قرار پائے، جب مامون نے اپنی بیٹی کا امام سے عقد کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے عباسیوں کو بلایا تو انھوں نے مامون سے امام کے امتحان کا مطالبہ کیا تو مامون نے قبول کرلیا۔

اس نے امام کے امتحان کے لئے بغداد کے قاضی القضات یحیٰی بن اکثم کو معین کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ امام کو ان کے امتحان میں ناکام کردے اور وہ جواب نہ دے سکیں تو اس کو بہت زیادہ مال و دولت دیا جائے گا، یحیٰی اس مجلس میں پہنچا جس میں وزراء اور حکّام موجود تھے سب کی نظریں امامؑ پر لگی ہوئی تھیں چنانچہ اس نے امام سے عرض کیا: کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپؑ سے کچھ دریافت کروں؟

۱۔ مرآۃ الزمان، جلد ۶ صفحہ ۱۰۵۔

امامؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''اے یحییٰ! جو تم چاہو پوچھو!''

یحییٰ نے امامؑ سے کہا: آپؑ فرمائیے حالت احرام میں شکار کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

امامؑ نے اس مسئلہ کی تحلیل کرتے ہوئے اس طرح اس کی مختلف صورتیں بیان کیں اور یحییٰ سے سوال کیا کہ تم نے ان شقوں میں سے کونسی شق پوچھی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''اُس نے حدود حرم سے باہر شکار کیا تھا یا حرم میں، شکار کرنے والا مسئلہ سے آگاہ تھا یا نہیں، اس نے عمداً شکار کیا ہے یا غلطی سے ایسا ہو گیا ہے، شکار کرنے والا آزاد تھا یا غلام، وہ بالغ تھا یا نابالغ، اُس نے پہلی مرتبہ شکار کیا تھا یا بار بار شکار کر چکا تھا، شکار پرندہ تھا یا کوئی اور جانور تھا، شکار چھوٹا تھا یا بڑا، شکاری شکار کرنے پر نادم تھا یا مُصر، شکار رات کے وقت کیا گیا ہے یا دن میں اور اس نے حج کیلئے احرام باندھا تھا یا عمرہ کیلئے؟''۔

یحییٰ کے ہوش اڑ گئے وہ عاجز ہو گیا چونکہ اُس نے اپنے ذہن میں اتنی شقیں سوچی بھی نہیں تھیں، مجمع میں تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند ہونے لگیں، اور سب پر یہ آشکار ہو گیا کہ اللہ نے اہل بیتؑ کو علم وحکمت اسی طرح عطا کیا ہے جس طرح اُس نے انبیاء اور رسول کو عطا کیا ہے۔

امام محمد تقیؑ نے اس مسئلہ کی متعدد شقیں بیان فرمائیں جبکہ ان میں سے بعض شقوں کا حکم ایک تھا جیسے شکار رات میں کیا جائے یا دن میں ان دونوں کا حکم ایک ہے لیکن امامؑ نے اس کی دشمنی کو ظاہر کرنے اور اسے عاجز کرنے کے لئے ایسا کیا تھا چونکہ وہ آپؑ کا امتحان لینے کی غرض سے آیا تھا۔

مامون نے اپنے خاندان والوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا: ہم اس نعمت پر خدا کے شکر گذار ہیں، جو کچھ میں نے سوچا تھا وہی ہوا، کیا تمھیں اُن کی معرفت ہو گئی جن کا تم انکار کر رہے تھے؟۔(۱)

جب عباسی خاندان پر اس چھوٹے سے سن میں امام محمد تقیؑ کا فضل و شرف اور اُن کا وسیع علم آشکار ہو گیا تو مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا آپؑ سے عقد کر دیا۔

حقیقی ایمان

اللہ پر ایمان اس پر بھروسے اور توکل پر دلالت کرتا ہے ہم اُن میں سے ذیل میں چند نصیحتیں بیان

۱۔ الارشاد، صفحہ ۳۶۱۔ وسائل، جلد ۹، صفحہ ۱۸۷، وغیرہ۔

کرر ہے ہیں:

ا۔ اللہ پر اعتماد

امام محمد تقیؑ کا فرمان ہے: جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کو خوشی دکھلاتا ہے، جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے خدا اس کو مصیبتوں سے بچاتا ہے خدا پر بھروسہ ایسا قلعہ ہے جس میں مومن ہی جا سکتا ہے خدا پر توکل کرنا برائی سے بچانے کا ذریعہ اور ہر دشمن سے حفاظت کا وسیلہ ہے۔ (۱)

ان سنہرے کلمات میں جس چیز کی تمام انسانوں کو اپنی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے وہ خالق کائنات اور زندگی دینے والے پر بھروسہ کرنا ہے جس نے اللہ پر بھروسہ کیا وہ خوشی دیکھے گا اور اللہ پر بھروسہ کرنا انسان کے امور کے لئے کافی ہے۔

۲۔ اللہ کے ذریعہ بے نیازی

امام محمد تقیؑ نے اللہ کے ذریعہ بے نیازی اور اسی سے امید باندھنے کی دعا فرمائی: جو شخص خدا کے ذریعہ بے نیاز ہو گا لوگ اسی کے محتاج ہوں گے، اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا لوگ اس سے محبت کریں گے"۔ (۲)

۳۔ اللہ سے لو لگانا

امام محمد تقیؑ نے اللہ سے لو لگانے کی ترغیب دلائی چونکہ خدا کا فیض اور لطف و کرم کبھی ختم نہیں ہوتا: "لیکن جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو لگائی خدا اس شخص پر لو لگانے والے کو غالب کر دیتا ہے"۔ (۳)

مکارم اخلاق

امام محمد تقیؑ نے مکارم اخلاق اور محاسن صفات پر مشتمل دعا میں فرمایا ہے: "انسان کے بہترین اخلاق کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا، اس کے کرم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے محبّ کے ساتھ

۱۔ فصول مہمہ ابن صباغ، صفحہ ۲۷۳۔

۲۔ جوہرۃ الکلام، صفحہ ۲۵۰۔

۳۔ حیاۃ الامام محمد تقیؑ، صفحہ ۱۰۵۔

اچھا برتاؤ کرتا ہے، اس کے صبر کا نمونہ یہ ہے کہ وہ شکایت نہیں کرتا، اس کی خیر خواہی کی پہچان یہ ہے کہ وہ ناپسند باتوں سے روکتا ہے، نرمی کی پہچان یہ ہے کہ انسان اپنے دینی بھائی کی ایسے مجمع میں سرزنش نہ کرے جہاں اُس کو بُرا لگتا ہے، اس کی سچی صحبت کی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی پر بار نہیں بنتا، اس کی محبوبیت کی پہچان یہ ہے کہ اس کے موافق زیادہ اور مخالف کم ہوتے ہیں''۔(۱)

امام محمد تقیؑ نے ان بہترین کلمات کے ذریعہ حسن اخلاق اور مکارم اخلاق، سچائی قائم کرنے اور حقیقی فکر و محبت کرنے کی بنیاد ڈالی۔

آداب سلوک

امام محمد تقیؑ نے لوگوں کے درمیان حسن سلوک اور اس کے آداب کا ایک بہت ہی بہترین نظام معین فرمایا۔ آپؑ اس سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں:

۱۔''تین عادتوں سے دل موہ لئے جاتے ہیں: معاشرے میں انصاف، مصیبت میں ہمدردی، پریشان حالی میں تسلّی''۔(۲)

۲۔''جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ شرمندہ نہیں ہوگا: جلد بازی سے کام نہ لینا، مشورہ کرنا، عزم کے وقت اللہ پر بھروسہ کرنا، جو شخص اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا محسن ہے اور جو علانیہ طور پر اس کو نصیحت کرے گویا اُس نے اس کے ساتھ برائی کی ہے''۔(۳)

۳۔''مومن کے اعمال نامہ کی ابتدا میں اس کا حسن اخلاق تحریر ہوگا، سعادتمند کے اعمال نامہ کے شروع میں اس کی مدح و ثنا تحریر ہوگی، روایت کی زینت شکر، علم کی زینت انکساری، عقل کی زینت حسن ادب ہے، خوبصورتی کا پتہ کلام کے ذریعہ چلتا ہے اور کمال کا پتہ عقل کے ذریعہ چلتا ہے''۔(۴)

امام کے یہ کلمات حکمت، قواعد اخلاق اور آداب کے اصول پر مشتمل ہیں، اگر کسی شخص کے پاس

۱۔ در تنظیم صفحہ ۲۲۳۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۷۷۔

۲۔ جوہرۃ الکلام، صفحہ ۱۵۰۔

۳۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۷۸۔

۴۔ ایضاً

صرف یہی کلمات ہوں تو آپؑ کی امامت پر استدلال کرنے کیلئے کافی ہیں، ایک کمسن اپنی عمر کے ابتدائی دور میں کیسے ایسی دائمی حکمتیں بیان کرنے پر قادر ہو گیا جن کا بڑے بڑے علماء مثل لانے سے عاجز ہیں؟

آپؑ کے موعظے

ہم ذیل میں آپؑ کے بعض موعظے بیان کر رہے ہیں:

۱۔حضرت امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ ہے، اور توبہ کرنے میں بہت زیادہ دیر کرنا حیرت و سرگردانی کا سبب ہے، خدا سے ٹال مٹول کرنا ہلاکت ہے اور بار بار گناہ کرنا تدبیر خدا سے ایمن ہونا ہے، خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿لا یَأْمَنُ مَکْرَ اللهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (۱)''۔(۲)

''مکر خدا سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں''

۲۔ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا: مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے تو آپؑ نے اس کو یہ بیش بہا نصیحت فرمائی: ''صبر کو تکیہ بناؤ، غریبی کو گلے لگاؤ، خواہشات کو چھوڑ دو، ہوئی و ہوس کی مخالفت کرو، یاد رکھو تم خدا کی نگاہ سے نہیں بچ سکتے، لہٰذا غور کرو کس طرح زندگی بسر کرنا ہے''۔(۳)

۳۔حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے بعض اولیا کو وعظ و نصیحت پر مشتمل یہ گرانبہا خط تحریر فرمایا: ''ہم اس دنیا سے چلو بھر پانی لیتے ہیں لیکن جس شخص کی خواہش اپنے دوست کی طرح ہو اور وہ اس کی روش کے مطابق چلتا ہو تو وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہوگا جبکہ آخرت چین و سکون کا گھر ہے''۔(۴)

آپؑ کے یہ وہ موعظے اور ارشادات ہیں جو انسان کو اس کے رب سے نزدیک کرتے ہیں اور اس کے عذاب و عقاب سے دور کرتے ہیں، انسان کے نفس میں ابھرنے والے برے صفات کا اتباع کرنے سے ڈراتے ہیں، یہ برے صفات انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں، انسان کو رذائل اور جرائم کے میدانوں میں گامزن کر دیتے ہیں، امام محمد تقیؑ نے اپنے وعظ و ارشادات میں اپنے آباء و اجداد کا اتباع فرمایا

۱۔سورۂ اعراف، آیت ۹۹۔

۲۔تحف العقول، صفحہ ۴۵۶۔

۳۔تحف العقول، صفحہ ۴۵۶۔

۴۔تحف العقول، صفحہ ۴۵۶۔

ہے، یہ وہ تابناک نصائح ہیں جن کا ہم اُن کی سیرت وسوانح حیات میں مطالعہ کرتے ہیں۔

مامون کا امامؑ سے مسئلہ کی وضاحت طلب کرنا

مامون نے امام محمد تقیؑ سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی جو آپؑ نے یحییٰ بن اکثم سے پوچھا تھا، تو آپؑ نے یوں وضاحت فرمائی:

''اگر حالتِ احرام میں حدودِ حرم سے باہر شکار کیا ہے اور شکار پرندہ ہے اور بڑا بھی ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے، اگر یہی شکار حدودِ حرم کے اندر ہوا ہے تو کفارہ دُوگنا (یعنی دو بکریاں)، اگر پرندہ چھوٹا تھا تو دنبہ کا وہ بچہ جو ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو، اگر یہ شکار حرم میں ہوا ہے تو اُس پرندہ کی قیمت اور ایک دنبہ، اگر شکار وحشی گدھا ہے تو کفارہ ایک گائے اور اگر شکار شترمُرغ ہے تو کفارہ ایک اونٹ ہے اگر شکاری کفارہ دینے پر قادر نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس پر بھی قادر نہیں ہے اٹھارہ دن روزے رکھے، اگر اس نے گائے کا شکار کیا ہے تو اس کا کفارہ بھی ایک گائے ہے اگر اس کفارہ کو دینے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو نو دن کے روزے رکھے، اگر شکار ہرن ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اگر وہ اس کفارہ کو دینے پر قادر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ دے سکے تو تین دن کے روزے رکھے، یہ شکار اگر حدودِ حرم میں ہوا ہے تو کفارہ دوگنا ہوگا: ﴿ھدیاً بالغ الکعبۃ﴾ اگر احرام حج کا ہے تو قربانی منیٰ میں کرے گا جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں اور اگر احرام عمرہ کا ہے تو کفارات کو خانہ کعبہ تک پہنچانا ہوگا اور قربانی مکہ میں ہوگی، اور بکری کی قیمت کے مانند صدقہ دینا ہوگا۔

اگر اس نے حرم کے کسی کبوتر کا شکار کیا ہے تو وہ ایک درہم صدقہ دے گا اور ایک درہم سے حرم کے کبوتروں کے لئے چارا خریدے گا، بچہ کا شکار کرے تو آدھا درہم صدقہ دے گا اور اگر بیضہ توڑ دے تو ایک چوتھائی درہم صدقہ دے گا، محرم کو ہر حال میں کفارہ ادا کرنا ہوگا چاہے وہ جان بوجھ کر شکار کرے یا بھول کر شکار کرے، چاہے وہ اس مسئلہ سے واقف ہو یا ناواقف، غلام کا کفارہ مالک کو ادا کرنا ہوگا چونکہ غلام خود بھی مالک کی ایک ملکیت ہی شمار ہوتا ہے، اگر حالت احرام میں شکار کا پیچھا کرے اور شکار مر جائے تو اس کو فدیہ دینا ہوگا، اگر اپنے اس فعل پر اصرار کرے گا تو اُس پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور اگر اپنے اس فعل پر پشیمان وشرمندہ ہوگا تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا، اگر وہ رات میں غلطی سے اس کا گھونسلا خراب

کر دے تو اُس کو کچھ نہیں دینا ہوگا جب تک کہ وہ شکار نہ کرے ، اگر وہ رات یا دن میں اس کا شکار کر لے تو فدیہ دینا ہوگا، اور اگر احرام حج کا ہے تو فدیہ کو مکہ پہنچانا ہوگا... ''۔

مامون نے اس مسئلہ کو لکھنے کا حکم دیا اس کے بعد عباسیوں سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوا: کیا تم میں کوئی اس مسئلہ کا جواب دے سکتا ہے؟

نہیں، خدا کی قسم قاضی بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

اے امیر المومنین! آپ بہتر جانتے ہیں...

آگاہ ہو جاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ اہل بیتؑ عام مخلوق نہیں ہیں؟ رسول اللہؐ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی بچپن میں ہی بیعت کی ہے اور ان دونوں بچوں کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کی ہے، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ حضرت علیؑ نو سال کے سن میں رسول اللہ پر ایمان لائے، اور اللہ و رسولؐ نے ان کا ایمان قبول کیا اور ان کے علاوہ کسی اور بچہ کا ایمان قبول نہیں کیا؟ نہ ہی رسولؐ اللہ نے آپؑ کے علاوہ کسی اور بچہ کو دعوت دی، اور کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اس ذریت میں جو حکم پہلے پر نافذ ہوگا وہی حکم آخری پر نافذ ہوگا۔(۱)

مامون ایمان لے آیا کہ ائمہ اہل بیتؑ کا اسلام میں بہت ہی بلند و بالا مقام ہے اور اُن کے چھوٹے بڑے فضیلت میں برابر ہیں۔

یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ جب امام محمد تقیؑ بغداد میں تھے تو علماء اور راوی آپ کے مختلف علوم فقہ، کلام، فلسفہ، قرآن کریم کی تفسیر اور علم اصول وغیرہ پر مشتمل دوروس تحریر کیا کرتے تھے۔(۲)

امام محمد تقی علیہ السلام کے پایہ علمی، مناظرہ اور دیگر علمی اور فکری کارنامے آپؑ کی نوجوانی کے ہیں شیعوں کا اس بات پر مطلق ایمان ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو اللہ نے علم و حکمت اور فصل خطاب عطا کیا ہے اور ان کو وہ فضیلت عطا کی ہے جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں عطا کی ہے...

ہم نے امام محمد تقی کے علوم، حکمتیں اور آداب کی اپنی کتاب (حیاۃ الامام محمد تقیؑ) میں مکمل طور پر تشریح کی ہے۔

۱۔تحف العقول، صفحہ ۴۵۲۔ وسائل الشیعہ، جلد ۹ صفحہ ۱۸۸۔ یہ مکالمہ ارشاد، صفحہ ۳۱۲ میں مختصر طور پر نقل ہوا ہے۔

۲۔اس سلسلہ میں رجوع کیجئے: عقیدۃ الشیعہ، صفحہ ۲۰۰، حیاۃ الامام محمد تقیؑ، صفحہ ۲۵۷۔

امام کا قتل

حضرت امام محمد تقی کی وفات فطری طور پر نہیں ہوئی بلکہ آپ کو اس معتصم عباسی نے زہر دغا سے شہید کیا، جس کے دل میں امام محمد تقی سے بغض کینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب وہ مسلمانوں سے امام محمد تقی کے فضائل سنتا تھا تو اس کے نتھنے پھول جاتے تھے، اس نے اپنا حسد اس ظلم کے ارتکاب سے کیا، امام محمد تقی کو شہید کرنے کا ایک دوسرا سبب ابوداؤد کی شکایت بتایا جاتا ہے، جب ایک فقہی مسئلہ میں معتصم نے امام محمد تقیؑ کا حکم تسلیم کیا اور بقیہ فقہاء کی رائے تسلیم نہیں کی اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ ایک چور نے بذات خود اپنی چوری کا اقرار کیا، معتصم نے اس پر حد جاری کر کے معاشرہ کو پاک کرنا چاہا، اس نے فقہا اور امام محمد تقی کو اپنے دربار میں بلا کر ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو ابوداؤد سجستانی نے کہا: تیمم کے سلسلہ میں خدا کے اس فرمان: ﴿فامسحوا بوجوهكم وَايديكم﴾(۱) کے مطابق اس کا گٹے سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ دوسرے فقہاء نے کہا چور کا کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے جس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان: ﴿وايديكم الى المرافق﴾ ہے۔(۲) معتصم نے امام محمد تقی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے ابوجعفر آپ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے؟

''قوم کے علماء اس مسئلہ میں گفتگو کر چکے ہیں''۔

جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسکی وجہ سے مجھے میرے ہی حال پر رہنے دیجئے... معتصم نے امام محمد تقی کو خدا کی قسم دے کر کہا آپ اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں بیان کیجئے۔

''جب تو نے مجھے خدا کی قسم دیدی ہے تو میں بھی تجھے بتاتا ہوں ان سب نے سنت میں غلطی کی ہے چور کے ہاتھ کی چاروں انگلیاں کاٹ دیجئے اور ہتھیلی کو چھوڑ دیجئے''۔

معتصم نے کہا: کیوں؟

امامؑ نے فرمایا: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اعضاء سجدہ سات ہیں، پیشانی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پیر اگر اس کا ہاتھ گٹے سے یا کہنی سے کاٹ دیا جائے گا تو اس کے

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۴۳۔

۲۔ سورۂ مائدہ، آیت ۶۔

سجدہ کرنے کیلئے ہاتھ ہی نہیں رہے گا اور خدا فرماتا ہے: ﴿ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ ﴾، (۱) یعنی یہی سات اعضاء جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اللہ کیلئے ہیں... اور جو چیز اللہ کیلئے ہوتی ہے اسے قطع نہیں کیا جاتا ہے۔

امام محمد تقیؑ کے فتوے اور استدلال سے معتصم ہکا بکارہ گیا اس نے چور کی ہتھیلی کو چھوڑ کر بقیہ انگلیاں کاٹنے کا حکم دیدیا اور بقیہ فقہاء کی رائے تسلیم نہیں کی ابوداؤ د غیظ وغضب میں بھر گیا، اس نے تین دن کے بعد معتصم سے آ کر کہا: مجھ پر امیر المومنین کو نصیحت کرنا واجب ہے اور میں ایسی بات کرتا ہوں جسکے ذریعہ مجھے معلوم ہے کہ جہنم میں جاؤنگا۔

معتصم نے جلدی سے کہا: وہ کیا ہے؟

امیر المومنین نے ایک مجلس میں اپنی رعیت کے تمام فقہاء اور علماء کو جمع کیا اور ان سے دینی امر کے متعلق سوال کیا تو وہ اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ جانتے تھے انھوں نے اس کو بتایا، اس مجلس میں اس کے اہل بیت وزیر وزراء اور نامہ نگار موجود تھے اور دروازہ کے پیچھے سے لوگ اس کی بات سن رہے تھے پھر اس نے ایک شخص کی وجہ سے تمام فقہا کی بات رد کرتے ہوئے اس کا قول قبول کرلیا جس کو اس امت کا امام بتایا جاتا ہے اور یہ ادعا کیا جاتا ہے کہ ان کا مقام و منصب سب سے اولیٰ ہے پھر امیر فقہاء کے حکم کو چھوڑتے ہوئے اسی امام کے حکم کو نافذ کرتا ہے؟

معتصم کا رنگ متغیر ہوگیا، اس نے اس کی بات کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا: خدا تجھے اس نصیحت کے عوض خیر عطا کرے۔ (۲)

معتصم بادشاہوں کو نصیحت کرنے والے اسی نام نہاد فقیہ کو امامؑ کو قتل کرنے کیلئے بھیجا، وائے ہو اس پر جو عظیم گناہ کا مرتکب ہوا اور ان ائمہ اہل بیتؑ میں سے ایک امام کو قتل کرنے میں شریک ہوا جن کی محبت کو اللہ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب قرار دیا ہے۔

راویوں میں اس شخص کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جس کو معتصم نے امامؑ کو قتل کرنے کیلئے

۱۔ سورہ جن، آیت ۱۸۔

۲۔ تفسیر عیاشی، جلد ۱، صفحہ ۳۱۹۔ برہان جلد ۱، صفحہ ۴۷۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، صفحہ ۹۹۔ وسائل الشیعہ، جلد ۱۸، صفحہ ۴۹۰۔ حیاۃ الامام محمد تقیؑ، صفحہ ۲۷۰۔

بھیجا تھا۔بعض راویوں نے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے بعض زیروں کے بعض کاتبوں کو امامؑ کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ایک کاتب نے امامؑ کی اپنے گھر میں زیارت کی غرض سے دعوت کی تو امامؑ نے انکار فرمادیا،لیکن جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا اور امامؑ کے پاس اس کی دعوت قبول کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔امامؑ اس کے گھر تشریف لے گئے جب کھانا تناول کیا تو آپؑ نے زہر کا احساس کیا آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر اس کے گھر سے نکل آئے،(۱) دوسرے راویوں نے یوں بیان کیا ہے کہ معتصم نے امامؑ کی زوجہ اور اپنی بھتیجی ام الفضل کو بہکایا کہ اگر وہ امامؑ کو زہر دیدے گی تو میں اس کو اتنا مال دونگا۔(۲)

بہر حال زہر اپنا کام کر گیا۔امامؑ کو سخت تکلیف ہونے لگی، آنتیں کٹ گئیں،عباسی حکومت کے عہدیداروں نے صبح کے وقت بیماری کی وجہ معلوم کرنے کی غرض سے احمد بن عیسیٰ کو بھیجا(۳) موت امامؑ کے قریب ہو رہی تھی حالانکہ ابھی آپ نے عنفوان شباب میں ہی قدم رکھا تھا۔جب آپ کو بالکل موت کے قریب ہونے کا یقین ہو گیا تو آپؑ نے قرآن کریم کے سوروں کی تلاوت کرنا شروع کر دیا اور آخری دم تک تلاوت کرتے رہے،آپ کی موت سے دنیائے اسلام کے قائد و امام کا نور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

امامؑ کی موت سے رسالت اسلامیہ کا وہ صفحہ بند ہو گیا جس نے فکر کو روشنی بخشی اور علم و فضل کی زمین کو بلندی عطا کر کے اسے منور کیا۔

آپ کی تجہیز و تکفین

امام محمد تقیؑ کو غسل و کفن دیا گیا اور یہ تمام امور امام علی نقی علیہ السلام نے انجام دئے نماز جنازہ پڑھائی(۴) اس کے بعد آپ کے جنازہ کو بڑی ہی شان و شوکت سے قریش کے مقبرہ تک لایا گیا آپؑ کے جنازہ میں جم غفیر نے شرکت کی جس میں وزراء، کتّاب اور عباسی و علوی خاندان کے بڑے بڑے عہدیدار

۱۔تفسیر عیاشی،جلد ۱،صفحہ ۳۲۰۔بحار الانوار،جلد ۱۲،صفحہ ۹۹۔برہان،جلد ۱،صفحہ ۴۷۱۔

۲۔نزہۃ المجلیس،جلد ۲،صفحہ ۱۱۱۔مناقب،جلد ۴،صفحہ ۳۹۱۔

۳۔ارشاد،صفحہ ۳۶۹۔

۴۔نور الابصار،مؤلف مازندرانی صفحہ ۱۷۶۔منتہی الآمال قمی،جلد ۲،صفحہ ۳۵۲۔مرآۃ الجنان،جلد ۲،صفحہ ۸۱ میں آیا ہے کہ واثق ابن معتصم نے بھی نماز جنازہ ادا کی۔اور نزہۃ المجلس،جلد ۲،صفحہ ۱۱۱ میں آیا ہے کہ واثق اور معتصم نے جلدی سے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھی۔

پیش پیش تھے، وہ بڑے حزن والم سے کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام خسارہ میں ہے۔

آپ کا جسد اطہر مقابر قریش تک پہنچا اور آپؑ کے جد بزرگوار امام موسیٰ بن جعفر کی قبر مطہر کے پہلو میں دفن کردیا گیا آپ کے ساتھ ہی انسانی اقدار کا قوام اور بلند و بالا اسوہ حسنہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امامؑ کی عمر

آپؑ کی عمر ۲۵ برس تھی، آپ سن کے اعتبار سے تمام ائمہ میں سب سے کم عمر تھے، اور آپ نے اپنی یہ چھوٹی سی عمر لوگوں کے درمیان علم و فضل اور ایمان کو نشر کرنے میں صرف کردی۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

امام علی نقیؑ ائمہ ہدیٰ کی دسویں کڑی ہیں آپ کنوز اسلام اور تقویٰ وایمان کے ستاروں میں سے ہیں، آپ نے طاغوتی عباسی حکمرانوں کے سامنے حق کی آواز بلند کی، اور آپ نے اپنی زندگی کے ایک لمحہ میں بھی ایسی مادیت قبول نہیں کی جس کا حق سے اتصال نہ ہو، آپ نے ہر چیز میں اللہ کی اطاعت کی نشاندہی کرائی... ہم ذیل میں آپ کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بیان کر رہے ہیں:

ولادت باسعادت

اس مولود مبارک سے دنیا روشن ومنور ہوگئی، آپ مقام بصریا(۱) میں پیدا ہوئے، امام محمد تقیؑ نے اس مولود مبارک کی ولادت باسعادت پر تمام شرعی رسومات انجام دلوائیں، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ائمہ ہدیٰ کی اتباع کرتے ہوئے عقیقہ میں گوسفند ذبح کیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

اسم گرامی

حضرت امام محمد تقیؑ نے تبرکاً آپ کا اسم مبارک اپنے جد بزرگوار امیر المومنین علیؑ کے نام پر علی رکھا، چونکہ آپ فصاحت وبلاغت، جہاد اور اللہ کی راہ میں مصائب برداشت کرنے میں اُن (امام علیؑ) کے مشابہ تھے اور آپ کی کنیت ابوالحسن رکھی، جس طرح آپ کے کریم القاب مرتضیٰ، عالم اور فقیہ وغیرہ ہیں۔

۱۔ بصریا وہ دیہات ہے، جس کو امام موسیٰ بن جعفرؑ نے بسایا تھا جو مدینہ سے تین میل دور ہے۔

آپ کی پرورش

امام علی نقی نے اس خاندان میں پرورش پائی جو لوگوں کے مابین ممتاز حیثیت کا حامل تھا ان کا سلوک منور وروشن اوران کے آداب بلند وبالا تھے،ان کا چھوٹا بڑے کی عزت اور بڑا چھوٹے کا احترام کرتا تھا،مورخین کے نقل کے مطابق اس خاندان کے آداب یہ ہیں: حضرت امام حسین اپنے بھائی امام حسن کی جلا لت اور تعظیم کی خاطر ان کے سامنے کلام نہیں کرتے تھے، روایت کی گئی ہے کہ امام زین العابدین سید السا جدین اپنی تربیت کرنے والیوں کے ساتھ ان کے التماس کرنے کے باوجود کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور ان کو اس بات کے ڈر سے منع کردیتے تھے کہ کہیں میری نظر اس کھانے پر نہ پڑجائے جس پر مجھ سے پہلے ان کی نظر پڑگئی ہو تو اس طرح اُن کے نافرمان قرار پائیں گے دنیا میں وہ کونسا ادب ان آداب کے مشابہ ہوسکتا ہے جو انبیاء کے آداب ان کے بلند وبالا سلوک اوران کے بلند اخلاق کی حکایت کررہا ہے؟

امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد تقیؑ کے زیر سایہ پرورش پائی جو فضائل و آداب کی کائنات تھے، آپ ہی نے اپنے فرزند پر اپنی روح اخلاق اور آداب کی شعاعیں ڈالیں۔

بچپن میں علم لدنی کے مالک آپ کی غیر معمولی استعداد

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اپنے عہد طفولیت میں بڑے ذہین اور ایسے عظیم الشان تھے جس سے عقلیں حیران رہ جاتی ہیں یہ آپ کی ذکاوت کا ہی اثر تھا کہ معتصم عباسی نے امام محمد تقیؑ کو شہید کرنے کے بعد عمر بن فرج سے کہا کہ وہ امام علی نقیؑ جن کی عمر ابھی چھ سال اور کچھ مہینے کی تھی ان کے لئے ایک معلم کا انتظام کرکے یثرب بھیج دے اس کو حکم دیا کہ وہ معلم اہل بیتؑ سے نہایت درجہ کا دشمن ہو، اس کو یہ گمان تھا کہ وہ معلم امام علی نقیؑ کو اہل بیتؑ سے دشمنی کرنے کی تعلیم دے گا، لیکن اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ائمہ طاہرین بندوں کے لئے خدا کا تحفہ ہیں جن کو اس نے ہر طرح کے رجس وپلیدی سے پاک قرار دیا ہے۔

جب عمر بن فرج یثرب پہنچا اس نے وہاں کے والی سے ملاقات کی اور اس کو اپنا مقصد بتایا تو اس نے اس کام کیلئے جنیدی کا تعارف کرایا چونکہ وہ علوی سادات سے بہت زیادہ بغض وکینہ اور عداوت رکھتا تھا۔ اس کے پاس نمائندہ بھیجا گیا جس نے معتصم کا حکم پہنچایا تو اس نے یہ بات قبول کرلی اور اس کے لئے حکومت کی طرف سے تنخواہ معین کردی گئی اور جنیدی کو اس امر کی ہدایت دیدی گئی کہ ان کے پاس شیعہ نہ

آنے پائیں اور ان سے کوئی رابطہ نہ کر پائیں، وہ امام علی نقیؑ کو تعلیم دینے کے لئے گیا لیکن امام کی ذکاوت سے وہ ہکا بکا رہ گیا۔ محمد بن جعفر نے ایک مرتبہ جنیدی سے سوال کیا: اس بچہ (یعنی امام علی نقیؑ) کا کیا حال ہے جس کو تم ادب سکھا رہے ہو؟

جنیدی نے اس کا انکار کیا اور امام کے اپنے سے بزرگ و برتر ہونے کے سلسلہ میں یوں گویا ہوا: کیا تم ان کو بچہ کہہ رہے ہو!! اور ان کو سردار نہیں سمجھ رہے ہو، خدا تمہاری ہدایت کرے کیا تم مدینہ میں کسی ایسے آدمی کو پہچانتے ہو جو مجھ سے زیادہ ادب و علم رکھتا ہو؟

اس نے جواب دیا: نہیں

سنو! خدا کی قسم جب میں اپنی پوری کوشش کے بعد ان کے سامنے ادب کا کوئی باب پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں جن سے میں مستفید ہوتا ہوں۔ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں ان کو تعلیم دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں خود ان سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔

زمانہ گذرتا رہا، ایک روز محمد بن جعفر نے جنیدی سے ملاقات کی اور اس سے کہا: اس بچہ کا کیا حال ہے؟

اس بات سے اس نے پھر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور امام کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کیا تم اس کو بچہ کہتے ہو اور بزرگ نہیں کہتے جنیدی نے انھیں ایسا کہنے سے منع کرتے ہوئے اس سے کہا: ایسی بات نہ کہو خدا کی قسم وہ اہل زمین میں سب سے بہتر اور خدا کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، میں نے بسا اوقات ان کے حجرے میں حاضر ہو کر ان کی خدمت میں عرض کیا! یہاں تک کہ میں ان کو ایک سورہ پڑھاتا تو وہ مجھ سے فرماتے: ''تم مجھ سے کون سے سورہ کی تلاوت کرانا چاہتے ہو؟'' تو میں ان کے سامنے ان بڑے بڑے سوروں کا تذکرہ کرتا جن کو انھوں نے ابھی تک پڑھا بھی نہیں تھا تو آپؑ جلدی سے اس سورہ کی ایسی صحیح تلاوت کرتے جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا تھا، آپ داؤد کے لحن سے بھی زیادہ اچھی آواز میں اس کی تلاوت فرماتے، آپ قرآن کریم کے آغاز سے لے کر انتہا تک کے حافظ تھے یا آپ کو سارا قرآن حفظ تھا اور آپ اس کی تاویل اور تنزیل سے بھی واقف تھے۔

جنیدی نے مزید یوں کہا: اس بچہ نے مدینہ میں کالی دیواروں کے مابین پرورش پائی ہے اس علم کبیر کی ان کو کون تعلیم دے گا؟ اے خدائے پاک و پاکیزہ و منزہ!! جنیدی نے اہل بیتؑ کے متعلق اپنے دل

سے بغض و کینہ وحسد وعداوت کو نکال کر پھینک دیا اوران کی محبت وولایت کا دم بھرنے لگا۔(۱)

اس چیز کی اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں بیان کی جاسکتی کہ مذہب تشیع کا کہنا ہے کہ خدا نے ائمہ طاہرینؑ کو علم وحکمت سے آراستہ کیا اوران کو وہ فضیلت وبزرگی عطا کی جو دنیا میں کسی کو نہیں دی ہے۔

علویوں کا آپ کی تعظیم کرنا

امام علی نقیؑ علوی سادات کی تعظیم وتکریم کے احاطہ میں رہے، انھوں نے ہی آپ کے بلند مرتبہ کو پہچانا، آپ کو واجب الطاعۃ امام تسلیم کیا ہے (یعنی جن کی اطاعت کرنا واجب قرار دیا گیا ہے) راویوں نے امام موسیٰ بن جعفرؑ کے فرزند زید سے روایت کی ہے، آپ چھوٹے سے سن میں ہی بہت بڑے تیرانداز تھے، زید امامؑ کے نگہبان عمر بن فرج سے اجازت لے کر امامؑ سے ملاقات کرنے کیلئے جاتے، وہ ان کو اجازت دیتا تو داخل ہوتے اور امامؑ کے سامنے بڑی ہی تعظیم وتکریم کے ساتھ ادب سے بیٹھتے، ایک مرتبہ جب آپ امام سے ملاقات کیلئے گئے تو امامؑ تشریف نہیں رکھتے تھے تو آپ (زید) خود مجلس کی صدارت کرنے لگے، جب امام علی نقیؑ تشریف لائے تو زید اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اوران کو اپنی جگہ بٹھایا اور امام علی نقیؑ کا چھوٹا سن ہونے کے باوجود آپ ان کے سامنے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گئے، گویا کہ آپ (زید) امامؑ کی عظمت اور امامؑ کے واجب الطاعۃ ہونے کے معترف تھے۔(۲)

حضرت امام علی نقیؑ کی تعظیم صرف علوی سادات ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ہر طبقہ کا شخص آپؑ کی تعظیم وتکریم کرتا تھا، محمد بن حسن اشتر سے روایت ہے: میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ لوگوں کے مجمع میں متوکل کے دروازے پر تھا حالانکہ مجمع میں طالبی، عباسی اور جعفری خاندان کے افراد تھے، ہم لوگ کھڑے ہی تھے کہ اتنے میں ابوالحسنؑ تشریف لائے تو مجمع آپ کی عزت وجلالت کی وجہ سے ہٹ گیا، یہاں تک کہ آپ محل میں داخل ہوگئے۔بعض بغض وکینہ رکھنے والوں نے کہا: اس بچہ کو کیوں راستہ دے رہے ہو؟ وہ ہم سے اشرف اور سن میں ہم سے بڑا نہیں ہے، خدا کی قسم جب یہ باہر نکلیں گے تو ہم ان کو راستہ نہیں دیں گے...

۱۔حیاۃ الامام علی نقی، صفحہ۲۴۔۲۶۔

۲۔حیاۃ الامام علی نقی، صفحہ۲۶۔

مومن ابو ہاشم جعفری نے یوں جواب دیا: خدا کی قسم تم ان کے سامنے ذلت وحقارت سے پا برہنہ چلو گے۔

جب امام محل سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کی تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند ہوئیں اور سب نے آپ کا احترام واکرام کیا، ابو ہاشم نے مجمع کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا تم یہ سوچتے ہو کہ ان کا کوئی احترام نہیں کرے گا؟

وہ امامؑ کی بناء پر اپنی حیرت وپسندیدگی کو قابو میں نہ رکھ سکے اور کہنے لگے: خدا کی قسم ہم بے قابو ہو کر پیادہ ہو گئے۔(۱)

اسی طرح امامؑ کی شخصیت نے لوگوں کے قلوب کو تعظیم کے لئے بھر دیا تھا، آپ کی جلالت وبزرگی کا جھک کر استقبال کرتے تھے، آپ کی یہ ہیبت کسی ملک وسلطنت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہ اللہ کی اطاعت اور دنیا میں اس کا زہد وتقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی، یہ آپ کی اس عظیم ہیبت کا ہی نتیجہ تھا کہ جب آپ سرکش وباغی متوکل کے محل میں داخل ہوتے تھے تو محل کا ہر آدمی آپ کی جلالت وبزرگی کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کی خدمت کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا وہ آپ کی خاطر پردے ہٹانے، دروازے کھولنے اور اس طرح کے دوسرے محترمانہ امور انجام دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔(۲)

آپ کا جود وکرم

حضرت امام محمد تقیؑ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور سب سے نیکی واحسان کرنے والے تھے۔ آپ کے جود وکرم کے بعض واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ اسحاق جلاّب سے روایت ہے: میں نے یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) امام علی نقیؑ کے لئے بہت زیادہ گوسفند خریدے جن کو آپ نے تمام دوستوں واحباب (۳) میں تقسیم فرمادیا۔ شیعوں کے بزرگ

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۳۱۔ اعیان الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۵، دوسرا حصہ۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۲۹۔

۳۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۴۳۔

افراد کی جماعت کا ایک وفد آپؑ کے پاس پہنچا جس میں ابوعمرو عثمان بن سعید، احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی تھے، احمد بن اسحٰق نے آپ سے اپنے مقروض ہونے کے متعلق عرض کیا تو آپؑ نے اپنے وکیل عمرو سے فرمایا: ''ان کو اور علی بن جعفر کو تین تین ہزار دینار دیدو''، آپ کے وکیل نے یہ مبلغ ان دونوں کو عطا کر دی۔

ابن شہر آشوب نے اس علوی کرامت بیان پر یہ حاشیہ لگایا: (یہ وہ معجزہ ہے جس پر بادشاہوں کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں ہو سکتا اور ہم نے اس طرح کی عطا و بخشش کے مثل کسی سے نہیں سنا ہے۔(۱)

امامؑ نے ان بزرگ افراد پر اس طرح کی بہت زیادہ جود و بخشش کی اور انہیں عیش و عشرت میں رکھا اور یہ فطری بات ہے کہ بہترین بخشش کسی نعمت کا باقی رکھنا ہے۔

۲۔ابو ہاشم نے امامؑ سے اپنی روزی کی تنگی کا شکوہ کیا اور امامؑ نے آپ پر گذرنے والے فاقوں کا مشاہدہ فرمایا تو آپ نے اس کے رنج و غم کو دور کرنے کیلئے اس سے فرمایا! ''اے ابو ہاشم! تم خود پر خدا کی کس نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہو؟ اللہ نے تجھے ایمان کا رزق دیا اور اس کے ذریعہ تیرے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دیا، اس نے تجھے عافیت کا رزق عطا کیا جس نے اللہ کی اطاعت کرنے پر تیری مدد کی اور تجھے قناعت کا رزق عطا کیا جس نے تجھے اسراف سے بچایا''۔

پھر آپؑ نے اس کو سو درہم دینے کا حکم صادر فرمایا۔(۱)

امام علی نقیؑ نے لوگوں کو جو نعمتیں دی ہیں یہ وہ بہت بڑی نعمتیں ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔

امامؑ کا اپنے مزرعہ (زراعت کرنے کی جگہ) میں کام کرنا

امامؑ اپنے اہل و عیال کی معیشت کیلئے مزرعہ میں کام کرتے تھے، علی بن حمزہ سے روایت ہے:

میں نے امام علی نقیؑ کو مزرعہ میں کام کرتے دیکھا جبکہ آپؑ کے قدموں پر پسینہ آ رہا تھا۔ میں نے آپؑ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: میری جان آپؑ پر فدا ہو! کام کرنے والے کہاں ہیں؟

۱۔المناقب، جلد ۴، ص ۴۴۱۔

۲۔امالی صدوق، صفحہ ۴۹۸۔

امامؑ نے بڑے ہی فخر سے اس کے اعتراض کی تنقید کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''زمین پر بیلچہ سے کام ان لوگوں نے بھی کیا جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر تھے؟''۔

وہ کون تھے؟

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین اور میرے آباء سب نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا، یہ انبیاء مرسلین، اوصیاء اور صالحین کا عمل ہے''۔(۱)

ہم نے یہ واقعہ اپنی کتاب ''العمل وحقوق العامل فی الاسلام'' میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہم نے کام کی اہمیت پر دلالت کرنے والے دوسرے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ انبیاء اور صالحین کی سیرت ہے۔

آپؑ کا زہد

حضرت امام علی نقیؑ نے اپنی پوری زندگی میں زہد اختیار کیا، اور دنیا کی کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں دی مگر یہ کہ اس چیز کا حق سے رابطہ ہو، آپؑ نے ہر چیز پر اللہ کی اطاعت کو ترجیح دی۔ راویوں کا کہنا ہے کہ مدینہ اور سامراء میں آپؑ کے مکان میں کوئی چیز نہیں تھی، متوکل کی پولس نے آپؑ کے مکان پر چھاپا مارا اور بہت ہی دقیق طور پر تلاشی لی لیکن ان کو دنیا کی زندگی کی طرف مائل کرنے والی کوئی چیز نہیں ملی، امامؑ ایک کھلے ہوئے گھر میں بالوں کی ایک ردا پہنے ہوئے تھے، اور آپؑ زمین پر بغیر فرش کے ریت اور کنکریوں پر تشریف فرما تھے۔

سبط احمد جوزی کا کہنا ہے: بیشک امام علی نقیؑ دنیا کی کسی چیز سے بھی رغبت نہیں رکھتے تھے، آپؑ مسجد سے اس طرح وابستہ تھے جیسے اس کا لازمہ ہوں، جب آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں مصاحف، دعاؤں اور علمی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا۔

حضرت امام علی نقیؑ اپنے جد امیر المومنینؑ کی طرح زندگی بسر کرتے تھے جو دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے، انھوں نے دنیا کو تین مرتبہ طلاق دی تھی جس کے بعد رجوع نہیں کیا جاتا ہے، اپنی خلافت کے دوران

۱۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۴۶۔

انھوں نے مال غنیمت میں سے کبھی اپنے حصہ سے زیادہ نہیں لیا، آپؑ کبھی کبھی بھوک کی وجہ سے اپنے شکم پر پتھر باندھتے تھے، وہ اپنے ہاتھ سے لیف خرما کی بنائی ہوئی نعلین پہنتے تھے، اسی طرح آپؑ کا حزام ''تسمہ'' بھی لیف خرما کا تھا، اسی طریقہ پر امام علی نقیؑ اور دوسرے ائمہ علیہم السلام گامزن رہے انھوں نے غریبوں کے ساتھ زندگی کی سختی اور سخت لباس پہننے میں مواسات فرمائی۔

آپ کا علم

حضرت امام علی نقیؑ علمی میدان میں دنیا کے تمام علماء سے زیادہ علم رکھتے تھے، آپؑ تمام قسم کے علوم و معارف سے آگاہ تھے، آپؑ نے حقائق کے اسرار اور مخفی امور کو واضح کیا، تمام علماء و فقہاء شریعت اسلامیہ کے پیچیدہ اور پوشیدہ مسائل میں آپؑ ہی کے روشن و منور نظریے کی طرف رجوع کرتے تھے، آپؑ اور آپؑ کے آباء و اجداد کا سخت دشمن متوکل بھی جس مسئلہ میں فقہا میں اختلاف پاتا تھا اس میں آپؑ ہی کی طرف رجوع کرتا تھا اور سب کے نظریات پر آپؑ کے نظریہ کو مقدم رکھتا تھا ہم ذیل میں وہ مسائل پیش کر رہے ہیں جن میں متوکل نے امامؑ کی طرف رجوع کیا ہے:

۱۔ متوکل کا ایک نصرانی کاتب تھا جس کی بات کو وہ بہت زیادہ مانتا تھا، اس سے خالص محبت کرتا تھا، اس کا نام لیکر نہیں پکارتا تھا بلکہ اس کو ابونوح کی کنیت سے آواز دیا کرتا تھا، فقہاء کی ایک جماعت نے اس کو ابونوح کی کنیت دینے سے منع کرتے ہوئے کہا: کسی کافر کو مسلمان کی کنیت دینا جائز نہیں ہے، دوسرے ایک گروہ نے اس کو کنیت دینا جائز قرار دیدیا، تو اس سلسلہ میں متوکل نے امامؑ سے استفتا کیا۔ امامؑ نے اس کے جواب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ آیت تحریر فرمائی: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾، (۱) ''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے''۔ امام علی نقیؑ نے آیت کے ذریعہ کافر کی کنیت کے جواز پر دلیل پیش فرمائی اور متوکل نے امامؑ کی رائے تسلیم کر لی۔ (۲)

۲۔ متوکل نے بیماری کی حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے نذر کی کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو درہم کثیر صدقہ دونگا، جب وہ اچھا ہو گیا تو اُس نے فقہاء کو جمع کر کے اُن سے صدقہ کی مقدار کے سلسلہ میں سوال

۱۔ سورۂ مسد، آیت ۱۔

۲۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۳۹۔

کیا فقہاء میں صدقہ دینے کی مقدار کے متعلق اختلاف ہوگیا، متوکل نے اس سلسلہ میں امامؑ سے فتویٰ طلب کیا تو امامؑ نے جواب میں ۸۳ دینار صدقہ دینے کے لئے فرمایا، فقہاء نے اس فتوے سے تعجب کا اظہار کیا، انھوں نے متوکل سے کہا کہ وہ امامؑ سے اس فتوے کا مدرک معلوم کرے تو امامؑ نے اُن کے جواب میں فرمایا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ﴾،(۱) ''بیشک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے'' اور ہمارے سب راویوں نے روایت کی ہے کہ سرایا کی تعداد ۸۳ تھی۔(۲)

امامؑ نے جواب کے آخر میں مزید فرمایا: ''جب کبھی امیر المومنینؑ اچھے نیک کام میں اضافہ فرماتے تھے تو وہ اُن سب کے لئے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ منفعت آور ہوتا تھا''۔(۳)

۳۔ اور جن مسائل میں متوکل نے امامؑ کی طرف رجوع کیا اُن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ متوکل کے پاس ایک ایسے نصرانی شخص کو لایا گیا جس نے مسلمان عورت سے زنا کیا تھا، جب متوکل نے اُس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو وہ مسلمان ہوگیا، یحییٰ بن اکثم نے کہا: اس کے ایمان کے ذریعہ اُس کا شرک اور فعل نابود ہوگیا، بعض فقہاء نے اُس پر تین طرح کی حد جاری کرنے کا فتویٰ دیا، بعض فقہاء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا، تو متوکل نے یہ مسئلہ امام علی نقیؑ کی خدمت میں پیش کیا، آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اس کو اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے، یحییٰ اور بقیہ فقہاء نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا: ایسا کتاب وسنت میں نہیں آیا ہے۔ متوکل نے ایک خط امامؑ کی خدمت میں تحریر کیا جس میں لکھا: مسلمان فقہا اس کا انکار کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ کتاب خدا اور سنتِ رسول میں نہیں آیا ہے۔ لہٰذا آپؑ ہمارے لئے یہ بیان فرمادیجئے کہ آپؑ نے یہ فتویٰ کیوں دیا ہے کہ اس کو اتنا مارا جائے جس سے وہ مرجائے؟

امامؑ نے جواب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ آیت تحریر فرمائی:

﴿فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ﴾۔(۴)

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۲۵۔

۲۔ تاریخ اسلام ذہبی، چھبیسویں طبقہ کے رجال۔ تذکرۃ الخواص، صفحہ ۳۶۰۔

۳۔ المنتظم، جلد ۱۲، صفحہ ۲۶۔ ۴۔ سورۂ غافر، آیت ۸۳۔۸۴۔

''پھر جب اُن کے پاس رسول معجزات لیکر آئے تو اپنے علم پر ناز کرنے لگے، اور نتیجہ میں جس بات کا مذاق اڑا رہے تھے اسی نے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔ پھر جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کیا کرتے تھے سب کا انکار کررہے ہیں''۔

اور متوکل نے امامؑ کا نظریہ تسلیم کرلیا۔(۱)

آپؑ کے اقوال زرّیں

امام علی نقیؑ نے کچھ نورانی کلمات کا مجموعہ بیان فرمایا ہے جس میں مختلف تربیتی اور فطری اسباب بیان فرمائے ہیں جو عالم اسلام میں تفکر کی سب سے بہترین دولت شمار کئے جاتے ہیں:

۱۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''خیر (اچھائی) سے بہتر خود اس کا انجام دینے والا ہے، جمیل سے صاحب جمال خود اس کا کہنے والا ہے، اور علم عمل کرنے والے ترجیح رکھتا ہے...''۔

امامؑ نے اِن کلمات کے ذریعہ اُن اشخاص کی توصیف کی ہے جو ان صفات سے آراستہ ہیں:

الف: نیک کام کرنے والا اخلاق ارزشوں کے لحاظ سے اچھائی سے بہتر ہے۔

ب۔اچھی بات کہنے والا، چونکہ یہ شخص لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

ج۔اپنے علم پر عمل کرنے والا، علم پر ترجیح رکھتا ہے، بیشک علم عمل کے لئے وسیلہ اور تہذیب چاہتا ہے، جب علم پر عمل ہوتا ہے تو اس کی رسالت کا حق ادا ہو جاتا ہے، علم محفوظ ہو جاتا ہے، اس کی شان و منزلت بڑھ جاتی ہے اور یہ علم سے بہتر ہے۔

۲۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: کرامت سے ناآشنا شخص کی بہتری اس میں ہے کہ وہ ذلیل ہو جائے''۔

یہ کلمہ کتنا زیبا ہے کیونکہ جو شخص کرامت انسانی سے ناآشنا ہے اور انسانی اقدار کی خبر نہیں رکھتا اس کی بہتری اسی میں ہے کہ اس سے روگردانی کی جائے۔

۳۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''سب سے بڑا شر بری عادت ہے''۔

۱۔شرح شافیہ مؤلف ابو فراس، جلد ۲، صفحہ ۱۶۷۔

بیشک سب سے بڑی مصیبت بری عادت ہے، اس سے انسان عظیم شر میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے متعدد مصیبتیں اور مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۴۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''جہالت اور بخل سب سے بری عادتیں ہیں...''۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جہالت اور بخل بری عادتیں ہیں، یہ دونوں انسان کو اس کے پروردگار سے دور کر دیتی ہیں اور وہ اُن دونوں کے ساتھ حیوان سائم کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

۵۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''نعمتوں کا انکار سستی کی علامت ہے اور ردّ و بدل کا سبب ہوتا ہے''۔

بیشک جس نے کفرانِ نعمت کیا اور نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ کاہل ہے، منعم کے دائرۂ اطاعت سے خارج ہے۔جیسا کہ نعمتوں پر اکڑنا نعمتوں کے زوال کا سبب ہوتا ہے۔

۶۔امام علی نقیؑ کا فرمان ہے: ''لڑائی جھگڑا پرانی صداقت ''بھائی چارگی'' کو ختم کر دیتا ہے مورد اعتماد معاملات کو مخل کر دیتا ہے، جھگڑے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ ایک دوسرے پر برتری طلب کی جائے، جبکہ برتری طلبی جدائی کے اسباب کی بنیاد ہے...''۔(۱)

مراء مجادلہ کو کہتے ہیں جو صداقت کی ریسمان کو توڑ دیتا ہے، محبت و مودت کو مخل کر دیتا ہے اور دونوں کے درمیان بغض وعداوت کو رائج کر دیتا ہے۔

امامؑ کے امتحان کے لئے متوکل کا ابن سکیت کو بلانا

متوکل نے ایک بہت بڑے عالم دین یعقوب بن اسحاق جو ابن سکیت کے نام سے مشہور تھے کو امام علی نقیؑ سے ایسے مشکل مسائل پوچھنے کی غرض سے بلایا جن کو امامؑ حل نہ کر سکیں اور اُن کے ذریعہ سے امامؑ کی تشہیر کی جا سکے۔ابن سکیت امام علی نقیؑ کا امتحان لینے کیلئے مشکل سے مشکل مسائل تلاش کرنے لگا کچھ مدت کے بعد وہ امامؑ سے سوالات کرنے کیلئے تیار ہو گیا تو متوکل نے اپنے قصر (محل) میں ایک اجلاس بلایا تو ابن سکیت نے امام علی نقیؑ سے یوں سوال کیا:

اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضا دے کر کیوں مبعوث کیا، حضرت عیسیٰؑ کو اندھوں، برص کے

۱۔حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۱۵۸۔۱۶۰۔

مریض اور مردوں کو زندہ کرنے کے لئے کیوں مبعوث کیا، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن اور تلوار دے کر کیوں مبعوث کیا؟

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے جواب میں یوں فرمایا: ''اللہ نے حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا دے کر اس لئے بھیجا کہ ان کے زمانہ میں جادوگروں کا بہت زیادہ غلبہ تھا، جن کے ذریعہ ان کے جادو کو مغلوب کر دے، وہ حیران رہ جائیں اور ان کے لئے حجت ثابت ہو جائے، حضرت عیسیٰ کو اندھوں اور مبروص کو صحیح کرنے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرنے کیلئے مبعوث کیا کیونکہ ان کے زمانہ میں طبابت اور حکمت کا زور تھا، خداوند عالم نے آپؑ کو یہ چیزیں اس لئے عطا کیں تا کہ ان کے ذریعہ اُن کو مغلوب کر دیں اور وہ حیران رہ جائیں، اور حضرت محمدؐ کو قرآن اور تلوار دے کر اس لئے مبعوث کیا کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں تلوار اور شعر کا بہت زیادہ زور تھا اور وہ نورانی قرآن کے ذریعہ ان کے اشعار پر غالب آگئے اور زبردست تلوار کے ذریعہ ان کی تلواروں کو چکا چوند کر دیا اور ان پر حجت تمام فرمادی...''۔

امامؑ نے اپنے حکیمانہ جواب کے ذریعہ ان معجزوں کے ذریعہ انبیاء کی تائید فرمائی جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی مناسب تھے، اللہ نے اپنے رسول حضرت موسیٰؑ کی عصا دے کر تائید فرمائی جو ایک خطرناک اژدھا بن کر جادوگروں کی اژدھے کی شکل میں بنائی ہوئی رسیوں اور لکڑیوں کو نگل گیا تو وہ موسیٰؑ کی طرح کی طرح معجزہ لانے سے عاجز آگئے اور وہ علی الاعلان موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لے آئے، اسی طرح اللہ نے آپؑ کو ید بیضاء عطا کیا تھا جو نور اور روشنی میں سورج کے مثل تھا اور یہ معجزہ آپؑ کی سچائی کی ایک نشانی تھا۔

لیکن پروردگار عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اندھوں کو بینائی، مبروص کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے کی تائید فرمائی کیونکہ آپؑ کے زمانہ میں طب کا زور اوج کمال پر تھا لہٰذا اطباء آپؑ کا مثل لانے سے عاجز آ گئے۔

پروردگار عالم نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآن کریم کے جاودانہ فصیح و بلیغ معجزہ کے ذریعہ تائید فرمائی جس میں انسان کی کرامت اور اس کی امن دار حیات کو منظم طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، یہاں تک کہ بلغائے عرب اس کے ہم بحث اور اس کا مثل نہ لا سکے... جیسا کہ اللہ نے امیر المومنین علیؑ کی

کاٹنے والی تلوار دے کر تائید فرمائی تھی جو عرب کے سرکشوں کے مشرکین کے سروں کو کاٹتی جاتی تھی ، اور بڑے بڑے بہادر اس کا مقابلہ کرنے سے ڈرتے ہوئے کہا کرتے تھے: علیؑ کی تلوار کے علاوہ جنگ سے فرار کرنا ننگ ہے وہ اس کوندتی ہوئی بجلی کے مانند تھی جو مشرکین اور ملحدین کے ستونوں کو تباہ و برباد کر دیتی تھی۔

بہر حال ابن سکیت نے امامؑ سے سوال کیا کہ حجت کسے کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''العقل یُعرف به الکاذب علی اللّٰه فیُکذِّبُ''۔

ابن سکیت امامؑ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے عاجز رہ گیا یحیٰی بن اکثم نے اس کو پکارا تو اس نے جواب دیا: ابن سکیت اور اس کے مناظروں کو کیا ہو گیا ہے یہ صاحب نحو، شعر اور لغت تھا۔(۱)

امامؑ اپنے زمانہ میں صرف شریعت کے احکام میں ہی اعلم نہیں تھے بلکہ آپؑ تمام علوم و معارف میں اعلم تھے اور ہم نے اُن بحثوں کو اپنی کتاب ''حیاۃ الامام علی نقیؑ'' میں تحریر کیا ہے۔

عبادت

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی ایک صفت خداوند عالم سے تو بہ کرنا ہے کیونکہ خدا سے محبت ان کے اعضاو جوارح میں مجذوب ہوگئی ہے، وہ اکثر ایام میں روزہ رکھتے ہیں راتوں میں نمازیں پڑھتے ہیں، اللہ سے مناجات کرتے ہیں اور اس کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے، شاعر ابو فراس حمدانی نے ائمہ ہدیٰ اور ان کے دشمن عباسیوں کے درمیان موازنہ کیا ہے۔

تُمسی التِلاوةُ فی ابیاتهم اَبدا وفی بیوتکم الاوتارُ وَالنُّغَمُ

''ان کے گھروں میں ہمیشہ رات کو تلاوت کی جاتی ہے جبکہ تمہارے گھروں میں ساز و گانا بجایا جاتا ہے''۔

حضرت امام علی نقیؑ کے مانند عبادت تقویٰ اور دین کے معاملہ میں اتنا پابند انسان کوئی دکھائی نہیں دیتا، راویوں کا کہنا ہے: امامؑ نے کبھی بھی کوئی بھی نافلہ نماز ترک نہیں کی آپ مغرب کی نافلہ نماز کی تیسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ حدید اس آیت: ﴿وعلیم بذات الصدور﴾ (۲) تک پڑھتے تھے اور چوتھی

۱۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۴۲۔۲۴۳۔

۲۔ سورۂ حدید آیت ۶۔

رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ حجرات (۱) کی آخری آیات کی تلاوت کرتے تھے، امام سے دو رکعت نماز نافلہ منسوب کی گئی ہے جس کی پہلی رکعت میں آپ سورۂ فاتحہ اور سورۂ یس کی تلاوت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ رحمٰن (۲) پڑھتے تھے، ہم آپ کی قنوت اور نماز صبح اور نماز عصر کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کو (حیاۃ الامام علی نقی) میں بیان کرچکے ہیں۔

متوکل کے ساتھ

متوکل خاندان نبوت کا سب سے زیادہ سخت دشمن تھا وہ ان سے بغض عداوت رکھنے میں مشہور تھا۔

اس نے امام حسین سید الشہدا کی قبر مطہر کو منہدم کیا۔ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنے سے منع کیا، زیارت کرنے والوں پر مصیبتیں ڈھائیں، مورخین کا کہنا ہے کہ اس نے علویوں پر سب سے زیادہ ظلم وستم ڈھائے اور بنی امیہ اہل بیتؑ سے دشمنی وعداوت رکھنے میں مشہور تھے۔

متوکل کے سینہ میں کینہ ودشمنی آگ اس وقت زیادہ بھڑکتی تھی جب وہ مسلمانوں سے امام کے بلند مرتبہ کے بارے میں سنتا تھا اور مسلمان اپنے دلوں میں ان کا مقام بنائے ہوئے تھے، تو اس کی ناک پھول جاتی تھی، اس کا جادو ٹوٹ جاتا تھا، ہم اس سرکش کے ساتھ میں امام کی زندگی سے متعلق بعض واقعات ذیل میں نقل کررہے ہیں۔

امامؑ کی شکایت

ایک بے دین شخص نے عبد اللہ بن محمد جو مدینہ میں متوکل کا والی تھا اس سے امام کی شکایت کی جو مندرجہ ذیل خطرناک امور پر مشتمل تھی:

۱۔ عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے امامؑ کے پاس بہت زیادہ مال آتا ہے جس سے عباسی حکومت سے مقابلہ کرنے کے لئے اسلحہ خریدا جاتا ہے۔

۱۔ وسائل الشیعہ، جلد ۴، صفحہ ۷۵۰۔

۲۔ وسائل الشیعہ، جلد ۵، صفحہ ۲۹۸۔

۲۔تمام اسلامی مقامات پر امامؑ کی بہت زیادہ محبت اور تعظیم کی جانے لگی ہے۔
۳۔امامؑ کی طرف سے قیام کا خطرہ ہے لہٰذا اسے اجازت دیدی جائے کہ وہ امام کو اسیر کر کے سخت قید خانوں میں ڈال دے۔

امامؑ کا شکایت کی تکذیب کرنا

جب امام کو اپنے خلاف اس کی چغلخوری کا علم ہوا۔۔۔

تو آپ نے والی مدینہ کا منصوبہ باطل کرنے کے سلسلہ میں قدم اٹھایا اور متوکل کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس کے عامل کے بغض و کینہ، اس کے برے معاملہ اور اس کی چغلخوری کی تکذیب کرتے ہوئے تشریح فرمائی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ وہ متوکل کے خلاف کوئی بُرا قصد وارادہ نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی حکومت کے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں جب امامؑ کا یہ خط متوکل کے پاس پہنچا تو وہ امام سے مطمئن ہو گیا اور جس چیز کی امامؑ کی طرف نسبت دی گئی تھی اس نے اس کی تکذیب کی۔

متوکل کا امامؑ کے پاس خط

متوکل نے امامؑ کے خط کے جواب میں ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنے والی کو اس کے منصب وعہدے سے معزول کر دیا تھا اور آپؑ کو سامرا آکر وہاں رہنے کی دعوت دی:

امابعد: اے حاکم آپ کی قدر کی معرفت رکھتا ہے، آپ کی قرابت کی رعایت کرتا ہے، آپؑ کے حق کو واجب جانتا ہے، آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ کے امور کے متعلق تقدیر میں وہی لکھا ہے جس کو اللہ صلاح سمجھتا ہے، آپؑ اور اُن کی عزت کو پائیدار رکھے، جب تک آپ کے پروردگار کی رضا ہے آپؑ اور ان کو اپنے امن وامان میں رکھے اور جو آپ اور ان پر واجب فرمایا ہے اس کو ادا کریں۔

حاکم نے عبداللہ بن محمد، جس کو جنگ اور مدینۃ الرسولؐ میں نماز پڑھانے کا والی بنایا تھا، اس کے عہدے سے برطرف کر دیا جب اس نے آپ کے حق کے سلسلہ میں لاعلمی کا اظہار کیا، آپ کی قدر کو ہلکا سمجھا، جب آپؑ نے اس کو لائق سمجھا اور اس کی طرف امر منسوب کیا اور بادشاہ کو آپؑ کے اس سے بری الذمہ ہونے کا علم ہوا، آپؑ اپنے کردار و اقوال میں صدق نیت کے مالک ہیں، اور آپؑ نے خود کو اس کا اہل نہیں بنایا جس کی آپؑ کو چاہت تھی، بادشاہ نے محمد بن فضل کو والی بنا دیا ہے اور اس کو آپؑ کی عزت و اکرام

کرنے کا حکم دیدیا ہے، آپؑ کے امر اور مشورہ کو ماننے کے لئے کہا ہے، یہی اللہ اور بادشاہ کے نزدیک مقرب بھی ہے، بادشاہ آپؑ کے دیدار کا مشتاق ہے، اگر آپؑ اپنے اہل بیت اور چاہنے والوں کی زیارت و ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو جب بھی آپؑ چاہیں چلے جائیں، جہاں چاہیں ٹھہر جائیں، جس طرح چاہیں سیر کریں، اور اگر آپؑ چاہیں بادشاہ کے والی یحییٰ بن ہرثمہ اور اس کے ساتھ لشکر کو اپنے ساتھ سیر کے لئے لے جاسکتے ہیں، ہم نے اس کو آپؑ کی اطاعت کرنے کی اجازت دیدی ہے، بادشاہ اپنی موت تک آپؑ کا اللہ سے خیر خواہ ہے، اس کے بھائیوں، اولاد، اہل بیت اور اس کے خواص میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ اس کے مقام و منزلت سے زیادہ مہربانی کی جائے، ان کی بات قابل تعریف نہیں ہے، نہ ہی ان کا کوئی نظریہ ہے، ان سے زیادہ کوئی مہربان نہیں ہے، وہ سب سے زیادہ نیک ہیں اور ان کے مقابلہ میں تمہارے لئے قابل اطمینان ہیں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...

یہ خط ابراہیم بن عباس نے جمادی الثانی ۲۴۳ھ میں تحریر کیا۔(۱)

امام علی نقیؑ کا سامرا پہنچنا

متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کو امامؑ کو مدینہ لانے کیلئے بھیجا اور اس سے کہا کہ حکومت کے خلاف امامؑ کے قیام پر دقیق نظر رکھے۔

یحییٰ کسی چیز کا قصد کئے بغیر مدینہ پہنچا، امامؑ سے ملاقات کی اور آپؑ کی خدمت میں متوکل کا خط پیش کیا جب مدینہ والوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ امامؑ کے بارے میں متوکل سرکش کے خوف سے نالہ و فریاد کرنے لگے، مدینہ والے امامؑ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، کیونکہ مدینہ کے علماء آپؑ کے علوم سے مستفیض ہوتے تھے، امامؑ غریبوں پر احسان کرتے تھے، اور آپؑ دنیا کی کسی چیز سے بھی رغبت نہیں رکھتے تھے(۲) یحییٰ نے ان کو تسکین دلائی اور قسم کھائی کہ امامؑ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

امامؑ نے مدینہ میں اپنے اہل بیتؑ سے خدا حافظ کیا، یحییٰ نے امامؑ کی خدمت کرنا شروع کیا تو وہ

۱۔ ارشاد صفحہ ۳۷۵۔۳۷۶۔

۲۔ مرآۃ الزمان، جلد ۹ صفحہ ۵۵۳۔

دنیا میں آپؑ کے تقویٰ، عبادت، اور زہد سے متعجب ہوا، آپؑ کی سواری مقام بیداء پر پہنچی اور اس کے بعد آپؑ نے یاسریہ میں قیام کیا تو وہاں پر اسحاق بن ابراہیم نے آپؑ سے ملاقات کی اور جب امامؑ کے یاسریہ پہنچنے کی خبر شائع ہوئی تو یاسریہ کے رہنے والوں نے آپؑ کا زبردست استقبال کیا، حالات کے ڈر کی وجہ سے امامؑ کو رات کے وقت بغداد میں داخل کیا گیا کہ کہیں امامؑ کے دیدار کے پیاسے شیعہ امام کا زبردست طریقہ سے استقبال نہ کرلیں۔

یحییٰ بغداد کے حاکم اسحٰق بن ابراہیم ظاہری کے پاس آیا اور اس کو امامؑ کے مقام و منزلت کا تعارف کرایا، اور جو کچھ اس نے آپ کا زہد، تقویٰ اور عبادت دیکھی تھی سب کچھ اس کو بتایا۔ اسحاق نے اس سے کہا: بیشک یہ شخص (امام علی نقیؑ) فرزند رسول ہیں، تو نے متوکل کے منحرف ہونے کو پہچان لیا ہے، اگر تو نے اُن کے متعلق کوئی بات اُس تک پہنچائی تو وہ انھیں قتل کردے گا اور قیامت کے دن نبی کا غصہ تیرے سلسلہ میں زیادہ ہوجائے گا۔

اسحاق نے اس کو امام کے حق میں کوئی بھی بُری بات متوکل تک نقل کرنے سے ڈرایا چونکہ متوکل اہلبیتؑ کا سخت اور بے شرم دشمن تھا، یحییٰ نے جلدی سے جواب دیا: خدا کی قسم میں کسی چیز کو نہیں جانتا جس کا میں انکار کروں میں اُن سے بہترین امر کے علاوہ کسی اور چیز سے واقف نہیں ہوں۔

پھر امام علی نقیؑ کی سواری بغداد سے سامراء کی طرف چلی جب امامؑ سامرا پہنچے تو یحییٰ جلدی سے حکومت کی ایک بہت بڑی شخصیت تُرکی کے پاس پہنچا اور اُس کو امامؑ کے سامراء پہنچنے کی اطلاع دی تو ترکی نے یحییٰ کو امامؑ کے متعلق متوکل کو کوئی بھی بُری بات نقل کرنے سے ڈراتے ہوئے کہا: اے یحییٰ! خدا کی قسم ، اگر امامؑ کا ایک بال بھی بیکا ہوگیا تو اس کا ذمہ دار تو ہوگا۔

یحییٰ بغداد کے والی اور ترکی غلام کی امامؑ کے سلسلہ میں موافقت سے متعجب ہوا اور اس نے امامؑ کی حفاظت کرنا واجب سمجھا۔(۱)

۱۔ مرآۃ الزمان، جلد ۹ صفحہ ۵۵۳۔ مروج الذہب، جلد ۴، صفحہ ۱۱۴۔ تذکرۃ الخواص، صفحہ ۳۵۹۔

امامؑ خان صعالیک میں

متوکل نے عوام الناس کی نظر میں آپؑ کی شان و وقار و اہمیت کو کم کرنے کے لئے آپؑ کو ''خان صعالیک'' ''فقیروں کے ٹھہرنے کی جگہ'' میں رکھا، صالح بن سعید نے امامؑ سے ملاقات کی، وہاں کے حالات دیکھ کر بہت رنجیدہ و ملول ہوئے اور آپؑ سے یوں گویا ہوئے:

میری جان آپؑ پر فدا ہو انھوں نے ہر طریقہ سے آپؑ کا نور بجھانے کا ارادہ کر رکھا ہے آپؑ کی شان میں ایسی کوتاہی کی جا رہی ہے کہ آپؑ کو اس مقام پر ٹھہرا دیا ہے۔

امامؑ نے اس کی محبت اور اخلاق کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کا رنج و الم کم ہوا اور جب اُس نے امامؑ کے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا جو اللہ نے اپنے اولیا اور انبیاء کو عطا فرمایا ہے تو اس کو قدرے سکون ہوا اور اس کا حزن و غم دور ہو گیا... (۱)

امامؑ کی متوکل سے ملاقات

یحیٰی نے جلد ہی متوکل کو امامؑ کی بہترین حیات و سیرت سے آگاہ کر دیا اور یہ بتایا کہ میں نے امامؑ کے گھر کی تلاشی لی تو اُس میں مصاحف اور دعاؤں کی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، اُن پر جو جنگ کرنے کی تہمت لگائی ہے وہ بالکل غلط ہے، متوکل باغی و سرکش کا غصہ کافور ہو گیا تو اُس نے امامؑ کو اپنے پاس لانے کا حکم دیا، جب امامؑ اس کے پاس پہنچے تو اُس نے آپؑ کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا (۲) لیکن آپؑ کو سامرا میں رہنے پر مجبور کیا تا کہ وہ آپؑ کی حفاظت کر سکے۔

متوکل کا اچھے شاعر کے متعلق سوال کرنا

متوکل نے علی بن جہم سے سب سے اچھے شاعر کے متعلق پوچھا تو اُس نے متوکل کو بعض دور جاہلیت

۱۔ الارشاد، صفحہ ۳۲۷۔

۲۔ مرآۃ الزمان، جلد ۹ صفحہ ۵۵۳۔

جاہلیت اور دور اسلام کے شعراء کے نام بتائے، متوکل اُن سے قانع نہیں ہوا تو اُس نے اس سلسلہ میں امامؑ سے مخاطب ہو کر سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا: ''حمانی'' (۱) جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

''لقدْ فاخرتنا في قريش عصابةٌ	بِمَطِّ خدودٍ وَامْتِدادِ أصابِعِ
فَلَمَّا تَنَازَعْنا المَقالَ قضىٰ لنا	عَلَيهِمْ بِمَا نَهوىٰ نِداءَ الصَّوامِعِ
تَرانا سُكُوتاً وَالشَّهِيدُ بِفَضْلِنا	عَلَيهِمْ جَهِيرُ الصَّوْتِ في كُلِّ جامِعِ
فَإنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمَدَ جَدُّنَا	وَنَحْنُ بَنُوْهُ كَالنُّجُومُ الطَّوالِعِ''

''قریش کے سلسلہ میں ایک جماعت نے تکبر کی بنا پر ہمارے ساتھ فخر و مباہات کیا جب ہم نے اُن سے مناظرہ کیا تو اس نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا تم ہم کو خاموش دیکھتے ہو جبکہ ہر سجدہ میں صدائے اذان کا بلند ہونا ہماری فضیلت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ رسولؐ خدا ہمارے نانا ہیں اور ہم چمکتے ستاروں کی مانند اُن کی اولاد ہیں''۔

متوکل نے امامؑ سے مخاطب ہو کر کہا: اے ابوالحسن گرجہ گھروں سے کیا آوازیں آتی ہیں؟

امامؑ نے جواب میں فرمایا: اشهد ان لا الٰه الّا اللّٰه و اشهد أنّ محمداً رسول الله وَ مُحَمَّدٌ جَدِّي أمْ جَدُّكَ؟'' ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں''؟

متوکل طاغوت غیظ و غضب میں بھر گیا اور اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: وہ آپؑ کے جد تھے اسی لئے آپؑ سے دور ہو گئے۔ (۲)

متوکل امامؑ سے ناراض ہو گیا، اس کے دل میں امامؑ کے خلاف بغض و عناد بھر گیا اور اس نے امام

۱۔ حمانی سے مراد یحییٰ بن عبد الحمید کوفی ہے جو بغداد میں تھے، ان کے سلسلہ میں متعدد افراد نے گفتگو کی ہے جیسے سفیان بن عیینہ ابو بکر بن عیاش، اور وکیع۔ خطیب نے ان کا اپنی کتاب تاریخ بغداد میں تذکرہ کیا ہے اور ان کے بارے میں یحییٰ بن معین سے روایت نقل کی ہے ان کا کہنا ہے: یحییٰ بن عبد الحمید حمانی ثقہ ہیں اور حمانی سے مروی ہے: ''معاویہ دین اسلام پر نہیں مرا'' سامراء میں ۲۲۸ ھ میں اُن کا انتقال ہوا، وہ محدثین میں سے مرنے والے پہلے شخص تھے، اس کے متعلق الکنیٰ والالقاب، جلد ۲، صفحہ ۱۹۱ میں آیا ہے۔

۲۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۳۱۔

مخالفت میں مندرجہ ذیل امور انجام دیئے:

ا۔ امامؑ کے گھر پر حملہ

متوکل نے چند سپاہیوں کو رات میں امامؑ کے گھر پر حملہ اور آپؑ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، سپاہی اچانک امامؑ کے گھر میں داخل ہو گئے اور انھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ امامؑ بالوں کا کرتا پہنے اور اون کی چادر اوڑھے ہوئے تنہا ریگ اور سنگریزوں (۱) کے فرش پر رو بقبلہ بیٹھے ہوئے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾۔ (۲)

''کیا برائی اختیار کر لینے والوں نے یہ اختیار کر لیا ہے کہ ہم انھیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے برابر قرار دیدیں گے کہ سب کی موت و حیات ایک جیسی ہو یہ اُن لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے''۔

سپاہیوں نے اسی انبیاء کے مانند روحانی حالت میں امامؑ کو متوکل کے سامنے پیش کیا متوکل اس وقت ہاتھ میں شراب کا جام لئے ہوئے دسترخوان پر بیٹھا شراب پی رہا تھا جیسے ہی اُس نے امامؑ کو دیکھا تو وہ امامؑ کی مذمت میں شراب کا جام امامؑ کو پیش کرنے لگا امامؑ نے اس کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ''خدا کی قسم میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا''۔

متوکل نے امامؑ سے کہا: میرے لئے اشعار پڑھ دیجئے؟

امامؑ نے فرمایا: ''میں بہت کم اشعار پڑھتا ہوں''۔

متوکل نہ مانا اور اُس نے اصرار کرتے ہوئے کہا ضرور پڑھے۔ امام علی نقیؑ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جن کو سُن کر حزن و غم طاری ہو گیا اور وہ گریہ کرنے لگا:

۱۔ دائرۃ معارف بیسویں صدی ہجری، جلد ۶، صفحہ ۴۳۷۔ ۲۔ سورۂ جاثیہ، آیت ۲۱۔

"باتوا علیٰ قُلَلِ الْأَجْبَالِ تَحْرُسُهُمْ غُلْبُ الرِّجَالِ فَما أَغْنَتْهُمُ الْقُلَلُ
وَاسْتُنْزِلُوا بَعْدَ عِزٍّ عَنْ مَرَاتِبِهِمْ فَأُوْدِعُوا حُفَراً يَابِئْسَ مانَزَلُوا
ناداهُم صارِخٌ مِنْ بَعْدِ مَاقُبِرُوا أَيْنَ الْأَسِرَّةُ وَالتِّيجَانُ وَالْحِلَلُ؟
أَيْنَ الْوُجُوْهُ الَّتِيْ كانَتْ مُنعَمَةً مِنْ دُوْنِهَا تُضْرَبُ الْاَسْتَارُ وَالْكِلَلُ؟
فَأَفْصَحَ الْقَبْرُ عَنْهُمْ حِيْنَ سَاْلَهُمْ تِلْكَ الْوُجُوْهُ عَلَيْهَا الدُّوْدُ يَقْتَتِلُ
قَدْطَالَما أَكَلُوْا دَهْراً وَمَا شَرِبُوْا فَأَصْبَحُوْا بَعْدَ طُوْلِ الْأَكْلِ قَدْ أُكِلُوْا"

"زمانہ کے روساء وسلاطین جنھوں نے پہاڑوں کی بلندیوں پر پہروں کے اندر زندگی گزاری تھی۔
ایک دن وہ آ گیا جب اپنے بلندترین مراکز سے نکال کر قبر کے گڈھے میں گرادیے گئے جواں کی بدترین منزل ہے۔

اُن کے دفن کے بعد منادی غیب کی آواز آئی کہ وہ تخت وتاج وخلعت کہاں ہے اور وہ نرم ونازک چہرے کہاں ہیں جن کے سامنے بیش قیمت پردے ڈالے جاتے تھے؟

توبعد میں قبر نے زبانِ حال سے پکار کر کہا کہ آج اُن چہروں پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔
ایک مدت تک مال دنیا کھاتے رہے اور اب انھیں کیڑے کھارہے ہیں"۔

متوکل جھومنے لگا، اس کا نشہ اُتر گیا، اُس کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا، وہ زاروقطار رونے لگا، اس نے اپنے پاس سے شراب اٹھوادی، بہت ہی انکساری کے ساتھ امامؑ سے یوں گویا ہوا: اے ابوالحسن کیا آپؑ مقروض ہیں؟

امامؑ نے جواب میں فرمایا: "ہاں، میں چار ہزار درہم کا مقروض ہوں"۔

متوکل نے امامؑ کو چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور امامؑ آپؑ کے بیت الشرف پر پہنچادیا۔(۱)

یہ واقعہ خداوند عالم کے حرام کردہ تمام گناہوں کا ارتکاب کرنے والے سرکشوں سے امامؑ کے جہاد کرنے کی عکاسی کرتا ہے، امامؑ نے اس کے ملک اور سلطنت کی کوئی پروانہ کرتے ہوئے اس کو نصیحت فرمائی

۱۔ مرآۃ الجنان، جلد۲، صفحہ۱۶۰۔ تذکرۃ الخواص، صفحہ۳۶۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ۶۷۔

اللہ کے عذاب سے ڈرایا، دنیا سے مفارقت کے بعد کے حالات کا تعارف کرایا، اس کا لشکر، سلطنت اور تمام لذتیں قیامت کے دن اس سے اس کے افسوس کرنے کو دفع نہیں کرسکتیں، اسی طرح آپ نے اس کو یہ بھی بتایا کہ انسان کے مرنے کے بعد اُس کے دقیق بدن کا کیا حال ہوگا، یہ حشرات الارض کا لقمہ ہو جائے گا۔

متوکل نے کبھی اس طرح کا موعظہ سُنا ہی نہیں تھا بلکہ اُس کے کانوں میں تو گانے بجانے کی آوازیں گونجا کرتی تھیں، اس کو اس حال میں موت آگئی کہ گانے بجانے والے اس کے اردگرد جمع تھے، اُس نے تو اپنی زندگی میں کبھی خدا سے کئے ہوئے عہد کو یاد کیا ہی نہیں تھا۔

۲۔ امامؑ پر اقتصادی پابندی

متوکل نے امامؑ پر بہت سخت اقتصادی پابندی عائد کی، شیعوں میں سے جو شخص بھی امام کو حقوق شرعیہ یا دوسری رقومات ادا کرے گا اس کو بے انتہا سخت سزا دینا معین کردیا، امامؑ اور تمام علوی افراد متوکل کے دور میں اقتصادی لحاظ سے تنگ رہے، مومنین حکومت کے خوف سے آپؑ تک حقوق نہیں پہنچا پاتے تھے، مومنین اپنے حقوق شرعیہ ایک روغن فروش کے پاس پہنچا دیتے تھے اور وہ اُن کو آپؑ کے لئے بھیج دیا کرتا تھا اور حکومت کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی، اسی وجہ سے امامؑ کے بعض اصحاب کو دہانین (روغن فروش) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔(۱)

۳۔ امامؑ کو نظر بند کرنا

متوکل نے امامؑ کو نظر بند کرنے اور قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دیدیا، جب آپؑ کچھ مدت قید خانہ میں رہے تو صقر بن ابی دلف آپؑ سے ملاقات کیلئے قید خانہ میں آیا، نگہبان نے اُس کا استقبال کیا اور تعظیم کی، دربان جانتا تھا کہ یہ شیعہ ہے تو اُس نے کہا: آپؑ کا کیا حال ہے اور آپؑ یہاں کیوں آئے ہیں؟

خیر کی نیت سے آیا ہوں...

شاید آپؑ اپنے مولا کی خبر گیری کے لئے آئے ہیں؟

میرے مولا امیر المومنین، یعنی متوکل۔

۱۔ حیاۃ الامام علی نقی، صفحہ ۲۶۲۔۲۶۳۔

دربان نے مسکراتے ہوئے کہا: خاموش رہئے، آپؑ کے حقیقی اور حق دار مولا (یعنی امام علی نقیؑ)، مت گھبراؤ میں بھی شیعہ ہی ہوں۔

الحمدللہ۔

کیا آپ امامؑ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں؟

ہاں...

ڈاکیہ کے چلے جانے تک تشریف رکھئے...

جب ڈاکیہ چلا گیا تو دربان نے اپنے غلام سے کہا: صقر کا ہاتھ پکڑ کر اُس کمرہ میں لے جاؤ جہاں پر علوی قید ہیں اور ان دونوں کو تنہا چھوڑ دینا، غلام اُن کا ہاتھ پکڑ کر امامؑ کے پاس لے گیا، امامؑ ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہیں پر آپؑ کے پاس قبر کھدی ہوئی تھی متوکل نے اس سے امامؑ کو ڈرانے کا حکم دیا، امامؑ نے صقر سے فرمایا: اے صقر کیسے آنا ہوا؟

صقر: میں آپؑ کی خبر گیری کے لئے آیا ہوں۔

صقر امامؑ کے خوف سے گریہ کرنے لگے تو امامؑ نے ان سے فرمایا: ''اے صقر مت گھبراؤ وہ ہم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا...''۔

صقر نے ہمت باندھی، خدا کی حمد وثنا کی، اس کے بعد امامؑ سے کچھ شرعی مسائل دریافت کئے اور امامؑ نے ان کے جوابات بیان فرمائے اور صقر امامؑ کو خدا حافظ کر کے چلے آئے۔(۱)

امامؑ کا متوکل کے لئے بددعا کرنا

امام علی نقیؑ متوکل کی سختیوں سے تنگ آ گئے، اُس نے اپنی سنگدلی کی بنا پر امامؑ پر ہر طرح سے سختیاں کیں اُس وقت امامؑ نے اللہ کی پناہ مانگی اور ائمہ اہل بیتؑ کی سب سے اجلّ واشرف دعا کی جس کو مظلوم کی ظالم پر بددعا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ دعاؤں کے خزانہ میں سے ہے، اس دعا کو ہم اپنی کتاب

۱۔ حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۶۳۔۲۶۴۔

حیاۃ الامام علی نقیؑ میں ذکر کر چکے ہیں۔ائمہ طاہرین کی اس مختصر سوانح حیات میں اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امامؑ کا متوکل کے ہلاک ہونے کی خبر دینا

متوکل نے مجمع عام میں امام علی نقیؑ کی شان ومنزلت کم کرنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے، اُس نے اپنی رعایا کے تمام افراد کو امامؑ کے پاس چلنے کا حکم دیا، انھوں نے ایسا ہی کیا، گرمی کا وقت تھا، گرمی کی شدت کی وجہ سے امامؑ اُن کے سامنے پسینہ میں شرابور ہو گئے، متوکل کے دربان نے جب امامؑ کو دیکھا تو فوراً آپؑ کو دہلیز میں لا کر بٹھایا رومال سے امامؑ کا پسینہ صاف کرنے لگا اور یہ کہہ کر حزن وغم دور کرنے لگا: ابن عمک لم یقصدک بھذا دون غیرک... تیرے چچازاد بھائی کا اس سے تیرے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں ہے۔

امامؑ نے اس سے فرمایا: ''ایھا عنک''، اُس کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴾.(۱)

''اپنے گھروں میں تین دن تک اور آرام کرو کہ یہ وعدۂ الٰہی ہے جو غلط نہیں ہو سکتا ہے''۔

زراقہ کا کہنا ہے کہ میرا ایک شیعہ دوست تھا جس سے بہت زیادہ ہنسی مذاق کیا کرتا تھا، جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے اس کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو میں نے امامؑ سے سنی ہوئی خبر اس تک پہنچائی تو اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا: دیکھو جو کچھ تمہارا خزانہ ہے اس کو اپنے قبضہ میں لے لو، چونکہ متوکل کو تین دن کے بعد موت آجائے گی یا وہ قتل ہو جائے گا، اور امامؑ نے شہادت کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے، معلم کی بات زراقہ کی سمجھ میں آگئی اور اُس نے کہا: میرے لئے اس بات پر یقین کرنے میں کوئی ضرر نہیں ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو میں نے یقین کر ہی لیا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔میں متوکل کے گھر پہنچا، اور وہاں سے اپنا سارا مال لے کر اپنے جاننے والے ایک شخص کے پاس رکھ دیا، اور تین دن نہیں گذرے تھے کہ متوکل ہلاک ہو گیا، یہ سبقت زراقہ کی راہنمائی اور اس

۱۔سورۂ ہود، آیت ۶۵۔

سے امامت سے سخت لگاؤ کا سبب بن گئی۔(۱)

متوکل کی ہلاکت

امامؑ کے ذریعہ متوکل کی تین دن کے بعد ہلاکت کی خبر کے بعد متوکل ہلاک ہو گیا یہاں تک کہ اس کا بیٹا منتصر اس پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا، ۴ شوال ۲۴۷ھ (۲) بدھ کی رات میں ترکیوں نے اُس پر دھاوا بول دیا جن کا سپہ سالار باغر ترکی تھا، اُن کے پاس ننگی تلواریں تھیں، حالانکہ متوکل نشہ میں پڑا ہوا تھا، فتح بن خاقان نے اُن سے چیخ کر کہا: وائے ہو تم پر یہ امیر المومنین ہے، انھوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، اُس نے خود کو متوکل کے اوپر گرا دیا کہ شاید وہ اس کو چھوڑ دیں لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہ کیا اور دونوں کے جسموں کے اس طرح ٹکڑے کر دئے کہ دونوں میں سے کسی ایک کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی، دونوں کے بعض گوشت کے ٹکڑوں سے شراب ٹپک رہی تھی، دونوں کو ایک ساتھ دفن کر دیا گیا، اس طرح اہل بیتؑ کے سب سے سخت دشمن متوکل کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔

ابراہیم بن احمد اسدی نے متوکل کے بارے میں پڑھے:

هَكذا فَلتكُن منايا الكرامِ ... بين نايٍ وَمِزهَرٍ ومُدامِ

بَينَ كَاسَينِ أَرْوَتَاهُ جَمِيعاً ... كَأسِ لِذَاتِهِ وَكَأسِ الحِمَامِ

يَقِظُ فِي السُّرُوْرِ حتّىٰ أتَاهُ ... قَدَرَ اللّٰهُ حَتفُهُ فِي المَنَامِ

وَالْمَنَايا مَراتب يتفاضَلْن ... وَبِالْمُرْهَفَاتِ مَوْتُ الكِرَامِ

لَمْ يَدرِ نَفْسُهُ رَسُوْلُ المَنَايا ... بِصُنُوْفِ الْأَوْجَاعِ وَالاَسْقَامِ

هَابَهُ مُعْلِناًفَدَبَّتْ اِلَيْهِ ... فِيْ سُتُوْرِ الدُّجىٰ يَدُالْحُسَامِ (۳)

''بزرگوں کی موت اسی طرح بانسری، باجے اور شراب کے درمیان ہونا چاہئے۔

۱۔حیاۃ الامام علی نقیؑ، صفحہ ۲۶۵۔

۲۔تاریخ ابن کثیر، جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۹۔

۳۔زہر الآداب، جلد ۱، صفحہ ۲۲۷۔

ایسے دو پیالوں کے درمیان ہونا چاہئے جنھوں نے اُس کو سیراب کر دیا ہو۔
ایک پیالہ لذتوں کا ہو اور ایک پیالہ موت کا ہو۔
وہ خوشی کے عالم میں بیدار تھے، یہاں تک کہ خدا کی مقدر کردہ موت نے اس کو نیند کے عالم میں آلیا۔
درد اور بیماری کی وجہ سے قاصد موت کے آنے پر اس کو کچھ احساس تک نہیں ہوا۔
اس کو علی الاعلان موت آگئی اور تاریکیوں کے پردے میں دست شمشیر اس کی طرف بڑھ گیا''۔

شاعر نے ان اشعار کے ساتھ اس کا مرثیہ پڑھا جو اُس کی خواہش نفس کی عکاسی کر رہے ہیں، اُس کی موت شراب کے جام، موسیقی کے آلات وابزار طبل وڈھول کے درمیان میں ہوئی، اس کو بیماریوں اور دردوں نے ذلیل ومضطرب نہیں کیا بلکہ ترکیوں نے اپنی تلواروں سے اس کی روح کو اس کے بدن سے جدا کر دیا، اُس نے درد وآلام کا چھوٹا سا گھونٹ پیا، اس سے پہلے شعراء بادشاہوں کا مرثیہ پڑھا کرتے تھے جس کے فقدان سے امت اپنی معاشرتی اصلاحات اور عدل وانصاف کو کھو دیتی تھی۔

بہر حال علویوں اور شیعوں کو اس سخت بیماری سے نجات ملی، اس کے بعد منتصر نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اس نے اپنے باپ کے برعکس انقلاب کی قیادت کی، اس نے حکومت قبول کی، اُس کی حکومت کا خوشی سے استقبال کیا گیا، حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد اُس نے علویوں پر احسان کرنا شروع کیا اُس نے علویوں کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں انجام دیں:

۱۔ دنیائے اسلام کے کریم رہبر وقائد امام حسینؑ کی زیارت میں ہونے والی رکاوٹوں کو دور کیا، اس نیکی کیلئے لوگوں کو ترغیب دلائی، جبکہ اس کے باپ نے زیارت پر پابندی لگا رکھی تھی اور زائرین کی مخالفت میں ہر طرح کے سخت قوانین نافذ کئے تھے۔

۲۔ علویوں کو فدک واپس کیا۔

۳۔ حکومت نے علویوں کے چھینے ہوئے اوقاف واپس کئے۔

۴۔ علویوں کی برائی کرنے والے مدینہ کے والی صالح بن علی کو معزول کیا، اس کے مقام پر علی بن

الحسن کو والی بنایا اور اس کو علویوں کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کی تاکید کی۔(۱)

علوی خاندان پر ان تمام احسانات کو دیکھ کر شاعروں نے اُس کی تعریف اور شکریہ میں اشعار پڑھے، یزید بن محمد بن مہلبی کا کہنا ہے:

وَلَقَدْ بَرَرْتَ الطَّالِبِيَّةَ بَعْدَ مَا ذُمُّوا زَمَاناً قَبْلَهَا وَ زَمَانَا

وَرَدَدْتَ أُلْفَةَ هَاشِمٍ فَرَأَيْتَهُمْ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ بَيْنَهُمْ إِخْوَانَا

آنَسْتَ لَيْلَهُمْ وَجُدْتَ عَلَيْهِمْ حَتَّىٰ نَسُوا الْأَحْقَادَ وَالْأَضْغَانَا

لَوْ يَعْلَمُ الْأَسْلَافُ كَيْفَ بَرَرْتَهُمْ لَرَأَوْكَ أَثْقَلَ مَنْ بِهَا مِيزَانَا (۲)

''تم نے علویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جبکہ اس سے پہلے ان کی مذمت ہو چکی تھی۔
تم نے ہاشم کی محبت کو پلٹا دیا جس کی بنا پر دشمنی کے بعد تم نے ان کو دوست پایا۔
تم نے راتوں میں ان سے اُنس اختیار کیا اور اُن پر سخاوت کی یہاں تک کہ وہ کینوں اور دشمنی کو بھول گئے۔
اگر گذشتہ بزرگان کو تمہارے حسن سلوک کا علم ہو جائے تو وہ تم کو بہت آبرومند سمجھیں گے''۔

منتصر نے نبیؐ کے خاندان کے اس سلسلہ کو جاری رہنے دیا جس کو اس کے گذشتہ بزرگ عباسیوں نے ہر چند منقطع کرنے کی کوشش کی تھی، اُن سے ہر طرح کے ظلم وستم اور کشت وخون کو دور کیا لیکن افسوس کہ اُس کا عمر نے ساتھ نہ دیا طبیب نے ترکوں کے دھوکہ میں آکر اس کو زہر دیدیا جس سے وہ فوراً مر گیا،(۳) اُس کے مرنے کی وجہ سے لوگوں سے خیر کثیر ختم ہو گیا، اس نے علویوں کو دینی آزادی دی تھی اور اُن سے ظلم و ستم کو دور کیا تھا۔

امام پر قاتلانہ حملہ

امامؑ، معتمد عباسی پر بہت گراں گذر رہے تھے، امام اسلامی معاشرہ میں عظیم مرتبہ پر فائز تھے جب امامؑ کے فضائل شائع ہوئے تو اس کو امامؑ سے حسد ہو گیا اور جب مختلف مکاتب فکر کے افراد اُن کی علمی صلاحیتوں

۱۔تاریخ ابن اثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۱۱۔

۲۔مروج الذھب، جلد ۴، صفحہ ۸۳۔

۳۔تاریخ خلفاء سیوطی، صفحہ ۳۵۷۔

اور دین سے اُن کی والہانہ محبت کے سلسلہ میں گفتگو کرتے تو وہ اور جلتا اُس نے امامؑ کو زہر ہلاہل دیدیا، جب امامؑ نے زہر پیا تو آپؑ کا پورا بدن مسموم ہوگیا اور آپؑ کے لئے بستر پر لیٹنا لازم ہوگیا (یعنی آپؑ مریض ہوگئے) آپؑ کی عیادت کے لئے لوگوں کی بھیڑ اُمڈ پڑی، منجملہ اُن میں سے ابوہاشم جعفری نے آپؑ کی عیادت کی جب اُنھوں نے امامؑ کو زہر کے درد میں مبتلا دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اور مندرجہ ذیل اشعار پر مشتمل قصیدہ نظم کیا:

مَادتِ الدنیا فُؤادي العليلِ　　　وَاعْتَرَتْنِيْ مَوَارِدُ اللأْواءِ

حِينَ قِيلَ الْإِمَامُ نِضْوٌ عَلِيلٌ　　　قُلْتُ نَفْسِيْ فَدَتْهُ كُلَّ الفِدَاءِ

مَرِضَ الدِّيْنُ لاعْتِلالِکَ وَاعْتَلَّ　　　وَغَارَتْ نُجُوْمُ السَّمَاءِ

عَجَباً اِنْ مُنِيْتَ بِالدَّاءِ وَالسُّقْمِ　　　وَأَنْتَ الإِمَامُ حَسْمُ الدَّاءِ

أَنْتَ أَسِيَ الْأَدْوَاءَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا　　　وَمُحيِي الْأَمْوَاتِ وَالْأَحيَاءِ (۱)

"دنیا نے میرے بیمار قلب کو ہلا کر رکھ دیا اور مجھے وادی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

جب مجھ سے کہا گیا امامؑ کی حالت نہایت نازک ہے تو میں نے کہا میری جان اُن پر ہر طرح قربان ہے۔

آپؑ کے بیمار ہونے کی وجہ سے دین میں کمزوری پیدا ہوگئی اور ستارے ڈوب گئے۔

تعجب کی بات ہے کہ آپ بیمار پڑ گئے جبکہ آپؑ کے ذریعہ بیماریوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

آپؑ دین و دنیا میں بہترین دوا اور مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں"۔

آپ کی روح پاک ملائکہ رحمٰن کے سایہ میں خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئی، آپؑ کی آمد سے آخرت روشن و منور ہوگئی، اور آپؑ کے فقدان سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا، کمزوروں اور محروموں کے حقوق سے دفاع کرنے والے قائد و رہبر نے انتقال کیا۔

تجہیز و تکفین

آپؑ کے فرزند ارجمند کی امام حسن عسکریؑ نے آپؑ کی تجہیز و تکفین کی، آپؑ کے جسد طاہر کو غسل

۱۔ اعلام الوریٰ، صفحہ ۳۲۸۔

دیا، کفن پہنایا، نماز میت ادا فرمائی، جبکہ آپ کی نکھوں سے آنسو رواں تھے آپ کا جگر اپنے والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات پر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا۔

تشییع جنازہ

سامراء میں ہر طبقہ کے افراد آپ کی تشییع جنازہ کیلئے دوڑ کر آئے، آپ کی تشییع جنازہ میں آگے آگے وزراء، علماء، قضات اور سربراہان لشکر تھے، وہ مصیبت کا احساس کر رہے تھے اور وہ اس خسارہ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے جس سے عالم اسلام دو چار ہوا اور اس کا کوئی بدل نہیں تھا، سامراء میں ایسا اجتماع بے نظیر تھا، یہ ایسا بے نظیر اجتماع تھا جس میں حکومتی پیمانہ پر ادارے اور تجارت گاہیں وغیرہ بند کر دی گئی تھیں۔

ابدی آرام گاہ

امام علی نقیؑ کا جسم اقدس تکبیر اور تعظیم کے ساتھ آپ کی ابدی آرامگاہ تک لایا گیا آپ کو خود آپ کے گھر میں دفن کیا گیا جو آپ کے خاندان والوں کے لئے مقبرہ شمار کیا جاتا تھا، انھوں نے انسانی اقدار اور مُثُل علیا کو زمین میں چھپا دیا۔

آپ کی عمر چالیس سال تھی آپ نے ۲۵ جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں پیر کے دن وفات پائی (۱) اسی پر ہمارے امام علی نقیؑ کے سلسلہ میں گفتگو کا اختتام ہوتا ہے۔

۱۔ نور الابصار، صفحہ ۱۵۰۔ کشف الغمہ، جلد ۳ صفحہ ۱۷۴۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام ابو محمد حسن عسکری، ائمہ اہل بیت کی گیارہویں کڑی ہیں جنھوں نے رسالتِ اسلام اور اس کے اغراض و مقاصد اور ارزش و اہمیت کی بنیاد ڈالی ہے۔

یہ امام عظیم، اللہ کے بندوں پر اس کی رحمت و بخشش ہیں، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں آپؑ ہی نے منحرف عباسی حکومت کا مقابلہ کیا، مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے جد وجہد کی، ہم اختصار کے طور پر آپؑ کی شان کے متعلق چند باتیں ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

آپؑ کا نسب

امام کا نسب شریف خاندان نبوت ہے جس کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو عزت دی، جنھوں نے حق اور عدل کی بنیاد رکھی، اور حق و عدل کو زمین کے تمام شعبوں میں رائج کیا، ہمارے خیال میں کوئی بھی ایسا خاندان نہیں ہے جس نے خاندان نبوت کی طرح حق کی خدمت اور لوگوں کے درمیان فضیلت نشر کرنے پر عمل کیا ہو۔

بیشک امام حسن عسکریؑ کا شجرۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے شہر علم کے دروازے حضرت امیر المومنینؑ سے ہے۔ شاعر کہتا ہے:

نسب كأنّ عليه من شمس الضحىٰ نوراً ومن فلق الصّباح عَمُوداً

''آپؑ کا نسب اس طرح ہے گویا آپؑ پر وقت چاشت کی دھوپ پڑ رہی ہے اور سفیدی صبح کا ستون قائم ہے''۔

اور وتری کا کہنا ہے:

ما ذا یقولُ الما دحون َبو صْفِهِمْ وَهُمُ السُّرَاطُ خَلائِفُ الْمُخْتَارِ؟

ضُرِبَتْ قُبَابُ فَخَارِهِمْ وَسُمُوّهِمْ بَيْنَ الْبُتُوْلِ الطُّهْرِ وَالْمُخْتَارِ

''مدح وثنا کرنے والے اہل بیتؑ کی شان میں کیا کہنا چاہتے ہیں اہل بیتؑ تو رسولؐ کے جانشین ہیں اور ان کی رگوں میں فاطمہ اطہر اور علی مرتضیٰ کا خون دوڑ رہا ہے''۔

بیشک آپؑ امام علی نقی بن امام محمد تقی بن علی بن موسیٰ الرضا بن امام موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی بن الحسین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم کے فرزند ہیں، وہ ائمہ ہدیٰ، مصابیح الدجیٰ اور اعلام التقیٰ ہیں جن سے اللہ نے ہر رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے اور نبی نے اُن کو نجات کی کشتی، بندوں کی پناہ گاہ اور باب حطہ قرار دیا جو بھی اس میں داخل ہوا وہ آمنین میں قرار پائے گا۔

ولادت

عالم اسلام سلیل نبوت (فرزند) اور بقیہ امامت کی ولادت سے روشن و منور ہو گیا، راویوں میں آپؑ کی جائے ولادت کے سلسلہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (۱)، دوسرا قول یہ ہے کہ آپؑ سامراء (۲) میں پیدا ہوئے، اور آپؑ کس زمانہ میں یا کس وقت پیدا ہوئے اس سلسلہ میں بھی راویوں میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بعض اقوال یہ ہیں:

۱۔ آپؑ ربیع الاول ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے (۳)

۲۔ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ (۴)

۱۔ اخبار الدول، صفحہ ۱۱۷۔ بحر الانساب، صفحہ ۲۔

۲۔ تذکرۃ الخواص، صفحہ ۳۲۴۔

۳۔ تاریخ ابو الفداء، جلد ۲ صفحہ ۴۸۔

۴۔ نجوم الزاہرہ، جلد ۳، صفحہ ۳۲۔

۳۔ ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔(۱)

۴۔ ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔(۲)

آپؑ کی ولادت پر شرعی رسومات

حضرت امام علی نقیؑ کو جیسے ہی امام حسن عسکریؑ کی ولادت باسعادت کی خبر دی گئی تو آپ نے شرعی رسومات انجام دینے میں بڑی سرعت سے کام لیا، آپؑ نے بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، امامؑ نے اپنے فرزند کا خدا کے نور سے ایسے کلمات توحید کا اقتباس کرتے ہوئے استقبال کیا جن کو ہر زمانہ اور ہر جگہ پر مسلمان اپنی زبان پر جاری کرتے ہیں: ''اللہ اکبر لا الہ الّا اللہ''۔

امام علی نقیؑ نے ولادت کے ساتویں دن امام حسن عسکریؑ کا سر منڈایا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی مسکینوں کو صدقہ دیا اور اسی وقت اسلامی سنت پر عمل کرتے ہوئے عقیقہ کیا جس میں دو سال کا گوسفند ذبح کیا بچہ کا نام حسن رکھا جو آپ کے چچا حسنؑ جنت کے جوانوں کے سردار کا اسم مبارک ہے۔ آپ (امام حسن عسکریؑ) کی کنیت ابو محمد رکھی، یہ آپ کے فرزند امام المنتظر کا اسم گرامی ہے جو زمین میں محروموں اور مستضعفین کی آرزو ہیں۔(۳)

آپ کی پرورش

امام عسکریؑ نے اللہ کے نزدیک سب سے باعزت گھر میں پرورش پائی وہ بیت امامت جس کے اہل سے پروردگار عالم نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور ان کو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اس بیت معظم کے متعلق شبراوی کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم یہ بیت شریف بے بہا دُرّ ہے، بہت ہی عظیم نسب ہے، نورانی نسب قابل فخر اور بلند مرتبہ ہے، یہ سب صاحب کرامت ہیں یہ شجرہ میں کنگھی کے

۱۔ بحر الانساب صفحہ ۲۔ اخبار الدول صفحہ ۱۶۷۔ الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۸۶۔

۲۔ دائرۃ المعارف بستانی جلد ۷ صفحہ ۴۵۔

۳۔ حیاۃ الامام حسن عسکریؑ صفحہ ۱۹۔

دانوں کی طرح برابر طیب و طاہر ہیں، عظمت کے حصے اُن پر تقسیم کر دیئے گئے ہیں اور اُن میں صفات کمال نہایت درجہ موجود ہیں۔(۱)

اللہ سے امامؑ کا خوف

امام حسن عسکریؑ کمسنی میں اللہ سے خوف رکھتے تھے، موزخین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا امام حسن عسکریؑ کے پاس سے گذر ہوا جبکہ آپؑ بچوں کے ایک طرف کھڑے ہوئے رو رہے تھے، اس شخص نے کہا: اے نونہال! مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لئے رو رہے ہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں: سنو! میں ابھی آپؑ کیلئے وہ کھلونے خرید کر لاتا ہوں جن سے یہ بچے کھیل رہے ہیں؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ''نہیں، ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا ہوئے...''۔

وہ شخص مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس نے امامؑ سے کہا: ہم کس لئے پیدا کئے گئے؟

امامؑ نے فرمایا: ''ہم علم اور عبادت کے لئے خلق ہوئے ہیں''۔

اس شخص نے سوال کیا: آپؑ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہماری غرض خلقت علم و عبادت ہے؟

امامؑ نے خداوند عالم کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا﴾''۔(۲) ''کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمھیں بیکار پیدا کیا ہے''۔

وہ شخص ہکا بکا رہ گیا اور اس نے اسی حیرانی کے عالم میں امام سے سوال کیا! اے فرزند! تمھیں کیسے معلوم تم تو بہت کمسن ہو؟

امامؑ نے فرمایا: ''میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کو جلانے سے پہلے چھوٹی لکڑیاں جلاتی ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں چھوٹی لکڑیوں کی طرح جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں''۔(۳)

۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، صفحہ ۸۶۔

۲۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۱۵۔

۳۔ دائرۃ المعارف بستانی، جلد ۷، صفحہ ۴۵۔ جوہرۃ الکلام فی مدح السادۃ الاعلام، صفحہ ۱۵۵۔

کیا تم نے امامؑ سے کمسنی کے عالم میں اس ایمان کے منفعل ہونے کا مشاہدہ کیا یہ آپ کی ذات اور اقدار میں سے ہے؟

آپؑ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ

امام حسن عسکری علیہ السلام زکی ابو محمد ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے، اور سفر و حضر میں اُن سے بالکل جدا نہیں ہوئے، اور امام علی نقیؑ اپنے فرزند ارجمند کے سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں:

''ابو محمد، آل محمد میں بہترین ہیں، اُن کی حجت قابل وثوق ہے، یہ میرے بڑے فرزند ہیں اور میرے جانشین ہیں امامت ان کی جانب منتقل ہوگی''۔(۱)

یہ کلمات بہترین صفات کے ترجمان ہیں چنانچہ آپؑ آل محمدؐ میں بہترین طبیعت کے مالک ہیں آپؑ کی حجت قابل وثوق ہے۔

آپؑ ہی پر خلافت اور امامت کی انتہا ہوئی، اور آپؑ میں یہ تمام فضائل و کمالات موجود تھے۔

آپؑ کی عبادت

امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کیا کرتے تھے، ان میں سب سے زیادہ توبہ اور اللہ کی اطاعت کرتے تھے، آپؑ زیادہ تر روزہ رکھتے، رات میں میں نمازیں پڑھتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور دعا پڑھتے۔

محمد شاکری کا کہنا ہے: امام ابو محمد محراب میں سجدہ ریز تھے جبکہ میں خواب و بیداری کے عالم میں تھا(۲) آپؑ کی روح خدا سے لو لگائے تھی، آپؑ کو دنیا کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا، آپؑ کی قنوت میں پڑھی جانے والی دعائیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امامؑ خدا کی بارگاہ میں توبہ کیا کرتے تھے، اسی طرح نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں بھی آپؑ سے نقل ہوئی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب

۱۔اعیان الشیعہ، جلد۴، صفحہ ۲۹۵، تیسرا حصہ۔

۲۔حیاۃ الامام حسن عسکریؑ، صفحہ ۴۰۔

"حیاۃ الامام حسن عسکریؑ" میں کیا ہے۔

حلم

آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم اور غصہ پی جانے والے تھے، عباسی حکومت نے آپؑ کو قید خانہ میں ڈال دیا آپؑ اتنے صابر تھے کہ ذرا سا بھی شکوہ زبان پر نہ لائے، اور کسی ایک سے بھی قید خانہ کی سختیوں اور مشکلات کی شکایت نہیں فرمائی۔

کرم

امام ابو محمد (حسن عسکریؑ) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، آپؑ غریبوں پر بہت زیادہ احسان کیا کرتے تھے، آپؑ کا اپنے معین کردہ حقوق شرعیہ وصول کرنے والوں سے فقیروں، محروموں اصلاح ذات البین اور اُن کے علاوہ (۱) لوگوں کو فائدہ پہنچانے والوں پر انفاق کا معاہدہ تھا۔ آپؑ کے فیض کرم کے متعلق مورخین نے محمد بن علی بن ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا زندگی بسر کرنا دشوار ہوگیا تو میرے والد نے کہا چلو ہم اس شخص "یعنی ابو محمد" کے پاس چلتے ہیں جن کی ہم نے بہت زیادہ تعریفیں سنی ہیں، میں نے اُن سے عرض کیا: کیا آپؑ انھیں پہچانتے ہیں؟ میرے والد صاحب نے کہا: نہیں پہچانتا اور نہ ہی میں نے آج تک اُن کو دیکھا ہے اُن کا کہنا ہے: ہم چل پڑے، راستہ میں میرے والد نے کہا: ہم کو پانچ سو درہم کی ضرورت ہے دو سو درہم لباس وغیرہ کیلئے، دو سو درہم آٹا اور خورد و نوش کیلئے، اور سو درہم اور دوسرے مخارج کیلئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: کاش امامؑ مجھے تین سو درہم عنایت فرما دیں، میں سو درہم سے اپنی سواری خریدوں گا، سو درہم خرچ کروں گا اور سو درہم سے لباس وغیرہ مہیا کروں گا۔ جب ہم پہاڑ سے گذر کر امامؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے ایک بچہ نے نکل کر کہا: علی بن ابراہیم اور اُن کے بیٹے کو اندر بلا لو جب ہم نے اندر جا کر سلام کیا تو اُس بچہ نے میرے والد سے کہا: "اے علی! تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟"

اے میرے سید و آقا میں آپؑ سے ملاقات کرنے میں شرم محسوس کر رہا تھا۔

۱۔ حیاۃ الامام حسن عسکریؑ، صفحہ ۴۰۔

امام میرے اور میرے بیٹے کے پاس کچھ دیر ٹھہرے اور پھر ہم دونوں کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے، کچھ دیر کے بعد امامؑ کا غلام آیا اُس نے علی بن ابراہیم کو پانچ سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا: دوسو درہم لباس، دو سو درہم آٹا وغیرہ اور سو درہم خرچ کے لئے ہیں، اور مجھ کو تین سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا: سو درہم سواری، سو درہم لباس اور سو درہم خرچ کے لئے ہیں۔ اور اب پہاڑ کی طرف سے نہ جانا، محمد نے امامؑ کے حکم کے مطابق سوراء کی طرف سے راستہ طے کیا اور اس کے تمام امور اچھے طریقے سے انجام پائے، اور اس کا دولت مندوں میں شمار ہونے لگا۔(۱)

موٴرخین نے مشکلات اور سختیوں میں زندگی گذارنے والے اور محرومین کے ساتھ آپؑ کی سخاوت اور احسانات کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔

علم

محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل تھے، آپؑ صرف احکام شریعت اور احکام دین ہی میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل نہیں تھے بلکہ تمام علوم و معارف میں سب سے زیادہ افضل اور اعلم تھے۔

عیسائی ڈاکٹر بختیشوع نے اپنے شاگرد سے امامؑ کے متعلق کہا ہے: وہ ہمارے درمیان آج سب سے زیادہ اعلم ہیں“۔(۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ اعلم ہیں، آپؑ علوم پر اس طرح مسلط ہیں جتنا کوئی اور نہیں ہوسکتا اور یہ شیعوں کا نظریہ ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو خداوند عالم نے علوم کی تمام اقسام کا علم عطا کیا ہے۔

بلند اخلاق یا کریمانہ اخلاق

امام حسن عسکریؑ کے بلند و بالا اخلاق اور آداب، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، آپؑ

۱۔ کشف الغمہ، جلد۳، صفحہ ۳۰۰۔

۲۔ حیاۃ الامام حسن عسکریؑ، صفحہ ۳۸۔

دوست اور دشمن سے خوش روئی سے پیش آتے، امام کے مکارم اخلاق آپؑ کے دشمن اور کینہ وحسد کرنے والوں پر ایسے اثرانداز ہوتے کہ ان کے بغض ودشمنی کو آپؑ سے محبت میں بدل دیتے، آپؑ کے اخلاق سے علی بن اوتانش بہت متأثر ہوا حالانکہ وہ آل نبی کا سخت دشمن تھا مگر اب جب بھی وہ امامؑ سے ملتا تو اپنا منھ پھرالیتا آپؑ کی جلالت وتعظیم وبزرگی کی وجہ سے وہ اپنی نظریں اوپر نہیں اٹھاتا تھا اور لوگوں کے درمیان امامؑ کے سلسلہ میں اچھی باتیں کیا کرتا تھا۔(۱)

امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے بلند وبالا اخلاق میں رسالت اسلامیہ کی ایک خوشبو تھے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثمرات میں سے ایک میوہ تھے۔(۲)

آپؑ کے زرّین اقوال

امام حسن عسکری علیہ السلام سے کچھ احادیث نقل ہوئی ہیں جو موعظہ، ارشاد اور تہذیب نفس پر دلالت کرتی ہیں جیسے بلند ارزش وغیرہ۔ ہم ذیل میں امامؑ سے منقول بعض روایات نقل کر رہے ہیں:

۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے: ''بیشک تمہاری زندگی کم ہو رہی ہے تمہاری زندگی کے دن گنے چنے ہیں، اور تم کو اچانک موت آجائے گی، جو نیکی کا بیج بوئے گا وہ اچھا کاٹے گا، جو شر بوئے گا اس کو ندامت ہوگی، ہر کاشت کرنے والا وہی کاٹے گا جو بوئے گا، سستی کرنے والے کو کیا مل سکتا ہے، جو حصہ حریص کی قسمت میں نہیں ہے وہ اس کو حاصل نہیں کر سکتا، جس کو کوئی خیر ملے گویا اس کو خدا نے عطا کیا ہے اور جو کسی شر سے محفوظ ہو گیا اس کو خدا نے محفوظ رکھا ہے''۔(۳)

۲۔ امام حسن عسکریؑ کا فرمان ہے: ''محتاط ترین انسان وہ ہے جو مشتبہ مقامات پر رُک جائے، بہترین عبادت گذار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے، بہترین متقی وزاہد وہ ہے جو مطلقاً گناہ کرنا چھوڑ دے''۔(۴)

۱۔ کشف الغمہ، جلد۳، صفحہ۲۔

۲۔ حیاۃ الامام حسن عسکریؑ، صفحہ۴۲۔

۳۔ تحف العقول، صفحہ۵۱۹۔

۴۔ تحف العقول، صفحہ۵۱۹۔

۳۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے: ''اللہ تک رسائی کے سفر کو شب بیداری کئے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا''۔(۱)

۴۔ ''ہمارے ساتھ رہ کر فقیر رہنا ہمارے دشمن کے ساتھ امیر رہنے سے بہتر ہے''۔(۲)

۵۔ بچہ کا کمسنی میں اپنے باپ پر جرأت کرنا جوانی میں عاق ہونے کی دعوت دینا ہے''۔(۳)

۶۔ ''بہت زیادہ روزے اور نماز ادا کرنا ہی عبادت نہیں ہے بلکہ اللہ کے امر کے بارے میں زیادہ غور وفکر کرنا بھی عبادت ہے''۔(۴)

امامت کے دلائل

اللہ نے انبیاء اور اوصیاء کو معجزے عطا کئے ہیں جن کی مثال لانے سے انسان عاجز ہے، تاکہ یہ معجزے انبیاء اور اوصیاء کے اللہ کی طرف سے ہدایت اور خیر لانے کی شہادت دیں... امت کی طرف آنے والے انبیاء اور اوصیاء لوگوں کے دلوں میں مخفی امور سے واقف ہوتے ہیں جیسا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے واقعات سے بھی آگاہ ہوتے تھے، خداوند عالم نے ائمہ ہدیٰ کو یہ چیز عطا کی ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کی زندگی میں یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ واقعات کے رونما ہونے سے پہلے اُن کی خبر دیدیا کرتے تھے، ہم ان امور کے سلسلہ میں امام حسن عسکریؑ سے منقول واقعات نقل کر رہے ہیں جن کی آپؑ نے خبر دی ہے:

۱۔ اسماعیل بن محمد عباسی سے روایت ہے: میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے ایک ضرورت کی شکایت کی اور قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک بھی دینار نہیں ہے، امامؑ نے مجھ سے فرمایا: تم خدا کی جھوٹی قسم کیوں کھا رہے ہو حالانکہ تمہارے گھر میں دوسو دینار مدفون ہیں؟ لیکن میرا یہ قول تجھ کو عطا کرنے سے نہیں روک سکتا۔ اے غلام تمہارے پاس کتنے دینار ہیں؟ پھر آپؑ نے مجھے سو دینار عطا فرمائے۔

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے وقتِ ضرورت استفادہ کے لئے دینار مخفی کئے تھے''۔

۱۔ حیاۃ الامام حسن عسکری علیہ السلام، صفحہ ۹۹۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۵، صفحہ ۲۹۹۔

۳۔ حیاۃ الامام حسن عسکری علیہ السلام، صفحہ ۹۸۔

۴۔ تحف العقول، صفحہ ۵۱۸۔

اُس نے کہا: میں نے پریشان ہوکر انھیں ڈھونڈھا تو وہ مجھے نہیں مل سکے چونکہ میرے ایک فرزند کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تھا لہٰذا وہ انھیں چوری کرکے فرار ہوگیا''۔(۱)

۲۔ابو ہاشم سے روایت ہے: میں قید خانہ میں تھا تو میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے قید خانہ کی سختیوں کی شکایت کی امامؑ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر ادا کروگے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں قید خانہ سے آزاد ہوا اور میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر ادا کی''۔(۲)

۳۔ابو ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکریؑ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''بیشک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو معروف کہا جاتا ہے اور اس میں اہل معروف (نیکی کرنے والوں) کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا، میں نے دل ہی دل میں خدا کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں اُن پر خوش ہوا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ پر نظر ڈالی اور جو کچھ میرے دل میں تھا اُس کے متعلق فرمایا: تم نے یہ بات جان لی ہے کہ جو کچھ تم نے انجام دیا ہے، بیشک اس دنیا میں اہل معروف ہی آخرت میں اہل معروف ہیں، اے ابو ہاشم! خدا تم کو اُن ہی لوگوں میں سے قرار دے اور تجھ پر رحم کرے''۔(۳)

۴۔محمد بن حمزہ دوری سے روایت ہے کہ: میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا کہ آپؑ خدا سے میرے مالدار ہونے کی دعا فرمادیجئے، تو امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: میں تمھیں بشارت دیتا ہوں کہ خدا تمھیں مالدار بنادے گا، تمہارے چچازاد بھائی یحییٰ بن حمزہ کا انتقال ہوگیا ہے اُس نے اپنے بعد ایک ہزار درہم چھوڑے ہیں اور تیرے علاوہ اور کوئی وارث بھی نہیں ہے، یہ عنقریب تمھیں مل جائیں گے لہٰذا تم خدا کا شکر ادا کرو میانہ روی سے کام لینا اور اسراف نہ کرنا ...''۔

کچھ مدت گذر جانے کے بعد میرے پاس مال اور چچازاد بھائی کے مرنے کی خبر پہنچی جس سے میرا فقر دور ہوگیا، میں نے حق اللہ ادا کیا اور اسراف نہیں کیا۔(۴)

۱۔نور الابصار، صفحہ ۱۵۳۔

۲۔اعلام الوریٰ، صفحہ ۳۷۲۔

۳۔نور الابصار، صفحہ ۲۵۲۔

۴۔نور الابصار، صفحہ ۱۵۲۔

۵۔محمد بن حسن بن میمون سے روایت ہے: میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں فقر و تنگدستی کی شکایت تحریر کی اس کے بعد اپنے دل میں کہا: کیا ابو عبد اللہ نے نہیں فرمایا ہے کہ: ہمارے ساتھ فقر میں رہنا ہمارے دشمن کے ساتھ ثروت کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے''۔

امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''خداوند عالم ہمارے دوستوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اسی طرح جس طرح تمہارا نفس بتاتا ہے ہمارے ساتھ رہ کر غریب رہنا دشمنوں کے ساتھ رہ کر امیر رہنے سے بہتر ہے، ہم اس کے لئے پناہ گاہ ہیں جو ہماری پناہ گاہ میں آنا چاہتا ہے، جو ہمارے لئے بصیرت حاصل کرنا چاہے اس کے لئے نور ہیں جو ہم کو دوست رکھتا ہے وہ آخرت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور جو ہم سے منحرف ہو جاتا ہے وہ جہنم میں جائے گا''۔(۱)

۶۔ابو ہاشم سے روایت ہے: میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت بابرکت میں آپؑ سے نگینہ کے بارے میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تاکہ اس کی انگوٹھی بنا کر پہن سکوں، میں آپؑ کے پاس بیٹھ گیا اور جس کام کے لئے آیا تھا وہ بھول گیا جب امامؑ سے رخصت ہو کر چلنے لگا تو آپؑ نے مجھے انگوٹھی عطا کی اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''تو نے نگینہ چاہا تھا لیکن ہم نے تجھے انگوٹھی دیدی ہے، میں نے ان سے ایسے نگینہ کے بارے میں سوال کرنا چاہا جس سے برکت کیلئے انگوٹھی بنانا چاہا تھا، خدا تجھے اس کے ذریعہ برکت دے''، مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! بیشک آپؑ اللہ کے ولی اور میرے امام ہیں جن کے ذریعہ میں خدا کا فضل و کرم حاصل کرتا ہوں، آپؑ نے فرمایا: ''اے ابو ہاشم! خدا تم کو معاف کرے''۔(۲)

یہ وہ چند واقعات تھے جن کی امام حسن عسکریؑ نے خبر دی تھی جو امامت کی دلیلیں ہیں، یہ بات شایانِ ذکر ہے کہ تمام ائمہ اہل بیتؑ نفوس پر عارض ہونے والے اور دلوں میں پوشیدہ باتوں سے واقف ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں اخبار نقل کی گئی ہیں اللہ نے ان کو ائمہ کی امامت کی دلیل قرار دیا ہے جس طرح اُس نے انبیاء اور رسولوں کو معجزے عطا کئے ہیں جن کا مثل لانے سے انسان عاجز ہیں ائمہؑ کے متعلق شیعوں کا یہی عقیدہ ہے اس میں کوئی غلو نہیں ہے اور نہ ہی دائرۂ منطق سے باہر کوئی بات ہے۔

۱۔مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، صفحہ ۴۳۵۔

۲۔اعلام الوریٰ، صفحہ ۳۷۵۔مناقب جلد ۴، صفحہ ۴۳۷۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا علی بن الحسین فقیہ کے نام خط

امامؑ نے فقیہ، عالم جلیل ابوالحسن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی شیعوں کے عظیم الشان عالم، علم حدیث، علم فقہ اور دوسرے تمام اسلامی علوم میں متبحر کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر ہے: ''تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے، عاقبت متقین کیلئے ہے، جنت موحدین کیلئے ہے، ظالمین کے علاوہ کوئی دشمن نہیں ہے، احسن الخالقین اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، اور درود وسلام ہو سب سے افضل مخلوق محمد اور آپ کی طیبہ وطاہرہ عترت پر۔

اما بعد:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اے میرے قابل احترام، قابل اعتماد اور فقیہ ابوالحسن علی بن الحسین علی بن بابویہ قمی خدا تم کو اپنی مرضی کے مطابق کامیاب وکامران فرمائے، اپنی رحمت اور تقویٰ کے ذریعہ تمہارے صلب میں نیک اولاد قرار دے۔ نماز قائم کرو، زکات ادا کرو، اپنے گناہوں سے استغفار کرو، غصہ کو پی جاؤ، صلہ رحم کرو، برادران کے ساتھ مواسات کرو اور ان کی پریشانیوں میں حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کرو، ان کی جہالت ونادانی کے موقع پر بردبار بنو، دین میں تدبر کرو، اپنے امور میں ثابت قدم رہو، قرآن کیلئے ان سے معاہدہ کرو، حسنِ خُلق سے پیش آؤ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:
﴿ لَاخَیْرَ فِی کَثِیرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ ﴾ (۱)، ''ان لوگوں کی اکثر رازکی باتوں میں کوئی خیر نہیں ہے مگر وہ شخص جو کسی صدقہ، کار خیر یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے'' تمام برائیوں سے اجتناب کرو، تم پر نماز شب پڑھنا واجب ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے: اے علیؑ تم پر نماز شب پڑھنا واجب ہے (اس جملہ کی آپؐ نے تین مرتبہ تکرار فرمائی) اور نماز شب کو سبک شمار کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے، میری وصیت پر عمل کرو، میرے شیعوں کو اس کا حکم دو یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کرنے لگیں، تم پر صبر اور انتظار فرج کرنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: میری امت کا سب سے افضل عمل انتظار فرج ہے، شیعہ ہمیشہ

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۱۱۴۔

حزن والم میں رہیں گے یہاں تک کہ میرا وہ فرزند ظہور کرے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، اے میرے قابل احترام صبر کرو اور شیعوں کو صبر کرنے کا میرا حکم پہنچاؤ خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾،(۱) ''زمین خدا کے لئے ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور انجام کار بہر حال صاحبانِ تقویٰ کے لئے ہے'' ہمارے لئے اللہ کافی ہے وہ سب سے اچھا کارفرما ہے، وہ سب سے اچھا مولیٰ اور سب سے اچھا مددگار ہے''۔(۲)

اس خط سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ امامؑ نے فقیہ معظم علی بن الحسین کے بلند مقام کی طرف اشارہ فرمایا کہ امام نے اُس کو اُن کریم صفات سے متصف فرمایا ہے جو امامؑ کے نزدیک ان کی عظیم شان ومنزلت پر دلالت کرتی ہیں، علماء رجال اور مورخین سے روایت ہے کہ آپ بزرگ فقہاء میں سے تھے، آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رہنمائی کرنے والوں میں سے تھے، امور دین کے سلسلہ میں بہت ہی غیور، ملحدین کی بنیادوں کو نیست ونابود کردینے والے، ارکانِ شریعت میں سے تھے، آپؒ اتنے مؤثق اور بلند مقام ومنزلت کے حامل تھے کہ فقہائے امامیہ آپ سے فتاوے اخذ کرتے اور جب نصوص وروایات میں اختلاف ہوتا تھا اُن ہی پر اعتماد کرتے تھے جیسا کہ اسی مطلب کا شہید اول نے کتاب ''الذکریٰ'' میں اشارہ کیا ہے۔

۲۔ امامؑ نے اس خط میں علی بن بابویہ قمی کیلئے نیک وصالح اولاد کیلئے دعا فرمائی ہے خدا نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی اور آپ کو ابوجعفر محمد فرزند عطا کیا جس کا لقب صدوق رکھا گیا جو امت میں فضل کے اعتبار سے علماء مسلمین کی ایک عظیم میراث ہے، آپ نے شریعت کو زندہ کیا، ائمہ طاہرین کے آثار مرقوم کئے تین سو سے زیادہ کتابیں (۳) تالیف کیں جن میں آپؒ کی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' سرفہرست ہے جو

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۲۸۔

۲۔ روضات الجنات، جلد ۴، صفحہ ۲۷۳۔۲۷۴۔

۳۔ روضات الجنات، جلد ۴، صفحہ ۲۷۶۔

بہت ہی بڑی کتاب ہے اور امامیہ فقہاء کے نزدیک معتمد و معتبر کتاب ہے۔

۳۔ بیشک یہ خط امامؑ کی باارزش وصیتیں، مکارم اخلاق، محاسن صفات، صلۂ رحم، برادران میں مواسات و برابری، لوگوں کی حاجت روائی، امور دین میں غور و فکر اور دیگر امور میں تلاش و جستجو کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔

۴۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے شیعوں کو فرج اور ظہور قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار کا حکم دیا، جو مستضعفین اور محرومین کی آرزو ہیں، جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، اپنی حکومت کے دوران کلمۃ اللہ کو بلند کریں گے اور اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو جاری رکھیں گے ...

یہ خط مندرجہ بالا مطالب پر مشتمل ہے، امامؑ نے اپنے معتمد شیعوں کے پاس متعدد خطوط تحریر کئے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام حسن عسکریؑ'' میں تحریر کیا ہے۔

امامؑ حکّامِ عصر کے ساتھ

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی چھوٹی سی زندگی بڑے ہی اندوہ و غم کے ساتھ بسر کی ہے کچھ بادشاہ ہمیشہ اہل بیتؑ سے جنگ و جدل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے، اور انھوں نے اہلبیتؑ کو طرح طرح کی سزائیں دیں، اُن میں سے کچھ بادشاہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ متوکل

متوکل بادشاہ نے ۲۳۲ھ میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اور اسی سال امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی، متوکل کے دل میں علویوں کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، انھوں نے متوکل کے دور میں بڑے ہی ظلم و جور میں زندگی بسر کی اور اُن پر متوکل سے پہلے ایسا زمانہ کبھی نہیں آیا تھا ہم ذیل میں اختصار کے طور پر اس کے بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں:

متوکل کی عیش پرستی

متوکل نے بڑی بیہودہ اور عبث زندگی بسر کی جس میں ذرا بھی جد و جہد نہیں تھی، اس کی زندگی لہو و لعب اور شوخیوں سے پُر تھی، مورخین کا کہنا ہے: متوکل سے پہلے بنی عباس کا کوئی بادشاہ ایسا نہیں گزرا

جس کی مجلس میں متوکل کی مجلس کی طرح لہو ولعب، ہنسی مذاق اور شوخی کا اظہار ہوا ہو۔

اس کی حقیر اور پست زندگی کی عجیب وغریب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے ابو عنبس سے کہا: تم مجھے اپنے گدھے اور اس کے مرنے کے بارے میں بتاؤ اور وہ خواب بھی سناؤ جو تم نے اس کے سلسلہ میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا: ہاں اے بادشاہ! میں قاضیوں میں سب سے عقل مند تھا اس کا نہ کوئی گناہ تھا اور نہ لغزش، ایک مرتبہ اچانک مریض ہوا اور مر گیا، میں نے اس میں سونے والے کے صفات دیکھے تو اس سے کہا: کیا میں تیرے لئے ٹھنڈا پانی اور جَو کی شراب لاؤں، اور دوسرے امور انجام دوں تم اچانک کیسے مر گئے؟ اور تمہارے پاس کیا کوئی خبر ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں ایک دن جب فلاں فارمیسی کے پاس کھڑا تھا تو وہاں سے ایک خوبصورت گدھی گذری اس نے مجھ سے عاشقانہ باتیں کیں جس سے وہ میرے دل میں اُتر گئی، میں اس پر عاشق ہو گیا، مجھ پر وجد طاری ہو گیا اور مجھے اسی کے حزن والم میں موت آئی ہے، میں نے اس سے کہا: اے میرے گدھے کیا تم نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں تو اس نے میرے لئے یہ اشعار پڑھے:

هامَ قلبي بِأتان	عند باب الصيدلاني
تَيَّمَتنِي يومَ رُحنا	بِثناياها الحِسانِ
وَبِخَدَّيْنِ اَسِيلَيْنِ	كَلَونِ الشُّنُفَراني
فَبِها مُتُّ وَلَوْ عِشْت	اِذاً طالَ هَوانِي

"دواخانہ کے پاس میرا دل گدھی پر آ گیا وہ میرے دل میں اُتر گئی۔

جس دن ہم اس کے اچھے دانتوں اور ان دو رخساروں کو لے گئے جو شنفرانی رنگ کے تھے۔

اس کے اوپر میں اپنی جان دے بیٹھا اگر میں جان نہ دیتا تو میرے عشق میں اضافہ ہی ہوتا"

میں نے کہا: شنفرانی کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ عجیب وغریب گدھی ہے۔ متوکل خوشی سے جھوم اٹھا اس نے گانے والیوں کو گدھے کے اشعار گانے کا حکم دیا اور وہ اس دن اتنا زیادہ خوش ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا خوش نہیں ہوا تھا اور اس نے ابو عنبس کو اور زیادہ انعام دیا۔ (۱)

۱۔ مروج الذہب، جلد ۴، صفحہ ۴۳۔

زمانے پر وائے ہو! کیا اس طرح کے حقیر اور پست انسان مسلمانوں کے والی اور حاکم ہو سکتے ہیں اور ابو محمد حسن عسکریؑ کو حاکمیت سے دور کر دیا جائے؟

متوکل لذتوں اور ہنسی مذاق (۱) میں منہمک تھا اس کے گانے بجانے والے دو ایسے غلام تھے جو کبھی بھی اس سے الگ نہیں ہوتے تھے، ان میں سے ایک اس کے لئے سارنگی بجاتا تھا اور دوسرا مزمار بانسوری بجاتا تھا اور وہ سارنگی اور بانسری کو سننے کے بعد ہی شراب پیتا تھا۔ (۲)

متوکل کی پانچ ہزار کنیزیں تھیں۔ کہا جاتا ہے: اس نے سب کے ساتھ جماع کیا تھا۔ متوکل کے بعض حوالی و موالیوں کا کہنا ہے: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ متوکل کثرت جماع کی وجہ سے ہی قتل کیا گیا۔ (۳)

متوکل کے حوالی موالی خوبصورت کنیزوں اور شرابوں کو پیش کر کے اس سے قربت کرتے تھے، فتح بن خاقان نے اس کو ایک خوبصورت کنیز ہدیہ میں دی، اور دو سونے کے جام پیش کئے، اور ایک صراحی بھی دی جس میں ایسی شراب تھی جو اس سے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں گئی تھی، اور یہ ہدیہ اس کو اس کے بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد دیا گیا اور اس ہدیہ کے ساتھ ایک ورقہ دیا گیا جس میں مندرجہ ذیل اشعار تحریر تھے:

إِذَا خَرَجَ الإِمَامُ مِنَ الدَّوَاءِ وَأُعْقِبَ بِالسَّلَامَةِ وَالشِّفَاءِ
فَلَيْسَ لَهُ دَوَاءٌ غَيْرُ شُرْبٍ بِهٰذَا الْجَامِ مِنْ هٰذَا الطِّلَاءِ
وَفَضِّ الْخَاتَمِ الْمُهْدَىٰ إِلَيْهِ فَهٰذَا صَالِحٌ بَعْدَ الدَّوَاءِ

"امام جب دواء سے خارج ہو جائے اور صحت یاب ہو جائے تو اس کی سونے کے جام میں شراب پینے کے علاوہ اور کوئی دواء نہیں ہے، اور دوا کے بعد اس کو تحفہ میں انگوٹھی کے نگینے پیش کرنا بہت اچھا ہے"۔

متوکل وجد میں آ گیا اس نے اس کی بہت تعریف کی، اس وقت متوکل کے پاس اُس کا خاص طبیب یوحنا بن ماسویہ حاضر تھا، تو اس نے اس سے کہا: خدا کی قسم یہ کامیابی میری طبابت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

۱۔ بین الخلفاء والخلعاء فی العصر العباسی، صفحہ ۱۱۵۔

۲۔ ثمار القلوب، صفحہ ۱۲۳۔

۳۔ مرآۃ الزمان، جلد ۶، صفحہ ۲۹۔

جو اشارہ بتایا گیا ہے اس کی مخالفت نہ کرنا۔(۱)

ہم نے متوکل کے شوخی اور دیوانگی کے متعلق بہت زیادہ واقعات اپنی کتاب ''حیاۃ الامام حسن عسکریؑ'' میں بیان کر چکے ہیں جو کوئی مطلع ہونا چاہتا ہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

کھلم کھلا گناہ کرنا

متوکل متجاہر بالفسق تھا یعنی وہ علی الاعلان گناہ کرتا تھا،لوگوں سے کچھ شرم وحیا نہیں کرتا تھا، قاضی احمد بن داؤد نے اس سے داخل ہونے کی اجازت مانگی تو متوکل شطرنج کھیل رہا تھا، احمد بن خاقان نے اس کو اٹھانے کا ارادہ کیا تو متوکل نے اس کو منع کرتے ہوئے کہا: ہم اللہ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکتے تو بندوں سے کیا چھپائیں۔(۲)

اس پر خواہشات نفسانی اتنے غالب آ گئے تھے کہ اس کے ندماء اس کے سامنے شطرنج (۳) کھیلتے رہتے تھے اور وہ اُن کو منع نہیں کرتا تھا، ان ہی خواہشات نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے اس نے اپنی زوجہ ربطہ بنت الغیس سے کہا کہ وہ اپنا پردہ کھول دے اور غلامانوں کی طرح بال گوندھ لے اس نے انکار کیا تو متوکل نے فوراً اس کو طلاق دیدی۔(۳) وہ نہ اللہ سے وقار کی امید رکھتا تھا اور نہ ہی شعائر اسلامی کا پاس ولحاظ رکھتا تھا۔

علویوں کے ساتھ

متوکل ذاتی طور پر علوی سادات سے بہت زیادہ بغض وعناد رکھتا تھا، اس نے ان پر ظلم وستم اور ان کا قتل وغارت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، ان پر اقتصادی پابندیاں لگادیں، ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے سے بالکل منع کر دیا، اور جب کسی سے ان کے ساتھ احسان کرنے کو سن لیتا تھا تو اس کو سخت سزا دیتا اور بہت سخت زیادہ ٹیکس لگا دیتا(۵) مسلمین اس سرکش کی سزا کے خوف سے علویوں کے ساتھ صلہ

۱۔ دائرۂ معارف بیسویں صدی ہجری، جلد ۱۰، صفحہ ۹۶۴۔

۲۔ زہر الآداب، جلد ۴، صفحہ ۳۔

۳۔ بین الخلفاء والخلعاء، صفحہ ۱۰۸۔

۴۔ مرآۃ الزمان، جلد ۹ صفحہ ۱۶۹۔

۵۔ مقاتل الطالبین، صفحہ ۵۷۹۔

رحم کرنے سے منع کر دیتے تھے۔

اس نے علویوں پر دنیا اتنی تنگ کردی تھی کہ وہ فقر وفاقہ میں زندگی بسر کرنے لگے تھے اور اتنی غربت آگئی تھی کہ ان کے پاس ایک قمیص ہوتی تھی وہ یکے بعد دیگرے اسی قمیص کو پہن کر نماز پڑھتے تھے اس پر پیوند لگاتے اور پھر اسی کمی کی حالت میں برہنہ بیٹھے رہتے ،(۱) حالانکہ متوکل سرکش اپنی سرخ راتوں میں سونے کے لاکھوں دینار خرچ کر دیتا تھا، وہ گانا بجانے والوں، مخنثوں اور ہنسی مذاق کرنے والوں پر بے حساب مال ودولت خرچ کرتا تھا اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک لقمہ روٹی سے محروم کر رکھا تھا۔

متوکل کی امام امیر المومنینؑ سے عداوت

متوکل ،دنیائے اسلام میں حق وعدالت کا پرچم بلند کرنے والے حضرت علیؑ سے سخت بغض وعداوت رکھتا تھا، یہ فاسق وفاجر طاغوت امامؑ کا منکر تھا، اس نے اپنی خاطر ناچنے کیلئے اپنے بندروں اور حوالی موالیوں میں سے ایک مخنث کا انتخاب کر رکھا تھا، جو خود کو رسولؐ اللہ کے نفس اور آپؐ کے شہر علم کے دروازے امیر المومنینؑ سے تشبیہ دیتا تھا اور اس ادا کو اس کے بیٹے منتصر نے ہی متوکل کو قتل کیا اور اس کی تجہیز وتکفین کی۔

متوکل کے ذریعہ امام حسینؑ کے مرقد مطہر کا انہدام

متوکل کا سب سے بڑا جرم جوانان جنت کے سردار امام حسینؑ کے مرقد مطہر کا منہدم کرنا تھا، حالانکہ یہ (اس عظیم مرقد کا تمام مسلمان احترام کرتے ہیں) عظیم مرقد تمام مسلمانوں کے نزدیک محترم ہے۔امامؑ کے مرقد مطہر پر مختلف ممالک کے زائرین کا اژدھام رہتا ہے جبکہ بنی عباس کے بادشاہوں کی قبریں زمین پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہیں وہ کتے اور جنگلی جانوروں کی پناہ گاہ ہیں، جو ان کے ظلم وجور کی عکاسی کر رہی ہیں۔

جب مسلمانوں نے امام حسینؑ کے مرقد مطہر کو منہدم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے نجس یہودیوں کو اس کو منہدم کرنے کیلئے بھیجا، اس نے سارا مرقد منہدم کرکے اس پر پانی جاری کر دیا لیکن پانی مرقد کے اوپر نہیں گیا اور چاروں طرف دائرہ کی شکل میں جمع ہوگیا، اسی وجہ سے اس کو حائر حسینی کہا جاتا ہے، ضریح مبارک سے اچھی خوشبو آنے لگی جس کے مانند لوگوں نے اس سے پہلے خوشبو نہیں سونگھی تھی، بیشک یہ

۱۔مقاتل الطالبین ،صفحہ ۵۹۹۔

اسلامیہ اور شرف و کرامت کی نسیم تھی۔ جواہری کا کہنا ہے:

شَمَمتُ ثراک فهبَّ النسیم　　　نسیمُ الکرامة مِن بَلقع

''میں نے آپ کی تربت کو سونگھا تو نسیم معطر چلنے لگی یعنی صحرا و بیابان سے آپؑ کی کرامت کی معطر ہوا چلنے لگی''۔

مسلمانوں نے متوکل کی سخت مذمت کی، مجلسوں اور جلسوں میں اس پر سب وشتم کیا، نماز کے بعد اس پر بددعا کی، مکانوں کی دیواروں پر اس کیلئے لعنت لکھی اور اس سلسلہ میں یہ اشعار شائع ہوگئے:

تَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ اُمَيَّةُ قَدْ اَتَتْ　　　قَتْلَ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّهَا مَظْلُوماً

فَلَقَدْ اَتَاهُ بَنُوْ اَبِيهِ بِمِثْلِهَا　　　هٰذَا لِعَمْرُكَ قَبْرُهُ مَهْدُوماً

اَسِفُوا علی اَنْ لَا يَكُوْنُوا شَارَكُوا　　　فِيْ قَتْلِهِ فَتَتَبَّعُوهُ رَمِيماً (۱)

''خدا کی قسم بنی امیہ نے اگر اپنے نبی کے نواسہ کو مظلوم حالت میں شہید کرنے کا اقدام کیا ہے۔

تو اس کے خاندان کے دوسرے افراد نے اس سے پہلے اس جیسے کام کئے ہیں اور ان کی قبر آپ کے سامنے منہدم نظر آ رہی ہے۔

اُن کو افسوس ہوا کہ وہ نبی کے نواسہ کو شہید کرنے میں شریک نہ ہو سکے لہٰذا انھوں نے اُن کی اس وقت جستجو کی کہ جب اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں''۔

زمانہ گذرتا گیا، حکومتیں فنا ہوگئیں لیکن سید الشہداء کی قبر آج بھی شان وشوکت کے ساتھ باقی ہے اور امت اسلامیہ کے فخر اور عزت کی نشانی کے طور پر باقی رہے گی، جو مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کئے ہوئے ہے اور آپؑ کی قبر کے زائرین کی تعداد بیت اللہ الحرام کا حج کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔

امام علی نقیؑ کے ساتھ

ہم گذشتہ بحث میں امام علی نقیؑ کے قید خانہ میں نظر بند کئے جانے کے متعلق اور شیعوں کو مالی حقوق

۱۔حیاۃ الامام حسن عسکری،صفحہ ۲۰۲۔

نہ دئے جانے کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں، اس وقت امام حسن عسکریؑ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا، آپؑ نے وہ تمام آلام و مصائب برداشت کئے۔ جن کو متوکل نے امامؑ اور ان کے شیعوں کی مخالفت میں جاری کیا تھا، یہاں تک کہ خدا نے اس سرکش کے شر سے بندوں کو نجات دی اور حکومت منتصر عباسی تک پہنچی، ہم عنقریب اس سلسلہ میں بیان کریں گے۔

۲۔ منتصر کی حکومت

منتصر نے اپنے والد کی مخالفت میں انقلاب برپا ہو جانے کے بعد خود حکومت کی باگ ڈور سنبھالی جس سے عام طور پر شیعوں کو سکون ملا اور وہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے، ان سے سید الشہدا کی زیارت کے سلسلہ میں ہونے والی رکاوٹیں ختم کر دیں، منتصر نے علویوں کو فدک واپس کیا، اس کے علاوہ ان کے شایان شان امور انجام دئے۔

لیکن افسوس شریف و نیک محسن کی طولانی زندگی نہ ہو سکی، اکثر مصادر و منابع میں آیا ہے کہ اس کو ترکیوں نے زہر دے کر مار ڈالا اس طرح اس صفحۂ ہستی سے اس روشن و منور شخصیت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

۳۔ مستعین کی حکومت

مستعین نے ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں اتوار کے دن حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، مورخین نے اس کی تعریف میں لکھا ہے کہ وہ فضول خرچ، مال ضائع و برباد کرنے والا اور حق کا مخالف تھا، وہ اپنے گذشتہ بزرگوں کی طرح ائمہ ہدیٰ سے بغض و عناد رکھتا تھا، وہ امام حسن عسکریؑ سے شدید بغض رکھتا تھا چونکہ وہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنا مقام بلند کرنا چاہتا تھا، اس سرکش نے امامؑ کو قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دیا تو امامؑ کو اوتامش کے قید خانہ میں بند کر دیا گیا وہ ناصبی تھا اور اہل بیتؑ سے علی الاعلان بغض و کینہ رکھتا تھا قید خانہ میں امام کے ہمراہ عیسیٰ بن فتح بھی تھا امامؑ نے اس سے فرمایا:

''اے عیسیٰ! تیری عمر ساٹھ سال ایک مہینہ اور دو دن ہو گئی''، عیسیٰ نے مبہوت و حیران ہو کر جب اپنی تاریخ پیدائش لکھی ہوئی کاپی میں دیکھا تو امام کی خبر کے مطابق پایا۔ اسکے بعد امامؑ نے اس سے فرمایا:

''کیا تمہارے کوئی فرزند ہے؟''۔

عیسیٰ نہیں۔

امامؑ نے اس کے لئے یوں دعا فرمائی: ''خدایا اس کو ایک فرزند عطا کر جو اس کا پشت پناہ ہو اور پشت پناہ فرزند کتنا اچھا ہے''، اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

من کان ذاعضد یذرک ظلامته ان الذلیل الذی لیست له عضد

''جو طاقتور ہوگا وہ بدلہ لے سکے گا کیونکہ جو طاقتور نہیں ہوتا وہ رسوا ہو جاتا ہے''۔

عیسیٰ نے عرض کیا: اے میرے مولا و آقا کیا آپ کے کوئی فرزند ہے؟

''خدا کی قسم عنقریب خدا مجھے ایسا فرزند عطا کرے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا لیکن ابھی کوئی فرزند نہیں...''۔(۱)

امامؑ کے نظر بند ہو جانے سے شیعوں میں آہ وفریاد کے نعرے بلند ہونے لگے اور یہ آہ و نالہ اس وقت عروج پر پہنچا جب ان کو یہ خبر ملی کہ مستعین امامؑ کو قتل کرنے کا عزم رکھتا ہے، امامؑ نے ان سے خوف دور کرتے ہوئے ان کو بشارت دی کہ وہ عنقریب تسلیم ہو جائے گا اور ان کے لئیم وباغی دشمن کا تین دن (۲) کے بعد خاتمہ ہو جائے گا، امامؑ کی یہ خبر صحیح واقع ہوئی ابھی تین دن تمام نہیں ہوئے تھے کہ اس کو ترکیوں نے مار ڈالا۔(۳)

۴۔ معتز کی حکومت

معتز، زبیر بن جعفر متوکل تھا جب اس نے اپنی عیش وآرام کی زندگی میں حکومت کی بھاگ ڈور سنبھالی تو اس کو کوئی تجربہ نہیں تھا، نہ اس نے گردش ایام سے کوئی تہذیب سیکھی تھی اور نہ ہی اس کو سیاست اور حکومت کے نظم ونسق کی کوئی خبر تھی، وہ ترکیوں کے ہاتھ کا کھلونا تھا وہ جدھر چاہتے تھے اس کو موڑ لیتے تھے۔

معتز امام سے بہت زیادہ بغض وعناد رکھتا تھا، اس نے امام کو زنزانات کے قید خانہ میں نظر بند کر دیا، امامؑ اس کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے کیونکہ اس نے امام پر بہت زیادہ ظلم وستم کئے، آپ نے اس کے

۱۔ جوہرۃ الکلام، صفحہ ۱۵۵۔ ۲۔ مہج الدعوات، صفحہ ۲۷۳۔

۳۔ غیبت مؤلف شیخ طوسی، صفحہ ۱۲۲۔

لئے بددعا کی تو خدانے آپ کی دعا مستجاب فرمائی اور اس سے بہت سخت انتقام لیا، ہوا یہ کہ ترکوں کے لیڈر نے اس سے مال و دولت مانگا اور اس وقت بیت المال میں کچھ نہیں تھا تو وہ اپنی ماں کے پاس گیا جس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھا اس نے اپنی والدہ سے مال و دولت مانگی تو اس نے انکار کر دیا اور اس نے جو کچھ اس کے پاس تھا وہ سب چھپا دیا۔ ترکوں نے اس پر دھاوا بول دیا اور اس کے پیر کو پکڑ کر گھسیٹا، اس کو آہنی گرز سے مارا، گرمی کے موسم میں اس کو ایک دن سخت دھوپ میں کھڑا رکھا اور وہ اس سے کہتے جا رہے تھے: حکومت چھوڑ دو، پھر بغداد کے قاضی اور ایک گروہ کو بلایا اور اس کو حکومت سے معزول کر دیا حکومت سے معزول کرنے کے پانچ دن بعد اس کو حمام میں نہانے کیلئے بھیجا جب اس نے غسل کیا تو اس کو پیاس لگی اور انھوں نے اس کو پانی دینے سے منع کر دیا پھر اس کو برف کے ٹھنڈے پانی سے سیراب کیا اور وہ ہیں پر مر گیا۔(۱)

یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ اس انقلاب کی بنیاد صالح بن وصیف نے ڈالی تھی اس نے معتز کی ماں پر زبردست حملہ کر کے اس کا سارا مال لوٹ لیا اس کے پاس پانچ سو دینار تھے، اسی طرح اس نے زمین میں بہت زیادہ خزانہ دفن کر رکھا تھا، زمین کے اندر اس کا ایک مکان تھا جس میں ایک ملین اور تین لاکھ دینار تھے عطر دان میں ایک ہانڈی ملی جس میں زمرد بھرے ہوئے تھے جس کے مانند کسی نے پہلے نہیں دیکھے تھے، اسی طرح ان کو ایک اور عطر دان ملا جو بڑے بڑے لولو سے بھرا ہوا تھا انھیں غلہ کے پیمانہ کے مانند ایک عطر دان ملا جو سرخ یاقوت سے پُر تھا جسکے مثل اس وقت موجود نہیں تھے، وہ سارا مال لاد کر صالح کے پاس لایا اور اس سے کہا: میں نے قتل کرنے کیلئے پچاس ہزار دینار کی پیشکش کی تھی اور اس کے پاس اتنا مال موجود تھا۔ اس برے فعل اور لوٹ مار کے بعد وہ صالح کی دعوت پر مکہ چلا گیا۔ ظالمین کا انجام یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

۵۔ مہتدی کی حکومت

مہتدی نے ستائیس سال کی عمر میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، وہ اہل بیتؑ کا سخت دشمن تھا، اس کو یہ ورثہ اس کے آباء و اجداد سے ملا تھا، جنھوں نے اس کو غصہ و غیظ و غضب کا جام پلایا اور ان کو رنج و غم میں مبتلا کیا۔

۱۔ تاریخ خلفاء، صفحہ ۳۶۔

اس سرکش و باغی نے امامؑ کو گرفتار کرنے کیلئے ایک دستہ روانہ کیا اور اس نے امامؑ کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا، آپؑ نے قید خانہ میں بڑے سخت دن گذارے، قید خانہ میں امامؑ کے ساتھ شیعوں کے ایک بہت بڑے موثق عالم دین زکی ابو ہاشم تھے، امامؑ نے اُن سے فرمایا: ''اے ابو ہاشم! یہ باغی آج کی رات میرے قتل کا ارادہ کئے ہوئے ہے حالانکہ خدا نے اس کی عمر کاٹ لی ہے یعنی وہ ختم ہونے والی ہے''۔(۱)

بعض شیعوں نے امامؑ کی خدمت میں خطوط ارسال کئے جن میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ مہتدی نے آپؑ کے شیعوں کو دھمکی دی ہے اور یہ کہا ہے کہ: میں ان کو جلاوطن کروں گا۔ امامؑ نے ان کے خطوط پر توقیع فرمائی کہ اس کی عمر ختم ہوگئی ہے اور آج سے پانچ دن کے بعد چھٹے دن اس کو بڑی ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا۔ امامؑ کی دی ہوئی خبر صحیح واقع ہوئی اور ترکوں نے اس کو خنجروں سے کاٹ ڈالا۔ ترکی لیڈر کا کہنا ہے کہ اس کے زخم سے شراب نکل رہی تھی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: میں نے مہتدی کا خون ایسا دیکھا جیسے میں آج شراب (۲) دیکھ رہا ہو اس طرح امامؑ سے دشمنی کرنے والے مہتدی کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

۶۔ معتمد کی حکومت

معتمد پچیس سال (۳) کی عمر میں خلیفہ بنا وہ اپنے ماں باپ کا نافرمان بیٹا اور لہولعب میں مشغول رہتا تھا۔ اس نے رعایا کے امور انجام دینے سے چشم پوشی کر لی تھی اسی وجہ سے قبیلے اس کو بری نظر سے دیکھنے لگے تھے۔(۴)

اس کے عہد حکومت میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو بہت ہی زحمت و مشقت اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا، اُس نے امام کو نظر بند کرنے کا حکم دیدیا اور داروغۂ زندان سے کہا کہ وہ امام کے متعلق تمام اخبار و واقعات

۱۔ مہج الدعوات، صفحہ ۲۷۴۔

۲۔ مروج الذہب، جلد ۴، صفحہ ۱۲۷۔

۳۔ مروج الذہب، جلد ۴، صفحہ ۱۳۸۔

۴۔ تاریخ خلفاء، صفحہ ۳۶۳۔

واقعات اور ان کی گفتگو کی خبریں اُن تک پہنچایا کرے، داروغہ زندان نے معتمد کو خبر دی کہ امامؑ نے عباسی سیاست کے خلاف کوئی بھی عمل انجام نہیں دیا، انھوں نے تو دنیا کو خیر باد کہہ دیا ہے وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات عبادت میں بسر کرتے ہیں، اُس (معتمد) نے دوسری مرتبہ پھر داروغہ زندان سے امامؑ کے سلسلہ میں معلومات حاصل کیں تو اُس نے پہلے کی طرح خبر دی تو معتمد نے امامؑ کو قید سے آزاد کرنے اور اُن سے عذر خواہی کا حکم دیا، داروغۂ زندان نے امام کو قید سے آزاد ہونے کی خبر دینے میں جلدی سے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپؑ وہاں سے نکلنے کے لئے اپنا لباس اور نعلین وغیرہ پہن کر آمادہ ہوگئے ہیں، داروغہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے امام کی خدمت میں معتمد کا خط پیش کیا، قید خانہ میں آپؑ کے ہمراہ آپؑ کا جعفر نام کا بھائی تھا امامؑ اس وقت تک قید خانہ سے باہر نہیں آئے جب تک آپؑ نے اپنے بھائی جعفر کو قید خانہ سے آزاد نہیں کرالیا۔(۱)

بہر حال امامؑ نے اس سرکش کے دور میں بہت سخت حالات کا سامنا کیا آپ کو بہت سی فوجیں گھیرے رہتی تھیں جس میں آپ کو سانس لینا دوبھر ہوگیا تھا اور آپ کے شیعہ آپ کی ملاقات سے دور ہوتے گئے۔

امام پر قاتلانہ حملہ

عباسی سرکش پر امام بہت گراں گذرنے لگے حالانکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ تقدس عظمت اور ترجیح میں تمام علویوں اور عباسیوں سے افضل تھے اور سب کے نظریہ کے مطابق اس نے امام کی اہانت کی اور ان پر قاتلانہ حملہ کیا آپؑ کو زہر ہلاہل دیا گیا (۲) جب آپؑ نے تناول کیا تو آپ کا سارا بدن شریف مسموم ہوگیا اور آپ بستر مرگ پر لیٹ گئے اور زہر کی شدت سے مضطرب ہوگئے، آپ صابر تھے لہٰذا آپ نے اپنے عام امور اللہ کی پناہ میں دیدئے۔

معتمد نے اپنے پانچ معتبر اور موثق نوکروں کو امام کے بیت الشرف سے خبریں لانے کے لئے معین کردیا اسی طرح اس نے صبح وشام امام کی دیکھ بھال کرنے کے لئے حکیموں کی ایک جماعت معین کی

۱۔ مہج الدعوات، صفحہ ۲۷۴۔

۲۔ الارشاد، صفحہ ۳۸۳۔

اوران سے یہ عہد لیا کہ وہ بالکل امام کے بیت الشرف سے جدا نہیں ہوں گے(۱) اور یہ سب امام کے مصلح اعظم فرزند کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے تھا جس کی نبیؐ نے بشارت دی تھی۔

جنۃ الماویٰ کی طرف

امام کی حالت بگڑتی گئی اور حکیموں نے جواب دیدیا، موت آپ کے نزدیک آتی گئی، امام اللہ کا ذکر اور قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی عظیم روح خدا کی بارگاہ کی طرف پرواز کر گئی، جس کو ملائکہ رحمٰن نے اپنے احاطہ میں لے لیا اور اللہ کے انبیاءؑ اور رسولوں نے اس کا استقبال کیا۔

آپؑ کی وفات اس دور کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مصیبت تھی، وہ اپنی مصلحتوں کی رعایت کرنے والے اپنے قائد، مربی اور مصلح سے محروم ہوگئے۔

تجہیز و تکفین

امامؑ کے جسد مبارک کو غسل دیا گیا، حنوط کیا گیا اور کفن پہنایا گیا، نماز جنازہ پڑھی گئی، آپ کی نماز جنازہ آپؑ کے فرزند ارجمند زمین پر اللہ کی حجت امام منتظر نے ادا فرمائی، ابوعیسیٰ بن متوکل نے امام حسن عسکریؑ کے چہرے سے ردا ہٹائی اور اس کو علویوں میں سے بنی ہاشم، عباسیوں، لشکر کے سپہ سالار، حکومت کے نامہ نگار اداروں کے رئیس اور قاضیوں وغیرہ کو دکھا کر کہا: یہ حسن بن محمد بن رضاؑ ہیں جنھوں نے اپنے گھر میں وفات پائی، وہاں پر امیر المومنینؑ کے فلاں فلاں خدام، فلاں فلاں حکیم اور فلاں فلاں قاضی موجود تھے، اس کے بعد آپؑ کا چہرۂ مبارک ڈھک دیا گیا۔(۲) امام حسن عسکریؑ کو معتمد کے ذریعہ شہید کئے جانے کی جو خبر جو چاروں طرف پھیل گئی تھی یہ سارا پروپگنڈہ اس کا انکار کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

تشییع جنازہ

سامراء کے ہر طبقہ کے لوگوں نے امام حسن عسکریؑ کے جنازہ میں شرکت کی حکومتی ادارے، تجارت گاہیں

۱۔ارشاد،صفحہ ۳۸۳۔

۲۔ارشاد،صفحہ ۳۸۳۔

اور تمام بازار بند کرئے گئے، سامرا میں قیامت کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔(۱) اس وقت تک کسی کی ایسی تشیع جنازہ نہیں ہوئی تھی، وہ سب امامؑ کے فضائل بیان کر رہے تھے اور کچھ افراد امامؑ کے انتقال پر ملال پر مسلمانوں کیلئے عظیم خسارہ پر حزن وغم کا اظہار کر رہے تھے۔

آخری قیام گاہ

امامؑ کا جسم اطہر تکبیر اور تعظیم کے سایہ میں آخری قیام گاہ تک لایا گیا اور آپ ہی کے بیت الشرف میں آپ کے پدر بزرگوار کی قبر کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا آپ کے ساتھ حلم، علم اور تقویٰ اور جگر گوشہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین میں چھپا دیا۔

یہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی زندگی کی مختصر تاریخ تھی اور جو شخص زیادہ اطلاع حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہماری کتاب ''حیاۃ الامام حسن عسکریؑ'' میں مراجعہ کرے۔

۱۔ دائرۃ المعارف مولف بستانی، جلد ۷، صفحہ ۴۵، الارشاد، صفحہ ۳۸۳۔

حضرت امام مہدی (عج)

حضرت امام مہدی (عج)

ہمارے ظلم وستم میں مبتلا انسانیت میں ایسی امیدیں اور آرزوئیں ہیں جس کو جنگوں نے دکھ درد پہنچائے، اس پر استعمار قابض ہو گئے، اور ہم اس انصاف ور تلوار کے منتظر ہیں جو ظلم کو نابود کردے گی، استعمار کو ہلاک کردے گی، ظلم وستم کا خاتمہ کردے گی، رحمت پھیلائے گی، لوگوں کے دلوں میں محبت اور مودت پیدا کرے گی، محروموں اور نا امید ہو جانے والوں کے دلوں کو امید ورحمت سے بھر دے گی۔

ہم اس قائم آل محمد کے منتظر ہیں جن کو اللہ نے دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ دنیا کے ان فاسد راستوں کو بدلیں گے جنھوں نے انسانوں کو ایسی پستی میں مبتلا کر دیا ہے جس کو کوئی قرار نہیں ہے، اور ہم اس ہستی کے حضور میں ہیں جن کو اللہ نے منتخب فرمایا وہ دنیا عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم وجور سے بھری ہو گی۔

بیشک اللہ نے عام اصلاح کے لئے ایک عظیم ولی کو منتخب کیا جو بہادر تھا صاحب بصیرت تھا لذت سے دور تھا جن کی شان ومقام بلند ہے اور ان اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کو اللہ نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے، ان سے رجس کو دور رکھا اور اس طرح، پاک و پاکیزہ رکھا جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے طور پر ان کے سلسلہ میں کچھ مطالب پیش کرر ہے ہیں:

عظیم مولود یا ولادت باسعادت

دنیا اس مصلح عظیم کے نور سے منور ہوئی جو اسلام کو پھر شاداب کرے گا، لوگوں کو خدا کی نعمتوں سے مالا مال کرے گا، ان کو ظلمت، ظلم وستم اور طغیان سے نجات دلائے گا، یہ خدا کا عظیم لطف وکرم ہے کہ اس نے

آپ کے حمل اور ولادت کو اپنے نبی موسی بن عمران کے مانند مخفی رکھا، مورخین نے آپ کی ولادت کی کیفیت کے متعلق روایات نقل کی ہیں وہ یوں رقمطراز ہیں کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنی پھوپھی سیدہ حکیمہ بنت امام محمد تقی کو طلب کیا جو عبادت، عفت اور طہارت میں اپنی جدہ محترمہ فاطمہ زہراؑ کے مانند تھیں، جب وہ امام حسن عسکریؑ کے پاس آئیں تو امام نے بڑی تعظیم وتکریم سے ان کا استقبال کیا اور ان سے فرمایا:

''اے پھوپھی جان آج رات آپ ہمارے گھر پر ہی رہیں، عنقریب خداوند عالم آپ کو اپنے ولی اپنی مخلوق پر اپنی حجت اور میرے بعد میرے خلیفہ سے مسرور کرے گا''۔

سیدہ حکیمہ خوشی سے جھوم اٹھیں اور یوں کہنے لگیں: اے میرے سید وآقا! میری جان آپ پر قربان ہو جائے، بیٹا کس کے بطن سے پیدا ہوگا؟

''سوسن کے بطن سے''۔

سیدہ حکیمہ نے سوسن پر نظر ڈالی اور جب ان میں حمل کے آثار نہ دیکھے تو امام سے عرض کیا: سوسن حاملہ نہیں ہے۔

امام نے مسکراتے ہوئے بڑے ہی لطیف انداز میں فرمایا: ''فجر کے وقت آپ اس حمل کو دیکھیں گی، بیشک اس حمل کی مثال مادر موسیٰ کے حمل ظاہر نہ ہونے کے مثل ہے، اور ولادت کے وقت تک کسی کو اس کا علم نہ تھا، چونکہ فرعون نے موسیٰ کی تلاش میں پہاڑوں کے پیٹ تک چاک کر ڈالے تھے اور یہ موسیٰؑ کے مثل ہے''۔(۱)

سیدہ زکیہ حکیمہ اپنے بھتیجے کے پاس ٹھہر گئیں، نماز مغرب کے وقت آپ نے نماز ادا کی اور امام المنتظر کی والدہ نے سوسن کے ساتھ افطار کیا پھر اپنے بستر پر چلی گئیں، رات کے آخری حصہ میں نماز شب ادا کی، آپ نماز شب کی آخری رکعت نماز وتر پڑھ رہی تھیں کہ سیدہ سوسن مضطرب ہوگئیں آپ نے نماز شب ادا کرنے کے بعد کچھ سکون محسوس کیا اس کے بعد سیدہ حکیمہ ان کے پاس دوڑ کر گئیں اور ان سے کہا: تم کیا محسوس کر رہی ہو؟

۱۔ بحار الانوار، جلد ۳، صفحہ ۱۰۔

انھوں نے پریشانی واضطراب کی حالت میں جواب دیا:

میں سخت مشکل میں مبتلا ہوں۔

سیدہ حکیمہ نے ان سے بڑے اطمینان کے ساتھ بڑی نرمی وملاطفت سے کہا: آپ نہ گھبرائیں انشاءاللہ . . .

ابھی کچھ دیر ہی گذری تھی کہ سیدہ سوسن کے بطن سے ایک ایسے عظیم فرزند کی ولادت ہوئی جو عنقریب زمین کو طاغوتوں کی گندگی اور ظلم وجور سے پاک کرے گا اور زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرے گا۔

جب امام حسن عسکریؑ کو اس مولود مبارک کی خبر دی گئی تو آپ بہت ہی خوش ومسرور ہوئے، آپ نے اپنے اس قول کے ذریعہ بنی عباس کے اُن ظالم حکّام کے قول کی تکذیب فرمادی جو یہ گمان کرر ہے تھے کہ ان کو قتل کر کے ان کی نسل منقطع کردی جائے: ''ظالموں نے یہ گمان کیا کہ مجھے قتل کر کے میری نسل منقطع کردیں کیا انھوں نے قدرت خدا کا مشاہدہ کیا؟''۔(۱)

ولادت کے رسم ورواج

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند ارجمند کا خوشی کے استقبال کیا اور ولادت کے وقت کے شرعی رسومات ادا کئے، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور تو مولود نے ''اللہ اکبر' اور 'لا الہ الا اللہ'' کی آواز سنی۔

امام حسن عسکریؑ کے ان کلمات کے ذریعہ غذا دی وجود کا راز اور انبیاء ومرسلین کی اہم پیغام ہیں اور تو مولود نے اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ. وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾۔(۲)

۱۔ حیاۃ الامام محمد مہدیؑ، جلد ا صفحہ ۲۴۔

۲۔ سورۂ قصص، آیت ۵۔۶۔

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انھیں کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ ڈر رہے ہیں''۔

اس عباسی حکومت کے خوف وڈر کی وجہ سے امام مہدی (عج) اس طرح مخفیانہ طور پر پیدا ہوئے جو یہ خیال کرتی تھی کہ آپ ان کی حکومت کو نیست ونابود کردیں گے۔

بہرحال سیدہ حکیمہ نے اس مولود کی اپنی آغوش میں لیا اور اس کے بوسہ لیتے ہوئے کہا: میں اس سے ایسی اچھی خوشبو کا استشمام کررہی ہوں جو میں نے آج تک کبھی نہیں سونگھی، امام حسن عسکریؑ نے بچہ کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے فرمایا: ''استودعک الذی استودع ام موسیٰ، کن فی دعة اللّٰه وستره و کنفه وجواره ''۔

پھر امامؑ نے اپنی پھوپھی سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''اس مولود کی خبر کو مخفی رکھنا کسی کو اس کی خبر نہ دینا جب تک کہ اس کا معین وقت آجائے''۔(۱)

عام دعوت

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند ارجمند کی ولادت کے بعد سامراء کے فقیروں پر تقسیم کرنے کے لئے بہت زیادہ گوشت اور روٹیاں خریدنے کا حکم صادر فرمایا، (۲) جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ آپؑ نے ستر گوسفند خریدے اور چار ذبح کرنے والوں کو بھیجا جن میں ایک علی بن ابراہیم تھے جن کو امامؑ نے بسم اللہ... کے بعد تحریر فرمایا تھا: ''یہ میرے فرزند محمد مہدی کے متعلق ہیں ان میں سے خود بھی کھاؤ اور جو بھی ہمارا شیعہ ملے اس کو کھلاؤ''۔(۳)

۱۔ حیاۃ الامام محمد مہدیؑ، صفحہ ۴۴۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۳۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۔

شیعوں کو آپؑ کی ولادت کی خوشخبری

تمام شیعہ امام مہدی کی ولادت باسعادت سے بہت زیادہ خوش ومسرور ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کو آپؑ کے فرزندار جمند کی ولادت باسعادت پر مبارک باد کیلئے آئے، اُن ہی میں سے حسن بن حسن علوی کا کہنا ہے: میں نے ابو محمد حسن بن علی کو اُن کے پاس سُرّ من رائی میں جاکر آپؑ کے فرزند قائم کی ولادت کی مبارکبادی۔(۱) اور حمزہ بن ابوالفتح سے کہا گیا ہے: خوشخبری ہے کہ محمد کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی۔ انھوں نے کہا: اس مولود کا کیا نام ہے؟ تو اُن کو جواب دیا گیا: محمد اور اُن کی کنیت ابوجعفر ہے۔(۲)

اسم مبارک

اس عظیم امامؑ کا اسم مبارک اُن کے جدامجد رسول اسلام ﷺ کے نام پر محمد رکھا گیا جن کے ذریعہ زمین پر عدل وعلم کے چشمے جاری ہوئے، راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ کا یہ اسم مبارک آپؑ کے جد رسولؐ اسلام کے نام پر محمد رکھا گیا(۳) آپؑ کو مہدی کا لقب دیا گیا کیونکہ آپؑ دین حق کی طرف ہدایت فرمائیں گے(۴) آپؑ کے القاب میں سے یہ لقب لوگوں کے درمیان زیادہ شائع ومشہور ہے۔

آپؑ کے وجود سے شیعوں کو آگاہ کرنا

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے فرزندار جمند کو اپنے مخلص اور نیک شیعوں کے سامنے پیش کیا تاکہ کوئی انکار نہ کرسکے اور نہ ہی آپؑ کے وجود مبارک کے سلسلہ میں کوئی شک وشبہ باقی رہے، اور اُن شیعوں کی تعداد چالیس افراد تھی جن میں محمد بن ایوب، محمد بن عثمان اور معاویہ بن حکیم تھے اور اُن سے امامؑ نے فرمایا: "میرے بعد یہ تمہارے مولا اور خلیفہ ہیں اُن کی اطاعت کرو اور میرے بعد تم اپنے دین کے سلسلہ میں متفرق نہ ہوجانا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے آگاہ ہوجاؤ تم اُن کو آج کے بعد دیکھ نہیں پاؤ گے"۔(۵)

۱۔غیبت طوسی، صفحہ ۲۸۔

۲۔حیاۃ الامام المہدیؑ، صفحہ ۲۶۔

۳۔عقد الدرر، صفحہ ۵۳۔

۴۔بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۔ ۵۔ینابیع المودۃ، صفحہ ۴۶۰۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے لئے حجت قائم کی اور اُن کو اُن کے امام کا تعارف کرایا تا کہ وہ ایسے سچے گواہ ہوں جو امانت کو ادا کرسکیں۔

بُلند اخلاق

اس مصلح اعظم میں تمام صفات کمال موجود ہیں، اللہ نے اُن کو نور سے خلق کیا، ہر نقص وعیب سے دور رکھا، ہر رجس سے پاک و پاکیزہ رکھا اور آپ کو اپنی مخلوق کی اصلاح اور اپنے دین کو قائم کرنے کی وجہ سے محفوظ رکھا آپ کے کچھ صفات یہ ہیں:

ا۔ آپ کے علوم کی وسعت

یہ بات محقق ہے کہ امام مہدی مخلوق میں سب سے زیادہ وسیع اور تمام قدیم وجدید علوم ومعارف کی تمام اقسام سے واقف ہیں، کائنات میں کوئی ایسا علم نہیں ہے جس کو آپ نہیں جانتے ہیں آپؑ کے آباء و اجداد اور ائمہ طاہرین نے آپ کی علمی شان ومنزلت کو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی بیان فرمادیا تھا، آپ اُن کے حکیمانہ اقوال ملاحظہ کیجئے:

ا۔ امام امیرالمومنینؑ نے آپؑ کے متعلق بیان فرمایا: ''هُوَ اَوْسَعُكُمْ كَهْفاً، وَ اَكْثَرُكُمْ عِلْماً، وَ اَوْصَلُكُمْ رَحِماً'' ۔(۱)

''اس کی پناہ گاہ بڑی ہے، تمہارا علم بہت زیادہ ہے اور بہت زیادہ صلۂ رحم کرنے والے ہو''۔

۲۔ حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ الحسین بن علی سے عرض کیا: مہدی کا کس چیز کے ذریعہ تعارف ہوگا؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''حلال وحرام کی معرفت کے ذریعہ اس کے علاوہ لوگوں کو اُن کی ضرورت ہوگی اور انھیں کسی کی ضرورت نہیں ہوگی'' ۔(۲)

۳۔ ابوجعفر باقرؑ سے روایت ہے: ''امامت ہم میں سے سب سے کم سن میں پائی جائے گی جس کا ذکر جمیل بکثرت ہوگا خدا اُس کو علم دے گا اور اس کے نفس پر واگذار نہیں کرے گا'' ۔(۳)

ا۔ غیبۃ النعمانی، صفحہ ۲۱۴۔

۲۔ عقدالدرر، صفحہ ۲۹ ۔ ۳۔ عقدالدرر، صفحہ ۱۰۹۔

آپؑ کے وسیع علوم کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے کہ جب آپؑ ظاہر ہوں گے تو یہودیوں کے سامنے توریت سے احتجاج (دلیل و برہان پیش کرنا) کریں گے جس کے ذریعہ اکثر یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔(۱)

امام غیبت صغریٰ کے دور میں عالمِ اسلام کے لئے فقہ اور غیر فقہ میں مرجع اعلیٰ ہوں گے، آپؑ کے چاروں نائب مسلمانوں کے احکام کے متعلق درپیش مسائل آپ تک پہنچاتے تھے اور ان کے جوابات بیان فرماتے تھے، فقہ جعفری کے اکثر مسائل آپ ہی کے جوابات ہیں فقہا احکام میں جو فتوے دیتے ہیں سب اُن ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، شیخ صدوق نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر آپؑ کے فتووں کا ایک بہت بڑا مجموعہ مرتب کیا ہے۔(۲)

آپؑ کے ظہور کے وقت ایک یہ چیز محقق ہوگی کہ آپؑ سے دنیا کے تمام علماء، اطباء، فیزیک داں، مخترع وایجاد کرنے والے وغیرہ ملاقات کریں گے اور آپ کا امتحان لیں گے اور آپ بڑے ہی اچھے طریقہ سے اُن کے جوابات دیں گے، وہ سب اسلام قبول کرلیں گے اور کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو آپ کی امامت کا اقرار نہ کرتا ہو۔

۲۔آپ کا زہد

ائمہ ہدیٰ کی سیرت تمام فکری اور علمی میدانوں میں مشابہ ہوتی ہے اُن میں سے ایک دنیا میں زہد اختیار کرنا اور دنیا کی تمام لذتوں اور خوشیوں سے کامل طور پر دور رہنا، ہر امام کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ واضح ہو جائیگا کہ انھوں نے دنیا میں علی الاعلان زہد اختیار کیا، اس سلسلہ میں انھوں نے سید عترت اطہار امام امیر المومنینؑ کی اقتدا کی جنھوں نے دنیا کو تین مرتبہ طلاق دیدی تھی جس کے بعد رجوع نہیں کیا جاسکتا، اسی منور و روشن راستہ پر آپؑ کے تمام فرزند اور ناتی پوتے گامزن رہے، ائمہ ہدیٰ سے امام منتظر کی ولادت سے پہلے ہی کچھ روایات آپؑ کے زہد کے متعلق نقل ہوئی ہیں جن میں سے کچھ روایات یہ ہیں:

۱۔حیاۃ الامام محمد المہدیؑ، صفحہ ۳۹۔

۲۔حیاۃ الامام محمد المہدیؑ، صفحہ ۳۹۔

۱۔معمر بن خلاد نے امام ابوالحسن الرضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے: ''قائم آل محمدؑ کالباس سخت قسم کا ہوگا اوران کی غذا معمولی قسم کی ہوگی''۔(۱)

۲۔علی بن ابوحمزہ اور وہیب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے: ''تم قائم آل محمد کے خروج کے سلسلہ میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ خدا کی قسم اُن کالباس سخت قسم کا ہوگا اوران کی غذا بے مزہ ہوگی''۔(۲)

۳۔ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے: ''آپؑ کا لباس سخت قسم کا ہوگا اور آپؑ کا کھانا بدمزہ ہوگا''۔(۳)

اگر دنیا میں اُن کی سیرت اس طرح کی نہ ہوتی تو خداوند عالم آپؑ کو زمین پر اصلاحی دور کے لئے منتخب نہ فرماتا کہ آپ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور ظلم وجور کے نتیجہ میں سسکتی ہوئی انسانیت کو جابروجائر اور متکبر حاکموں کے ظلم وجور سے نجات دلائیں گے، پریشان حال اور محرومین میں اللہ کی خیرات تقسیم کریں گے جس سے فقر اور محرومیت کا سایہ تک باقی نہیں رہے گا۔

۳۔آپ کا صبر

امام منتظر کے چند صفات یہ ہیں: آپؑ مصیبت پر صبر کریں گے، آپ محنت ومشقت تحمل کرنے کے اعتبار سے ائمہ میں سب سے عظیم ہیں، اپنی طویل غیبت کے دور میں دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں میں عظیم حوادث کا مشاہدہ کریں گے اور اُن میں سب سے زیادہ دردناک یہ ہوگا کہ امت اسلامیہ اپنے تمام قوانین کے ساتھ کافر سامراجیوں کے ہاتھوں شکار ہوئی، جنھوں نے اُن کے درمیان برائیاں رائج کیں، اللہ

۱۔بحارالانوار، جلد۵۲، صفحہ۳۵۹۔

۲۔غیبۃ النعمانی، صفحہ۲۳۳۔

۳۔غیبۃ نعمانی، صفحہ۲۳۳۔

کے احکام اور اُس کے حدود چھوڑ دیئے، زور گوئی سے فیصلے کئے، اور امام تمام مسلمانوں کے لئے اپنی روحانی، زمانی، اور ابوی قیادت کے حکم سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور ہمیشہ صبر کرتے رہے ہیں، آپ نے اپنے تمام امور اس وقت تک اللہ کے سپُرد کر دیئے ہیں جب تک خدا آپؑ کو میدان جہاد کے لئے قیام کرنے کا حکم اور اجازت مرحمت فرمائے۔

۴۔ شجاعت

امام مہدی دل کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ حوصلہ مند، ارادہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی، آپؑ جنگی قوت اور محکم ارادہ میں اپنے جد رسول ﷺ کے مانند ہیں جنھوں نے قریش کے اُن بھیڑیوں کے شرک اور کفر والحاد کے سربراہوں کا مقابلہ کیا جنھوں نے پرچم اسلام کو لپیٹنے اور اللہ کے نور کو خاموش کرنے کی جدوجہد کی ،لیکن آپؑ نے اپنے محکم ارادہ سے اُن کے سروں کو کاٹ ڈالا، اُن کے لشکروں کو تتر بتر کر دیا، زمین پر کلمۃ اللہ کو بلند کیا، بالکل اسی نورانی دور کے مانند آپؑ کے فرزند ارجمند اور آپؑ کے خلیفہ قیام کریں گے، ظالمین اور جابرین کو ان کے ظلم کا مزہ چکھائیں گے، اسلام کی کرامت و بزرگی کو دوبارہ اسی طرح واپس پلٹائیں گے جس کے بعد اس میں کبھی سستی نہیں آئے گی، دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، زمین کی تمام اقوام آپ کے حکم کو تسلیم کر لیں گی، اور آپ دنیا کے تمام دار السلطنتوں میں پرچم توحید بلند فرمائیں گے۔

آپ کی سخاوت

امام منتظر لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور جواد ہیں، آپؑ کے دور حکومت میں فقراء اور محرومیت کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا ہم آپ کے کرم کے سلسلہ میں آپ کے آباء و اجداد سے منقول بعض احادیث کا ذیل میں تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ ابوسعید نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے امام مہدی کی سخاوت کے متعلق

یوں گفتگو فرمائی کہ ایک شخص اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کہے گا: ''اے مہدی مجھے کچھ دیجئے، مجھے کچھ دیجئے، مجھے کچھ دیجئے تو وہ اسے اتنا عطا کریں گے جس کو وہ اٹھا سکتا ہو''۔(۱)

۲۔جابر سے روایت ہے: ایک شخص نے امام ابوجعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حالانکہ میں وہیں پر موجود تھا: خدا آپؑ پر رحم کرے، آپ خمس کے یہ سو درہم لے لیجئے اور ان کو خمس رکھنے کی جگہ پر رکھ دیا اور کہا کہ یہ میرے اموال کی زکوۃ ہے، ابوجعفر نے ان سے فرمایا: ''تم خود اس کو لے لو اور اپنے پڑوس میں یتیموں، مسکینوں اور اپنے مسلمان بھائیوں میں تقسیم کر دینا، بیشک جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو وہ برابر، برابر تقسیم کریں گے، خدا کی مخلوق میں نیک و بد سب کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیں گے، جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے اُن کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، ان کا اسم مبارک مہدی اس لئے رکھا گیا چونکہ آپؑ امر خفی کیلئے ہدایت کریں گے، توریت اور دوسری تمام کتابیں انطاکیہ شہر کے غار سے باہر نکالیں گے، توریت والوں کا توریت کے ذریعہ فیصلہ کریں گے انجیل والوں کا انجیل سے، اور زبور والوں کا زبور کے ذریعہ اور قرآن والوں کا قرآن کے ذریعہ فیصلہ کریں گے، دنیا کے تمام مال و دولت چاہے وہ زمین کے اندر ہوں یا زمین کے باہر سب آپؑ کے پاس جمع ہوں گے، آپؑ لوگوں سے فرمائیں گے: ان اموال کی جانب توجہ کرو جس کی خاطر تم نے قطع رحم کیا اور اس سلسلہ میں تم نے خون بہایا، اور جس کی وجہ سے تم حرام الٰہی کے مرتکب ہوئے، اس وقت امام زمانہ ایسی شئے عطا فرمائیں گے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دی ہوگی''۔(۲)

ان کے علاوہ متعدد روایات ہیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آپؑ کرم و جود و سخا کے دریا ہیں، آپؑ پوری مخلوق پر احسان کریں گے، اُن کو عُریانی اور گرسنگی سے نجات دلائیں گے۔

۶۔حق میں پائیداری

امام منتظر حق کا سب سے زیادہ سختی کے ساتھ دفاع کریں گے، جن پر ملامت کرنے والوں کی ملامت

۱۔منتخب کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۲۹۔ ینابیع المودۃ، صفحہ ۴۳۱۔ مصابیح السنۃ، جلد ۳، صفحہ ۴۹۳۔

۲۔حیاۃ الامام محمد المہدی، صفحہ ۳۵۔

کوئی اثر نہیں کرے گی، آپؑ کی شان آپؑ کے اُن آباء واجداد کی شان کے مانند ہوگی جنھوں نے حق کی مدد کی اور لوگوں میں عدل کو نشر کرنے میں اپنی جانوں کو قربان کرنے میں پیش قدم رہے۔

جب دنیا قائم آل محمد ﷺ کے ظہور سے منور ہو جائے گی تو آپ ہر طرح حق اور اپنے مقاصد قائم کریں گے، غبن (دھوکہ) اور ظلم کو نیست و نابود کر دیں گے۔

عبادت

امام منتظر کی عبادت خود ان کے اُن آباء واجداد ائمہ طاہرین کی عبادت کے مانند تھی، جنھوں نے اپنی زندگی اللہ کے لئے ہبہ کر دی تھی، انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا، صائم النہار اور قائم اللیل کی حالت میں خدا سے لو لگاتے تھے، ہمیشہ نماز، دعا اور قرآن کی قرائت کیا کرتے تھے، اسی منور و روشن راستہ پر امام منتظر گامزن رہیں گے، راویوں نے آپؑ کی وہ دعائیں بھی نقل کی ہیں جو آپؑ نماز کے قنوت میں پڑھا کرتے تھے، یہ دعائیں خدا سے لو لگانے اور اس سے توبہ کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہیں، ہم نے اُن میں سے بعض دعائیں اپنی کتاب ''حیاۃ الامام مہدیؑ'' میں ذکر کی ہیں۔

غیبتِ صغریٰ

امام منتظر پر یہ خداوند عالم کا خاص لطف و کرم ہے کہ اُس نے آپ کو اُن ظالم بنی عباس سے محجوب کر دیا جنھوں نے آپؑ کا خاتمہ کرنے کی کوششیں کی تھیں، آپؑ اُن کے درمیان سے رُوپوش ہو گئے اور اُن کو خبر تک نہ ہو سکی، جس طرح جب قریش آپؑ کے جد امجد کو قتل کرنا چاہتے تھے تو آنحضرتؐ اُن کے درمیان سے چلے گئے اور اُن کو خبر تک نہ ہوئی، اب ہم اپنی بحث میں امام زمانہ کی غیبت صغریٰ کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بیان کرتے ہیں:

غیبت کا زمانہ

غیبت صغریٰ کا آغاز ۲۶۰ھ امام حسن عسکریؑ کی (۱) شہادت کے بعد ہوا آپؑ اسی وقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے مگر یہ کہ آپؑ نے کچھ مومنین اور صالحین سے ملاقات کا کچھ سلسلہ جاری رکھا۔

۱۔ مرآۃ الجنان، جلد۲، صفحہ ۱۷۲۔ تاریخ خمیس، جلد۲، صفحہ ۳۴۷۔ تاریخ ابن وردی، جلد۱، صفحہ ۳۶۹۔

جہاں آپؑ روپوش ہوئے

امام سامرا میں واقع ایک گھر میں پوشیدہ ہوئے جس میں آپؑ کے جد اور والد بزرگوار کا مرقد مطہر ہے۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ شیعوں سے بغض و کینہ رکھنے والے افراد نے یہ کہہ دیا کہ آپؑ سامراء یا کسی اور جگہ سرداب میں غائب ہوئے، وہ ہر رات سامرا میں واقع سرداب کے دروازے پر کھڑے ہو کر امام کا نام لیکر آواز دیتے اور ان کو باہر آنے کی دعوت دیتے یہاں تک کہ ستارے چھپ جاتے، اس کے بعد وہ وہاں سے چلے جاتے، اور اپنا امر آنے والی رات پر موقوف کر دیتے اور وہ ہمیشہ اسی عہد پر باقی رہتے۔(۱)

یہ ایسی خارق العادہ باتیں ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہے۔ . یہ باتیں اہل بیتؑ اور اُن کے شیعوں سے حقد و کینہ رکھنے پر دلالت کرتی ہیں لیکن سامرا میں جو سرداب موجود ہے اس میں تین اماموں نے نماز ادا کی ہے جو اس مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور علمائے شیعہ اور ان کے مورخوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ بیان نہیں کیا ہے کہ آپؑ اسی سرداب یا کسی دوسرے سرداب میں روپوش ہوئے جس کو دین سے کچھ سروکار نہ رکھنے والے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدیؑ'' میں بیان کیا ہے۔

آپؑ کے عظیم و بزرگ سفیر

امام منتظر نے نیک علماء اور صالحین کو اپنا سفیر منتخب فرمایا جو آپؑ اور آپؑ کے شیعوں کے درمیان واسطہ ہوتے تھے، اور اُن کا کام مسائل شرعیہ کو امام کی خدمت میں لیجانا اور ان کا جواب لانا ہوتا تھا۔

آپؑ کے بزرگ وکیل یہ ہیں:

۱۔ عثمان بن سعید

یہ امامؑ کے پہلے وکیل تھے جو ثقہ، زکی اور امین تھے، آپؑ نے اس سرکش متوکل کے زمانہ میں ائمہؑ کی خدمت کی جب جب اس نے امام علی نقی علیہ السلام پر اقتصادی پابندی لگا دی تھی، امام تک حقوق شرعیہ پہنچانے کو منع کر دیا تھا اس وقت عثمان بن سعید حقوق شرعیہ کو گھی کے برتنوں میں رکھ کر امام علی نقی کی خدمت اقدس

۱۔ مقدمہ ابن خلدون، صفحہ ۳۵۹۔

میں پہنچایا کرتے تھے، امام علی نقی علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند ارجمند امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں رہے، اور اُن سے اقتصادی پابندی کو دور کردیا اور عثمان بن سعید اور آپؒ کے شیعوں کے درمیان رابطہ کا کام انجام دیتے تھے، آپؒ امام کی مطلق نیابت اور عام وکالت کے عام عہدہ پر فائز تھے آپؒ امامؑ کے پاس اُن کے حقوق اور رسائل پہنچاتے تھے۔

آپؒ کی وفات

آپؒ نے حظیرۂ قدس میں انتقال کیا اور بغداد میں رصافہ کی طرف اپنی آخری آرامگاہ میں دفن ہوئے اور مومنین آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

امامؑ کی طرف سے ان کی تعزیت پیش کرنا

امام منتظرؑ نے اس عظیم شخصیت کے فقدان پر محمد بن عثمان کے پاس اس عالم جلیل کے تعزیت نامہ میں یہ کلمات بھیجے: ''انا للہ و انا الیہ راجعون! ہم امر الٰہی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ تمہارے باپ نے نہایت ہی سعیدانہ زندگی گذاری ہے، اور ایک قابل تعریف موت پائی ہے، خدا اُن پر رحمت نازل کرے اور انھیں ان کے اولیاء اور آقاؤں سے ملحق کردے، انھوں نے امور ائمہ میں برابر قرب الٰہی کے لئے کوشش کی، خدا اُن کے چہرے کو خوش کرے، اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور تمہارے ثواب میں اضافہ کرے اور تمھیں صبر جمیل عطا فرمائے یہ مصیبت تمہارے لئے مصیبت ہے اور میرے لئے بھی مصیبت ہے، اس فراق سے تم مضطرب ہو گئے ہو اور میں بھی مضطرب ہو گیا ہوں، خدا انھیں آخرت میں خوش رکھے، ان کی سعادت و نیک بختی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اللہ نے انھیں تمہارا جیسا فرزند عطا کیا ہے جو اُن کا جانشین اور قائم مقام ہے اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرتا ہے، میں اس امر پر خدا کی حمد کرتا ہوں، پاکیزہ نفوس تم سے اور خدا نے تمھیں جو شرف دیا ہے اس سے خوش ہیں، خدا تمہاری نصرت و مدد کرے، تمھیں طاقت و قوت عطا کرے اور توفیقات کرامت فرمائے۔ وہی تمہارا سرپرست، محافظ اور نگراں رہے گا''۔(۱)

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، صفحہ ۹۶۔

امام کے یہ کلمات اپنے نائب کے حزن والم پر دلالت کرتے ہیں جو آپؑ کے نائب کے ایمان کی علامت ہے اور امامؑ نے اُن کے فرزند کو اپنا نائب معین فرمایا جو تمام صفات کمال کے حامل تھے۔

۲۔عثمان بن سعید

محمد بن عثمان کو امام منتظر کی نیابت کا شرف حاصل ہوا جو ثقات شیعہ اور جید علماء میں سے تھے وہ ثقہ، جلیل میں اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام تھے، شیعوں کے تمام خطوط اور حقوق اُن تک پہنچتے، اور وہ اُن کو امام منتظر تک پہنچاتے تھے، توقیع کی صورت میں امام کا جواب اُن تک پہنچاتے تھے، امامؑ نے اُن کے بارے میں محمد بن ابراہیم اہوازی کو یوں تحریر فرمایا:

"لم یزل (اے محمد) ثقتنا فی حیاۃ الاب رضی اللہ عنہ وأرضاہ، ونَضَّرَ وَجْهَهُ یَجْرِیْ عِنْدَنَا مَجْرَاهُ، وَیَسُدُّ مَسَدَّهُ، وَعَنْ اَمْرِنَا یَاْمُرُ الْاِبْنُ وَبِهِ یَعْمَلُ، تَوَلَّاهُ اللّٰهُ فَانْتَهِ اِلٰی قَوْلِهٖ"۔(۱)

''یہ فرزند اپنے باپ کے زمانہ سے ہی ہمارا معتمد تھا خدا اس سے خوش رہے اور اسے خوش رکھے اور اس کے چہرے کو روشن رکھے یہ اب ہمارے لئے اپنے باپ کا نائب اور جانشین ہے۔ یہ ہمارے ہی حکم سے حکم دیتا ہے اور ہمارے ہی احکام پر عمل کرتا ہے، خدا اسے جملہ آفات سے محفوظ رکھے۔''!

آپؒ نے حظیرۂ قدس میں آخری جمادی الاول ۳۰۵ھ میں انتقال کیا۔(۲)

۳۔حسین بن روح

یہ امام منتظر کے تیسرے نائب ہیں آپ تقویٰ، صلاح وفور علم اور عقل میں بہت بڑی شخصیت تھے اور محمد بن عثمان کے انتقال کے بعد آپ کو نیابت کا شرف حاصل ہوا جس کی طرف آپ نے رہنمائی کی کہ جب شیعہ یہ سوال کریں کہ آپ کا قائم مقام کون ہے؟ تو یہ ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی میرے قائم مقام ہیں۔تمہارے اور صاحب امر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے مابین سفیر ہیں، آپ کے وکیل، ثقہ اور امین ہیں، تم اپنے امور میں ان کی طرف رجوع کرنا، اپنے تمام اہم کاموں میں اُن پر اعتماد کرنا اور اس کا

۱۔حیاۃ الامام محمد المہدی، صفحہ ۱۲۴۔

۲۔حیاۃ الامام محمد المہدی، صفحہ ۱۲۶۔

میں نے حکم دیا اور اپنا پیغام پہنچا دیا...(۱)

آپ اور حق کے دشمنوں کے درمیان متعدد مناظرے ہوئے جن میں حسین بن روح نے اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کیا، اس سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق کو بہت زیادہ تعجب ہوا تو اس نے حسین بن روح سے کہا: آپ نے یہ سب مطالب اپنے پاس سے بیان کئے ہیں یا ائمہ ہدیٰ سے اخذ کئے ہیں؟ حسین بن روح نے جواب دیا: اے محمد بن ابراہیم! اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں یا مجھے پرندہ اُچک لے یا ہوا کسی دور افتادہ جگہ لے جائے، یہ مجھے اس بات کے مقابل میں زیادہ پسند ہے کہ دین خدا کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کروں بلکہ اصل یہی ہے اور امام زمانہ سے یہی سنا گیا ہے...(۲)

آپ امامؑ کے ۲۱ یا ۲۲ سال تک نائب یا سفیر رہے، آپ شیعوں کے مرجع، امام اور شیعوں کے درمیان واسطہ تھے، آپ کچھ دن مریض رہے یہاں تک کہ آپ ۳۲۶ھ (۳)، میں موت کی نیند سو گئے آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی اور ننگے پیروں تشییع جنازہ ہوئی، آپ بغداد میں تجارت کے مرکز شورجہ بازار میں اپنی ابدی آرام گاہ میں دفن ہوئے۔

۴۔ علی بن محمد سَمَری

امام کی نص و روایت کے ذریعہ آپ امامؑ کے عام نائب قرار پائے، آپ امامؑ کے آخری نائب ہیں، آپ نے صدق اور اخلاص کے ذریعہ نیابت کے فرائض انجام دئے، راویوں کا کہنا ہے: انھوں نے اپنی وفات سے پہلے امام کا ایک خط شیعوں کے سامنے پیش کیا جس میں بسم اللہ کے بعد یوں تحریر تھا: ''اے علی بن محمد! اللہ تمہارے بارے میں بھائیوں اور دوستوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم کو چھ دن کے بعد موت آجائے گی، تم اپنے تمام امور انجام دے لو، اور آئندہ کیلئے اپنا کوئی قائم مقام اور جانشین تلاش و تجویز نہ کرو، کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہوگئی ہے اور جب تک خدا حکم نہیں دے گا ظہور نہیں ہوگا، یہ ظہور بہت طویل مدت کے بعد ہوگا جب قلوب سخت ہو جائیں گے، زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی، عنقریب لوگوں میں جو مجھ سے ملاقات

۱۔ منتخب الاثر، صفحہ ۳۹۷۔

۲۔ منتخب الاثر، صفحہ ۳۹۷۔ غیبۃ شیخ طوسی، صفحہ ۲۸۶۔

۳۔ منتخب الاثر، صفحہ ۳۹۲۔

کا ادعا کرے وہ جھوٹا ہوگا و لاحول و لاقوة الا باللّٰہ العلی العظیم ...''۔(۱)

اس خط میں غیبت کبریٰ میں امام سے ملاقات کا دعویٰ کرنے والے کی نفی کی گئی ہے اور اس کو جھوٹا اور تہمت لگانے والا کہا گیا ہے، یہ بات بالکل یقینی ہے کہ یہ امام کی خدمت میں مشرف ہوئے اور اس حدیث کو نیک مومنین کے کانوں تک پہنچایا اس حدیث کی متعدد تاویلیں کی گئی ہیں، شاید ان میں سب سے بہترین توجیہ یہ ہو کہ ان نواب اربعہ کے بعد امام کی نیابت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے، شاید یہ توجیہ واقع اور حقیقت سے زیادہ نزدیک ہو۔

علی بن محمد سمری کچھ دنوں تک مریض رہے تو بعض شیعوں نے اُن کے پاس جا کر سوال کیا: آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اللہ اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔

آپ ۱۵ رشعبان ۳۲۹ ھ میں انتقال کر گئے۔(۲)

فقہاء کی ولایت

امام منتظر نے شیعوں میں سے فقہاء عظام کو اپنا ولی اور نائب قرار دیا، شیعوں کو اُن سے رجوع کرنے اور اُن سے فیصلہ چاہنے کا حکم دیا اور شیخ مفید کی طرف آنے والے خط میں یوں آیا ہے: ''و اما الحوادث الواقعة فارجعوا الیٰ رواة حدیثنا فانّھم حجتی علیکم، وانا حجة اللّٰہ علیکم''

''پیش آنے والے واقعات میں تم ہماری احادیث بیان کرنے والوں کی طرف رجوع کرنا، چونکہ یہ تم پر بہترین حجت ہیں اور میں تم پر اللہ کی حجت ہوں''۔(۳)

ہم اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''حیاة الامام محمد المہدی'' میں ذکر کر چکے ہیں۔

غیبت کبریٰ

امام منتظر کی نیابت فقہائے عظام نے سنبھالی، یہی علماء احکام کے سلسلہ میں جو فتوی دیتے ہیں، شیعہ

۱۔معجم رجال حدیث، جلد ۱۳، صفحہ ۱۸۶۔ ۲۔غیبۃ شیخ طوسی، صفحہ ۲۴۲۔

۳۔وسائل الشیعہ کتاب القضا، جلد ۱۸، صفحہ ۱۰۱۔

اُن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ بات بھی شایانِ ذکر ہے کہ علماء اور متقین کے چند گروہ، امام کی نظروں کے سامنے تھے، اُن ہی میں سے عالم کبیر اور ثقہ و امین شیخ مفید تھے آپ کے پاس متعدد مراسلے (خطوط) تھے، آپ کے پاس تین خطوط لکھے جن میں سے بعض کا ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدیؑ'' میں تذکرہ کیا ہے۔

سوالات

امام منتظر کے واقعہ کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات پیش آتے ہیں:

۱۔ آپؑ کی طولانی عمر

امامؑ کی طولانی عمر کے سلسلہ میں بہت زیادہ سوال کئے جاتے ہیں کہ آپؑ ساڑھے گیارہ سو سال سے زیادہ کس طرح زندہ ہیں؟ اور آپ پر بوڑھاپے کے وہ آثار بھی طاری نہیں ہورہے ہیں جو عام طور پر انسان پر عارض ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کا جسم اور اس کے خلیے کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں، اور جیسے جیسے انسان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی وجہ شاید ان میں میکروب ہوجانا یا ان کا کثیف غذا کھانا ہے جس سے انسان کا جسم مسموم ہوجاتا ہے اور اس کی زندگی کا خاتمہ کردیتا ہے۔

جواب

۱۔ انسان کی لمبی طولانی عمر ہونا عقلی طور پر ایک امر ممکن ہے، یہ خداوند عالم کے شریک یا کسی چیز کے ایک ہی وقت میں زوج یا فرد ہونے کی طرح محال نہیں ہے، یہ انسان کے چاند یا کسی دوسرے ستارے پر پہنچنے کے مانند ہے، بیشک یہ چیز عقلی طور پر ممکن ہے، اگر انسان کو فطری اسباب مل جائیں تو اُن پر ہی انسان کی زندگی محقق ہوتی ہے، امامؑ کی طولانی عمر ایک علمی اور خارجی امر ہے، جو خالق عظیم کی مشیت پر موقوف ہے اور خداوند عالم اپنے ارادہ سے انسان کے جسم سے بوڑھا اور فنا کرنے والے خارجی اسباب ختم کرکے اس کی زندگی بڑھا دیتا ہے اللہ کے نبی حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک زندہ رہ کر کلمہ توحید کی دعوت دی، یہ عمر قرآن کریم کے مطابق ہے۔ تو ہم حضرت نوح کی عمر پر تو ایمان رکھتے ہیں لیکن امامؑ منتظر کی طولانی عمر پر ایمان نہیں رکھتے، حالانکہ دونوں معاشرہ کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

۲۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ انسان کا سو سال یا ہزار سال عمر پانا عقلی طور پر ممکن نہیں ہے چونکہ اُس سے اُن فطری قوانین کا معطل ہونا لازم آتا ہے جو انسان کو بوڑھا اور فنا کر دیتے ہیں یہ بات ہماری نسبت تو غیر ممکن ہے لیکن خدا کے لئے مشکل نہیں ہے چونکہ اسی نے امور کو وسعت دی ہے اور یہ سب اُس کے نزدیک آسان ہے۔ آگ کی علت تامہ جلانا ہے اور خدا نے اس کو شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم کیلئے ٹھنڈا قرار دیا، اسی طرح اس نے اپنے نبی موسیٰ کے لئے اُن کی قوم کے ساتھ دریا میں شگاف ڈال دیا اُن کو غرق ہونے سے بچایا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔

بیشک جب خدا کا ارادہ کسی چیز سے متعلق ہو جاتا ہے تو وہ اس چیز کو عدم سے وجود میں بدل دیتا ہے، کیا پروردگار عالم نے اپنے عظیم نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن قریش کے درمیان سے نہیں نکالا جب انھوں نے آنحضرت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، جب آپ ان کے درمیان سے گذرے تو وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔

۳۔ اتنی طویل عمر کیوں دی گئی؟

اس موضوع سے متعلق دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ خداوند عالم نے امام منتظر کو اتنی طویل عمر کیوں عطا کی اور آپؑ کو آپؑ کے آباء و اجداد ائمہ طاہرینؑ کی طرح عمر کیوں نہیں عطا کی؟

جواب

خداوند عالم نے امام منتظر کو پوری دنیا کی اصلاح کے لئے مخصوص قرار دیا ہے اور اُن کے حوالے انسانی معاشرہ کو اُن تاریک طوفانوں سے بچانا سپرد کر دیا ہے جو اُس معاشرہ کی زندگی کو جھنجھوڑتے ہیں اور اس کو اس ظاہری حیات سے بہت دور لیجاتے ہیں۔ چنانچہ امام زمانہ تمام قبائل اور روئے زمین پر تمام امتوں کے عام مصلح ہیں، لہٰذا آپ کو ان ہی تاریک ادوار کا سامنا کرنا ہوگا جن سے انسان روبرو ہوتا ہے اور اس کی فصول کا مشاہدہ کرتا ہے تاکہ وہ آخری نجات دہندہ ہوں جو نور کا اظہار کریں اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں۔

۴۔ امام منتظر ظاہر کیوں نہیں ہوتے؟

امامؑ کی غیبت کے متعلق یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ امام کا ظہور کیوں نہیں ہوتا تاکہ وہ زمین پر اللہ کا حکم قائم کریں؟

جواب

امامؑ کے ظہور کا حکم انسان کے ارادہ اور اس کی رغبت کے ماتحت نہیں ہے یہ امر تو خالق عظیم کے قبضہ قدرت میں ہے، اللہ نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ کو دور جاہلیت کی پانچ صدیاں گذر جانے کے بعد عالم میں مبعوث فرمایا اور اپنی رسالت کو ادا کرنے کا یہی بہترین اور مناسب وقت تھا، اسی طرح امام مہدی اللہ کے چیلنج کے مطابق قیام کریں گے اس طرح کہ خدا اُن کے لئے پورے روئے زمین پر ظہور کرنے کا زمینہ فراہم کرے گا اور آپؑ کو بندوں کے درمیان خالص انصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

۴۔ امام مہدی اپنے قیام کے ذریعہ کس طرح دنیائے عالم کی اصلاح فرمائیں گے؟

امام منتظر کے متعلق ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آپؑ دنیا کی کیسے اصلاح فرمائیں گے اور عام طور پر ظلم و جور سے بھری زندگی کے طریقہ کو امن وامان اور سکون کے طریقہ سے کیسے بدلیں گے؟ اور آپؑ کے دور حکومت میں غبن (دھوکہ)، سرکشی، ظلم واستبداد کا کوئی سایہ نہ ہوگا اور نہ ہی اس میں کوئی بھوکا فقیر ہوگا اور نہ محروم؟

جواب

یہ بات ممکن ہے، بیشک نظام عالم اور جسموں کا حدوث جو انسان کی زندگی کے طریقہ کو بدل دیتے ہیں اُن کو بشریت کے بزرگ افراد یا جماعت سے منسوب کیا جاتا ہے، نبی اکرم محمد ﷺ نے اللہ کی رسالت اور پیغام کو بلند و بالا مقام پر پہنچایا آپؐ کے چچا اور ماموں نے نہیں، آنحضرتؐ نے قریش کے قبیلوں، ذوبان عرب، اور نافرمان اہل کتاب کا مقابلہ کیا اور آپؐ نے اپنے عزم وارادہ سے اُن کے ارادوں پر پانی پھیر کر پرچم توحید کو بلند کیا، اسی طرح نبی اللہ موسیٰ نے فرعون کو نیست و نابود کیا اور زمین پر کلمۃ اللہ کو بلند و بالا فرمایا، اسی طرح اللہ کے نبی عیسیٰ اور دوسرے انبیاء نے مستقل طور پر اپنے اصلاحی پیغام کو پہنچانے کے لئے قیام کیا اس سے معاشرہ کی اصلاح کا انفرادی دور جدا ہو جاتا ہے یہ مارکسیتوں کے مذہب کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کچھ نہیں کرسکتا اور اس کا احداث و واقعات کو بدلنے میں کوئی کردار نہیں ہے بلکہ گروہ اور جماعت کا اثر ہوتا ہے۔

بہر حال امام منتظر رسول اعظم ﷺ اپنے جد امجد کے مانند ہیں وہ ظلم وعدالت پر قائم کئے گئے زندگی کے طریقوں کو بدلیں گے، رنج وغم و مصیبت میں گھری ہوئی انسانیت کو نجات دیں گے اور لوگوں کے

مابین امن، ثبات قدمی، اور محبت اور نشر کریں گے۔

ہم اس مقام پر سوالات کے متعلق بحث تمام کرتے ہیں اور ہم نے متعدد سوالات کے جوابات اپنی کتاب حیاۃ الامام محمد المہدیؑ میں بیان کردیے ہیں۔

امامؑ کے ظہور کی علامتیں

امام منتظر کے ظہور کی علامتوں کے متعلق روایات میں روشنی ڈالی گئی ہے ہم ذیل میں ظہور کی بعض نشانیاں ذکر کرتے ہیں:

ا۔ ظلم کا پھیلنا

امامؑ کے ظہور کی ایک واضح نشانی ظلم کا پھیلنا، ستم و جور کا رائج ہونا، امن و امان کا ختم ہو جانا، ضرورت و فقر و حاجت کا ظاہر ہونا، زندگی کا جدید قسم کے معاملات و مسائل سے خلط ملط ہو جانا، انسان کا خوف وڈر و قتل و غارت کی وجہ سے نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو جانا جبکہ معاشرہ پر جاہلیت کے گناہوں کا خیمہ قائم ہوگا، برائیوں کے متعلق لوگوں کا ایک دوسرے سے مسابقہ کرنا، اسلام کا اپنی سابقہ حالت پر آجانا جبکہ اس کی طاقتیں جواب دے چکی ہوں گی اور اس کے اموال پر بڑی حکومتوں نے حملہ کر دیا ہوگا اس کے امکانات چھینے جا چکے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث ملاحظہ کیجئے:

ا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''آخری زمانہ میں میری امت پر ان کے بادشاہوں کی طرف سے ایسی سخت مصیبت نازل ہوگی جس سے سخت مصیبت اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی ہوگی، یہاں تک کہ ان کیلئے وسیع زمین تنگ ہو جائے گی، زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی، مومن کو ظلم سے بچنے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی، اس وقت اللہ عز وجل میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس سے زمین و آسمان کے رہنے والے راضی ہوں گے، زمین سے وہی چیز اُگتی ہے جو اس میں بوئی جاتی ہے اور خداوند عالم آسمان سے بارش کے علاوہ اور کچھ نہیں برساتا''۔(۱)

ا۔ عقد الدرر، صفحہ ۱۱۳۔

یہ حدیث مسلمانوں پر ان مصائب و آلام کے پڑنے کی عکاسی کرتی ہے جو اُن کے حکّام و بادشاہوں نے اُن پر ظلم وجور کے ساتھ حکومت کی، پھر اللہ اُن کو مہدیٔ آل محمد ﷺ کے ذریعہ نجات دے گا جو زمین کو رحمت اور خیر سے بھر دے گا اور تمام ظلم وجور کا خاتمہ کر دے گا۔

۲۔عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اے عوف جب میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے اس وقت تم کیا کرو گے اور اُن فرقوں میں سے ایک فرقہ جنت میں جائیگا اور بقیہ تمام فرقے جہنمی ہوں گے؟''۔

عوف نے جلدی سے عرض کیا: کیا ہوگا؟

رسول اللہ ﷺ کی امت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اُن کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں جواب دیا: ''شرطیں بہت زیادہ ہو جائیں گی، کنیزیں مالک ہو جائیں گی، جاہل لوگ منبروں پر بیٹھنے لگیں گے، گروہ حکومت کرنے لگے، اللہ کے دین میں اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے فکر کی جانے لگے گی، مرد اپنی عورت کا مطیع ہو جائے گا، اس کی ماں اسے عاق کر دے گی، اُس کا باپ اس سے دور ہو جائے گا، اس امت کے آخری لوگ اس کی سابقہ نسل پر لعنت کرنے لگیں گے، قبیلہ کا فاسق شخص اس کا سردار بن جائے گا، قوم کا سب سے زیادہ ذلیل شخص اس کا زعیم بن جائے، جس کے شر سے لوگ ڈرتے ہوں اُس کا احترام کیا جانے لگے گا''۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے مزید فرمایا: ''پھر ایک گہرا اور ڈراؤنا فتنہ چھا جائے، اور بعض فتنے دوسرے بعض فتنوں کی اتباع کرنے لگیں، یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص قیام کرے گا جس کو مہدی کہا جاتا ہے''۔(۱)

اس روایت میں عالم اسلام کو پہنچنے والی تحلیل، فساد، مسلمانوں کا اپنے دین کے عظیم ارکان سے منحرف ہو جانا، اُن میں ظلم وجور کا بول بالا ہونا، غم انگیز معاملات کا منتشر ہونا، پھر خداوند عالم کا اپنے ولی عظیم امام مہدیؑ کے ذریعہ اُن کو نجات دلانا بیان کیا گیا ہے جو دین کو زندہ کرے گا، اور ارکان اسلام کو قائم کرے گا۔

۳۔رسول اسلام ﷺ کا فرمان ہے: ''جب اس دنیا میں ہرج ومرج ہو جائیگا تو اس امت کا مہدی

۱۔کنز العمال، جلد ۹، صفحہ ۳۲۴۔اور تقریباً اسی طرح کی حدیث عرف وردی جلد ۲، صفحہ ۷۶ میں نقل کی گئی ہے۔

ہم میں سے ہوگا، فتنے ظاہر ہو جائیں گے، راستے منقطع ہو جائیں گے، بعض دوسرے بعض افراد کو غارت کرنے لگیں گے، بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کھائیں گے، چھوٹے بڑوں کی عزت نہ کریں گے، تو اس وقت اللہ ہمارے مہدی کو مبعوث کرے گا جو امام حسینؑ کی نسل سے نواں امام ہوگا، گمراہی کے قلعوں پر فتح پائے گا، آخری زمانہ میں دین اسی طرح قائم ہوگا جس طرح وہ اپنے آغاز میں قائم تھا وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی"۔(۱)

اس حدیث میں ان فتنوں، اضطراب اور قلق کو ظاہر کیا گیا ہے جس سے عام زندگی روبرو ہوتی ہے چنانچہ خدا اپنے عظیم ولی کے ذریعہ نجات دے گا اور خیر و سعادت کی زندگی تعمیر کرے گا۔

۲۔ دجال کا خروج

ظہور کی یقینی علامات میں سے ایک دجال کا خروج اور اس کا زندگی پر مؤثر واقع ہونا ہے، وہ عام لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قیام کرے گا، یہودی اس سے ملحق ہو جائیں گے، وہ لوگوں کو مال و دولت کا لالچ دے گا، اس کے سلسلہ میں کچھ احادیثِ نبوی ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ہشام بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: "آدم کی خلقت سے لیکر قیامِ قیامت تک دجال کا امر سب سے بڑا ہوگا"۔(۲)

حدیث کا مطلب: دجال کا خروج دنیا کے اہم واقعات میں سے ہے وہ فتنے برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔

۲۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "ہر نبی کو کذاب اور کانے دجال سے ڈرایا گیا ہے، وہ کانا ہوگا اور بیشک تمہارا رب کانا نہیں ہے"۔(۳)

تمام انبیاء کو اس کانے دجال کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے جو لوگوں کو دھوکہ دے گا اُن کو حق سے روکے گا اور بہت بڑے شر میں ڈال دے گا۔

۱۔ حیاۃ الامام محمد المہدیؑ، صفحہ ۲۵۱۔

۲۔ عقد الدرر، صفحہ ۳۲۲۔

۳۔ عقد الدرر، صفحہ ۳۲۳۔ صحیح بخاری، جلد ۳، صفحہ ۱۲۱۴۔

نبی اکرم ﷺ سے کانے دجال کے بارے میں یہ احادیث نقل کی گئی ہیں جو تاریخ بشریت میں سب سے زیادہ شریر مفسد ہوگا، اور ہم نے اس کے حالات اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدیؑ'' میں بیان کردئے ہیں۔

۳۔ سفیانی کا خروج

امام منتظر کے ظہور کی ایک علامت سفیانی کا خروج ہے وہ زمین پر ایک انوکھے ڈھنگ سے شرو فساد برپا کرے گا، اس کے نسب کا اسلام کے دشمن ابوسفیان پر اختتام ہوگا، امام امیرالمومنینؑ نے اس کے حالات، فتنے، اور ہلاکت کے متعلق ایک مفصل حدیث بیان فرمائی ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الامام محمد المہدیؑ'' میں بیان کردیا ہے۔

۴۔ سیاہ جھنڈے

امام کے ظہور کی حتمی و یقینی علامات میں سے ایک ایسے اسلامی لشکر کا تشکیل پانا ہے جو کالے جھنڈے بلند کرے گا، زیادہ تر احتمال یہ ہے کہ ان کے پرچم امام حسینؑ کے غم میں سیاہ ہوں گے۔

اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن ہم ذیل میں چند احادیث نقل کررہے ہیں:

۱۔ حسن نے اپنی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت پر پڑنے والی بلا و مصیبت کا تذکرہ کیا یہاں تک کہ خداوند عالم مشرق سے کالے جھنڈوں والوں کو مبعوث فرمائے گا، جس نے ان کی مدد کی اس نے اللہ کی مدد کی، جس نے ان کو رسوا کیا خدا اس کو رسوا و ذلیل کرے گا یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا وہ اس کو اپنا ولی امر بنائیں گے پس اللہ اس کی تائید اور مدد کرے گا۔(۱)

۲۔ ثوبان نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ: جب تم خراسان کی طرف سے کالے جھنڈے آتے دیکھو تو ان کے ساتھ ہو جاؤ، بیشک اس میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔(۲)

۳۔ جابر نے امام ابو جعفر سے نقل کیا ہے: ''جب مہدی ظہور کریں گے تو خراسان سے کالے جھنڈے

۱۔ حیاۃ الامام محمد المہدی، صفحہ ۲۷۶۔

۲۔ کنزالعمال، جلد ۷، صفحہ ۱۸۲۔

خروج کریں گے اور وہ مکہ میں (امام) کی بیعت کرنے کیلئے جائیں گے"۔(۱)

۵۔آسمانی آواز

امامؑ کے ظہور کی علامات میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ایک فرشتہ آسمان سے آپ کے ظہور کی بشارت کی آواز لگائے گا، لوگوں کو مہدی کی بیعت کی دعوت دے گا اور ہر امت سے اس کی زبان میں خطاب کرے گا، اس بارے میں متعدد احادیث ہیں جن میں سے ہم ذیل میں چند احادیث نقل کر رہے ہیں:

۱۔عبداللہ بن عمران نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے: "مہدی خروج کریں گے حالانکہ آپ کے سر پر عمامہ ہوگا ایک فرشتہ یہ ندا دے گا: یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو"۔(۲)

۲۔امام رضاؑ سے روایت ہے: "جب امام منتظر کا ظہور ہوگا تو زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی، وہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کا ترازو معین کریں گے، ایک دوسرے پر کوئی ظلم نہیں کرے گا، ان کے لئے زمین کو سمیٹ دیا جائے گا، ان کا سایہ نہیں ہوگا، وہ، وہ وہی ہیں جن کے لئے منادی دعا کرتے ہوئے آسمان سے ندا دے گا جس کو تمام اہل زمین سنیں گے: آگاہ ہو جاؤ اللہ کی حجت نے اللہ کے گھر کے پاس ظہور کیا ہے اس کی اتباع کرو، بیشک وہ حق ہیں اور ان کے ساتھ حق ہے، خداوند عالم کا فرمان ہے: ﴿إِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ﴾۔(۳) "اگر ہم چاہتے تو آسمان سے ایسی آیت نازل کر دیتے کہ ان کی گردنیں خضوع کے ساتھ جھک جاتیں"۔(۴)

۳۔امام امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: "جب منادی آسمان سے یہ ندا کرے کہ بیشک آل محمد حق ہیں تو اس وقت مہدی لوگوں کے لئے ظہور کریں گے، اور وہ خوش ہوں گے کہ ان کے پاس ان کے ذکر کے علاوہ اور کوئی تذکرہ نہ ہو"۔(۵)

۱۔العرف الوردی، جلد۲، صفحہ ۶۸۔

۲۔عرف وردی جلد۲، صفحہ۱۱،نور الابصار، صفحہ ۱۵۵، ینابیع المودت، صفحہ ۴۴۷۔

۳۔سورۂ شعرا، آیت ۴۔

۴۔فرائد السمطین، جلد۲، صفحہ ۳۳۷۔

۵۔ملاحم والفتن، صفحہ ۳۶۔

ان مضامین کے متعلق نبی اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ سے متعدد نورانی اخبار نقل ہوئی ہیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ امام کے ظہور کی ایک علامت فرشتہ کا آسمان سے ندا دینا ہے اور احادیث میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ یہ آواز ہر امت اپنی زبان میں سنے گی۔

۶۔ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول

امامؑ کے ظہور کی ایک علامت عیسیٰ مسیحؑ کا آسمان سے زمین پر نازل ہونا ہے آپؑ امام کی بیعت کریں گے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے جب نصاریٰ اس منظر کا نظارہ کریں گے تو فوراً مسلمان ہو جائیں گے، اس بارے میں ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''بیشک میرے خلیفہ اور اوصیا بارہ ہیں ان میں سے پہلا میرا بھائی ہے اور آخری میرا فرزند ہے''۔

سوال کیا گیا: یا رسول اللہ آپ کا بھائی کون ہے؟

فرمایا: علی بن ابی طالبؑ۔

سوال کیا گیا: آپ کا فرزند کون ہے؟

فرمایا: ''مہدی جو زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ یہ بشارت دیتے ہوئے مبعوث کیا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خداوند عالم اس دن کو میرے فرزند مہدی کے خروج کرنے تک طولانی کردے گا، عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے اور ان کے اقتدا میں نماز میں ادا کریں گے۔ زمین ان کے رب کے نور سے منور ہو جائے گی اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت ہوگی''۔ (۱)

۲۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''عیسیٰ بن مریم صبح کے وقت زمین پر اتریں گے... آپ کا رنگ سفید ہوگا سر رنگین ہوگا بال بکھرے ہوں گے گویا سر تیل سے بھرا ہوگا صلیب کو توڑ دیں گے سوروں کو قتل کر دیں گے دجال کو مار ڈالیں گے، امام کے اموال کو حاصل کریں گے آپ کے پیچھے اصحاب کہف چلیں گے،

۱۔ غایۃ المرام، صفحہ ۶۹۳، فرائد السمطین، جلد ۲، صفحہ ۳۱۲۔

آپ امام زمانہ کے وزیر، نگہبان اور نائب ہوں گے اور مشرق ومغرب میں دین پھیلائیں گے"۔(۱)

متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے، امام کی بیعت کریں گے اور آپ ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے، آپ امام کی نصرت میں محکم اور ثبت طور پر قیام کریں گے۔ ہم نے اپنی کتاب "حیاۃ الامام المہدیؑ" میں اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

حق اور انسانیت کیلئے عدالت کا دم بھرنے والے امام کے ظہور کی یہ بعض علامتیں تھیں اور دوسرے مصادر حدیث میں دوسری بعض علامات کا تذکرہ موجود ہے۔

ظہور کا وقت

امامؑ شنبہ (سنیچر) کے دن دس محرم کو ظہور کریں گے یہ وہ دن ہے جس دن فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؑ شہید کئے گئے جیسا کہ بعض احادیث میں آپ کے ظہور کے وقت کے متعلق اعلان کیا گیا ہے ذیل میں چند احادیث ملاحظہ کیجئے:

۱۔ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے: "قائم سنیچر کے دن دس محرم کو ظہور کریں گے جس دن امام حسینؑ شہید کئے گئے"۔(۲)

۲۔علی بن مہزیار نے امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے: "گویا حضرت قائم دس محرم شنبہ (سنیچر) کے دن ظہور کریں گے، رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر جبرئیل یہ ندا دیں گے: بیعت اللہ کیلئے ہے وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی"۔(۳)

ان کے علاوہ متعدد احادیث ہیں جن میں امام زمانہ کے ظہور اور جگہ کے متعلق بیان ہوا ہے اور ہم نے امام کے ظہور سے متعلق متعدد احادیث اپنی کتاب "حیاۃ الامام محمد المہدیؑ" میں نقل کی ہیں۔

یہاں ہماری ائمہ ہدیٰ مصابیح اسلام کے سلسلہ میں مختصر سوانح حیات کا اختتام ہو جاتا ہے۔

۱۔غایۃ المرام، صفحہ ۶۹۷، تفسیر ثعلبی سے نقل کے مطابق۔

۲۔کمال الدین، جلد۲، صفحہ ۶۵۴۔

۳۔الغیبۃ مؤلف شیخ طوسی، صفحہ ۴۵۳۔

فہرست

حرف اول.. ۷

آغاز سخن.. ۹

مقدمہ.. ۱۱

ائمہ اہل بیت علیہم السلام ------------------------------ ۲۲

حضرت علی علیہ السلام

حضرت علیؑ ------------------------------ ۲۵

کعبہ میں ولادت ------------------------------ ۲۵

القاب ------------------------------ ۲۶

۱۔ صدیق: ------------------------------ ۲۶

۲۔ وصی ------------------------------ ۲۷

۳۔ فاروق ------------------------------ ۲۷

۴۔ یعسوب الدین ------------------------------ ۲۷

۵۔ امیر المومنین ------------------------------ ۲۸

۶ حجۃ اللہ ------------------------------ ۲۸

آپؑ کی پرورش ------------------------------ ۲۹

پرورش امامؑ کے لئے نبی کی آغوش ---------- ۲۹
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ---------- ۳۰
اسلام کی راہ میں سبقت ---------- ۳۱
آپؑ کی نبی سے محبت ---------- ۳۲
یوم الدار ---------- ۳۲
شعب ابی طالب ---------- ۳۳
امام کا نبی کے بستر پر آرام کرنا (شب ہجرت) ---------- ۳۵
امام کی مدینہ کی طرف ہجرت ---------- ۳۸
امامؑ قرآن کی نظر میں ---------- ۳۸
آپؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات ---------- ۳۹
اہل بیتؑ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات ---------- ۴۴
امام اور نیک اصحاب کے بارے میں نازل ہونے والی آیات ---------- ۴۸
آپؑ کے حق اور مخالفین کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات ---------- ۴۹
امامؑ روایات کی روشنی میں ---------- ۵۰
پہلا دستہ ---------- ۵۱
نبی کے نزدیک آپؑ کا مقام و مرتبہ ---------- ۵۱
۱۔ امام نفس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- ۵۱
۲۔ امامؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ---------- ۵۲
نبی اور امامؑ ایک شجرہ طیبہ سے ہیں ---------- ۵۳
۴۔ امام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر ---------- ۵۳
امامؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ---------- ۵۴
۶۔ امام کی نبی سے نسبت ہارون کی موسیٰ سے نسبت کے مانند ہے ---------- ۵۴

۷۔امام شہر علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ ---------- ۵۵

۸۔امامؑ انبیاء کے مشابہ ---------- ۵۶

۹۔ علیؑ کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے ---------- ۵۷

دوسرے دستہ کی روایات ---------- ۵۸

دار آخرت میں امام کا مقام ---------- ۵۸

ا۔امامؑ لواء حمد کو اٹھانے والے ---------- ۵۹

۲۔امام صاحب حوض نبیؐ ---------- ۵۹

امام جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والے ---------- ۵۹

عترت اطہار کی فضیلت کے بارے میں نبیؐ کی احادیث ---------- ۶۰

حدیث ثقلین ---------- ۶۰

حدیث سفینہ ---------- ۶۱

اہل بیتؑ امت کے لئے امان ہیں ---------- ۶۳

امامؑ جہاد میں نبیؐ کے ساتھ ---------- ۶۳

ا۔ واقعہ بدر ---------- ۶۴

۲۔ واقعہ احد ---------- ۶۴

امامؑ کا نبی کی حمایت کرنا ---------- ۶۶

۳۔جنگ خندق ---------- ۶۹

خندق کھودنا ---------- ۶۹

امامؑ کا عمرو سے مقابلہ ---------- ۷۰

۴۔فتح خیبر ---------- ۷۳

امام کا مرحب سے مقابلہ ---------- ۷۵

۵۔ فتح مکہ ---------- ۷۷
حجۃ الوداع ---------- ۸۰
غدیر خم ---------- ۸۲
ابدی غم ---------- ۸۴
جمعرات، مصیبت کا دن ---------- ۸۵
جنت کا سفر ---------- ۸۸
آنحضرتؐ کے جنازہ کی تجہیز ---------- ۹۰
جسم اطہر پر نماز جنازہ ---------- ۹۱
جسم مطہر کی آخری پناہ گاہ ---------- ۹۱
سقیفہ کا اجلاس ---------- ۹۲
ابوبکر کی بیعت کے متعلق امام کا ردّعمل ---------- ۹۳
زہرا سلام اللہ علیہا راہ آخرت میں ---------- ۹۶
عمر کی حکومت ---------- ۹۸
عمر پر حملہ ---------- ۹۹
شوریٰ کا نظام ---------- ۱۰۰
عثمان کی حکومت ---------- ۱۰۱
عثمان کے لئے محاذ ---------- ۱۰۵
عثمان پر حملہ ---------- ۱۰۵
امامؑ کی خلافت ---------- ۱۰۶
امامؑ کا خلافت قبول کرنا ---------- ۱۰۸
سخت فیصلے ---------- ۱۰۹
۱۔ جنگ جمل ---------- ۱۱۰

۲ ۔ جنگ صفین -- ۱۱۱
قرآن کو بلند کرنے کی بیہودگی -- ۱۱۲
اشعری کا انتخاب -- ۱۱۳
۳ ۔ خوارج -- ۱۱۳
امامؑ کی شہادت -- ۱۱۴

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن علیہ السلام -- ۱۱۷
آپؑ کی پرورش -- ۱۱۹
بہترین فضائل و کمالات -- ۱۱۹
امامت -- ۱۲۰
۱ ۔ امامت کا مطلب -- ۱۲۰
۲ ۔ امامت کی ضرورت -- ۱۲۰
۳ ۔ واجبات امام -- ۱۲۱
۴ ۔ امام کے صفات -- ۱۲۱
۵ ۔ امام کی تعیین -- ۱۲۳
بلند اخلاق -- ۱۲۵
وسعت حلم -- ۱۲۶
سخاوت -- ۱۲۷
زہد -- ۱۲۹
علمی ہیبت -- ۱۳۰
حکیمانہ کلمات قصار -- ۱۳۰
آپؑ کے بعض خطبے -- ۱۳۱

عبادت ---------------------------------------۱۳۲
وضواور نماز ---------------------------------------۱۳۳
حج ---------------------------------------۱۳۳
اپنا مال راہ خدا میں دیدینا ---------------------------------------۱۳۴
کثرت ازواج کی تہمت ---------------------------------------۱۳۴
خلافت ---------------------------------------۱۳۵

حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام ---------------------------------------۱۴۱
نبی کی حسینؑ سے محبت ---------------------------------------۱۴۱
نبی کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا ---------------------------------------۱۴۴
امام حسینؑ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ---------------------------------------۱۴۹
حضرت علیؑ کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا ---------------------------------------۱۴۹
آپؑ کے ذاتی کمالات ---------------------------------------۱۵۲
۱۔ قوت ارادہ ---------------------------------------۱۵۲
۲۔ظلم وستم (وحق تلفی) سے منع کرنا ---------------------------------------۱۵۳
آپؑ نے خندہ پیشانی سے شہادت کا استقبال کیا ---------------------------------------۱۵۴
۳۔شجاعت ---------------------------------------۱۵۸
۴۔صراحت ---------------------------------------۱۶۱
۵ ۔ حق کے سلسلہ میں استقامت ---------------------------------------۱۶۳
۶۔صبر ---------------------------------------۱۶۳
۷۔حلم ---------------------------------------۱۶۵
۸۔تواضع ---------------------------------------۱۶۶

وعظ وارشاد__________ ۱۶۷
جوامع کلم__________ ۱۶۹
حضرت امام حسینؑ اور عمر__________ ۱۶۹
حضرت امام حسینؑ معاویہ کے ساتھ__________ ۱۷۰
امام حسینؑ کا معاویہ کے ساتھ مذاکرہ__________ ۱۷۱
مکہ معظمہ میں سیاسی اجلاس__________ ۱۷۱
آپ کا یزید کی ولیعہدی کی مذمت کرنا__________ ۱۷۲
معاویہ کی ہلاکت__________ ۱۷۲
حضرت امام حسینؑ کا انقلاب__________ ۱۷۳
شہادت__________ ۱۷۴
امام کا استغاثہ__________ ۱۷۶
شیرخوار کی شہادت__________ ۱۷۶
امام کی ثابت قدمی__________ ۱۷۷
آپؑ کی اہل بیت سے آخری رخصت__________ ۱۸۰
امام کی اللہ سے مناجات__________ ۱۸۴
امامؑ پر حملہ__________ ۱۸۵

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام__________ ۱۹۱
آپؑ کے القاب__________ ۱۹۲
۱۔ زین العابدین__________ ۱۹۲
۲۔ سید العابدین__________ ۱۹۲
۳۔ ذو الثفنات__________ ۱۹۲

۴۔سجاد ---------------------------------- ۱۹۳
۵۔زکی ---------------------------------- ۱۹۴
۶۔الامین ---------------------------------- ۱۹۴
۷۔ابن الخیرتین ---------------------------------- ۱۹۴
ذاتی عناصر ---------------------------------- ۱۹۵
حلم ---------------------------------- ۱۹۶
صبر ---------------------------------- ۱۹۷
لوگوں پر احسان ---------------------------------- ۱۹۹
سخاوت ---------------------------------- ۲۰۰
عمومی طور پر کھانا کھلانا ---------------------------------- ۲۰۱
سوگھروں کی پرورش ---------------------------------- ۲۰۱
فقیروں پر رحم و کرم ---------------------------------- ۲۰۱
۱۔فقیروں کی عزت کرنا ---------------------------------- ۲۰۱
۲۔آپؑ کی فقیروں پر مہربانی ---------------------------------- ۲۰۲
۳۔آپؑ کا سائل کو رد کرنے سے نہی فرمانا ---------------------------------- ۲۰۲
آپؑ کے صدقات ---------------------------------- ۲۰۳
۱۔لباس تصدق کرنا ---------------------------------- ۲۰۳
۲۔اپنی پسندیدہ چیز کا صدقہ میں دینا ---------------------------------- ۲۰۴
۳۔آپ کا اپنے مال کو تقسیم کرنا ---------------------------------- ۲۰۵
۴۔آپ کا مخفی طور پر صدقہ دینا ---------------------------------- ۲۰۵
شجاعت ---------------------------------- ۲۰۶
امامؑ مدینہ میں ---------------------------------- ۲۰۷

آپؑ کی عبادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۸
آپؑ کا وضو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۱
آپؑ کی نماز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۱
آپؑ کا نماز میں خوشبو لگانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۲
نماز میں آپؑ کا لباس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۲
نماز کی حالت میں آپؑ کا خشوع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۲
ہزار رکعت نماز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۴
مستحب نمازوں کی قضا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۵
آپؑ کا زیادہ سجدے کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۵
کثرت تسبیح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶
نماز شب کا واجب قرار دینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶
نماز شب کے بعد آپ کی دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶
اپنے غلاموں کے ساتھ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۶
آپ کی اپنے بیٹوں کو وصیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۹
آپؑ کی اپنے بیٹوں کے لئے دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۹
آپؑ کی حکمتیں اور تعلیمات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۰
بلند خصلتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۰
مومن کی علامتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۱
اچھی گفتگو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۱
منجیات مومن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۲
آپؑ کی شہادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۲

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ---------- ۲۳۷
حلم ---------- ۲۴۱
صبر ---------- ۲۴۲
فقیروں پر مہربان ---------- ۲۴۳
آپؑ کی عبادت ---------- ۲۴۴
آپؑ کا زہد ---------- ۲۴۵
دلچسپ حکمتیں ---------- ۲۴۶
اپنے شیعوں کو آپؑ کی نصیحت ---------- ۲۴۶
آپؑ کی شہادت ---------- ۲۴۷

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ---------- ۲۵۱
آپؑ کی پرورش ---------- ۲۵۲
آپؑ کے وسیع علوم ---------- ۲۵۳
امامؑ کی یونیورسٹی ---------- ۲۵۴
یونیورسٹی کا مرکز ---------- ۲۵۵
علمی وفود ---------- ۲۵۵
طلبہ کی تعداد ---------- ۲۵۶
یونیورسٹی کے شعبے ---------- ۲۵۷
علمی طریقے ---------- ۲۵۸
علوم کی تدوین ---------- ۲۵۹

آپؑ کے صفات وخصوصیات ــــــــــــ ۲۶۰
۱۔ بلند اخلاق ــــــــــــ ۲۶۰
۲۔تواضع ــــــــــــ ۲۶۱
۳۔صبر ــــــــــــ ۲۶۲
۴۔ سخاوت ــــــــــــ ۲۶۲
۵۔مخفی طور پر آپؑ کے صدقات ــــــــــــ ۲۶۳
۶۔قضاء حوائج میں سبقت کرنا ــــــــــــ ۲۶۴
۷۔آپ کی عبادت ــــــــــــ ۲۶۴
مختصر حکمت آمیز کلمات ــــــــــــ ۲۶۵
سفر جنت ــــــــــــ ۲۶۸

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ــــــــــــ ۲۷۱
علمی طاقت وقوت ــــــــــــ ۲۷۱
امامؑ کے مناظرے ــــــــــــ ۲۷۲
۱۔نفیع انصاری کے ساتھ مناظرہ ــــــــــــ ۲۷۲
۲۔ابو یوسف کے ساتھ مناظرہ ــــــــــــ ۲۷۳
۳۔ہارون رشید کے ساتھ مناظرہ ــــــــــــ ۲۷۴
آپؑ کے صفات وخصوصیات ــــــــــــ ۲۷۹
۱۔آپؑ کے علمی فیوضیات ــــــــــــ ۲۷۹
۲۔ دنیا میں زہد ــــــــــــ ۲۸۰
۳۔ جودوسخاوت ــــــــــــ ۲۸۰
۴۔ لوگوں کی حاجت روائی ــــــــــــ ۲۸۱

۵۔اللہ کی اطاعت اور عبادت ---------- ۲۸۲
۶۔حلم اور غصہ کو پی جانا ---------- ۲۸۴
۷۔مکارم اخلاق ---------- ۲۸۶
سخاوت اور حُسن خلق ---------- ۲۸۶
صبر ---------- ۲۸۷
صمت و وقار ---------- ۲۸۷
عفو اور اصلاح ---------- ۲۸۷
قول خیر ---------- ۲۸۷
شکر نعمت ---------- ۲۸۸
۸۔جوامع کلم ---------- ۲۸۸
امامؑ ہارون کے قید خانہ میں ---------- ۲۸۹
بصرہ کے قید خانہ میں ---------- ۲۹۰
آپؑ کا عبادت میں مشغول رہنا ---------- ۲۹۰
عیسیٰ کو امام کو قتل کرنے کے لئے روانہ کرنا ---------- ۲۹۰
امامؑ کو فضل کے قید خانہ میں ڈالنا ---------- ۲۹۱
امامؑ کا ملول ورنجیدہ ہونا ---------- ۲۹۳
امامؑ کو فضل بن یحیٰ کے قید خانہ میں ڈالنا ---------- ۲۹۳
امامؑ سندی کے قید خانہ میں ---------- ۲۹۴
امامؑ کی نعش مبارک بغداد کے پُل پر ---------- ۲۹۶

حضرت امام رضا علیہ السلام

حضرت امام رضا علیہ السلام ---------- ۳۰۱
آپ کی پرورش ---------- ۳۰۲

آپ کا عرفان اور تقویٰ ---------- ۳۰۲
آپ کے بلند و بالا اخلاق ---------- ۳۰۲
آپ کا زہد ---------- ۳۰۳
آپؑ کے علوم کی وسعت ---------- ۳۰۴
جوامع الکلم ---------- ۳۰۵
فضل العقل ---------- ۳۰۵
محاسبۂ نفس ---------- ۳۰۶
شرف العمل ---------- ۳۰۶
خیار الناس ---------- ۳۰۶
آپ کی سفارشات ---------- ۳۰۷
۲۔ مالدار اور فقیر کے درمیان مساوات ---------- ۳۰۷
۳۔ مومن کے چہرے کا ہشاش بشاش ہونا ---------- ۳۰۷
۴۔ عام وصیت ---------- ۳۰۸
کلمات قصار ---------- ۳۰۸
آپؑ کا تمام باتوں کو جاننا ---------- ۳۰۹
واقعات و حادثات ---------- ۳۱۰
آپؑ کا کرم اور سخاوت ---------- ۳۱۱
عبادت ---------- ۳۱۳
آپؑ کی ولایت عہدی ---------- ۳۱۴
فضل کا امام رضاؑ کو خط لکھنا ---------- ۳۱۵
مامون کے ایلچیوں کا امام کی خدمت میں پہنچنا ---------- ۳۱۶
خانۂ خدا کی طرف ---------- ۳۱۶

خراسان کی طرف ------------------------------ ۳۱۸
امامؑ نیشاپور میں ------------------------------ ۳۱۸
مامون کا امامؑ کا استقبال کرنا ------------------------------ ۳۱۹
مامون کا امامؑ کو خلافت پیش کرنا ------------------------------ ۳۲۰
ولیعہدی کی پیشکش ------------------------------ ۳۲۱
امامؑ کو ولیعہدی قبول کرنے پر مجبور کرنا ------------------------------ ۳۲۱
امام کی شرطیں ------------------------------ ۳۲۲
امامؑ کی بیعت ------------------------------ ۳۲۲
اہم قوانین ------------------------------ ۳۲۳
مامون کا امام رضاؑ سے خوف کھانا ------------------------------ ۳۲۳
امامؑ کو قتل کرنا ------------------------------ ۳۲۴

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ------------------------------ ۳۲۹
آپؑ اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں ------------------------------ ۳۲۹
آپؑ کا زہد ------------------------------ ۳۳۱
آپ کی سخاوت ------------------------------ ۳۳۲
آپؑ کے وسیع علوم ------------------------------ ۳۳۳
حقیقی ایمان ------------------------------ ۳۳۴
۱۔ اللہ پر اعتماد ------------------------------ ۳۳۴
۲۔ اللہ کے ذریعہ بی نیازی ------------------------------ ۳۳۴
۳۔ اللہ سے لو لگانا ------------------------------ ۳۳۴
مکارم اخلاق ------------------------------ ۳۳۴

آداب سلوک ------------------------------ ۳۳۶
آپؑ کے موعظے ------------------------------ ۳۳۷
ماموں کا امامؑ سے مسئلہ کی وضاحت طلب کرنا ------------------------------ ۳۳۸
امام کا قتل ------------------------------ ۳۴۰
آپ کی تجہیز و تکفین ------------------------------ ۳۴۲
امامؑ کی عمر ------------------------------ ۳۴۳

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام ------------------------------ ۳۴۷
ولادت باسعادت ------------------------------ ۳۴۷
اسم گرامی ------------------------------ ۳۴۷
آپ کی پرورش ------------------------------ ۳۴۸
بچپن میں علم لدنی کے مالک آپ کے غیر معمولی استعداد ------------------------------ ۳۴۸
علویوں کا آپ کی تعظیم کرنا ------------------------------ ۳۵۰
آپ کا جودو کرم ------------------------------ ۳۵۱
امامؑ کا اپنے مزرعہ (زراعت کرنے کی جگہ) میں کام کرنا ------------------------------ ۳۵۲
آپ کا زہد ------------------------------ ۳۵۲
آپ کا علم ------------------------------ ۳۵۴
نورانی کلمات ------------------------------ ۳۵۶
امامؑ کے امتحان کے لئے متوکل کا ابن سکیت کو بلانا ------------------------------ ۳۵۷
عبادت ------------------------------ ۳۵۹
متوکل کے ساتھ ------------------------------ ۳۶۰
امامؑ کی شکایت ------------------------------ ۳۶۰

امامؑ کا شکایت کی تکذیب کرنا ---------- ۳۶۰
متوکل کا امام کے پاس خط ---------- ۳۶۱
امام علی نقیؑ کا سامرا پہنچنا ---------- ۳۶۲
امامؑ خان صعالیک میں ---------- ۳۶۴
امامؑ کی متوکل سے ملاقات ---------- ۳۶۴
متوکل اچھے شاعر کے متعلق سوال کرنا ---------- ۳۶۴
۱۔ امامؑ کے گھر پر حملہ ---------- ۳۶۶
۲۔ امامؑ پر اقتصادی پابندی ---------- ۳۶۸
۳۔ امامؑ کو نظر بند کرنا ---------- ۳۶۸
امامؑ کا متوکل کے لئے بددعا کرنا ---------- ۳۶۹
امامؑ کا متوکل کے ہلاک ہونے کی خبر ---------- ۳۷۰
متوکل کی ہلاکت ---------- ۳۷۱
امام پر قاتلانہ حملہ ---------- ۳۷۳
تجہیز و تکفین ---------- ۳۷۴
تشییع جنازہ ---------- ۳۷۵
ابدی آرام گاہ ---------- ۳۷۵

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ---------- ۳۷۹
آپؑ کا نسب ---------- ۳۷۹
ولادت ---------- ۳۸۰
آپؑ کی ولادت کے پرشرعی رسومات ---------- ۳۸۱
آپ کی پرورش ---------- ۳۸۱

امامؑ کی اللہ سے خشیت ---- ۳۸۲

اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ---- ۳۸۳

آپؑ کی عبادت ---- ۳۸۳

حلم ---- ۳۸۳

کرم ---- ۳۸۴

علم ---- ۳۸۵

بلند اخلاق یا کریمانہ اخلاق ---- ۳۸۵

اقوال حکیمانہ ---- ۳۸۶

امامت کے دلائل ---- ۳۸۷

امام حسن عسکری علیہ السلام کا علی بن الحسین کے نام خط ---- ۳۸۹

امامؑ حکام عصر کے ساتھ ---- ۳۹۲

۱۔ متوکل ---- ۳۹۲

متوکل کی عیش پرستی ---- ۳۹۲

کھلم کھلا گناہ کرنا ---- ۳۹۵

علویوں کے ساتھ ---- ۳۹۵

متوکل کی امام امیر المومنینؑ سے عداوت ---- ۳۹۶

متوکل کے ذریعہ امام حسینؑ کے مرقد مطہر کا انہدام ---- ۳۹۶

امام علی نقی ؑ کے ساتھ ---- ۳۹۷

۲۔ منتصر کی حکومت ---- ۳۹۷

۳۔ مستعین کی حکومت ---- ۳۹۷

۴۔ معتز کی حکومت ---- ۳۹۸

۵۔ مہتدی کی حکومت ---- ۴۰۰

۶۔ معتمد کی حکومت ---------- ۴۰۰

امام پر قاتلانہ حملہ ---------- ۴۰۱

جنۃ الماوئی کی طرف ---------- ۴۰۲

تجہیز و تکفین ---------- ۴۰۲

تشییع جنازہ ---------- ۴۰۲

آخری قیام گاہ ---------- ۴۰۳

حضرت امام مہدی (عج)

حضرت امام مہدی (عج) ---------- ۴۰۷

عظیم مولود یا ولادت باسعادت ---------- ۴۰۷

ولادت کے رسم و رواج ---------- ۴۰۹

عام دعوت ---------- ۴۱۰

شیعوں کو آپؑ کی ولادت کی خوشخبری ---------- ۴۱۰

اسم مبارک ---------- ۴۱۱

آپ کے وجود سے شیعوں کو آگاہ کرنا ---------- ۴۱۱

بلند اخلاق ---------- ۴۱۱

۱۔ آپ کے علوم کی وسعت ---------- ۴۱۲

۲۔ آپ کا زہد ---------- ۴۱۳

۳۔ آپ کا صبر ---------- ۴۱۴

۴۔ شجاعت ---------- ۴۱۴

آپ کی سخاوت ---------- ۴۱۵

۶۔ حق میں پائیداری ---------- ۴۱۶

عبادت ---------- ۴۱۶

غیبتِ صغریٰ ________________ ۴۱۶
غیبت کا زمانہ ________________ ۴۱۷
جہاں آپؑ روپوش ہوئے ________________ ۴۱۷
آپؑ کے عظیم و بزرگ سفیر ________________ ۴۱۷
۱۔عثمان بن سعید ________________ ۴۱۸
آپؑ کی وفات ________________ ۴۱۸
امام کی ان کی تعزیت پیش کرنا ________________ ۴۱۸
۲۔عثمان بن سعید ________________ ۴۱۹
۳۔حسین بن روح ________________ ۴۲۰
۴۔علی بن محمد سَمَری ________________ ۴۲۰
فقہاء کی ولایت ________________ ۴۲۱
غیبت کبریٰ ________________ ۴۲۲
سوالات ________________ ۴۲۲
۱۔آپؑ کی طولانی عمر ________________ ۴۲۲
جواب ________________ ۴۲۲
۲۔اتنی طویل عمر کیوں دی گئی؟ ________________ ۴۲۳
جواب ________________ ۴۲۳
۳۔امام منتظر ظاہر کیوں نہیں ہوتے؟ ________________ ۴۲۳
جواب ________________ ۴۲۴
امامؑ کے ظہور کی علامتیں ________________ ۴۲۵
۱۔ظلم کا پھیلنا ________________ ۴۲۵
۲۔دجال کا خروج ________________ ۴۲۶

۳۔ سفیانی کا خروج ---------------------------- ۴۲۸

۴۔ سیاہ جھنڈے ---------------------------- ۴۲۸

۵۔ آسمانی آواز ---------------------------- ۴۲۹

۶۔ حضرت عیسیٰ ؑ کا آسمان سے نازل ہونا ---------------------------- ۴۳۰

ظہور کا وقت ---------------------------- ۴۳۱

فہرست ---------------------------- ۴۳۳

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے

خوشبوئے حیات

باقر شریف قرشی

مترجم
سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

www.ahl-ul-bayt.org

ISBN 964-529-148-8

9789645291486